

زوداد

مجموعه مقالات و خاطرات

۱۳۴۵ - ۱۳۴۶



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمہ مرزا تیبہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
نے مرزا تیبہ کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزا تیبہ سے فسخ فرمایا

جواب الحجاب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساریط و دلائل قاطع
سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزا تیبہ
کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) عاڈیوس روڈ لاہور

ترتیب

بحواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماة غلام عائشہ مدعیہ

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سر نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطور مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی۔ ۱۹۳۳ء میں جب فریقِ ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے مشہور آفاق رأس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔

جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مدلل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماء ربانی نے تحریر فرمایا ہے۔ تردید مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ _____

جواب الجواب مسماة فلام عائشة مدیبه

مدخله ۲۸ اپریل لغایت ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

ایمان و اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين
اصطفى و افضل الصلوة و اكملها على حبيبہ سید الوردی و علی آلہ و اصحابہ مصابیح الدجی
امتابعہ :

تمہید : الحمد لله کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لاطا کل بحث تو در کنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس
نے عاجز اک جواب میں دیدہ دانستہ محض لا جواب ہونے کی وجہ سے وہ پوائنٹ ہی سچا کیا۔
جن پر بحث مبنی تھی باوجود اس کے میں بحول اللہ و قوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علی وجہ البصیرہ کہہ سکتا
ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحث کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحم دل انسان اعلیٰ پایہ کی خدا خواستہ
بحث ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے
اور کوئی بھی عنوان تک بدلتا نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحث کا بھراؤ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو
تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لا جواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کر کے
مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر چکا ہو اور چونکہ شہادت کی طرح بحث بھی جماعت
کی مرتبہ ہے لہذا تمام جماعت کے نزدیک پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لا جواب دائل
ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لا جواب دالوں کو جمع کروں تو بھی میری بحث ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و
لا جواب رہے گی (مثلاً بحث کے ہیڈنگ لا الہ الا اللہ کا پہلا نمبر الوہیتہ الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدن
نہیں پڑے گا اور میری بحث کو لا جواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقا ہی کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کئے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی
تاویل، کوئی آٹڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ہے

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ و الحال
نگاہیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیز درمیان میں ان لا جواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان
کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی
رہنے والی دستاویز ہوگی۔

اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دہل و فریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں۔
مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات۔

”مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لینا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں؟
یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے۔
ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا اقرار اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مزائیت و احمیت اور مرزائی نبوت اور دعویٰ کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مرزائیت و نصرت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیت کا جزو اعظم ہیں۔۔۔
زاہد النبیخ میں زنا کا ڈورانہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف

مزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرش راہ ہیں۔
جواب بحث :-

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان و اسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات و احادیث و اقوال فقہاء و متکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گندرا ہوا مجروح سبب (دیجائی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندان شکن جواب ۱۸ اکتوبر ۱۳۳۲ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے لاجواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس ادعا کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث لفظاً بلفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پروایمنٹ میں سے ایک حرف کا حرب کچا اشارہ تک نہیں کیا۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے کمرے کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی ننھے ورنہ مادرزاد کافر کہا جاتا مگر کما حکم نہ لگتا۔

(۲) ان آیات امن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ و عقائد میں جس قدر ایمان کے

ایمان مذکور میں یہ ضروری تو ہیں مگر ایمان کے واسطے کافی نہیں ان کے باوجود بھی انسان بجز قسم تحلیل
نمر (بجز دیگر کفریات) یا بقل مرزائیاں مرزا صاحب کے انکار یا ان کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر ہو سکتا
سے ملاحظہ ہو جرح گواہ مسلم یکم ص ۷۷ مارش ۳۳۷ لہذا باوجود بغرض محال ان تمام ایما نیات کے بخارے
قائم کردہ اور خصوصاً لاجواب کفریات کی وجہ سے پیچ نہیں سکتے نہ ایمان و اسلام قیامت تک کسی طرح نہایت
کر سکتے ہیں۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی عبارت اور دعویٰ یہ صرف زبانی ادعا اور محض مغالطہ جو کہ بحث میں مفصل بنایا جانا
چکا ہے اور بقدر ضرورت مختصراً آگے عرض ہو گا یہ قابل ملاحظہ ہے کہ ادعا ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کا انکار۔ چہاں ویسے عظیم اشان مسئلہ کو ثواب بتا کے محض رضا پر
برائش گورنمنٹ کے لیے دین سے اخراج چند ماہ واری کی جدید زکوٰۃ کا اضافہ دسمبر کے جلسہ کو حقیقی اور
اصلی حج قرار دینا باری تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حشر و نشر کا انکار اور
فلاسفہ کی پیروی۔ اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر و تہذیب بلکہ بیعت میں شامل کرنے والے تک
کو یکا کافر بتانا باری تعالیٰ کی توہین اس کے تقدس و جلال پر بہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے ناپاک
جملے کشی طور پر اس سے عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ ہمسری کا دعویٰ تمام انبیاء اولوالعزم علیہم السلام حتیٰ کہ
سید الانبیاء کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ سب کی منہ بھر کے توہین و تہذیب (العیاذ باللہ) المہیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً سیدنا علی مرتضیٰ سیدنا امام حسین رضو و لغت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی زہر گلازنا قابل برداشت گندی توہین خلفاء راشدین صحابہ کرام رضائمہ دین تمام
اقطاب و ابدال غوث اولیاء اللہ سب سے برتری کا دعویٰ بلکہ دل کھول کے توہین کتاب اللہ پر مرت
اپنی خرافات وحی کی طرح ایمان رکھنا احادیث نبویہ جو اپنی تراشیدہ وحی کے خلاف ہوں ردی کی طرح
پھینکنا اپنے مقبرہ کو بہشتی مقبرہ بنانا حرم نبوی اور خصوصی القاب نیز اپنی بیویوں کو امہات المؤمنین کے
القاب استعمال کر کے منہ چڑھانا کو نسا د کفر ہے۔ جو مرزا صاحب یا مرزائیوں نے ترک کر
دیا ہے۔

تم گریبان میں منہ ڈال کے خود ہی سوچو۔
ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی
شیطان لعین ایک کفر یہ اور ایک نبی کی توہین کر کے عیشہ کے لیے مرد و بارگاہ ہرجائے ادب و بزرگ سب
لچھوئیں اور چڑھے سے قربان سوخت عقل ز جہت کہ انچہ بوا بھی است۔

(۳) یہ تمام امور ایمانہ حقیقتاً اور معنیٰ بدرجہ اتم مدعیہ اور اس کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا کی بیعت میں شامل ہونے سے کافر ہونے سے نہ بچا سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود اہل امور سے پکے مسلمان رہیں کچھ تو شرم چلبیسے

جیسا نوشہرہ بولتی کہیں زمانہ میں ،
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مختار مدعا علیہ کی مغالطہ دہی کی ناکام کوشش

مختار مدعیہ کے بیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں۔ لفظاً۔ بہ محض مختار مدعا علیہ کا وجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ سلسلہ ۱۹۷۸ کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لیے لیے ذرا دار دعویٰ ذرا اس کے بعد پھیکے پر گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں بولتے رہے۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کا ذب کی غاصبت لازماً یہی سے کہ وہ دجل سے کام لیں چسکا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جسنے دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا تابع ہو کر پھر عروج کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیابنی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں۔

(۱) ”یہ تمام بڑھ چڑھ کے اعداد اسلام اس وقت تھا جب اعداد نبوت کا سودا داغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعا نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے نقد کا آقا خاتم النبیین کے منافی اور لابی بعدی میں تخصیص و تاویل شراکت قرار دیتے تھے اور عیسٰی علیہ السلام کا نبی ہو کر ان مجازی بتاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۵۸ و حقیقتہ النبرۃ صفحہ ۸۹ و سراج منیر صفحہ ۳ و مائتہ البشری“ اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی۔

مباقی ۲۴ مارچ ۱۳۲۲ء کی جرح سے گواہ ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لینا کہ ”ازالہ ادہام کی تالیف تک مرزا صاحب مسلمان تھے“ یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد اوس کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ ادہام جو ۱۸۹۸ء کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود جملہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلامی عائش فرماتے رہے ہیں سلسلہ ۱۹۰۱ء

یہ پتہ نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان بچا ہے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات آپ لوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل مبنی ہوں گے اور یہی انہیں یاد کر کے ہزاروں کا ان سے چنہ و مول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقتہ الہی ۱۹۰۸ء وغیرہ میں اگر عجب نبوت سے پردہ اٹھا مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداق باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر دعویٰ نبوت دہل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر حرف آجائے جن کی نشان گرامی میں ابوہریرہؓ والو لہب جیسا دشمن بھی ”ما جربنا علیک کذبا“ کے منانہ فضاء پڑھ رہے ہیں۔

البدر اور اخبار عام کے مخالف کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔

اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعویٰ نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ“

جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر بیع صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعا علیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹۰۸ء مارچ سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ ”ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں“

مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکار ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و رسالت سے باز آتا ہوں میری نقلی یا دماغی خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تاب ہو جائیں پھر تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرشِ راہ کرتے نظر آئیں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یا غور نہ فرمایا دیو دانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

فعل کر دیا کہ خالص ہونے پر عوام بڑیں گے نہیں صرف پیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط ایک عدالت عالیہ میں پیش کر رہا ہے جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعویٰ نبوت سے دست برداری یا اس پر توہر و مذمت تو درکنار اسی عظیم الشان کفر پر کا..... بار بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گندیں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

”وہیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے“

”سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہو گیا“

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں“

”میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دیلے گزر جاؤں“

”میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں“

”مرزا صاحب نے اس وقت بھی ہماری ہی تابعداری نہ بخدا مدعا علیہ کی کما سے نہ پیش فرماتے تو

شاید اچھا ہوتا۔“

صدافت چھپ نہیں سکتی ہے تو کھل ہی جاتی ہے

زلیخا نے کیا پاک دامن باہ کنعاں کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں ویسا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن و احادیث کو کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروری مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریل کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکانہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ ہے جسے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت نہیں ہے اور کسی بلغم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بنیاد رکھنے کا فر بھی بنا گئے۔ گو با کہ اپنے نبی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

ۛ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔

یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوڑے کے نیچے ہے۔ باوجودیکہ وہ جو کب کا آثار چھینکا تمام دین کو برباد کر دیا اللہ و رسولؐ سے علم بغاوت بلند کر چکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے۔

اس بیڈنگ کے لاجواب پوائنٹ -

ابتدا حصہ کے تینوں نمبر جس کا بیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ و مدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس بحث مختار مدعیہ۔

اسلام کا سنگِ بنیاد

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - محمد رسول الله

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول الله - پھر مرزا یوں کا ایمان نہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس تحیر کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن کو طرق سے پردہ ڈالتے کی لغو کوشش کی ہے اس کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ میرا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب اور کسی مرزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھے نہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بد سنو رائل قائم ہے شائع ہونے پر کوئی اُن سے حسن ظن رکھے والا انہیں بندہ کے ان کی ساری مخالط آمیز ریکیک تاویلات خدا نخواستہ عقل و دانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعویٰ کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ نام تک نہ لیا اس بیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں۔

تاویلات ریکیہ کی حقیقت

(۱)

رأيتني في المنام عبيد الله وتيقنت انه هو

تمام نمبر چھوڑ کر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفریہ بخوان ادعاء عینت باری تعالیٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طویل طویل عبارت

سپر دقلم فرمائی ہے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟

(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رویہ ہے۔

(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔

(۷) تقریباً اٹھ حوالے قطع و برید کر کے احادیث و صرفیہ کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر نقل

کئے ہیں۔

نمبر وار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) ”مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں۔“ اور یہ کسے سمجھے تیقنت اتنی اھو

خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو ہوں خدا ہوں۔

(بطور غلط معترضہ)

(۲) ”اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔“

جواب آخر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تفسیر میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے

آئینہ کمالات جو فروری ۱۹۹۲ء کی تصنیف ہے اس کے بعد دیگر سیالکوٹ جو ۱۹۰۴ء کا ہے

ہندوؤں کے لیے خدا کا آثار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البرزخ صفحہ ۷۶ میں

الہام موجود ہے..... خدائے اندر اتر گیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقتہ الوحی کی

تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات سے الگ کن فیکون بنے بیٹھے ہیں۔

تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو چوبی تو وہ تریاق القلوب،

صفحہ ۳۹ پر مئے خدائی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر

ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر

تریاق القلوب ۱۹۱۹ء صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں ”نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک

ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا موشلان نئے ہوں۔“

اگر مرزا صاحب اور ان کے یہ زین آسمان مراد ہوں تو صدیقہ ہوں گے ہمارا خدا قدیم دازلی زمین آسمان پر ہے سب تو مرزا صاحب کی خود شہادت ہے اب تو انکار نہ ہوگا۔

جادو وہ جو سب پر چڑھ کے بولے

کیا لطف جو غیب پر دم دکھولے (ابوالوفاء)

(۳) ”اُن کا عقیدہ نہیں بلکہ رویا ہے“

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا فقرہ جس سے وہ خود تو ترجمہ رویا نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں: ”اور میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کتاب البریۃ صفحہ ۷۷۔“

نیز لفظ ”یقین“ اتنی ہو کہ میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا ہی ہوں سے کھلے لفظوں میں اپنی مائے ادر عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے پھر اور عقیدہ کسی حییر کا نام ہے۔ نیز اپنے کشف دالہامات کے مطلق جن کا نام وحی کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اُن پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ قرآن پاک اور تورات و انجیل پر الٰہ اُس میں ہے کہ خواب ہی میں ملنے کے یقین کیا کہ خدا ہوں؟

جواب محض غلط ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا ایسا ہوتا تو لفظ ”یقین“ کا اضافہ کرتے۔

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔“

جواب یہ شاید مختار مدعا علیہ کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا۔ درنہ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میں یقین کئے ہوئے ہوں کہ خود خدا ہوں یقین اتنی ہو، الفاظ کا زور اور چٹا ٹھو تو ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں۔“

جواب مگر ممکن تو ہے اور جب وہ خود اسے حقیقت سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ خود خدا ہوں پھر کوئی کیا کرے۔ وہ تو خود اپنے ناطق فیصلہ سے تمام تاویلات کا بیڑا غرق کر گئے۔ ہاں اگر دوسرے کفریات اس کے معنی نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم بھی ان تاویلات کو بادل ناخواستہ منظور کرتے یا کوئی اور عمل تلاش کرتے مگر کفر آشکارا ہونے کے بعد تاویل کا امکان ہی نہ رہا۔

(۷) نظر ثمر پیش کردہ کی اصل تصویر۔

نوٹ:-

یہ تقریباً تمام وہ حوالے ہیں جو مسل پر نہیں آئے۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظام کی آرٹس کرپشن کئے گئے ہیں۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو۔ ہاں اُس کے منطبق وغیرہ منطبق مطلق و صامت ہونے میں کوئی کلام کیا جاسکے۔

اگر جو بھی منطقی جائے دراصل یہ ایک جدید شہادت ہے مگر تب کہ یہ ریکارڈ میں ہے (گو عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذمہ دار چیزیں ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرہ ۱ پیش ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا الخ نتیجہ یہ نکالا (تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا) اور اس میں یہ مقدمہ لگادیا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں، سبحان اللہ اتنی درخواب تک پہنچے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سامنے سجدہ نہیں کر سکتے۔ لہذا (عیاذ باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط وغیرہ متعلق ہے نہ اس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کا یقین کیا نہ زمین و آسمان تیار کئے نہ آسمان دنیا پرستار پرچھائے۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے جھکا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ منور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یا زورہ بھائیوں اور ہر دو والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ ٹکرا دیا کیونکہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کر کے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادہ عیاذ باللہ غیر اللہ کو سجدہ کر کے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجد سمجھے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہونا ہے یہ بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے۔

یہ مذکور بالا تعمیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راہنہین سے ماخوذ ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگن پہننے کا خواب آپ نے اسے اسی وقت بلا بھیجا اور پتھوک کر اڑا دیا ملاحظہ
ہو اصل حدیث۔

مخلاف مرزا صاحب کے کہ اس پر ڈٹے رہے اور نفقت انہی ہوئے سے اپنی خدائی کے لعین ہونے کا تقارہ
بجاتے رہے۔ مختار مدعا علیہ اور مرزائوں کے پہنے جذبات کے لحاظ سے بلکہ ہم غلامان سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کرتے ہوئے شرم چاہیئے تھا کہ مرزا صاحب کا مقابلہ اور ان کی مثل سید الاولین
والآخرین کو پیش جذبات کسے جن کی نظیر نہ مخلوقات عالم میں ہوئی نہ ہو سکے نہ قدرت نے ویسا بنایا
نہ بنائے خدا اپنی خدائی میں کیسا دے مثل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدائی میں بے مثل ہے نظیر
کہاں مرزا صاحب اور کہاں محبوب رب الفلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چرخ مردہ کجا فوراً خراب کجا
یہ میں تندرہ از کجا است بنا کجا

اس سے یقیناً مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں۔
ابوالوفاء

(۳) حوالہ ارشاد رحمانی۔

(۱) جدید ثبوت طلب غیر مسلم حوالہ ہے۔

(۲) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے حالات زندگی بعد میں مرتب کی گئی۔

(۳) آپ کو معلوم نہیں ان کے مریدوں سے پیچھے کہ اس کتاب کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

(۴) مولانا محمد علی صاحب کو دیوبندیوں کا مسلم مقتدا ہونا جو تحریر فرمایا اس کا کیا ثبوت ابھی انہیں انتقال ہوئے
کے دن ہوئے۔ وہ تو دیوبندی بھی نہیں۔ جرح میں بلا کسی گواہ یا فریق سے منوائے مسلم کر کے کسی کو عدا
ت میں پیش کرنا خلف قانون ہے۔

تبصرہ عجائب

یہ اسمدلال مونیاد کی اصطلاح سے نادر حقیقت پر مبنی نہیں۔ صوفیا دے دہاں جب لفظ حاد و کابولتے
ہیں اس سے خاک مراد لیتے ہیں اور جب پدر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے روح۔ کیونکہ کہ خاک سفلی ہے
اور روح علوی۔ حقیقت ہونے سے مراد اپنی آپ کو خاک میں مٹانا تاکہ پوشیدہ جو سر نمودار ہو جائیں جس طرح
فرمایا گیا ہے۔

در بہاراں کے شود سر بہ رنگ
خاک شوناگل بر وید رنگ

ہا دانہ جب خاک میں مل لے تو شکر نہ نکلتے۔

یہ محل تفصیل نہیں در نہ عرض کرنا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام و اصطلاحات تصوف
التعرف وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جگہ
وہ غلطی سے نقل کر لیا گیا در نہ عادت، تو قطع و برید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے لکھا ہے کہ تا از مادر خود جفت نشود و برادر خود نکند کامل نشود الخ
اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سیکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً درزی۔ خمر۔ یاد صا۔ صتم۔ بتکدہ۔ میخانہ۔ قتل حبیب وغیرہ
باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیئے بیٹھے ہیں حل نہ ہوا یہ صوفیہ کی مثالیں
آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

”ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ آئینہ کمالات

انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں بغیر متعلق قرار دیں اور آپ پیش فرما رہے ہیں۔

توجہ القول بنما لا یسرفی بلہ قابلہ

(۳) راہت رچی فی صورت شباب امرد۔ الخ یواقیت ج ۲ ص ۱۲۴ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جرح و تعدیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں جس سے
عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا کہ خود خدا ہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا کہ میں نے اپنے خدا
ہو نیکیا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت والجاہر
میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں تمام غیر متعلق امور یہاں مفصل ذکر نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبد الکریم جلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقربان بارگاہ الہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و
جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں
بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مغالطہ دینے کے واسطے
حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع و برید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پہلے نہ پڑا۔

آخر نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب سے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر چکا
ہوں کہ میں مہی خدا ہوں جس پر محتار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توجہ
عالیہ حضور صیت سے اس کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف اور عبد الکریم جلی رحمۃ اللہ علیہ کی

عبارت کا ترجمہ دی ہی جو مختار مد عالیہ نے پیش کیا ہے مقابلہ فرمائیں اور پھر بالکل ہی مطابق ہے۔
 جیسے مخالفہ کی دادیں مرزا صاحب نے خدا ہونا دیکھا اور تعین بھی کر چکے زمین و آسمان بھی خود بنائے اور ولقد
 ربنا السماء الدنيا بصابع كالغمد مستان بھی لگایا وغیرہ۔

اور مخلاف اس کے یہاں اس بزرگ کا پھر دیکھا اس ملاحظہ ہو خصوصاً فقرات از ترجمہ مختار مد عالیہ۔

- (۱) جب مجھ پر یہ جحلی ہوئی تو میں نے گھنٹی کی آواز سنی۔
- (۲) میں ایک بلند درخت میں ٹکے ہوئے پتھڑے کی طرح ہو گیا۔
- (۳) میں ظاہر میں سرائے پنکوں اور گبروں کے اور کوئی پیچ نہ دیکھتا تھا۔
- (۴) اور بادل افواہ برسا ہوا تھا اور سمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔
- (۵) اور آسمان زمین ایک در سے میں داخل ہو کر مل گئے۔
- (۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔

(۷) یہاں تک کہ حضرت عزت و جلال کے نیچے مجھ پر لگائے گئے۔

اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پر وہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔
 پس اس وقت اشیاء صاف ہوئیں اور بادل جو درہاں ساتھ صاف ہو گیا۔

(۹) آواز دی گئی کہ اے آسمان زمین الہ۔

ملاحظہ ہو اس میں کسی جگہ خدا ہونا اور تعین کیا دیکھنا یا خدائی کا دعویٰ کیا یا خود زمین و آسمان پیدا کئے
 یہاں تو اپنے آپ پتھڑے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے قول مرزا صاحب میں نے زمین و آسمان
 پیدا کئے، پیچا سے فرما رہے ہیں۔ پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل جو درہاں ساتھ صاف ہو گیا،
 آواز دی گئی اے آسمان اور زمین اس جماعت کی غفلان کا راز یہی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدایانہ راوی
 اور بہتان طرزی سے باز نہیں آتی۔ سے

چوں خدا خواہد کہ ہم وہ کس درد
 میلش اندر طعنہ پاکاں کند

ترجمہ کی ایک فاش غلطی

اسل الفاظ :- فله تزل المقدرة تختع لي ما هو الا قوی فالا قوی وتخترق لي

ما هو الا هو فالا هو

ترجمہ :- مرزا ثانی :- ”پس قدرت نے میرے لئے قوی سے قوی چیز بنائی اور عجیب سے عجیب چیزوں کو بیان

کرتی:-

میچ ترجمہ :- پس ندرت قوی سے قوی ان کے معاملات بھر سے کرنی گئی اور میری خاطر محبوب سے محروم
پر دے اٹھائی گئی۔ دونوں کا نزاع ملاحظہ ہو۔

کیونکہ باری غلطی نے باوجود کمال ظاہر ہونے سے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر
پر دے ڈال رکھے ہیں۔

بے جانی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ اشکار
اس پر گونگھٹ یہ کہ موت آنکھ کی بجلی نہیں

دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت :- ”الی ان ضرب الجلال علی سوادق المتعال“

ترجمہ مدعا علیہ :- یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے غیمے مجھ پر لگائے گئے۔

میچ ترجمہ :- یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے غیمے مجھ پر نصب کر دیئے، کہاں اللہ کے غیمے اور کہاں
بزرگی کے غیمے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیو و دانستہ چھوڑا ”ففتق فی النظر الا علی رتق

الید الیمنی“ اور نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا پس اس وقت چیز کی پیدا کی گئی اگر اس
فقرہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا اڑناٹاں ہو جاتا کہ خالق کا ادب سے یہ قدرت تمام جس کو یہ یعنی کہا جاتا ہے کلتا
یدی الرحمن الیمنی۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کلام کی عبارت سے ناواقف سمجھا ہے جب
تک صوفیاء کلام کی عظمت کا حقہ دل میں نہ ہوا ان کی عبارت کا مطلب کسی پر منکشف ہی نہیں ہو سکتا۔

مزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب ولی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

بحان اللہ۔

(۶) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا حاکم

صاحب شہید دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں ہیں۔

(۱) ”دیوبندیوں کے مقتدا و جناب مولانا محمد اسماعیل شہید“

(جواب)

”الف“ حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ اساتذہ و تلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں البتہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً

شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔

”ب“ جب تک شہادت میں مسلم یا متقدم زمانہ منوالیں تو تعمیر بوی کہنا قانوناً درست نہیں۔

(۱) معلوم ہے کہ درجی منحلہ علماء کے ایک عالم میں قرآن و حدیث ائمہ صحابہ احوال ائمہ کے مقابل ان کا قول محبت نہیں۔

(۲) اس مسئلہ کے نقل کرنے میں اہل دائرہ کی عبارت قطع کر دی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور نہاد بقاۃ مسلم مگر ایک غیر ذمہ دار نہ تاریخی رسالہ کا ترجمہ اس شد و مد سے کہہ کر ازداد اور ایمانیات و عقائد کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ و جوابان تسلیم کر لیں قطعیات کا اعتبار جو احادیث احادیث معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلہ میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی رائے کا پتہ نہیں ورنہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو الشفیعہ الجدید علی تصانیف الشیخ مصنف مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مرزا پوری۔

اصل جواب

اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کر لیں تو بھی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہو سکتا یہاں پر حضرت مولانا شبیدہ ج مقام فنا و بقاۃ مقام محبت - اور وحدۃ الوجود کا وہ انتہائی درجہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہاں ”سیر الی اللہ“ معنای ختم ہو کر ”سیر فی اللہ“ غیر منتہی ابد الایات تک کے لیے شروع ہو جاتی ہے اور انسان اُس وحدت محبت کے بے کیف دریا ناپید آکا میں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر ”انا الحق“ سبحانی ما اعظم شأنی یس فی جنتی سوی اللہ وغیرہ کے نغمہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ہم من نمی گویم انا الحق یا ربی گوید بگو زبان پر ہوتا ہے۔ اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا و مافیہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا گھسکا۔ نہ نماز کلمہ نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں انا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ہا ہم خود زدی بانگ انا الحق خود سر دار آمدی۔

اس کی تفصیل کے واسطے التعارف الشہود نے وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں یہ ذوق چیز میں بلیٹ نامزدوں پر کہنے سننے کی نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ بردل افتد راز

در نہ در محفل زدن خیر نیست کہ نیست

یہ ذوق امور میں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف مولے کی دین اور ان کی انتخاب کا

نتیجہ ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے،
 آج بھی جن پر نظر ہو جاتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ انہیں سوائے اس کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔
 کچھ نہیں دیکھا ہے جب سے تو نظر آیا ہے
 جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا ہے
 یہ عدالت ہے اور عدالتی مسل ہے یاد ان طریقت اور اہل ذوق کی محفل ہوتی تو مقام فنا و بقا پر
 کیف اور طرب آگیز نکلا ہے پیش کئے جاتے یہاں تو یہی کہہ کے پشیمان ہوں کہ کون عتاب ہو جائے۔
 بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
 بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں
 عبارت پیش کردہ سے اس امر کے شواہد کہ مقام فنا و بقا یعنی وحدت الوجود اور سو فیاء کرام کے انا الحق
 وغیرہ کا یہاں فلسفہ بیان ہو رہا ہے۔

فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

- (۱) خلعت مکالمہ اور سرور حاصل ہوتا ہے؟
 - (۲) اور اس کی وحشت اس سے بدل جاتی ہے؟
 - (۳) مقام فنا و بقا کے پردہ انخفا سے ظاہر ہو جاتے ہیں؟
 - (۴) ”اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہو جاتی ہے“
 - (۵) ”اور کلمہ انا الحق اور لیس فی جنتی سوی اللہ کہنے لگتا ہے“
- اس کے بعد اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور فلسفہ سے ثابت کر کے فرماتے ہیں۔
- (۶) مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے۔ الخ
- مگر یہاں مدعا علیہ کے واسطے یہ کسی طرح مفید نہیں بلکہ محض بے سود ہے کیونکہ یہاں وحدت الوجود کا ذکر ہے اور مرزا صاحب اپنے دعویٰ خدائی کے ساتھ ایسی کشف میں فرمادیا کہ ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدت الوجود کی کتب میں مراد لی جاتی ہے۔

(ایضاً کمالات اسلام صفحہ ۱۵۶)

ایسی غیر متعلق مثالوں سے جسے مرزا صاحب خود تسلیم نہیں کرتے بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے اپنا اور عدالت
 کا دقت رائگان کر کے مقدمہ کو طول دیا تاکہ دنیا کے سامنے یہ کہہ سکے اتنے صفحات کی بحث پیش کی ہے۔

(۷) اسی مذکورہ بالا اصول پر زندگۃ الاولیاء سے جو حوالہ وحدت الوجود کے سلسلہ کا نقل کیا ہے ہر گروہ چپاں نہیں ملاحظہ ہو۔ جو شخص حق میں غر ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ سہے اور سب حق ہی دیکھے تو یہ عجیب نہیں ہوتا۔

(نوٹ)

یہاں یہ عبارت کاٹ کر لی تاکہ اصل مسئلہ متکشف نہ ہو نیز اس کتب کی نسبت حضرت سید الطائفہ شیخ فرید الدین عطارؒ کی طرف تو ضرور ہے مگر صوفیاء کرام کے نزدیک اس میں دشمنان صوفیہ نے کبھی زیادتی بھی کر ڈالی ہے اور ایسا کسی خارجی شہادت کے بلکہ قابل اعتماد دینی اسی سے تو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت میں پیش نہ کی گئی۔

(۸) خزائن الاسرار کا یہاں حالہ جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ تھے الخ یہ ایک فصوص الحکم کی نہایت غیر معتبر شرح ہے جس سے یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کے غیر مسلم ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا۔ کہ قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ اور رسول بتائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت نزع کے عالم میں تمام صحابہؓ کو وصیت فرمائی کہ دیکھو مجھے حد سے نہ بڑھانا اللہ یا اس کا بیٹا نہ سمجھنا انما اتنا عبدہ در سولہ اذان و نمازیں رسول اللہ اور عبدہ رسولہ لازم کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود سلامتی ہوش و حواس عین اللہ بتائیں اور نا سبھی سے اسے قرآن سے ثابت کریں اور مسلم ماننے پر یہ دبی وحدت الوجود ہے جو مرزا صاحب کو مسلم نہیں کیونکہ محی الدین ابن عربیؒ رح فرقہ وجودیہ کے موجد ہیں اور تمام ان کے شراح و مددۃ الوجود ہی ہیں اس کے بعد حکمت اس خواب کی مدعا علیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں جو اسلام و کفر کا مسئلہ درپیش ہے صرف اس کا جواب دینے کے لیے یہ روایا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب صراط مستقیم پر ہیں اور علامہ عبد الغنی نابلسیؒ کی کتاب تفسیر الانام ص ۱۷۱ سے ایک تعبیر نقل کی ہے

من رای کائنۃ صاد الحق سبحانہ و تعالیٰ اھتدی الی صراط مستقیم۔

جواب یہ ہے کہ

(۱) اولاً یہ ایک کشف ہے محض خواب نہیں مرزا صاحب خود فرماتے ہیں ”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ۔۔۔۔۔ الخ (کتاب البرہ)

اور یہ کشف کا تعبیر نامہ نہیں بلکہ خواب کا ہے۔

(۲) کشف کی تعبیر صوفیاء کرام دیا کرتے ہیں چنانچہ وہ اسے محض شیطانی خواب اور گمراہی بتاتے ہیں جس پر یقین کرنے سے ان کے نزدیک کفر ہے بھی بدرجہا ملاحظہ ہو آپ کی مسلم کتاب یوایت اور مسلم بزرگ

علامہ عبدالوہاب شمرانی کی یاقوت صریحاً علم ان الی اطلال ذلک جس کا خلاصہ یہ کہ روایت باری تعالیٰ خواب میں بھی نیا کے اندر سوائے سید المرسلین علیہ السلام اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت اور مثال پر ہوگی اور وہ بے مثال دے نظیر ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے فرماتا ہے لا تعجزوا اللہ الامثال۔ لیس کمثلہ شئی۔ ولما یکن لہ کفواً احد آخری فصل یہ کہ جو خدا کو بول دیکھے

اور خیال کرے کہ وہ اللہ ہے۔ **ند الذ من ارادة الشیطان واغواۃ وتضللیہ وھو شب**
یعقده کذا الذ فی الیقضہ۔ یعنی یا تو یہ شیطانی دوسو سو اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا حقیقت وہ خدا کے جسم و صورت کا معتقد ہے جسے وہ بول دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو۔
 صوفیاء کرام اسے شیطانی شرکت قرار دیتے ہیں۔

رس جس کسی بزرگ کو ایسا کف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیہ کے مسلم حضرت علامہ امام عبدالوہاب شمرانی یواقیت ص ۱۲۸ بحث ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر۔۔۔ الی۔۔۔ انتی خلاصہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نور دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئے ہیں۔ اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا۔ اسے عبدالقادر نام رکھ فرماتے ہیں میں نے کہا۔ ذلیل ہو اے لعین۔ پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا۔ اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی۔ اس لئے بچ نکلے۔ میں نے اس قسم کا واقعہ سترے سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا۔ الخ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سرتاپا اسود کو شیطانی دوسو سو قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ قابل تعبیر خواب۔ مشکوٰۃ کتاب الرؤیاء

حدیث: خواب قابل تعبیر کب ہے اور کب دوسو ہے۔ ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا انقباضات احکام پرانگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبدالغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں۔ ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنہوں نے یہ علم حدیث اکبر سے اور انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ انکی کتاب التعمیر کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی دوسو سو ہیں جن پر یقین نہ کرنا چاہیے نہ کسی سے بیان کرنا۔

نیز دافع البلاء الوصیت کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد و احوال موجود ہیں جن میں سے ایک سے بھی رجوع ینقل نہیں۔ البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کہ میں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبہ طور پر پیش کر دو ہم یکفر واپس لے لیں گے۔ ہمیں ان سے کوئی ذاتی نزاع ہے نہیں۔ صرف باری تعالیٰ اس کے حبیب پاک م

اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام و اہل بیت عظام اور خاصانِ خدا رحیم نیز مذہب اسلام کی توہین و دشمنی کا باعث ہے۔ جب تک اس سے توبہ نہ کر لیں مرنے والے اور اسلام سے خارج ہیں۔

(۲)

جواب خالق ارض و السموات کا دعویٰ

اس جواب میں بھی حسبِ عادت عدالتِ مخالف کی ناکام سعی کی گئی ہے اور گواہوں سے سابق جو مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس پر ۲۰ کا ہینڈنگ قائم کر کے مختار مدعا علیہ نے ایک لمبی بحث کی ہے۔ جس سے یہ چاہتا ہے کہ پہلی بحث دہن سے نکل جائے اس لیے مختصر جواب عرض ہے کہ دوسرے تکفیر صرف خالق ارض و السماء کو علیحدہ کر کے اگر گواہ مدعیہ ۲۰ قرار دینا تو شاید یہ لایعنی تفسیر پر کچھ باربط تو ضرور ہوجاتی یہاں تو دعویٰ خدائی کے مضبوط کرنے کے لیے ایک قرینہ بنایا ہے یعنی دعویٰ خدائی اور اس پر یقین کر کے خلق ارض و السماء کا دعویٰ اس خدائی دعویٰ کو اور پیکار کر کے ایسا کفر ثابت کرتا ہے کہ جس کا جواب ہی ناممکن ہے اہل کی تائید میں مختار مدعا علیہ ہی کی پیش کردہ عبارات ملاحظہ ہو۔

”اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ اور اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے ملاحظہ ہو کہ منشاء اعتراض اور وجہ استدلال صرف خالق ہونا نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ اور اپنے کو خالق جاننا۔ مختار مدعا علیہ محض مخالف کے طور پر صرف خالق زمین و آسمان ہے اور دور از کار عقل میں نہ آنے والی تاویلات کر لیں۔“

باقی یہ کہنا کہ اس کا ترجمہ خواب ہے جیسا کہ گواہ مدعیہ ۲۰ نے بھی کیا ہے محض لغو ہے کیونکہ وہ ترجمہ لغوی لکھا گیا ہے مگر مراد تو ترجمہ ہوگا جو مستحکم مرزا صاحب نے خود کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا کتاب البیرونی

نیز وثیقت انہی ہو۔ خارج میں خدا ہونے کا یقین کر لیجئے اعتراض تو یقین کرنے کے بعد پیدا ہوا اور نہ اگر وہ اس خواب کو اہتفاتِ اسلام پر اگندہ خواب اور اس کشف کو شیطان و وسوسہ قرار دیتی جیسا کہ حضرت سیدنا طاہرہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے کیا تو پھر اعتراض بھی نہ تھا۔ آج اگر مختار مدعا علیہ یا مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ یہ شیطان و وسوسہ تھا اس پر اعتراض نہ رہے گا۔ یہیں کسی کو خواہ مخواہ کافر تو بنانا نہیں مگر جب کہ اسے وحی ربانی اور مثل قرآن کے منزہ اور ناقابلِ ایمان سمجھا جائے تو ہزار تاویل کریں اور جملات اس پر لکھ ڈالیں

کفر و ارتداد مل نہیں سکتا ہے

بیچ ہے حکیم کام نہ نکلے بناؤ سے
بیزد کبھی نہ پار ہو گا نذ کی ناؤ سے

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کا تفصیلی جواب دینے کے واسطے تین نمبر قائم کئے ہیں۔
(۱) کیا خواب میں آپ نے موجودہ زمین و آسمان بنانے کا ذکر کیا۔

(۲) اگر نئے آسمان و زمین بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔

(۳) کیا آپ اپنے آپ کو موجودہ زمین و آسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو جوابات۔ پہلے کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عین اللہ عین خدا مان لیا تو نئے آسمان و زمین بنائیں یا وہی مثال کہے پیدا کریں یا ازل میں پہنچ کر ابتدائیدہ اکیں ایک ہی جیسا ہے کہ اپنی تصریح کے مطابق اولاً عین خدا بنے ہیں۔ جس پر یقین کامل ہے پھر آسمان و زمین بنائے جاتے ہیں۔ پس اس کی ذات میں بھی شرک کیا اور افعال میں شرک اور نئے آسمان و زمین مانتے ہیں تو شرک دو۔ الا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے مقابل خود خدا بن گئے اور اس کے نظام اور زمین و آسمان اور آدم کے مقابل بنایا نظام نئی زمین کا بنا کر کھڑا کیا اور نیا آسمان نئی زمین بنانے کے جو خدا نے فرمایا خود بھی بول اٹھے کہ دلقد نہ مینا السماء الدنیا بمصا بیح پھر آدم کو صلاۃ الطین سے بنایا۔ بنانے کی قدرت کی اپنے اندر محسوس کی۔

دوسرے نمبر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے اور وہ ہے اور دوسری مزا کی کتب کا حوالہ سب بے سود ہے کیونکہ انسان کا اصول ہے کہ جب گرفت میں آجاتا ہے تو تائیدیں کرنا پھر جڑا ہے کفار کہ بھی بتوں کو خدا سمجھتے ہوئے عبادت کرتے تھے اور جب گرفت میں آجاتے تو کہتے کہ صانعہم الا لیقر بونانی اللہ من لہی ہم تو صرف انہیں خدا تک رسائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عیسائی بھی دیکھو تثلیث کی التثلیث فی التوحید وبالکس قیغوں ایک ہیں تین ایک کی تائید مل کر تے ہیں اور مطلب بناتے ہیں تو کیا وہ بھی موصد ہو جائیں گے۔ نیز عیسائی رب دین کی بھی تائید مل کر تے ہیں۔ باقی تو یہاں بنیاد و اعتراض اولاً دعوتے خدائی اور اس کا یقین اور پھر زمین و آسمان اور آدم و انسان کو پیدا کرنا وہی الفاظ جو خدائے قدس نے خلق کے بعد یا اسی وقت استعمال فرمائے استعمال

کہنا اور عیاناً بالذکر کے مد مقابل ہو کر اس کا منہ چھو جاتا ہے لہذا یہ تادیلیں محض بے کار ہیں جب تک یہ خدائی کے دعویٰ کا کشف جو بنیائے اعتراض ہے۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ نہ دکھائی جائے بات بنانے کے واسطے تادیلیں تو ادھر کفر و ارتداد کو مضبوط کریں گی۔ قرآن پاک پڑھئے۔

يُحْلِقُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ الْخ

باقی پطرس اور یسعیا کا حوالہ اولاً وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکیں ہر سال اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصلی و نقلی کیا ہے۔ ہم پر قرآن و حدیث حجت ہے نہ یہ محرف توراۃ و انجیل۔ دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض توبہ ہے کہ پہلے دعویٰ خدائی کا اور اس کا یقین ہوا اور پھر زمین آسمان کی بناء۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں۔ اور محرف توراۃ و انجیل تو کیا شیطان یقین کی تاریخ میں بھی دعویٰ خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا خلق نہ دکھاسکیں گے۔

فرعون نے بھی انساں کی طرح الا علیٰ کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعویٰ نہ کیا اور جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کرایا تو جواب رو گیا۔ مگر جو دعویٰ صدی کے مدعی نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بد بھی ابطلان چیتیر یہ جیسے ہوئے کمال مضبوطی سے تادیلات کیلئے کر رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
موجہ بہت ہوں کہ دنیا کا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرما دیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صوفیاء کرام کی یہ اصطلاح پر نہیں کہہ رہا تو ہم ”ہمہ ادست“ پر ضرور نیک نیتی سے محمول کہہ لیتے مگر انہوں نے تو کفر کے وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کو کوشش کریں کفر دفع نہیں کر سکتے۔ باقی مشنوی صبح امید سے علامہ شبلی کے یہ اشعار سے
بحث مدعا علیہ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قدیمی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی منقول دلیل سے یا بزرگوں کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹر ان اخبار۔ شعراء زمان کی آڑ بن جاتی ہے۔
میں علالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف والہام رو یا ر صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وہی جس کے متعلق یہ ہے کہ ہے

بہجھو قسطنطنیہ منزہ اشش داغم
(درتین) از خطا ہا ہیں است ایما نم

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی آرکائی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان دہرین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار زندہ بننے کو مجازاً نئی صورت زمین دریاں پیش کر رہی ہے۔
آسمان فضا کے تکرار و صفائی اور تغیرات کو شعرا در برابر زمین و آسمان کہا کرتے ہیں۔
نظامی فرماتے ہیں۔

زستم ستوران دریاں بہن دشت

زین شش شد آسمان گشت ہشت

کوکب

بام پر پڑھ کے ابر کو دیکھا

ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کر کے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض راہتخی فی المقام عین اللہ و تیقنت انتی ہو ہے کہ اولاً دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تمام جب تک اس سے ثابت نہ ہوں کوئی تبادل قبول نہیں (زمین و آسمان کے تلابے ملا تے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کہنا کہ دریں شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے کہ اس کے فہم کا قصور ہے مثلاً اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین و آسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا جہیز تک گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی خیانات تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہو جائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و

سمانا ہے محض بے کار ہے۔ کیونکہ ان بزرگوار کی عادت ہی درجی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدنی نبوت ہمہ لغت نہیں بھیجی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا۔ مثیل مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری تفصیل میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے ان مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایسا انداز ہونا کجا مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت۔

اللہ تعالیٰ کو تیندوے سے تشبیہ ۲۔

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے۔ تیندوے سے تشبیہ کا اعتراض نہیں نہ تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے۔ عقیدہ تغلیث کا ہیڈنگ مٹ ہے اور یہ ہیڈنگ در عقیدہ ہمسیت مٹ کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیریں عرض طول رکھنا ہے۔“

اور خصوصیت سے آخری فقرہ عرض طول رکھتا ہے، قابل غور ہے کیونکہ عرض طول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص ہمسیت سے ہے۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول لاطال بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو اپنے اس رویہ سے لاجواب تسلیم کر لیا۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا حرام مفسد نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک اوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو اہل فہم پر محض نہیں۔

رہنما عاجز

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منکھڑت استدلال گھڑ کر جواب کی لامحالہ سچی کی کہ ”مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی شعر پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے۔“

الی آخر۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الاسماء ہے۔

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و اسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے یا ہونے نہیں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسلام کے مراد ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے لغو حیلہ ہے کیونکہ توفیق اور خلقت وغیرہ کے معنی کے واسطے سیکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف حقیقتہً استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی توفیق نہ ہوئی تھی تو بوستان کا شعر ہے

بیت دیدم از عا ج در سومات

مُز صغ جودر جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنی میں مستعمل ہے الخ۔

نہ اس میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ عسکر فی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنائے یا عربی مصل مہویا یا معنی مشتق ہو یا جلد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلا شائع علیہ السلام ہے ثبوت کے بولنا جائز نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسماء صفاتیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسماء باری تعالیٰ توفیقی ہیں کوئی فردعی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملاحظہ ہو گوایمان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ رباب اسماء توفیقی ہیں امام عبد الوہاب شہرانی کا ارشاد ”المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توفیقیۃ فلا یجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان دردد فی الشرع۔“

(ایضاً نیت والجر اہر ص ۳۱۲)

یعنی پندہویں بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر سے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی متن میں و للہ الا اسماء الحسنی کی یہ تفسیر کی ہے کہ ”یعنی الواردة فی الکتاب والسنۃ“ یعنی خدا تعالیٰ کو انہیں اسماء حسنی سے پکارا و جو کتاب و سنۃ میں آئے ہیں۔

لہذا شرک فی الاسلام بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی لا جواب ہی رہا اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر چاہا ہے مگر اولاً تو یہ گزارش ہے کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی ڈال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے پیش کردہ معنی واجب درست ہوں گے کریمہ بالتشہید ہو۔ عائشہ یا عمارہ داع کی طرح ہو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عا ج ہے جو جلد معنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنی لکھنے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسلام کا اعتراض خصوصاً جب کلمہ سے عربی مانیں۔ اور بھی ٹل ہے۔

(۵)

انت منی بمنزلہ توحیدی و تقریدی

یہاں بھی نقل استدلال میں مبالغہ و مبالغہ اس کا عنوان ادعائی بلکینیت سے یہاں ہرگز یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توحید و تقرید میں شریک کیا یہاں تک یہ لاٹال کو اب قابل توجہ رہا یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے آپ کو بمنزلہ اللہ کی توحید و تقرید کے قرار دیتے ہیں یعنی اس طرح اس کی توحید و تقرید کیلئے مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف اس کو توحید نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے موید اور قرآن میں مثلاً انت منی بمنزلہ لا یملک الخلق اربعین ۲۵

لا مجھ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ مرزا صاحب کی اربعین ۲۵ کی تشریح جو لوگوں کی گونت کے بعد گھڑی ہے اور بھی قباحت دو بالا ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تقرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب میں ذات باری کی طرح جو جائیں پھر بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال جائز تھا تو کسی اور نبی حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین ۲۵ ص ۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قرینہ ہے۔

(۱) انت منی بمنزلہ توحیدی و تقریدی - انت منی بمنزلہ مری۔

انت منی بمنزلہ لا یملک الخلق۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی ذمہ صرف یکتائی بلکہ وہ مرتبہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالا تر ہے یہ خدائی ملک پہنچنے کا تیرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔
باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے نمونہ کے لیے بحث میں ایک لسٹ دے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

انت اسمی الاعلیٰ

یہ الہام بھی اربعین ۲۵ ص ۲۵ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ”اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا غلام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا پس جو شخص یہ نام خدا کے تمام ناموں حتیٰ کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الہ الا اللہ پر کیا ایمان رکھ سکتا ہے؟۔
باقی یہاں اسم اعظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے کیلئے متضاد عامل نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مفاد اللہ

دینے کی ناجائز سعی کی ہے ان مغالطوں سے جواب نہیں ہونا اور نہ اسے کوئی عقلمند جواب قرار دے سکتا ہے الحمد للہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹ میں سے ایک کو بھی چھو نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

انت منی بمنزلہ لا یعلمہا الخلق

یہ فقہ ادا عادیث میں انت منی بمنزلہ توحیدی و تنہیدی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ و دانستہ نمکڑے نمکڑے کر کے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تا کہ اصل مدعا ضبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی (اربعین)۔۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملایا لیجئے کہ تو مجھ سے اسلئے پساکہ میری توحید و تفرید پھر یکتائی کے ادا کے ثبوت میں کوئی کمی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہوگا۔

بہیں عقل و دانش بباہر گریست

(۸)

انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون

یہ ایک کھلا ہوا شرک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الہ الا اللہ پر ہو سکے اس لیے سب عادت اس کو لانے اور اس میں دیدہ و دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے تم کر لی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہوتا نامطلوبی ہی رہی۔

مختار مدعا علیہ نے عدالت کے رد پر یہ الہام شرک فی الامر کے تحت میں پیش کیا ہے اور مدار اعتراض انما امرک ہے یعنی کن کی امر کی سولے اس کے کوئی شان نہ ہو نا کہ سبب بھی وہ کسی بیزار کا ہونا چاہے اور کہے کہ ”ہو پس وہ فی الفور ہو جائے“ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی نبی ولی مرسل ملائکہ شرک نہیں کسی کو شریک ماننا شرک فی الامر و التکوین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولما الخلق والامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اور اس آیت اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اقتیارات کہ جس بات کا ارادہ

کسے وہ فی النور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ پتنا پنچر فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے (دعوت مقدس ص ۵۸) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے مختص رہا تو یہی مضمون کی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

پتنا پنچر اسی اقرار کرنے کو کہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استفتاء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔ استفتاء ص ۸۳ یہی مترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجاڑ) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ گریہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا پتنا پنچر وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی ص ۸۱ میں ہے۔ الیٰ و لہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی النور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو مختار خطاب ہیں وہ بحباب الہی کے متعلق ہیں الخ اس کا شرک اور مختص بحباب الہی ہونا ماہر التزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشانوں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ اب جب مصنف نے خود اس الہام کی شرح کر لی اور اس کے ساتھ مختص کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ مدعا علیہ نے بھی بحجاب جرح ۲ مارچ ۱۳۳۳ء تسلیم کر لیا کہ ”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔“

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الہی جو صرف اکی کو زیبا سے جس کی تعمیر۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔ یا انما امرک الخ ضمیر غائب یا متکلم سے خدائے اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے چھاننے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے تصریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی صلیح مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا مترجم اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا ہماں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی ازگمی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ توجیر القول بمالایر منی بدقائلہ - اور مدعی سمیت و گواہ چریت کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر بد معنی ہے۔

اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقربان باری تعالیٰ (ہمارا شہر ان کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا حکم الہی بچائے یا کوئی نئی مردہ کو تم باذن اللہ کے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے احیائے دائمی نہیں مذہب معنی ہیں کہ اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جاؤں وہ فی الفور ہو جائے۔

انما امرہ اذا اراد شئنا ان یقول لہ کن فیکون

اور یہ کامل اختیار کس کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک نہ ہو۔ ہم نہیں بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کو تفسیر (Quotation) ملاحظہ ہوں۔

(۱) کہ کن فیکون کے لیے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا کو حاصل ہے۔ الخ

بحوالہ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۵

(۲) یاد رکھنا چاہئے کہ جو تکون کشتگان محبت الہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکون میں فرق ہے ایسے انسان کا کن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا الخ۔

(۳) ”اذا ارادت شئنا سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے۔“

(۴) ”پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ۔“

اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تفسیر صریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا اراد شئنا ان یقول لہ کن فیکون ہے ملاحظہ ہو کو تفسیر (Commentary)

بحوالہ جنگ مقدس مسلم انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اضافہ کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہونا دائمی اختیار تکون اور مقام تکون حاصل کرتا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا ارادت شئنا کے صرف اتنا لفظ ہوگا کہ نقول لشیئ کن فیکون۔

خلاصہ یہ کہ اعتراف صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا ارادت شئنا میں جو خدا کے ساتھ مقصود ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ الخ انما امرنا اذا اراد شئنا ان نکون لکن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انہما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ
کن فیکون (بحوالہ سبق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ ان کے طریقے پر چلائیے گی کی عبارت میں متفقہ
قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص منفرد فقرہ انما امرک اذا اردت
شیئاً، کیا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کبھی کے یہ صرف نقول للشیء کن فیکون
(ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۳۷)۔

اسی طرح حکم الاشراف مطبوعہ ایران کی ص ۱ کی جو طول لا طائل عبارت پر بھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت
شیئاً کا شاہد نہ ملے گا۔ اس میں صرف یہ لفظ ہے جس سے وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود
ہو جاتی ہے کسی کے اشارہ سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ
انہما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون اور بات ہے ان مقدس و
مقربان الہی کی عبادت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت وراثۃ کی کملی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت
بنکر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عادی ولیداً فقد اذنتہ بالحراب کا مصداق
بی کر دینا و آخرت کا دائمی خزان خریدنا ہے۔

جو یثنوی سخن اہل دل ملکہ نہ خطا است

سخن شناس نہ دہر خطا اینجا است

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذ باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل
سمجھتے ہوں کہ۔

سر مژدہ ختم بنائے تیری خاک پا کو

غوث اعظم شہ جیلان رسول قدنی (رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر
علی الدین جیلانیؒ مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرسہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی)
ہمارا عقیدہ تو بالفاظ آقاؐ کے کائنات مصلح یہ ہے کہ رب مغیرہ فریغ۔ بالابواب لواقسہ علی اللہ

سعدی - خاک سازان جہاں را بحقارت منسگر
 تو چہ دانی کہ درین گرد سواست باشد
 در بہاراں کے شود سر سبز سگ
 خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ
 مردان خدا خدا نباشند
 لیکن ز خدا جدا نہ باشند

انبیاء کرام پر بہتان ،

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلعم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل ہیں۔ الحیاذ باللہ شعر العیاذ باللہ کہاں معجزات ہو اپنے اختیاری نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ما کان ان یأتی بآیتہ الا باذن اللہ اور کمال مالک امر و ارادہ کن فیکون ہوتا۔ لہٰذا یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گند سے گندا عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جاتا ہے تو فوراً وہ کسی نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے آفاقی دو جہان جاسے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے چسپان کرتے ہیں مگر بادب ہم یہ کہتے کہ مسلمان اپنے آفاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
 مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو ستانچ کے خود ذمہ دار ہیں

ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الہی قطبِ غوثِ ابدال اور العزمِ انبیاء کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین و آخرین خاتم النبیین رحمۃ اللعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ بیشتار خرق عادات کرامات معجزات صادر ہوئے۔ جس مخلوق سے جو کہا وہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول ولی قطب غوث کو یہ نہ فرمایا کہ انما امرک اذا اردت متیناً ان تقول لہ کن فیکون۔ ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انما امرک اذا اردت متیناً الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے استعمال ہوا ہو۔ یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا شرک اور کفر ہے کہ اگر ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہ ہی ایک وجہ ان کے لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن و بین دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہو سکتا ہے

ہرگز مبادی آید ز روئے اعتقاد
ایز ہمہ با گفتن و ایز ہمہ داشتن
شیطان اور وہال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(مدعا علیہ کی قابلیت)

ایک جگہ دی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ تفسیر شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے جو فقرہ میں جزیرہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالہ سے (إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا) الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ مہملہ انصاف امر کے پر اعتراض ہے نہ کہ صرف اذاً اردت پر اور مثال صرف اذاً احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطوق اہل فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا جو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذاً سے قبل انما آنے سے کلمہ بنتجاء ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی۔ فیما۔۔۔۔۔ للعجب دلغیعة الادب۔

نیز منطوق کا کوئی ابتدائی رسالہ صغریٰ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ تفسیر مہملہ محصورہ طبعہ وغیرہ اس تفسیر کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور بیان موضوع امر کے جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ -

- (۱) اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں۔
 (۲) آپ کو تختہ گولڑویہ میں غلے نے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہے۔ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدم کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں۔
 (۳) میکائیل کے معنی چونکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ مشرک قرار پائیں گے۔
 (۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انا خدا کا انا قرار دیا گیا چنانچہ استثنا ۳۳ کی پیشگوئی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سرسید الخ وغیرہ وغیرہ نے یہاں (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف ضابطہ ہے)۔

جواب

- (۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ کہ ”میں خدا کے مثل ہوں“۔
 اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے۔ کہ ”اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ۔ حاشیہ اربعین ص ۲۵۵)
 اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اُس کا معنی خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے۔
 رہا یہ امر کہ میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گزارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کجا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ حیفہ کی آمدن ہونے والی ہے۔
 البشر کی ص ۱۳۳ -

اور عربی بالخصوص قصیدہ العجاذیرہ کی علاوہ بے شمار عربی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

۱۔ اما حسین فاذا کروا دمنت کربلا ۔۔۔ الخ (قصیدہ العجاذیرہ ہے دلی ہذا القیاس اور زبانیں۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کر کے طول دینا نہیں در نہ کسی ہمزاسی پر ہو سکتے ہیں۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب الموارد کا پیش کر دیا ہے۔ جس کی حقیقت واضح کرنا ہے

جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ ہوا اکتفاء القنوع عما ہو مطبوع ص ۳۲۹ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ اپنے اپنے عقائد کے تحت میں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا جب تک کوئی مسلم شاعر محاورہ و خبرہ کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ علیہ ۔۔۔۔۔ اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہذا لغو باطل ہے۔

نیز یہ سودو نصاریٰ نے اس قسم کے تشابہ الفاظ خدا۔ ابن۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بنا پر سخت دھوکہ کھالی ہے۔ اور ان کی اتہام اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا معنوں کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ شغل اور محبوب شیوہ تھا (ملاحظہ ہو بیضاوی ص ۱۱۲۔۔۔ بحر فون الکلم عن مواضع الخ معہ تفسیر۔

بمخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنی قبول نہیں کئے۔ بلکہ عبرانی صحیح معنی لئے۔ کثرت حوالیات موجب طوالت ہیں۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شدو مد سے پیش کرتا رہا ہے۔ کہ میکائیل کے معنی عید اللہ کے ہیں۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کا ہے جو تمام امت میں حیرت الامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمزادہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جی کے متعلق الہم علمہ الکتاب والحکمۃ کی بشارت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے اہل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ص ۱۳۱۔۔۔ استخراج ابن جریر من طرق حکومتہ عن ابن عتاس قال جبریل عبد اللہ ومیکائیل عبد اللہ وکل اسم فیہ اهل فهو عبد اللہ الخ یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبریل میکائیل کے معنی عبد اللہ اور میکائیل کے معنی عبد اللہ ہیں لہذا یہ معنی مرزا صاحب اور مختاران مدعا علیہ کی تاواقی یا مخالطہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ عبد اللہ کے ہیں۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے مٹ کا بھی جواب معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمان با اتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ دین و بزرگان اسلام میکائیل معنی خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کجا مخلوقات میں کوئی بھی سچی کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثیل نہیں۔ ایسے کمنشلہ شئی۔ لا تضرہوا اللہ الا مثالی : قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تظنوا انی اطرت
الیہود والنصارى الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے رکھے
جواب :-

(۲) تحفہ گولڑویہ کا سوالہ اڈیشن اول کا جو ختم اور نایاب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔

اب ہم وہ اڈیشن کمال سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ اڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی مدعا مگر ہم
ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے
خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام تراشتے ہیں وہ مشرک نہ۔

باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہمارے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار محبوب کو دگار صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسے آقا سے نکلے غلاموں سے ہوئے والے
کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کفش برداری کا فخر حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب
ولائے صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہوگی اولاً ان بزرگ کا سوال پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے
گواہ مدعا علیہ مل نہیں مسلم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں
ملاحظہ ہو جرح گواہ علیکم تاریخ ۱۹۳۳ء میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شمرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ
ہاں مسلم بزرگ ہیں کتاب الیوقیت والجاہر - ص ۱۱۸ مصنفہ حضرت العلامة امام عبدالوہاب شمرانیؒ فان فی الحدیث تا فاہم
یعنی حدیث ہیں کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا
پھر کوم کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدم کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ارشاد
ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ یاء علی صورۃ الرحمن - یعنی آدم کو اللہ نے اسی صورت
پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدم کھینچی تھی۔ درباری تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام
مخلوق سے جدا گانہ دیگانہ ہیں تعالیٰ اللہ عما یعقول الضالون علوا کبیرا - پس آدم خدا کی صورت
پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض مفسرین حدیث نے ضمیر آدم کی طرف پھیری ہے یعنی
آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے نمایاں شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس کے یہ معنی کہتے ہیں کہ اپنی مرغوب و
پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جہی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

میں نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز اپنی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محبوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اور ان کی مشابہت و کیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ دینہنی وجہ دیک - ید اللہ ذوق اید یہم یوم یکشف عن ساق - وغیرہ وغیرہ -

ہی پر ہمارا ایمان بلا تفصیل کیفیت ہے کیونکہ اُن کی شان لا نظیر لہ ولا مثال لہ - ولا ضد ولا ند - سبحانہ ما اعظم شأنہ لا یحد ولا یتصور ہے چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ مصلحت نیست کہ ان پر وہ برون افتد راز ، ورنہ در محفل زندان خیرے نیست کہ نیست

جواب :-

(۴) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اترنا اولاً انجلی اصطلاح میں خدا و خداوند کا لفظ برابر نبی کے معنی میں مستعمل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف معنوی متحقق ہے -

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں - چنانچہ کہ کوئی کہے کہ وہ طور پر خدا اترایہ ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہو گیا نہ کسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالجات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے بیجا خدا کا کوئی علاج نہیں من ید اللہ بلہ خیراً یفقتہ فی الدین -

پس مرزا صاحب کا خدا کے مائد ہونے کا خیال بھی گویا لا جواب اور مسلم ہونے کے قریب لا جواب ہے - کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے اڑیں ڈھونڈتی تھیں اور تلاش کی تھیں - وہ سب بھجرا اللہ بے نقاب ہو گئیں - باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض بائیں نقل کر کے صفائی بے سود ہے -

(لا جواب) انا نبشروا لعلامہ مظهر الحق والعلی وکان اللہ نزل من السماء

مختار مدعا علیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھایا حسب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کر کے جواب دے ڈالا - بہر حال میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لا جواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے - مختار مدعیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مثلیت کے تحت میں مذکور ہے - اور نوٹس میں اسی مسئلہ کی عقیدہ مثلیت کے تحت میں اولاً اس سے ماقبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ -

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشروا الخ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و بزرگی کو ظاہر

کرنے والا ہوگا گویا ہو۔ ہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو اُس کے ہو ہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ منشاء اعتراض کا اُن اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کمال تشبیہ یعنی کسی کے ہو ہو دہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزول اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراض لفظ کا اُن اور تشبیہ بلیغ سے آنکھیں بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت آئینہ کالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کا اُن کی تشبیہ کا اعتراض کردہ بیٹا وہ ایسا ہوگا جیسے ہو ہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے متعلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بلا ہون و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس ادا سے کیا میں نے شکوۃ الحاد
نگاہیں جھک گئیں اُن کو نہ کچھ جواب آیا

نوٹ :- جو کہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل مطلوب ہو تو فتح الباری
عمدة القلادی شرح بخاری نیز نوادی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(لا جواب) متعلقہ نشان ۱۳۵ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵ -

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطہ سے کام لیا ہے کہ اعتراض کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جمیعت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جمیعت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۳۵ کا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۳۵ - ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاخیر کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو پھر کا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ روشنائی آجاتی ہے تو اسی طرح ہر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میاں عبد اللہ منوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر و بارہا تھا کہ اس کے رد پر دغیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گئے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہمت کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عبداللہ جو اس رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے (تحقیقہ الوعی ص ۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں۔ بلکہ یہ کہ سرچی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی چھڑکنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ سمجھنا۔ لا حول ولا قوت الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لا جواب سمجھ کر بالکل نظم انداز کر دیا اور خواب یہ دے رہے ہیں کہ

”بطور تمثیل خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں، پھر اس کی تائید میں بحر المعانی۔ اور سوانح مولانا نانوتوی رضی اللہ علیہ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیلئے اعتراض تو روشنائی چھڑکنے اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدای کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا ہی جواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لا جواب مان لیا۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ پھر غیر متعلق۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ۔ ترمذی۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ نیز رویت کے متعلق بحر الرائق بروایت۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور اکثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھر مار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلا وجہ تنگ کرنا تھا۔ فالی اللہ الشملی =

(۱۲)

انت منی بمنزلہ ولدی

خلاصہ استدلال مفاد مدعا علیہ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اصل ملاحظہ ہو۔ ۱۸ دسمبر ۱۳۳۵ھ جو اٹا گذارش ہے کہ میرا استدلال توڑ موڑ کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ جواب مضابطہ کا دیکر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تاقیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس شرکیہ بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مستتبہ الفاظ میں نہ

پیش کریں کوئی بھی مبادلہ نہیں دے سکتی۔

مختار مدعیہ کے استدلال کا خلاصہ

- اول میں نے اس بحث میں بطور تہیہ ہرج گواہ مدعا علیہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
- (۱) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد۔ (نپ)۔
- (۲) تكاد السموات يتفطرن منه وتتشقق الارض وتخرب الجبال هذ ان يدعو للمرحمن ولد وما ينبغي للرحمن ان يتخذ ولدا۔ (مریہ پ)۔
- (۳) وقالوا اتخذوا الرحمن ولدا لقد جئتموه شتيها ادا۔ (مریہ قریب الختم پ)۔
- نقل کی میں اور ترجمہ بھی گواہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
- قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائیں اور ہڈی گر پڑیں اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا سے رحمان کے لیے پیش لکھا۔ حالانکہ رحمن کے شان کے لائق نہیں کہ وہ پیش بنائے۔
- تیسری کا ترجمہ بھی واضح ہے۔

چھٹی پر عرض کیا گیا ہے کہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ خدا کی شان گرامی میں لفظ دلہ استعمال جائز نہیں لفظ طفل وغیرہ میں بحث نہیں کیونکہ دلہین طور سے استعمال ہوتا ہے۔

- (۱) خدا تعالیٰ عیاذاً باللہ ذاتی دلہ بننے سے پہلی آیت نے منہ کی اور توحید کے منافی ٹھہرایا۔
- (۲) ذاتی بننا نہیں مگر خارج سے منہ بولا پیش مجازاً بلکہ دلہ اور منہ لفظ استعمال کیا اس کو آیت ۳ نے رد کیا اور شان کبریا کے خلاف اور منافی توحید قرار دیا۔
- (۳) دلہ دلہ بننا خارج سے مجاز کی کو منہ لفظ کے بنایا بلکہ کسی معنی سے کسی نے خدا کی طرف نسبت دلہ کی گویا دلہ مجازاً صحیح اس کو بھی نہایت شد و حد سے آیت ۳ نے باطل قرار دیا۔ گویا لفظ دلہ کے استعمال کی خدا کی نسبت جس قدر بھی صورتیں ہو سکتی تھیں انہیں باطل اور عظیم الشان شرک قرار دیا جس کا اقرار گواہ مدعا علیہ ہرج ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
- میں کہ چاہے جیسا کہ ہرج میں انہیں آیات کے بعد اقرار کیا ہے کہ یہ آیات جامع ہیں ان تمام اقسام دلہ کو جو جائز نہیں نسبت کرنا ان کا خدا کی طرف۔

اس کے بعد انت منی بمنزلہ ولد کی تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے، (حقیقۃ الوحی) پیش کر کے ثبات کیا ہے کہ خواہ خدا نے بنا ہو یا نہ حقیقی معنی ہوں یا مجازی صرف یہ نسبت لفظ ولد کی گویا ہی ہو اعتقاد اہل حق ہو ہرگز رواشت نہیں ہو سکتی اور کبھی بھی ایمان قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس نسبت میں کو مجازی ہو یا وہ احتمال گراہی بندگان خدا کا ہے

اس لیے اُسے اور بھی شہود سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السموات يتفطرون منه وتنشق الارض و
تخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا الآية — الباقی

اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَدًا آج تک کسی مسلمان کسی عالم ولی ابدال قطب
غوث نبی رسول حتیٰ کچھ ائمہ کبار نے یا وجود حبیب خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر تروید
فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے سچے کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیرا نہیں
ہو سکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد بنی آدم ولا غیر۔

جی کے کمال پیار و تقرب کا نظارہ شب معراج کے نقشہ سے فرمائیں۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی بمنزلہ وَلَدِی کا
لفظ نہ فرمایا۔

دعویٰ یہ تھا کہ لفظ وَلَدِی کی نسبت ایک محاورہ بھی گو مجازاً ہو مسلم یا غیر مسلم کا ہو آدمؑ سے قیامت تک کسی سے
دکھادیں۔

مگر محمد اللہ نہ دکھا سکے لہذا الجواب ہے۔

اُسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کر دی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کر مثنوی سے۔

ع۔ اولیاء اطفال حتیٰ اند لے پسر۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔

مگر مجھ بھی ان کی آڑلی اور مندرجہ ذیل تاویلات رکھیں کہ بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملا کر
ملاحظہ فرمائے۔

کہیں ایک استعمال بھی لفظ وَلَدِی کا فرضی ہی نکل آئے تو ہمارا استدلال باطل ورنہ باوجود صفحہ کے صفحہ سیاہ کرنے کے
یہ اعتراض بھی بالکل الجواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) فَادَّكَوَاللّٰهَ كَنَ كَرَكِهَ اَجَاءَ حَكَ۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر اسے باپوں
کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں وَلَدِی اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے
کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حتیٰ کے الفاظ اولیاء کے سخی میں استعمال
ہوئے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو انجی اور ولد استرانا کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا وَلَدِی استرانا و تقریباً بولتے ہیں۔ (یہ واقعہ)

(۴) فوراً بکیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ازالہ ادہام مولانا رحمۃ اللہ صاحبؒ مہاجر کی سے لفظ ابن کے مجازی سے استعمال بمعنی عزیز نقل کیا۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجۃ الاسلام نقل کیا کہ جیسے رحمت کے لوگ اپنے حاکموں اور اڈا بیروں کو وجہ مزید التفات مان باپ (مجازاً) کہہ دیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہہ دیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ ان پر مہربان ہے نہ یقینی الوت و بیعت الخ۔

اولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک حوالہ میں بھی لفظ ولد میں لگنا گویا استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا اختیار بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

جیسا کہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے (اللہ ہمارا اور آپ کا) حشر ان کے ساتھ فرمائے، دامن تقدیری کہ مرزا صاحب کی آڑ لیکر، آلودہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموس کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے۔ اس تقرب و ثواب کی نیت سے جواب عزم ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر دینارہ عزت فرمائیں۔

جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں۔ ترجمہ آیت اور مطلب کسی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی خیانت بھی واضح ہو جائے۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے بڑے شہر و مد بڑے غور و مہابت کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے محلہ و مناتب ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شہر و مد سے اپنے آباؤ کا ذکر کرتے تھے۔ بجائے اس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو۔ بلکہ اس سے زائد شہر و مد سے۔ فا ذکر وا اللہ کن ذکر کہہ آجاء کہہ او اللہ ذکر وا مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ آیت کا آخری ٹکڑا کاٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

تخلع و برید سے پُر کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ بحث میں گذر چکا۔

(۲) **عَلَىٰ** میں لفظ طفل یا اطفال یا ابن بمعنی عزیز استعمال ہونے سے لفظ ولد کا استعمال جو ولادت اور تولد کے معنی کو مشترک تھے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہمارے مدعی پر اس سے کوئی زد آتی ہے۔

پھر بھی لفظ ولد - طفل - ابن کا فرق پیش کرتا ہوں۔ لفظ ولد لغت میں جننے کے معنی میں آتا ہے چنداں حوالہ درکار نہیں۔ ولادت یا تولد کے محاورہ سے ہے۔ اسی وجہ سے کسی طور پر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

(الف) اور لفظ طفل طفولت سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی 'جننا تمہیں بلکہ ناز پر درودہ کے ہیں ملاحظہ ہو محاورہ طِفْلُ طِفَالَتِهِ وَطُفُولَتِهِ نریم و ناز پر درودہ گردید۔ (مثنوی الارب)

پس طفل بمعنی ناز پر درودہ اولیاء اللہ کے حق میں متعلق ہے۔ جس میں بننے کی طرت لغوی بھی اشارہ نہیں اور کون اولیاء اللہ کے ناز پر درودہ بارگاہ ایزوی ہونے سے انکار کر سکتا ہے ان کے ناز پر درودہ مسلم کرنے کے واسطے ان کے حالات و تذکروں کا مطالعہ بہت اقرب کر کے دیکھا جائے کہ دل نور اور سرور سے کسی قدر معمور ہوتا ہے۔ میں تو اختصاراً آیتیں اور حدیثیں تبرکاً بلاترجمہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) **اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ**

(۲) **اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنْ لَا**

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبَشُرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ۔

(۱) **(قَالَ صَیُّ اللّٰہِ عَلَیْہِ سَلَمٌ) مَنْ عَادَ لٰی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنَہُ بِالْحَرْبِ**

(الحديث القدسی مشکوٰۃ)

(۲) **دب مغبر من فوج بالابواب لواءہم علی اللہ لا بدّہ۔** (مشکوٰۃ ترمذی)

پس مختصر آتنا کافی ہے ورنہ مقربان الہی کے تذکروں کو تو زمین و آسمان کے دفاتر بھی کافی نہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ

عنہم و رضوانہ :۔

طوفان نوح لانے سے اسے چٹم فائدہ ،

دوا انگ بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ،

(ابوالوفاء)

(ب) ابن جس کی اصل بنو یا بنی ہے جو بننا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کے بنانے یا اس کے ہم معنی کے ہیں۔

پیشا بھی باپ کی مجازی ساخت ہے۔ لہذا اس کی طرف منسوب ہوا اور یہ ابن یا بنت کا لفظ ولادت اور بننے کے معنی میں لغت عرب میں ملتا و شور ہے بخلاف اس کے نہ صرف عربی بلکہ اردو فارسی میں بھی کثرت سے درج ہے

معنی میں مستعمل ہے : ملاحظہ ہو۔ ابن الوقت - ابتداء زمان - ابن الارض - ایک قسم کی ترکاری ہے بنت الکرم - بنت الرز - شراب - نبات الدھر سواد ث زمانہ - نبات الفکر اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ - ملاحظہ ہو قاموس لسان العرب - تاج العروس وغیرہ -

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

ربا یہ کہ علیٰ علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کا فرٹھہ رائے گئے - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو انہیں ولد کہتے ہیں اور ان کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھتے ہیں - لہذا اس قرینہ سے ان کا لفظ ابن معنی ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا - جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں - لہذا ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہوگا - بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت خدا کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں سمجھتے - اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گے تو ایسا کہتے نہیں تو معنی عزیز و مخلوق بیا جاسکتا ہے - کیونکہ مراد مشکم خارجی قرآن سے متعین ہے - مگر لفظ ولد - میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات وغیرہ میں درکار ہوتا ہے -

پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ح کا سوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس خصوصی التفات کی وجہ سے کبھی کسی مخصوص حال اور سر میں خدا کی نسبت لفظ ابن استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ حقیقی معنی مراد لو دیکھو تمہارے بول و چال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بیٹے مہربان - اسی طرح اسے سمجھو -

یہاں کہیں لفظ ولد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں - پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ یہ تصریح قرآنی و بیجا امت کفر و شرک و باطل ہے - اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی - اللہ ہدایت اور توفیق تو بہ رحمت فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت ازہر شرفاء اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں -

(ابوالوفاء)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا جن پر شریعت شاہد نہ ہو زندہ قہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ غوث اعظم سید عبدالقادر عیسیٰ فی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کہ حقیقتہً لانتہما لہما الشریعۃ فہی ذنبتہ۔ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے فتوح الغیب مقالہ سنہ ۱۹۰۷ء اصول ملحوظ خاطر رہے دوسرے مقامات پر بھی کارآمد ہے۔ (ابوالوفاء)

(۱۳)

اسمع ولدی

اسی کو چونکہ جرح میں صاف کر لیا تھا اور یہ حوالہ البشری عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کرو مدعیہ کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گزاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا۔

ہم صرف ان کی تسلی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مقالہ ہے یہ تو کہتے ہیں کہ مؤلف نے اس کے خلاف اعلان شائع کر دیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کر سکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود بالو منظور الہی نے آخری اڈیشن میں جو حال میں شائع ہو رہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں اب یہ کہنا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف اڈیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع ہرید کریں ان کا اپنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف و عقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود دہیا کر کے پیش کر سکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف سے غلطیوں اور مقدمات میں گزرت ہوئی اور اعتراض ہوا تو اس سے پروہیگندہ کے واسطے کوئی نحریر شائع کرا دی ہو وہ ہمیشہ جھٹ نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے۔ نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشری کو ٹال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر جھٹ نہیں اور خود کہتے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے۔

اخطی و اصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (۴) امور ہیں -

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے -

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے -

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے -

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان دبی لا یغل ولدیخی ولا یخفی علی اللہ خافیہ - و
انه یعلم الرواخی . . . الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے قدس و تنزه پر
دال ہیں -

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کہہ کر مراد لیا مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید
یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلالت
توحید کے خلاف ہے -

مرزا صاحب یا مختار مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویل معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چرچا ہو
جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویلیں نکالیں - پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ بالا صریح
اور لا جواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو - اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کا حوالہ
اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اس کے تحت غلط ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو
صریح قرائن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہر حال میرا
یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا - جو بھی نیت ہو صریح نظر توہین میں نیت کا
اعتبار نہیں -

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی اسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں
دکھا دیتے - کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ خاکی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی
خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی - کیونکہ ایسے جاہ جلال -

فَعَالٍ لَمَّا يَرِيدُ عَلَامَ الْغَيْبِ - کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کر سکتا ہے۔

اور پھر یہ کہے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہام رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی روٹ گئے کھڑے ہوتے ہیں حاشا للہ عیا ذابا للہ . شحہ عیا ذابا للہ .
خدا بھی غلط کرنے لگ جائے تو صواب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے۔ جب کہ اس لفظ خطا کی نسبت جو صراطِ تنقیص جلالِ توحید ہے ایک عداورہ بھی نہ پیش ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا ہو یہ اعتراض بھی لا جواب ہی رہا۔ یہاں نسبت اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا۔ جو بدستور قائم ہے۔

تاویلات ریکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی نا سمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصر یہ گزارش ہے۔

تاویل مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں ”اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی“ پھر تردید کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ ”ابھی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں کبھی انہی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہے ہوتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنی پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں کہ ”میں خطا بھی کروں گا“ یا یہ کہ ”میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے۔“

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں۔
”کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔“ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سر اسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ - انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب کہ ارادہ کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا یواقیت والحواہر میں جو ان کے بھی مسلم امام عبدالوہاب شمرانی کی ہے موجود ہے مزید براں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم ص ۱۵۱ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جاوے گا ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔

مخبر مدعا علیہ نے بھی بحث انما امرک الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کے کن والا وہ ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے۔

پس یہ مانا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔

(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔ یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنی ان اللہ علی کل شیء قدير کے ہیں۔ قدير کہتے ہی اُسے ہیں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو ویسا نہ ہو تو قدير کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا اسی لیے یہ صفت محشر باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی تحت آیت ان اللہ علی کل شیء قدير - والقادر وهو الذی انشاء الفعل وان لم یشاء لم یفعل والقدير الفعل لما یشاء وعلی ما یشاء ولذلك فلما یوصف به غیر الباری تعالیٰ۔

یعنی قدير جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔

(۳) تیسرا کفر یہ ہے کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا حالانکہ ارادہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کا ہے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت ابدات عقائد و ذات صفات باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنی نسخ و حکم نسخ کے واسطے بیضاوی تحت آیت ما ننسخ من آیتہ الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرک اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدير کا انکار۔

لفظ تردد کی اسط

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل۔

باقی اس حدیث کی شرح کا یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجر مکی و علامہ حافظ بدر الدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اس میں کوئی لفظ خطایہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی۔

مرزا صاحب کے بعض الہام بطور شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان بی لایصل و کائناتی۔ لایخفی علی اللہ خافیہ۔ انذیل السور اخفی الخ جوارحین ص ۳۱ البشریٰ ج ۱ صفحہ ۳۳ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب۔

مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق

(۱۵)

الارض والسماء معك كما هو معي

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ۔

(۱) ”ہو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے“

(۲) ”ہو کی خبر واحد تاویل مافی السموات والارض ہے“

(سراج منیر صفحہ ۸۱)

(برائین جلد ۱۴ صفحہ ۴۸)

گواہ مدعیہ ص ۱ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جانا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو ”الہ“۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو برائین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے

آسمان بار و نشان الوقت مے گوید زمین الخ تو نے طاعون کو بھی بھیجا مری نصرت الخ۔

(۵) ”اس قسم کی معیت سے شرک مراد کیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے“ الخ (آیات)

(۶) مشابہت نامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں۔

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ پورے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

جواب

(۱) یہ گواہ مل مدعیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہ مل مدعیہ کا بیان ملاحظہ فرمائے وہاں اس تقریر کا نام نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو مومن تفتیق و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور منکظم کے دیگر اقوال کے قرینہ سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو جائے گا۔

اسکے الہام میں کہ الارض والسماء معدک کما هو معی۔ یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیت نہ ہو خواہ علی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ مفصل جواب تاویلات

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر چو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔

جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان اعتراض تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیت کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی و کافی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۲۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر بحث ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا معنی غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدۃ العمر صداقت کی کسوٹی پر نہ اترا مومن بحث نہیں درہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائی ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادا نے

نہ سنا ہو گا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ پہاڑی، مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال و کذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ۔

لا تقوم الساعة حتى تبعد دجالون كذابون يأنونكم من الاحاديث ما لم تسمعوا انتم ولا آباءكم فإياكم و آياهم لا يضلواكم ولا يفتنونكم۔

(ترمذی شریف و مسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آسکتی جب تک اس قسم کے دجال و کذاب نہ اُٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سنی اور نہ تمہاریسے آیا ہو پس ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ پھنسا لیں۔ اس سے محتار مدعا علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(۵) مختار مدعا علیہ کا اس میں سخت کلامی کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اگر میتہ آسمان وزمین سے شرک ہو تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہو گا۔

جواب۔ یہاں معیت کا اعتراض ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین و آسمان تیسرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ یس کھٹلہ شیخی کی ایک تائیدی کڑی ہے اور ہاں تمام قرائن بھی مجتمع ہیں اُسے کات کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ خلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول مختار مدعا علیہ۔ مشابہت تا مہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں الہ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کرنی جو موجب شرک ہے خواہ تا مہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تا مہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہت نام نہیں مانتا۔

باقی میں بتا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال و کذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو بن نہ سکا مختار مدعا علیہ نے الفاظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ یہ مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پر لے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ ہے، جس پر ہم کچھ غرض نہیں کرتے۔ یہ ان کی تیز کلامی ہمارے سرانگھوں پر۔

اصلی و اصوم اسہم و انام الخ (البشری ص ۹۶)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت لا تأخذوا سنة ولا نوم کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مخالف ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ مہلم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرے حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور مجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ سے پہلے حصہ الہام میں مہلم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت، صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں

جواب :- جواب البشری کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۳۳ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشری درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلی و اصوم اسہم و انام واجعل لك الانوار العتقاد و امر و اعطيك ما ید و حران اللہ مع الذین اتقوا۔ (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشری ص ۹۶) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالیٰ مشکلم۔ پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ مشکلم ہیں اور ایک سے خلا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جہیت کے قائل ہیں پس یہ کہ بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے یہ تک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقرہ کی تاویل میں کہیں مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوث کے قائل ہیں اسی تجلی پر خدا ان سے یہ بھی کہتا ہے کہ ”تو سوتا ہوں اور جاگتا ہوں“ (البشری بحوالہ مذکور)

اور خدا کے واسطے سونا کجا او نگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ لا اله الا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پائی کا صراحتاً اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیص اور عیب ٹھہرائے اسے حقیقتاً

یا مجازاً و تاویلًا کسی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لالہ الا اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کی شایان شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو ہرج گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۲ کہ وہ شخص کافر ہو گا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنائے یا سے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف ”الہ۔“

اور لالہ الا اللہ کے لوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کلمات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا معنی شئی زائد از کتاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں کس قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ مندرجہ ذیل عبادت لکھی ہے۔

”کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سونگا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں بھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا کہ میں، چھ روزے رکھوں گا تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے (بخاری کتاب النکاح ص ۳۳)۔“

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں مہلم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (ابن راہ کہ تو مے روی بترکستان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدا کی دعا و عیدار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں۔“

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی تحیر ہو گا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۳۱ فروری ۱۹۵۷ء کو یہ الہام فرماتے ہیں کہ ”میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں“ اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے اصل ضروری عبارت حدیث ملاحظہ ہو۔ ”تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے“

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ ”میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں“ اس میں تو آپؐ صحابہؓ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر چلو اور رہبانیت اختیار مت کرو۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر معقول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے اور اُدھر اُدھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کبھی پیش کرتا ہے جو خود اس کی پرگندگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ وہ یہاں قتل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قتل محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے۔

جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے الہام یا وحی پر جو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے تاکہ یہ بلا وجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قتل کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہاں قتل محذوف ہے پھر یہ ایک ہی الہام میں نصف حصہ کے واسطے قتل محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قتل نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو لگتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھ لو اگر قتل محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے یہ تو نہیں کہ آدھے ٹکڑے کا قائل اور آدھے کا اور۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے کہ خدا کے پیشاب تھ پیر ہیں طول و عرض بھی رکھتا ہے جسے مختار مدعا علیہ بھی لا جواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک طرف بھی جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو جسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جانا خدا ہی کا مراد ہے۔ بشریٰ سے الہام نہ لکھو مع ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کہہ رہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لا جواب رہا تو اُس نے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنی اعتراض کر دیا تاکہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جس طرح سے سالم ہے۔ یوں ہی محذوف ہو جائے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”جیسے مختار مدعیہ نے ہم کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ صیغہ کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم ازلی ہوں اس طرح میں نے تیرے لیے ازلیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی ازلی ہے حالانکہ نہ یہ الہام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے تا اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے؟“

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ غلط ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے معافی ہے۔
 جواب - اولاً یہ ترجمہ نہیں۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو ٹویشن
 مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ۔

”اور اس الہام کا البشریٰ سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے۔“
 صرف البشریٰ سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ۔ لہذا
 اعتراض ہی لغو ہے۔

نیز البشریٰ کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کر دیں
 تو کوئی قباحت ہے۔

یہ ترجمہ مؤلف البشریٰ یا بالو منظور الہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسمع وادی کی
 تحت میں یہ لکھا کہ ”اس کے مؤلف بالو منظور الہی ملازم محکمہ تارریلوے نے دیباچہ میں لکھ دیا ہے۔ کہ وہ کوئی عربی
 دان نہیں۔“

پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا جنت تمنا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیر پیش کر دیا یہ
 اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیاد نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مغالطہ سمجھ کر گواہ
 کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اس کی خوشی عدالت کو نہ اس
 سے مغالطہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا
 مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب
 دعویٰ نبوت اور یہ تمام کلمات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے
 اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور مرتد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا یلوواں
 پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہیں کر سکے لہذا یہ بھی لا جواب
 کھڑا۔

(۱۷)

اعطيت صفة الاحياء و الافناء من الرب الفعال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ۔

(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت محی و ممیت میں شریک مانا ہے۔

(۲) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعل - کا اپنی مراد پر قرینہ بتانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما ہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعل - نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہمارے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور چیز ہے اور مانے جلانے کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلانے کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں مادیں جب چاہیں جلا سکیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلانا یہ وہ صفات ہیں کہ یہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بنائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت ملنا دہی کہلاتا ہے۔ کہ سننے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی دخل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یأتی بادیۃ الا باذن اللہ (قرآن حکیم)

پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مانے جلانے اختیار و انعام کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا ہوا شرک ہے۔ یہ صفت صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ ہوا الذی یشی و یمیت صرف اللہ ہی کی شان مارنا جلانا ہے تمام کتب عقائد اس سے پر ہیں کہ یہ اور اس قسم کے صفات مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لالہ اللہ پر مومن رہے۔

(۳) اور یہ کہنا سراسر افتراء ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعل حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کل نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو تو کہہ لیں۔ باقی جواب مابقی سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعل کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

جنہوں نے مردہ زندہ کیے سگر بڑوں نے جن کا کلمہ پڑھا اُن جن کے واسطے سسکیاں بھر کر دیا اُنہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت امتیاد و امامتہ و افتاد دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام - ائمہ دین - صوفیائے کرام ابدال قطب - خوت کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے نہ پیش کی جاسکتی ہے۔
اللہ کے پاک بندے اس سے متبرک و منزہ ہیں - باقی تادمیں خواہ خطبہ السامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے معنی لغو ہیں -

(۱۸)

نئی زندگی نیا خدا الہ

تزیان القلوب صفحہ ۳۹

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں - اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نمود با اللہ خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے - کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی وابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پُرانا ہو گیا تھا - اور اب نیا ہو گیا - بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ جمودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے الہ مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنی باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے - نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا - مرزا صاحب کی عبارت اس شریکہ میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملکہ تو عظیم الشان کفر ہو جاتا ہے جس سے مخلوق کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں -

اصل عبارت ملاحظہ ہو -

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مریم اور ابراہیم - اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں - نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا تیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں -

(تزیان القلوب صفحہ ۳۹)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوح اور اشتہار طوطہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے - اور

اس سے اس کی شرح چاہی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارضات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہو کرتا۔

نمونہ ملاحظہ ہو

متعارض اقوال

ایک قول۔
 مسیح موعود ٹھیل مسیح کے متعلق
 (۱) میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔
 (تحفہ گوڑیہ صفحہ ۱۹۵)
 نبوت مسیح موعود (۲) وہ ابن مریم آئیوا لا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)
 مسیح کا اسم (۱) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔

(ازالہ اوہام دوم صفحہ ۶۲۳)
 مہدی کے تعلق (۱) اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں برہنہ راست خدا سے ہدایت پائیوا لا۔ اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں (تذکرۃ الشہادین صفحہ ۲۰)

پہلے قول کا متعارض

(۱) اس صاحب جو ٹھیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کہ ہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔
 (ازالہ خورد صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۶۹ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸۸ گواہ نمبر ۱ صفحہ ۸۹)
 (۱) میں نے صرف ٹھیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف ٹھیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ ٹھیل میرے جیسے اور دس ہزار بھی ٹھیل مسیح آجائیں۔

ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳

(۲) جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے

(تحقیق الہی صفحہ ۲۹)

(۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔

(ضمیمہ برائین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۲)

(۱) الف دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من و لد فاطمہ و عترتی وغیرہ ہے۔

(ضمیمہ برائین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۸۸ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸۹)

نوٹ:- مرزا نے یہ تفسیر اس لیے کیا کہ ہم لوگ ابتدائے مرید ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت ہر کے متعلق یہ ہے کہ ہر من خض است ۱۶ اعتقاد من ہی است پھر جو چاہا سنا یا۔

(۱) ہمارا دعویٰ ہے کہ رسولِ دینی ہیں اخبار بدر ۱۹۰۸ء -

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے ہی مخصوص کیا گیا ہوں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ:- باقی حوالوں کے لیے شیخ الجا معہ گواہ مدیر نمبر الف کا بیان ملاحظہ ہو۔

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ جو رہا مردہ ہے۔۔۔۔۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲

مگر باوجود اس شد و مد کے خصوصاً ۱۹۰۸ء کے بعد کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

تکفیر مسلمان

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی میرا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری حق بیعتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے حقیقۃ الوحی

(ب) میں خدا سے حکم پاگم: کہتا ہوں کہ میں نبیِ فارس سے ہوں۔ بموجب اس حدیث کے جو کثر العمال میں درج ہے نبیِ فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے شعی حالت میں اپنی لالہ پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ حقیقۃ النبوة صفحہ ۲۲۶
دعویٰ مہیرت و نبوت (الف) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مہیرت کا دعویٰ ہے جو خدا نے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الزالہ ابام صفحہ ۵۳ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳ - و قریب منہ توضیح موسوم صفحہ ۹۹ حمایتہ البشری صفحہ ۹۹)
(۱) دماکان لی ان ادعی النبوة و اخبر من الاسلام و الحق بقدم الکافرین اور یہ مجھے کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں۔۔۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا دعا کروں۔ صفحہ ۹۹ حمایتہ البشری طبع آڈل،

(۲) اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار و دھماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا مدعی بنا۔ (حمایتہ البشری صفحہ ۸۳)

(۳) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ (حمایتہ البشری صفحہ ۹۹)

(۳) خط بنام عبدالکیم مرتد حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سو یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی

بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا

نام تک نہ سنا ہو وہ کافر طائرہ اسلام سے

خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳)

(۴) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و

نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت

حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ استنصار ۱۲ اکتوبر

۱۸۹۱ء حقیقۃ النبوة صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت

بھیجتے ہیں اور کہہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان

رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۲ صفحہ ۲۲)

تکفیر میں ہیں۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنی دعویٰ

سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان بیوں

کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت

اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعہ

کے ماسوا جس قدر علم اور محنت ہیں گو وہ کسے ہی جتنا

اہلئیں میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت کمالہ الہیہ

سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں

بن جاتا۔

(ترویج القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳)

لہذا یہ بطور یکسر کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جس کی عادت اس قسم کی خلاف وبائی کی ہو اس کی عبارات

ایک دوسری کی شرع نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دوران کاربے ربط اور بلا قرینہ کچھ اس قسم کے متناقضات

میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لا حاصل اور بے معنی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت

خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

تشابہات

قول منار مدعا علیہ :

”اُن اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو منار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک حکم دوسرا متشاہد اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فی قلوبہم ذیق فیتبعون ما کتبتا بعد الفتنۃ جن کے دلوں میں زلیخ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ حکمت کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ پر پا ہوا اور لوگ حق سے معذور ہو جائیں پناہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کو تو اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ مستقیم سے معذور ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک جسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ آنکھ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عاقلانہ الہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو محکمات کے مخالف نہ تھے“

جواب :- عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ کلام الہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک حکم دوسرا متشابہ۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپان ہو گا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعویٰ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود بابہ النزاع ہے ہم تو یہ سارے اقوال والہامات یا تو خود ساختہ ملتے ہیں یا دوسروں شیطانی وہ ہرگز کلام الہی نہیں ہو سکتے تاہم یہی نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال (ایلی ایلی لما سبقتانی بریت اذا کففت عن بنی)

(مسرائیل - مکاشفات صفحہ ۵)

(۲) ”ہیضہ کی آمد ہونوالی ہے۔“ (البشری ص ۱۳۲ نقل از بلد جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۴)

(۳) ”غلام احمد کی جے“ (البشری ص ۱۳۲)

(۴) ”برید دت ان یروا طمشتک“ (یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے بالوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تھے اپنے اعدائے دکھلائے گا۔ تو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ پھر ہو گیا ہے جو منتر لہ اٹھال اللہ کے ہے“
(تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲)

(۵) ”ہو شفا ننا“ (یہ الہام شلیڈ عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے، ”البشریٰ ص ۳۶۱ نقل از ہمد جلد دوم نمبر ۱۱۱ مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۹۳۲ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیر لیٹن عمر براٹوس یا بلاطوس۔ (نوٹ، آخری لفظ بڑا لموس ہے یا بلا لموس ہے باعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اس جگہ برا لموس اور پیر لیٹن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔

(البشریٰ ص ۳۶۱ نقل از المکتوب احمدیہ ص ۶۱)

(۷) غم غم غم غم لہ دفعہ الید من مالہ دفعۃً دیالیا اس کو مال اس کا اچانک (البشریٰ ص ۳۶۱ نقل از المکتوب احمدیہ جلد ۲ ص ۲۶۶)۔

(۸) آئی تو یو۔ (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.

آئی ائیو وڈ یو (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.

آئی شیل ہیپیل پیو (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.

آئی لیکن واٹ آئی ول ڈو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (D) I can what I will do.

وئی لیکن واٹ آئی ول ڈو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.

وئی ازمائی انینٹی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.

ان الہامات کے نزول کے وقت ایسا ہجو اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے (البشریٰ ص ۳۶۱ نقل از ابوالہین احمدیہ ج ۴ صفحہ ۲۸)۔

(۹) ”خاکسار پیپر منٹ“ (کشف ۱۵۱ المکتوب جلد ۱ نمبر ۱۱۱ البشریٰ ص ۳۶۱)

(۱۰) ”وڈ ائیڈ لو کرٹس“ (ترجمہ السامی) ایک کلام اللہ لڑکیاں (البشریٰ ص ۳۶۱)

(۱۱) ”کیسا کی طاقت کا نسخہ“ (البشریٰ ص ۳۶۱ بدر جلد نمبر ۱۹ ص ۱۹)

(۱۲) ”اب تک پیچھا نہیں چھوڑی“ (البشریٰ ص ۳۶۱ کشف نمبر ۲۲۹)

(۱۳) ”کترین کا بیڑا غرق ہو گیا“ (البشریٰ ص ۳۶۱)

(۱۴) ”آمین اللہ بے شک بہادر“ (البشریٰ ص ۳۶۱)

(۱۵) ”خیر“ (کشف نمبر ۲۲۹ بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ ص ۳۸ البشریٰ ص ۳۶۱)

(۱۶) اے اگہ گوید ابن مسریم چون شدی
 آن خدائے قادر و رب العباد
 مدتے بودم بزرگ مربی
 همچو بکرے یافتم نشوونما
 بعد ازاں آن قادر رب المجید
 پس بہ نقش رنگ دیگر شد عیان
 زمین صعب شد ابن مسریم نام من
 بعد ازاں از نفع حق عینی شدم
 ایں ہمہ گفت است رب العالمین

ہست او غافل ز رازِ ایزدی
 در بر این نام من مسریم نہاد
 دست نادادہ نہ پیران زنی
 از رفیق راہ حق نا آشنا
 روح عینی اندران مسریم دیدہ
 زاد تراں مسریم مسیح ابن زمان
 زانکہ مسریم بود اول گام من
 شد جائے مربی برتر قدم
 گزیندانی بر این را بمسین

(حقیقۃ الہی صفحہ ۳۴)

(حقیقۃ الہی صفحہ ۷۷)

(۷۷) بر زمین اوقات سے مقابلہ چھا نہیں۔

پس ہر عقل نہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کلام ہرگز الہام الہی یا کلام ربانی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی دعویٰ سرے سے غلط ہے کہ ہر الہی کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ حکم و تشابہ۔ بلکہ یہ صرف قرآن حکیم کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت ہی سے واضح ہے جس کے ابتدائی ادا آخری حصہ کو صرف اسی معاملہ دہی کے واسطے کاٹ کر پیش کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

”هو الذي أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب و اخوه متشابهات“
 اسی اللہ نے آپ پر قرآن اتارا جس میں کچھ آیات محکمات ہیں جو اصل اصول کتاب ہیں اور کچھ متشابہات“ اس میں تصریح ہے کہ یہ تقسیم صرف قرآنی آیات کی ہے حتیٰ کہ تورات و انجیل کی بھی نہیں۔ یہاں تک مرزا صاحب کے کلام کے واسطے گنجائش نکالی جائے۔

دوسرے اصطلاح قرآنی میں متشابہ وہ ہیں جو اٹھادس کے جیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے لیے رموز و اشارات ہیں جنہیں کسی ادا کے سمجھانے کو نہیں اتارا ان کا حکم یہ بتایا کہ علماء بھی اس میں غور و غوض نہ کریں بلکہ بلا تامل اسے خدا کی طرف سے سمجھ کر بلا تاویل کی فکر کے اس پر ایمان لے آئیں جیسے حمصہ حسی۔ کہلیا عسی۔ استوی علی

الحدیث۔۔۔۔۔ وغیرہ

حالانکہ مرزا صاحب کا کلام نہ قرآن منزل علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ اس پر بلا تامل ایمان لانا اور تاویل تک نہ کرنا ضروری ہے۔

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کر کے یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی ایت پیش کردہ کا آخری حصہ جسے اسی مغالطہ کے لیے قطع کر دیا ہے کہ ”وَمَا يَحِلُّهُ تَأْوِيلُهُ إِلَّا اللَّهُ“ الایۃ

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء و اسخین بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر اکتفا کرتے ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔

یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زینغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ قند پر پا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ
کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لاجواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار۔

مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود ابولہب

بلکہ شیطان لعین کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کلمات بتلنے پڑیں گے فرعون کا - اِنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی - نمرود کا - اِنَا حٰی وَ اَمِیْتُ - ابولہب کا - بِنَا لَکَ - یہود کا - اِسْتَامَ عَلَیْکُمْ شَیْطَانُ لَیْلِیْنَ کا - اِنَا خَیْرُ مَنْ اَخ - کیا یہ اُسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے - بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل ہو سکتی ہے۔

اول دونوں نمبر - اِنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اِنَا اَحِبُّ و اَمِیْتُ کے مقابل مرزا صاحب کا انت اِسمِی الْاَعْلٰی اور اعطیت صفتہ الاحیاء و الافناء من الرب الفعّال کا مقابلہ کر کے تاویلیں دیکھ لی جائیں - اگر یہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے - تو مرزا صاحب کو دنیا سے اسلام کا کوئی ناسا فرقتہ مسلمان مان رہا ہے عرب ہوں یا عجم - ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام - غیر مقلد ہو یا مقلد - حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ ہو یا علماء ظواہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی - اہل سنت و الجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہل قرآن غرض کوئی ان کا کفر واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا -

اور اس قدر اُفتاب سے زیادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ عمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی تراشیدہ اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہوں گے - نہ اسلام پر - اور متشابہات کا حکمت پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دینے پر اور ہم نے بھی اولاً بنیادی طور پر حکمت سے کفر ثابت کر کے تاہید میں ان گول مول اہمات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کبڑیں دیکھیے کہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے اول و الوہیت تسموہر فی بنیادی اصول ہے کہ اس کی الوہیت میرے اندر موجزن ہے - اور جس میں الوہیت ہو وہ الہ کہلاتے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب کہلاتے ہیں پھر جب کوئی شخص اپنے کو بھی الہ مانے اور منوائے - اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کر ڈھرتیہ ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا

کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ الہ ہے اور یہاں نہ بھی اللہ ہے۔ نیز اُس کے سامنے سرِ پیرِ جن میں مدعا علیہ علیہ الزان بھی ہے ان کے اس قول پر کلمۃ الوہیت تَتَمَّجُ بِخُفٍّ - ایمان رکھتے ہیں ربی لا الہ الا اللہ بظاہر پر ظہر کہ بظاہر الوہیت کا حصہ صرف خدا تعالیٰ میں مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوہیت محسوس تھی۔ پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوہیت مان لی۔ تو کلمۃ توجید پر جس کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوہیت منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان وارد نہ ہے۔ اس سے ناکید وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد حکم کیا ہو گا کہ اور دن کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

سے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیرِ لُغْطِی نے کیا خود پاک دامن شاد کُنتال کا۔

قول مختصر مدعا علیہ۔

”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کالمین امت مجیدہ کو مشابہات و رشتہ میں ملے۔ جی پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے موردِ دل کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا الخ“
تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلام نے مرزا صاحب اور ان کے اذئاب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ ان کفریات پر مطلع ہو چکے بعد۔
مرزا صاحب کو مملان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہیے انہیں خشک ملا جا بل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے مقتول تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت کرام و صحابہ علیہم السلام کو سب کچھ انہی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت کا یہ شیوہ ہی ہوتا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد یا تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَا الْغَافِلِينَ (مائدہ ۵۷) اور اَبَا كَحْہ۔ کیونکہ ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق کی یہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اور دینِ ہر ہم پر ہم ہو جاتا۔ الغیاذ اللہم صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
قول مختصر مدعا علیہ۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید التواء بنا (صحرہ ہوش)
میں تھے (مقامات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرز استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات اہلالت سے آپ کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات

کے خلاف معنی لے کر ثابت کرنا چاہا ہے کیونکہ اس میں خنک اللہ کے لفظ ہیں جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنسنا اور مختار مدعیہ کی طرز استدلال کے لحاظ سے ہنسنے کے لیے ان چیزوں کی جن سے ہنسنے کا فعل مختصر ہے یعنی رضا اور لب وغیرہ کی ضرورت ہے اور جس میں یہ چیزیں پائی جائیں اس کے مجسم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔
جواب یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراٹ ہے کہ اس حدیث میں خنک کے معنی ہنسنے کے ہیں جس کے واسطے لب و دندان منہ درکار ہے۔

یہاں خنک کے معنی کسی نے ہنسنے کے نہیں کسی حدیث یا تصوف کی کتاب حتیٰ کہ اپنے مسلم و مقبول امام عبد الوہاب شمرانی کی کتاب یواقیت کو دیکھتا تو بھی یہ بہتان نہ باندھ سکتا اور اگر کچھ توفیق نہ ہوتی تھی تو کسی دیکھنے والی لغت کی کتاب خنک کے معنی دیکھ لیتا کہ اس کے حقیقی معنی راضی ہونے اور قبول کرنے کے ہیں اور یہی راضی ہونے کے معنی حدیث میں مراد ہیں کہ اللہ راضی و خوش ہوا۔ ملاحظہ ہو مثنی اللارب۔
”خنک ضحکا بالفتح وضحکا بالکسر وکسرین۔۔۔۔۔ راضی شد و قبول کر دے۔“

یوں ہی متعدد محاورات تاج العروس و لسان العرب میں موجود ہیں جو مرزا صاحب کی بھی مسلم لغات میں ملاحظہ ہو جمع گوامدعیہ علیہ السلام۔

اس حدیث نبوی جس میں خدا کی طرف نسبت خنک ہے جس سے مختار مدعا علیہ الزام خدا کا مجسم ہونا ثابت کر رہا ہے اور مرزا صاحب کی غیر مشول لاجواب عبارت کہ ”اُس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں طول و عرض رکھتا ہے“ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں خنک ہے جس کے معنی اصل لغت میں راضی و قبول کرنے کے ہیں اور یہاں صراحتہً نہ صرف ہاتھ پاؤں بلکہ طول و عرض جو بالاتفاق جس کے لوازم ہیں موجود ہیں جن کی کوئی بھی جھوٹی سچی سیدھی ربط دے ربط تاویل مختار مدعا علیہ سے بھی نہ بن پڑی اور اس کا نام تک نہ لیا اور اس سے اگلے فقرات کی شرح شروع کر دی۔

یہ چیزیں صرف فریق مدعیہ کے جذبات مجروح کرنے کے واسطے معروض بیان بلکہ دیکار و مسل پر لانی گئیں کہ جو جو اعتراضات مدعیہ کی طرف سے ہمارے رسولِ قدسی پر کئے جائیں گے وہ سب ان کے رسول تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم پر دہرا کے دل ٹھنڈا کر لیں گے۔

ہم عدالت کو یقین دلاتے ہیں کہ اس قسم کے امور باوجودیکہ ہمارے واسطے امتحانی صبر شکن اور ناقابل برداشت ہیں مگر ہم نے خدا جانے کیوں کر برداشت کیا اور سوائے عدالت کی توجہ مبذول کرانے کے کوئی احتجاج ردا نہ رکھا ہے

دائے ناکامی الفت ہائے محرومی عشق

غیر سے کرنی پڑی ہے التجا تیرے لیے

باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غباہتہ کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے۔ رہی حدیث ان اللہ خلق آدم حلی ص ۱۰۲ - اس کا مفصل جواب اوپر بحوالہ انہیں کے مسلم امام عبدالوہاب شمرانی کی زبانی ایواقیت والجاہر ص ۱۱۸ سے گذر چکا احادیث کی ضرورت نہیں۔
قول مختار مدعا علیہ۔

یہ سب امور موجب کفر و اتلاذ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و نو جوان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رو سے ملگور محسوس ہوتے ہیں چونکہ بے ریش نو جوان اور اس کا ہاتھ اس کی ٹھنڈک وغیرہ امور تجسم کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو کہتے ہیں یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نفوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نفوذ باللہ در در اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیو ہندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو پڑوسی شد و مدت سے اپنا قبلہ و کعبہ بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق نور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔

اس میں جس قدر سوچنا ہے اور تیر کلامی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جوابات کس جذبہ عداوت کے تحت دیے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث ”میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش نو جوان کی صورت میں دیکھا الخ۔ کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا نکالنا چاہتا ہے۔

جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام بیہقی ابن سید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں بلکہ علامہ ابن جوزی تو ایسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۸ مانع ۱۹۳۲ء حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی ازالہ ۱۹۳۳ء۔

نیز عقائد میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور تنازعات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث معتبر نہیں چیلنے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ۱۰ و ۱۱ نیز جرح گواہ ۸ مانع ۱۹۳۳ء صحت بلال الدین سیوطی (دین کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ حاطب یل رطب دیا جس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فی کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۸ مارچ ۱۳۳۲ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا ابوزرعہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اذل تو وہ اور حدیث ہے دوسری ایسی میں یہ بھی اسی جگہ منقول ہے کہ راہ بنوا داؤد کہ یہ دل اور قلب کا دیکھنا مرا ہے نہ آنکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔ اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

”حدیث اگر خواب میں دیکھنے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہمارے استاد کمال الدین ابن ہمام ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے فرمایا کہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صوریہ کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے مجاہدات سے ہے اصل عبارت والحدیث ان حمل علی رویتہ الملتام فلا اشکال وان حمل علی یقظۃ فاجاب استاذنا کمال الدین ابن ہمام بان ہذا حجاب الصورة الخ (تذکرۃ الموضوعات مصری ص ۱۲۳)

اور مختار مدعا علیہ کے یہی مسلم امام ابن عربی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو اربو اوقات والجوہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳ اصل عبارت۔

فان قلت فاذا ما دای العبد الا صودة نفسه في معرفة الحق وما دای الحق حقيقة قلت نعم وهو كذلك فحكمه الانسان الذي دای وجهه في المرأة المحسومة فانه يرى صودة نفسه حاجبة له عن مشهود جوارح المرأة۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراف تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دہرایا پھر وہی اعتراف خدائے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر پسپا کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے — وہی اعتراف دہرایا ہے۔

آیات

استقری علی العرش ۛ جعل عرش ربك فوقہ ید مئذ شمائیہ ید اہ مبسوطتان ان آیات کی تفسیر جو مکہ میں اس سے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں جنہیں دیکھن ہو تفسیر برضاوی۔ کشاف تفسیر ابن عربی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کے حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی یہ کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوجہ متموج نے) لاؤ

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے اسی پر اعتزالہ العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہید بنا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی معلوم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کر دیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکا کہ وہ ان مضمون کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی بہم یا ذوالوجہ عبارت کے معنی بھی منشاء منظم کے خلاف نہیں نکالے جا سکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ ۲۳ بھی بضرب دہل اس کی تصدیق و تائید کا اعلان فرما رہے ہیں جتنا چہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب اپنی طرف سے خلاف منشاء منظم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں ان لکھ و انا الیہ راجعون (السماب المدرار صفحہ ۴۴) علاوہ انہیں تصنیف رامصنف نیکو کندریان حبیب مصنف خود فرماتے ہیں کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے (السماب المدرار صفحہ ۵۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ ۱ نے بھی ۲۰ اگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو ہمیں قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔

الجواب

اسی مسئلہ متفقہ اصول پر ہم نے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں نا قابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب والوہیت متصو ج فیہا۔ اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
 لا جواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مراد لے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر نہ سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہ کر دنیا کو مغالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رضاء بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گزارش کر دوں کہ یہ بلاوجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے چھیڑی گئی کہ ہمارے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

سے آنچہ من بشنوم نہ دجی خدا بخدا پاک دامنش ز خطا ،
 ہچو قرآن مسنوم نہ دجی دامنش از خطا با ہمیں است ایسانم ، (درشتیں)
 اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گواب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کر دیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث چھیڑنے میں مغالطہ ہو گیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے“

(۴) عقیدہ تثلیث - انا نبشرك بسلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء من السماء (مستفاد صفحہ ۷۵) منشاء
اعتراض کان کی تثلیث و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جسمیت - روشنائی پھر مرنے والا نشان منشاء حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۵۵۔

(۶) نسبت ولایت - انت فی بمنزلتہ و لدی حقیقتہ الوحی

(۷) عقیدہ ابوت - ان الله يبشرك بسلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء
(بحوالہ مذکورہ)

(۸) منشاء صواب کی نسبت - انی مع الرسول اجیب اخطی واصیب - (حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہونا - انت اسم الاعلیٰ (اربعین ص ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری - اسہر و انتا مر سوتا بھی ہوں جاگتا بھی (البشری ص ۴۰)

(۱۱) نیا خدا - بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹۷۔ جو گزر چکا۔

(۱۲) صفۃ الاحیاء والافناء - اعطیت صفۃ الاحیاء والافناء من الرب الفعّال۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

مختار مدعا علیہ نے سیکڑوں تائید کے نام پر اور اس کی اڑے کر تائیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک
حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرتا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علاء شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح
ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہوگا۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا
کشف اور عظیم الشان کفریہ کیسہ ہم و گمان میں نہ ہوگا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب : ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ نے
طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قامنی
یار محمد صاحب بی بی لمے پلیدہ۔ بحوالہ صدع النقب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی = وعشرہ کاملہ۔

قامنی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق
میں سب سے نامہ معتبر ہے ملاحظہ ہو۔
(حقیقتہ الوحی)

آنچہ من بشنوم زدی خدا،
بجدا پاک دامنش ز خطا،

سے ہی جو قرآن منزہ اسش دانم از خطا با ہمیں است ایمانم
ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل
اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا درہم فیصلہ کرنا ہو گا کہ شیطان لعین بھی عیاذ باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف
ایک کفر یہ ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر ہلکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان
کے متبعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین جن میں مدعا علیہ بھی منسلک ہے ایمان کے بنیادی
اور سب سے زیادہ ضروری جزد کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ سخت مدعیہ و گری ہونا چاہیئے گو کسی اور چیز کا جواب
نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفر یہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات
اُس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی
ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزا ثابت سے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہذا اس سے
نہ صرف اترداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ اترداد لازم آیا۔

جس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیئے کیونکہ اترداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ
عمران لا کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ سٹیک مارٹن کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو
عام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ سٹیک مارٹن جرح ۲۱ مارٹن مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ
سمجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے۔

سے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیلعانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعال کا

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ أَكْثِيرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى حَبِيبِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا
کلمہ توحید کے جواول لا الہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔

کلمہ توحید و سرِ حصہ ،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ لغو و باطل آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے۔“

الجواب

پہلے کی بحث کا جواب مفصل عدالت کے سامنے آپکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر سوال لا جواب پھوڑ دئے اور سوائے ایک توالہ کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے مل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی ۔ اور وہ ایک توالہ بھی جس کا بزم خود جواب دیا ہے ۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی روش سے بالکل لغو و باطل و مخدوش ہے جو قابل انتہا ت بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں ۔

قول مختار مدعا علیہ :

”مجل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی متشابہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکلے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو۔“

الجواب

اسی اصول کے تحت میں اصل بحث کی بنیاد منہج کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیست پر برہان قاطع تھا۔ اور جس کا جواب میں جواب کجا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا جیسا کہ مفصل اوپر گزر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی اللہ شاکر اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے نازک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی ، بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمر و دیگر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے ۔ ۲۰ ۔

ہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ع

قول مختار مدعا علیہ :

لیکن مختار مدعیہ نے نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توحید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو۔ بلکہ منشا یہ الہامات تشریحات مبہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ لغو باشد آپ کو کلمہ کی دونوں جزوں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توحید اور لا الہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہو گا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سر تپا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں والوہیتہ تتمتوج فیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لا جواب حوالہ ادب پر گزرنے کے ملاحظہ ہوں۔ اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلید ثانی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اُس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات موائے اُسے میری بحث میں صراحت بوجہ تعصب نظر ہی نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب وغیرہ جانبدار منصف مزاج کے واسطے انکشاف سے زائد روشن عبارت ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایمانی ظہور سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں“ بدشمار عبارتیں ہیں ”علالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ متشابہات ہیں“ یہ سب اپنے اپنے متعین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل و براہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو متشابہ مبہم ذوالہوہ عبارت پر کسی طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔“

جواب۔ ہماری جانب سے محمد اللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں کیا ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا کسی کے جاوید بجا پروپیگنڈے کے لیے ملازم؛ اپنے آقا یا جس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے تاویلات اور کھلی ہوئی تشریحات کو منشا یہ اور مبہم قرار دینا چاہیئے تعجب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ یا مختار جماعت مرزائیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرنا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شہادتیں قانوناً جو وقعت رکھتی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

باقی رہا یہ قول کہ

”کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو، کیا مختار مدعا علیہ بہ بتانے پر قادر ہو سکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب قادیانی کا یہ فتویٰ ”مومن یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں“ (ایضاً صداقت ص ۳۵)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ یکے کا کافر ہیں عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کسی صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء و مفتاح سلاطین و نوایان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتا یا بیعت میں شامل نہ ہوا وہ نہ صرف کافر بلکہ کافر ہوا۔ اور مرزا صاحب نے خود اپنے تمام منانے والوں کو جتنی قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیئے تھا کہ اس قسم کی دیک تباہیات کی آرتلاش نہ کرنا اور اگر ان تباہیات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور الکفرین ضروری جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیئے تھا۔

واللہ اللہ اسے سبیل الاسلام

مختار مدعا علیہ اس کے بعد کچھ جرح گواہ مدعیہ کے کربط حوالہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فرائض ہیں۔ چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور جمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں وہ آپ کی منشاء و تفسیر حیات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبادتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سرسرمغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات و جمل اقوال کے غلط جوئی اس نے گھڑے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے اقوال اس کے ان گڑھے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں درحقیقت کوئی متناقض متعارض نہیں ہے“

الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کہ بنیاد اعتراض پر جید تنگ کے صریح اور غیر متنبہ الفاظ برہے اور میں اوپر منجمل و متشابہ کے متعلق عنوان متشابہات کے تحت میں اس آٹھ کی حقیقت اپنی طرح آشکارا کر چکا ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہونے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل عفو ہے اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت انہما سے منغراض و مہمانت اقوال و دعادی کسی ہے اور جیسا موقع دیکھا و سنا ہی کہہ دیا۔ مسلمان۔ سنی۔ شیعہ۔ عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے گوپال سری کرشن ہمارا آریوں کے بادشاہ سکھوں کے لیے بے سنگھ بہادر جو نبی ماننے سے گھبرائیں۔ اُن کے واسطے محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لاہوری پارٹی جو غیر تشریعی مابین جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریعی اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت بدین و قبلہ جدیدہ و مکملہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں اُن کے واسطے مرزا صاحب کی وہی کتاب اللہ ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور اسی طرف۔ نہ کہ نماز پڑھیں بجائے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ موجود جیسا کہ مرزا بیوں کے تیسرے فرقہ اروپائی کے سلسلہ میں خود بانی فرقہ ظہور الدین اروپائی مرزائی کے حوالہ سے اوپر پتہ چکا ہے ملاحظہ ہو جرج گواہ ص ۲۱ مارچ ۱۸۸۲ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا کنز اور کنار کے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ دست متعارفات اوپر منقل گزرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ :

”مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔“

جواب :

”بحث سے تو تعارض نہ اُٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آئے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول اور اصول سے گواہان مدعیہ پر تعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔“
قول ”گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے اُن کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا۔“

ان شاء اللہ تعالیٰ

تفصیل جواب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ معہ جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مغالطہ یہ دلیس ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے ؟
جواب: برگرا مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں۔ بلکہ مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ۱۔ ۲ راجع ۳۳۳ کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الناطق ملاحظہ ہوں۔

”خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے“ انکا و خصوصیات انکار ذات ہے، جرح ۲ راجع ۳۳۳۔
اب ہم اسے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخر نبی آخر الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام و ائمہ فقہاء عظام کی عبادت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی لفظ یا معنی کے محض ہونے کے ہیں۔

تفصیل دلائل

- مفہوم آخری نبی کا محض بذات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔
(۱) دلکی رسول اللہ وخاتم النبیین۔
(۲) قل یا ایہا الناس افری رسول اللہ الیکم۔ بیضا۔
(۳) والذین یدمنون بہما انزل الیک وما انزل من قبک۔
(۴) واذا اخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ۔
(۵) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ۔
(۶) فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والی رسول الایۃ۔
(۷) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا۔
ابن پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف دست ۳ نیز بحث مختار مدعیہ۔

میں نے صرف ثبات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انہیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ صرف صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب ایم اے احمدی کی بھی یہی تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو محمد اللہ صریح کم از کم (۱۸) آیات پیش کر سکتا ہوں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ ٹکڑے بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام قرآن شریف اسی سے پُر ہے احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل اور گواہ مس نے دوسو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی بُرج نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح متقل مرفوع نمونہ شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص علامہ مس و مس۔

اجماع و اقوال صحابہ

فیصلہ صدیق کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مس و مس میں گویا تفصیل کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر ملاحظہ ہو (۶۴) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔
انار سلف صالحین ،

(۶۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔

ائمہ لغت

قاموس مجمع البیمار مفردات امام راعب (جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی) روئے زمین پر نہیں نظر لیٹھ نہی الارب مسجد کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دواہم حوالہ لسان العرب اور تاج العروس کے بحوالہ آنری نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آپکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو یہ مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گو مس ۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء تاج العروس۔ خاتم النبیین ۱۶ ای آخر جم یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔

(۲) لسان العرب میں و خاتم النبیین و آخرہ قال وقد قرأ خاتم النبیین یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور خاتم کی جگہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے مس۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق۔ مسلمہ فریقین۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۷ مارچ ۱۳۳۳ء۔

(۲) شرح اشباہ -

(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری -

(۴) فتاویٰ عالمگیری -

(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی -

(۶) رد المحتار -

(۷) اشباہ والنظائر -

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ مع ترجمہ پیش ہے -

”اذا لم یعرف ان محمداً صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من ضروريات الدين -
یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا
ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا نہ صرف
خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔
حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ -

(۱) قال النبي صلى الله عليه وسلم انا آخر الانبياء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گواہ مدعیہ نمبر ۱۱۱)

(۲) في حديث المعراج قال تعالى ---- جعلتك اول النبيين خلفا و اخرهم بعثا -

(ابو نعیم حضانہ کبریٰ ص ۱۹۶)

(۳) كنت اول النبيين في الخلق و اخرهم في البعث

(کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۱۱ گ الف)

(۴) كنت اول الناس في الخلق و اخرهم في البعث -

وحوالہ صدر

(۵) انا اخر الانبياء و مسجدی اخر مساجد الانبياء - (کنز)

یہ وہی پانچوں لاجواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں آپ کے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے مختار
مدعی علیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تنہا اُس
کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیصل نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعزیل کے اقوال ہوں قطع
برید کر کے پیش کیا جس کے مد مقابل بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعزیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو معتبر

مجھ رہے ہیں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماحصر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ (برکات الدعاء ص ۱۱)
نیز جرح گواہ مدعا علیہ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں رادلوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ دوسرے اس مخصوص سنہ کی حدیث ابن ماجہ کو اگر کوئی مختار مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسلم شریف جیسی اعلیٰ پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں موجود ہیں جو اشارۃً و کنایۃً بلکہ صریح واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مطلقاً بلا کسی تفصیل و تفسیر کے آخری نبی یا آخر الانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معرف بالکلام کی طرف مصنف ہونے سے تنقید کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقف ہے بلکہ یہاں تو اثر ثابت ہے۔ گو اہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ و بذلك و ددت الاحادیث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (شہادت گواہان مدعی) بھی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں۔ باوجودیکہ وہ حافظ حدیث اور امام حدیث بلکہ کسی مسلم در کس گاہ کا سند یافتہ بھی نہیں۔
دوسری طرف، ایک نہیں ذو مسلم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر و علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ہے۔

کہ اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی تو ازل فرمائے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے حوالے نہیں تقریباً کل مدعیہ کے شاہدوں نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کہے کہ جواب بحث میں مذکور تک نہ آیا۔ (فائدہ الحمد)

صحابہ کرام کی تصریحات

مفصل اور کثیر التعداد حوالے گواہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر میں ملاحظہ ہو ج ۲۲ ص ۱۱ میں صرف ایک نمونہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن قتادة ^{رض} قال ولكن رسول الله وخاتم النبيين اى اخرهم
یعنی خاتم النبیین کے معنی تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ابن جریر ج (۲) ص ۱۱

ائمہ مفسرین

- (۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
- (۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیر ج ۸
- (۳) ابن کثیر جلد سوّم۔
- (۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
- (۵) تفسیر کبیر ج ۶ و ۲۔
- (۶) تفسیر بیضاوی۔
- (۷) تفسیر کشاف۔
- (۸) تفسیر روح المعانی۔
- (۹) تفسیر الی السعود۔
- (۱۰) تفسیر درمنثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر اکتفا کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آپکے ہیں ورنہ جدید حوالے بیشمار موجود ہیں۔

ائمہ لغت

اور لسان العرب و تاج العروس کے حوالے سے گزر چکا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات محلے وہیں ذکر ہیں لہٰذا اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

اجماع اُمت

اجتمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره من دون تأويل و تخصيص الا
جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنی (یعنی آخری نبی)
مراد ہیں اور بلا شک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سماً کا فر ہے یہ مضمون بشرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ وغیرہ میں موجود ہے۔
شعار علامہ قاضی عیاضؒ (۲) ملاحظہ ہو۔
شہادت گواہان مدعیہ۔

اس کے آخر میں مسلمہ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ مدعا علیہ ۲ بھی ہزار ہا شہادتوں سے زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلحائے رفقا کا

اور دلائل کو رنگارنگ ہے۔ بنجاب کے علاوہ اس کی جلالت نشان ہندوستان میں بھی مسلمت ریاست بہار پور کے رہنما دراعی کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر کا لفتش فی الجرح ہے جو ہر گنہگار صاحب ہمدرد فرماؤ گے۔ بہار پور اور آنکھنور کے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے تلمیذ کی کبھی ہوئی تبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہوا۔ شاد ہے کہ ”مسئلہ نبوت ادم“ سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ ”سب سے پہلے نبی آدم صلی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“

ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کی وہ تو جہر جسے اس نے سخت میں بار بار دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزا بیوں کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاذ باللہ! آخری نبی کی حقیقت مؤمنو منکشف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر نہ ہونے کے جیسے کہ دجال وغیرہ کی نیز صحابہ برابراں کے اصول پر غلطی کرتے ہیں (عیاذ باللہ) ائمہ دین و صوفیائے کرام کو بقول مرزا صاحب وہ حصہ کثیر وحی الہی و مکالمہ و محافل کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص اور ان معنی کا اضافہ ہونا چاہیے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت مستبر نہیں لہذا مرزا بیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیئے پس ہم مرزا صاحب کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک بڑے فرقہ کے امیر ہونی کا فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت ائمہ محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی دیا نہیں ”آخری نبی“ رسالہ ص ۱۱ درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم ذراں و حدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ بطور مجاز یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلاشبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال نہایت مختصر ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میلا اور میلا صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ ذراں کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے سخت صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعویٰ سے بیان کیا ہے کہ تو معنی وہ کرتے ہیں وہ لغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ معنی کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں مابہ التراجع خاتم النبیین کے معنی ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعا نہیں کرتے۔ اور آخری نبی لغت میں معنی نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں ”ہمیشہ سے اُس کے یہ معنی ملے جاتے ہیں ہم اس کی تعبیر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ معنی لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔

(الفضل ۲۶ جون ۱۳۳۹ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لے لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنی محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتا دیں گے اور بالمقابل میرا بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو معنی میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتا دوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت میں طرح پر میں دکھا دوں گا کہ محاورہ عرب کے کو سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں یعنی اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنی لغت یا محاورہ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورہ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا۔ دوسرے اس طرح پر کہ لفظ خاتم بمعنی آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ پر متعدد عربی انگریزی ہے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے ص ۵ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا ينقطع --- فهو ذنديق يجب قتله -

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت اکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوئی ہے تو وہ ذنديق ہے جس کا قتل واجب ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی وہ بھی آخری نبی کرتا ہے نہ کچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنی مہرے کر کچھ اور معنی خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں۔ ص ۵۔

”اب اس قدر لغت اور تفاسیر کی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہوتے ہوئے کس قدر جرات ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ عقیدہ نا ایک بات کو ماننے لگے پیچھے معنی بنائے“ ص ۶۔

پھر بہت سی اسی معنوں پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

”میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے“ اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز انہوں نے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان تنکا دکھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو ہاتھی کو ٹھکل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر کھل آوازوں کی کیا پروا کی بن میں بار بار یہ کہایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوامروں سے کچھ کواط مشرک و یا دہے اور نہیوں میں سے لاتقرب المصلۃ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رد کر سکتی ہے جس پر بظاہر مضمون اور بظاہر روایت دونوں طرح طرح ہوتی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کئی کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ مانیں گے۔ (آخری نبی ص ۱۴۰)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزا پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

”خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں۔ یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا تاویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا ہے کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعود بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کا محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعود کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مہر ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب باتو میاں صاحب اپنے معنی کی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھادیں یا یہ دکھادیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم اپنے اور ایک قوم کا آخری شخص اس کے معنی ذکر کرتے تھے صرف اسی صورت میں وہ اپنے بیان میں پسے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ (آخری نبی ص ۱۴۱) ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ جانا چاہیے قرآن مجید و احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تہی معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا الخ۔“

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعوی نبوت فرماتے تھے۔

”اور پرانے یلٹے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تقریق موجود ہے۔“ (ابام الصلی ص ۱۴۱)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح ص ۱۳ کے حوالہ سے ”نوع انسان کے لیے..... بتا..... کے لیے زندہ ہے“ نقل کی اور خلاف عادت مغالطہ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عبارتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ ”نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کو شمشین کرو کہ سچی جنت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دونا آسمان پر تم نجات یافتہ کچھ جاؤ ادباً و رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھائی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا صبح ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کبھی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریفی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور انکار اس کی روحانی فیصلہ سانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا اتنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا“

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے ہیں جو بقول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا۔ گو غیر تشریفی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دور اور کار تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بنانا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت اور مرتے وقت تک اسی پر قائم رہنے سے تاویل کا دروازہ بند کرنا ملاحظہ ہو البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

”ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول“۔

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے۔

(اقتباسات)

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں“۔

”اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

اس دنیا سے گذر جاؤں۔

اب خواہ وہ کسی معنی سے ہو جب کہ مرزا صاحب خود بھی نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام نبیوں میں آخری مبعوث ہوئے والے نبی نہ رہے جو بدلائل سابقہ آپ کی خصوصیات اور ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر اٹھا کر کافر ہے۔

اور خصوصیت کا انکار یعنی اس کا انکار ہے ملاحظہ ہو جو جرح گو امدعا علیہ تاریخ ۳۳۲ھ۔

پس بعد انکار خصوصیت محمدیہ جس سے تسلیم گواہ انکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے کلمہ کے جو ذخیرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں کر ثابت رہ سکتا ہے پھر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب آخری نبی مانتے ہیں مختار مدعا علیہ نے حسب ذیل اشعار براہین سے پیش کئے ہیں۔

اول آدم آخر شال احمد است
اسے خنک آنکس کہ نہ رہ آخرے

دوسرا ارشاد۔

احمد آخر زمان کو دین را جملے فخر
آخرین را مقتدا و بلیا کبف و حصار

جواب: یہاں احمد کو آخر زمان بتلایا ہے اور احمد سے خود مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ نہ صرف یہاں بلکہ و مبدشا برسول یاقی من بعدی اسمہ احمد میں بھی جو خصوصیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے محمد کی طرح احمد بھی ایک نام ہے مرزا صاحب کو حقیقی مصداق بنایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کا نام احمد بتلائے ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ملاحظہ ہو۔

”یہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد ٹھیک یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صفہ کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ اسماء محمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں یہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھنا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لیے بھی تیار ہوں اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے۔

(انوار خلافت صفحہ ۱۸)

اس تصریح کے کبھی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آخر زمان سے خود مرزا صاحب مراد ہیں۔ چنانچہ اپنے مرید خاص شاہزادہ عبد المجید صاحب سے اپنی شان کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کے دو شعر یہ ہیں۔ سے
 طور جلال خدا عمر شش بریں ولت نور جمال خدا صورتت .. ملے رہنما
 امت احمد کہ بود بستہ جور و جفا احمد آخر زمان کہود بندش رہا۔

(ایام الصلح ص ۱۳۲)

مرزا صاحب کے احمد آخر زمان ہونے کی ساف تصریح ہے اگر کوئی سمجھے کہ پہلے شعر میں۔

اول آدم آخر زمان احمد است۔

میں آدم سے احمد تک ذکر ہے۔

تو جواب ہے کہ مرزا صاحب آدم بھی ہیں اور احمد بھی نیز دین کی تکمیل بھی اپنے پر مانتے ہیں۔ لہذا آخر ہی ہوئے
 ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب سے

آدم نیز احمد مختار۔ در برم جامہ ہمہ ابرار،
 روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک میرے آنے سے ہوا کامل بجلد برگ و بار۔ (درغین)
 بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا محمد رسول اللہ کہنا جب کہ مرزا صاحب خود محمد رسول بھی ہیں زیادہ
 قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو درغین سے

میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز ایت محمد رسول اللہ والدین معہ الخ کے مصداق بھی مرزا صاحب ہیں جس کا آگے کہا ہے پس جو خود محمد رسول اللہ
 بن بیٹھے اس کا ایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پھر آئینہ کمالات کا یہ حوالہ چالاک کی محض پیش کیا ہے ”مگر دود ملائک اور
 ان کے منسی خدمات کے ماننے کے بعد اس قدر تو ضرور دریافت کرے گی کہ ان کا کوئی فعل عیث اور بیہودہ طور پر نہیں اس
 اقرار کے بعد اگرچہ عقل مفلساً قاصداً شعب کی ان اغراض کو دریافت نہ کر سکے جو ملائک کے ارادہ اور نیت میں ہیں لیکن اس قدر
 اجمالی طور پر تو ضرور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس فعل کے لیے بھی مثل اور افعال ملائک کے درجہ پر وہ اغراض و مقاصد ہیں پس وہ
 بوجہ اس کے کہ اور انکے تشبیہ سے عاجز ہے اس تفصیل کے لیے کسی اور ذریعہ کی محتاج ہوگی جو خود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ
 ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک عقل
 پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرار و قیام اس پر کھولے جو عقل کے ذریعہ سے کھل نہیں سکتے اور وحی سے مراد ہمارے وحی قرآن ہے جس نے

ہم پر یہ عقیدہ کھولا با کہ استقامت شہد سے ملائکہ کی غرض جم شیطانی ہے۔

ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے نقل کیا ہے

پھر یہ پیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء کے بعد کے (۳) حوالے بزرع خود مختار مدعیہ کی مخالفت اندازی الف شرح کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔

اور اسی مخالفت اندازی سے مختصر نقل کئے ہیں تاکہ اصل مدعا کا پتہ نہ چلے۔

(۱) حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۴ اور تمام بیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے اس بیگونی کے ہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ آخر الزمان بنی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔

جواب۔ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان بیوں کا عقیدہ اور سمجھنا مذکور ہے جو بنی اسرائیل میں آتے ہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کاذب ہی سکیں گے۔

(۲) سوتقوئی کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے بیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۴)

یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے بیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا نواس کے منکر ہی رہے اور مرتے وقت تک نبی بنے رہے۔

(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ (حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۴)

اس میں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کرسی نبوت و رسالت پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پل بلکہ بڑھ کر ہیں۔

سے انبیاء گریہ بودہ اندیسی من بعرفان نہ کمترم نہ کسے

آئینہ و داست ہر نبی را جام داد انجام لاملا بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کنز العمال وغیرہ ترک کر کے ایک مخصوص سند کی اپنی باہر کی حدیث پر غیر مسلم ترح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔ مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویلیں کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے ثوابت ہو چکیں لہذا مکمل اس پر کچھ کہنے

کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

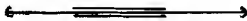
”مختار مدعیہ اپنے مسلمہ عالم کا قول پڑھے مولوی غلیل احمد صاحب لکھتے ہیں۔ اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ظنیات کا الخ (براین قاطعہ صفحہ ۸۹)۔

نوٹ مسلمہ عالم کا لفظا خلاف تالون ہے۔ کہیں مسل میں پترہ نہیں۔ اسی اصول پر ہم نے خصوصیت مجزیہ لفظ آخری نبی اور اس کے مفہوم کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث قطعیہ متواترہ۔ اقوال صحابہ۔ ائمہ مفسرین۔ صوفیاء کرام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ کی مرزا صاحب کے صحابی خاص الخاں جناب محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ سے پیش کر دیا۔ بلکہ شاید مختار مدعا علیہ آپ کو معلوم نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی آخر الزمان ہونا نہ صرف قرآن پاک بلکہ کتب متقدمہ کا مصرع مسلم مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو تورات مقدس۔“

جو شخص آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا (تورات استثناء باب ۱۸) ترجمہ میں شک ہو تو مرزا صاحب کی گواہی پیش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱۔

اب تو آخری نبی یا آخر الزمان نبی کی خصوصیت قرآن و حدیث کتب سابقہ سادہ سب سے ثابت ہو چکی اور اس سے انکار کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ”اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر ایمان لانا ضروری مانا ہے یہ ایک مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور نہ کسی حدیث متواترہ سے بلکہ گواہان نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑ کر ان کا نام خصوصیات رکھ لیا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروریات دین میں سے شمار کیا جائے“

نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ محض مغالطہ ہے جو کہ عدالت برہنہ شدہ نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیات اور تمام خصوصیات قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ و ائمہ بلکہ اسحاق امت سے ثابت ہیں پس ان کا انکار تو متفقہ کفر ہو گا۔



خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدنا علیہ :-

”مختار مدنی نے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین کے منکر ہیں۔“

جواب

مختار مدنا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقع پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے مفہوم کے متعلق تھا اور اس کے پس منظر کے تحت مفصل گزرتا تھا مگر اب ہم اس کی غلط فہمی کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدنا علیہ نے بیانات کا کوالر دے کر یہ فرمایا ہے کہ ”مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بعد دل یقین کرتے ہیں“

جواب

خاتم النبیین معنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل عرب تک کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پیروہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حسن علی علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور بیعت کے الفاظ میں بھی تھا اور بعد کو بھی آئینک، خاتم النبیین کا لفظ مخالف امیز فرماتے تھے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مسلمانوں کی طرح تھا اور اب معنی لغویہ رکھ لیں کیونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم النبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں یہ یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور بناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہوگی۔“

(دین الحق صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کو بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ ہا ہر نبوة را برداشت افتام۔ (اقتباسات ایام صلح)

(۳) ”ہم جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی بابت ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آپ کے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی گوا متیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں دنیا میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیہ میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن نبوت کا کمال نص صریح ذکر ہے اور پرانے یاسنے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لابی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر دیر کی اور گستاخی ہے کہ خیالات ریکہ کی پیروی کر کے نصوص صریح قرآن کو مٹا چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا اور بعد اس کے بودی نبوت منقطع ہو چکی تھی بجز سلسلہ وحی نبوت کا جاری کروا جائے کیونکہ بس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔“ (ایام الصلح صفحہ ۱۳۶)

خصوصیت سے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(۴) ”کیف مآلی ان ادعی النبوة و ادھر من الاسلام و الحق بقوم کا ذریعہ ترجمہ ”مجھے یہ کب پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جاؤں“ (حماضۃ البشری) ”مجھے نبی ماننے والے دجال ہیں۔“

(۵) ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ جیسے نبی کی مصلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آئینہ اب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا یا ہو یا پرانا“ (نشان آسمانی صفحہ ۳۰ جون ۱۹۹۲ء بحوالہ حقیقۃ النبوت صفحہ ۹۳ حصہ اول)

اب ۱۹۹۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

اب اپنی نبوت سے پردہ اٹھ چکا ہے۔ بلکہ اس کے کہ۔

جمع - ہر نبوت مابعد شدا افتخام - اور کسی قسم کا نیا یا پرانا نبی آنا خاتم النبیین کے منافی ہے گماور مگر اور قیودات و ذابولات کا اضافہ ہے گو لفظ تو وہی خوش آئند منالطہ اعمیر خاتم النبیین ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

”و نوؤمن بانہ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ الا الذی لا یموت“

مواہب الرحمن ۶۷۶ھ ۱۹۵۶ء جنوری ۱۹۵۶ء۔

یعنی ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہوگا مگر وہ جو آپ کا فیض یافتہ ہو ملاحظہ ہو کہ یا تو لابی بعدی مطلق تھا کسی قسم کی تخصیص شرارت اور قرآن و حدیث کے خلاف بیدینی تھی جیسا کہ ایام الصلح ص ۱۳۶

ہرے یا بخصیص شریعت نہ رہی اور ایک ”مگر“ لگا کے تخصیص خلاف حدیث و قرآن کر دی کہ آپ سے فیض یافتہ امتی بنی اسکتا ہے۔

اس کے نتیجے کا تشریحی نوٹ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کا جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے حقیقۃ النبوة ص ۹ سے ملاحظہ ہو۔

(۳) ”تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔“ چشمہ معرفت ص ۳۳ حقیقۃ النبوت ص ۸۵ اس قسم کے صدا ہوا ہو وہ ہیں جس کو تفصیل منظور جو دقتیۃ النبوت مرزا محمود صاحب کے ہمدنگ۔

”۱۹۱۰ء کے بعد کے توالجات کے تحت صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۱۸ تک ملاحظہ فرمائیں۔

غلامہ جواب یہ کہ لفظ خاتم النبیین کا اقرار تو آخر تک ہے مگر سلسلہ سے پہلے حسب قول گواہ مسلمان تھے تو اسلامی معنی بھی ہیں جیسا کہ یام الصلح ص ۵۴ نشان آسمانی ص ۳۱۹ و ۳۲۰ الحق صفحہ ۲۲۰ الزلہ ص ۳۱۰ پر تصریح ہے بعد ۱۹۰۱ء اول تو صرف لفظ ہی استعمال میں ہے جیسا کہ فارم بیعت پیش کردہ گواہ مدعا علیہ منسلکہ مسل سے واضح ہے اور اگر معنی کہیں کچھ کئے تو یا وہ اسی دلیل کے ساتھ گول مول اور اگر وضاحت کی کبھی ہمت کی تو وہی کفریہ معنی بیان کئے ہیں جو کہ کلاما انکار بلکہ موجب مزید نوہن ہے ملاحظہ ہو استفتاء عربی صفحہ ۲۳ و سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق (یہ مغالطہ وہی منوکی تھا کیونکہ جیسے آقا و مولیٰ کی پیشگوئی میں تمام اپنے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو دجال و کذاب بتایا گیا ہے انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ دار نبوت اگر ایسا مغالطہ نہ کرے تو عیاذ باللہ صادق و صدق جیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف اُجالے جو متفقہ فریقین محال و ناممکن ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ اور ائمہ اور لغت عرب کی رو سے ثابت ہوئے ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں۔“

جواب

محض غلط اور مغالطہ ہے مرزا صاحب کے قائم کردہ معنی کو جس کی کامل پیروی و اتباع سے نبی بنا کریں جس کی اتباع نبی تراش ہو نہ کسی ایک آیت میں صریحاً نہ کسی اشارہ و کنایہ نہ میں مدعی ایک حدیث میں گو ضعیف سے ضعیف بھی نہ کسی مسلم امام کے معتبر قول میں نہ کسی لغت کی کتاب یا محاورہ عرب میں پائے جاتے ہیں۔

مخلاف اس کے ہمارے پیش کردہ معنی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی تمام نبیوں سے پیچھے آنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا نہ آپ کے بعد اب یہ منصب نبوت کسی کو عطا ہوگا تقریباً یکصد

آیات دوسو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ ۶۴ سے زائد آثار صحابہ ۲۶ اقوال سلف صالحین دس عظیم الشان مؤلفین کے فیصلہ آٹھ نہایت ہی مستند لغات تقریباً چھ نہایت ہی معتبر کتب فقہ برمتعد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ ۱۹۰ کے پہلے کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام محمد بن عبد بن عربی قابل گردن زنی ہے جو وہ اس شریعت کے متبع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو۔ (بوائت ج ۴ صحت ۳۵ صفحہ ۳۸)۔

سواء ذاق شوعنا او خالف فان كان مكلنا صوبنا عنقه والا صفحتا عنه صفحا۔
مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گا۔

(۳)

معراج جسمانی کا انکار،

قول مختار مدعا علیہ :

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی جماعت کے کلمہ ہزوثانی سے منکر ہونی کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اگر کوئی اپنے یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالہ ہوگا اور مرزا صاحب نے انزالوہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اہل ایسے کشف میں خود مولف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کی ثباتی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے منکر کو جو خطا ملے کرنے کی سعی کی ہے اور جس تہید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ و دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوقی کمالات کے منبع و مخزج بتصریح اننا قاسمہ واللہ یعطی۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بی مثال ملکہ قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن والہ اولیاء و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقررین کی بعد و پیشمار تعداد مصادق لا یعلم جنود ربک الا هو۔ سب کے تمام کمالات ایک پیلے میں رکھے

جائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پہلہ میں رکھا جائے تو یہی ایک ذرہ شان محبوبیت بڑھ کر ہو گا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملکہ مقربین انبیاء کرام علیہم السلام اس کے مرتبہ علی کو کیا پہنچتے۔ ان کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہاں تک اس سید علی فخر کل فی الکل صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انہماںی اور اعلیٰ تقریب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی معیت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا داسے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

کس نداشت کہ منزل گاہ دلداری کا است

ایں قدر مست کہ بانگے جو سے می آید

مگر دراصل ہمارے نظروں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ شہ دنا فندلی فکاک قاجا قوسین اد
ادی فاوخی الی عبدہ ما اوحی۔

سے بیج کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ تزیہ
بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچا البدر سے زینت نری وہ عرش معلّا

جو رہے ترا نقش کف پائے محمد

باری تعالیٰ بھی وحدہ لا شریک اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی، وحدہ لا شریک کہ فرق یہ ہے۔ کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہ لا شریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہ لا شریک خدان کی خدائی میں کوئی شریک و ہمسہ نہ ان کی شان محبوبیت و کمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شریک فی الالوہیت ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالہ ہے۔ شرک فی الالوہیت کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جز پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالہ کے بعد (جسے بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

بھریہ بتلایا تھا۔ کہ چونکہ مسئلہ معراج جہاں نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سر سید علیہ الرحمۃ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے رہے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کہ یہ کہہ گئے۔ کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ یہ حجابات کھلی ہوئی شان رسالت و محبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالت کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں اور وہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و شریک نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

پس اعتراض صرف تنبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بناء اعتراض صرف یہ فقرہ کہ ”اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تبرہ ہے“ قرار دیا تھا۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول و طویل تقریباً پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بناء پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہوئے۔
قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعا علیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔

جواب :

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شرعانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں مختار مدعا علیہ جواب جرح مارج سکتا ہے میں مسلم مان چکا ہے۔

” قَالَ الشَّيْخُ وَكَانَ هَذَا الْإِسْرَاءُ بِجِسْمِهِ الشَّرِيفِ وَلَوْ كَانَ الْإِسْرَاءُ بِرُوحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُونُ رُوحاً رُحاً كَمَا يَرَى النَّاسُ فِي نَوْمِهِ وَانْكَرَاهُ مِنْ قَرْلِيْشٍ وَلَا تَذَعُهُ قَبِيْهِ وَانْتَبَاهُ أَنْفَكُوا عَلَيْهِ كَوْنَهُ عَلَيْهِمُ أَنْ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهِ الشَّرِيفِ فِي تِلْكَ الْمَوَاطِنِ الَّتِي خَلَّهَا كُلُّهَا رَفَانٌ قُلْتُ فَكَمْ كَانَتْ إِسْرَآئِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَافًا جَوَابُ (كَمَا قَالَهُ الشَّيْخُ فِي الْبَابِ الرَّابِعِ عَشَرَ وَثَلَاثُمِائَةٍ اِنْهَا كَانَتْ اَرْبَعَةً وَثَلَاثِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً بِجِسْمِهِ وَالبَاقِي بِرُوحِهِ رُوحاً رُحاً قَالَ وَمِمَّا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّ الْإِسْرَاءَ لَيْلَتُهُ فَرَضُ الصَّلَاةِ كَانَ بِالْجِسْمِ مَا رَدَّ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْحَدِيثِ اِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْحَشَ لِمَا زَجَّ بِهِ فِي النَّوْمِ وَلَمْ يَرْمَعْ أَحَدًا اِذَا الْاَدْوَا ح لَا تُوصَفُ بِالْوَحْشَةِ وَلَا بِالْاَسْتِيْعَاشِ قَالَ وَكَذَلِكَ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهِ مَا وَقَعَ لَهُ مِنَ الْعَطَشِ فَإِنَّ الْاَدْوَا ح الْمَجْرُودَةَ لَا تَعْطَشُ -

(روايت ص ۳۵)

امام عبد الوہاب شرعانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی

اور اگر صرف رد مانی ادراک کشف یا خواب ہوتا جیسا کہ لوگ یمن میں دیکھتے ہیں۔ تو کوئی بھی قریش میں سے انکار کر کے نہ نکلتا بلکہ ان کا انکار صرف اس بنا پر تھا کہ وہ ان تمام منکلات (فرش سے عرش تک) آپ کا رات میں جانا ہمسائی یقین کرتے تھے۔

پھر تعداد معراج کا سوال کر کے شیخ نجی الدین عربی کا فیصلہ فتوحات کے صفحہ ۱۴۳، باب سیمہ نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوچھتے تھے معراج میں ہوتی ہیں ایک فرشتہ مانی اور ایک روحانی کشتی۔ پھر فرمایا کہ وہ معراج کہ جس میں بیچگانہ نماز فرض ہوتی ہمسائی ہے اور سجدہ دیگر دلائل جسمانی کے اس کے جسمانی ہونے پر ایک دلیل ہے کہ حدیث میں استنش کا لفظ بھی آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو قوتش ہوا حالانکہ ادراج قوتش کے سبب متعصف نہیں کیجاتی۔ یوں ہے ایک اس کے جسمانی ہونے کی دلیل سجدہ اور ادراج کے ہے کہ آپ کو پیاس لاتی ہوئی اور صرف روح کو کبھی پیاس نہیں لگ سکتی؛ معلوم ہوا کہ یقیناً یہ معراج جسمانی تھی۔

ایسے واضح او کھلے ثبوتی مسلمہ بزرگ کی شہادت کے بعد سرسیدؒ اور سید سلیمان ندویؒ مولوی شہداء اللہ قمریؒ کی اڑ نہایت لغو اور ناقابل اتفاق ہے۔ خصوصاً جب کہ مسل پران کا تذکرہ تک نہیں۔ اور عدالت تو مسل کی پابند ہے۔

دوسرے حصہ کے جواب کہ ادراک صحابہ اور ائمہ سلف اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔ مفصل جواب تو لگے آئے گا۔ صرف دو حوالے نقل کئے جاتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ اس معراج کے جسمانی ہونے پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

(۱) امام المحضین حافظ بدر الدین یعنی فرماتے ہیں۔

و جمہور السلف والخلف علی ان الاسراء کان بعدہ درجہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمام اگلے پچھلوں سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ یہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت نفعی نہ صرف روحانی (عمدة القاری شرح بخاری شریف باب الاسراء) تاقاضی القضاۃ ابو الفضل عباس ابن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ۔

ذہب معظمہ السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد وفي الیقظہ وهذا هو الحق وهو قول ابن عباس وجابر والنس وحذیفۃ وعم وجابر ویرۃ ومالک ابن صعصعۃ وابی حمیہ البدہی۔۔۔ الخ رشاد شریف قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ معہ شرح شفا ملا علی قاری یعنی جمہور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین و جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت یداری اسحیج کے ساتھ معراج ہوئی اور یہی حق ہے اور یہی مذہب حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ اور حذیفہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور ابو ہریرہؓ اور مالک ابن صعصعہؓ اور ابو حمیہ بدریؓ اور ابن مسعودؓ اور شاکؓ وسید ابن حمیرؓ اور قتادہؓ اور سعید ابن مسیبؓ اور ابی شہابؓ اور ابن زیدؓ اور حسن بصریؓ اور ابراہیمؓ اور مسروقؓ اور مجاہدؓ اور عکرمہؓ اور ابی جریرؓ اور ابی جریر طبریؓ اور امام احمد بن حنبلؓ رضوان اللہ علیہم ورحمہم اللہ اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا یہی عقیدہ ہے۔ یوں ہی فقہاء ائمہ مجتہدین و محدثین و متکلمین و مفسرین کا مذہب ہے۔ الخ

نہ ہوا اور ابن عباس نے عین کالفظ ردیہ کے ساتھ اسی مقصد سے بولنا ہے کہ ردیہ سے رؤیت یا تعین فی البیظ مراد ہے تو وہ بھی مخفیہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی البیظ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں جو واقعہ معراج کو عادت، خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷) جب مختار مدعیہ کے نزدیک سرسید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کر صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں تو خطاب علیہ الرحمۃ کے مستحق ہیں تو وہ اسی بنا پر کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ جس تو اس تفسیر پر رد مخالف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب نے جو مرجع موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قدیم فوشتوں کی بنیاد پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی سداور قصص کی وجہ سے انہیں کافر و مرتد کہتے ہیں۔ الخ یہ پچھلے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کلمے کے لائق ہیں میں خصوصیت سے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔

الجواب

جواب میں کوئی اور دلیل جیسے کہ میں نے دلائل قاطعہ پیش کئے ہیں مدعیین کر سکا صرف سرسید احمد صاحب رائد اس پر دم کرے، ان کی غلط فہمی اور مختار مدعیہ کا ان کے لیے علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھ لیا مگر مختار مدعیہ کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ اقوال سلف نہ ائمہ ہدای کی۔

سرسید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیا دار پیچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء اللہ وجود ملکہ جن شبیاطین پلصراط کہنے امور ہیں جن میں تاویلات کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور عامہ مسلمان کی طرح غافل نہیں پس سرسید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط اپنی ذاتی رائے کسی پر رجحان نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کالفظ مسلم بزرگان دین کے ساتھ مختص نہیں ہر شخص اپنے والد استادا اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام بیکانہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ۔ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم کہیں مولانا محمد علی مروتوم اس کو ان کی بزرگی اور مسلم ہونے کا اشارہ نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مروتوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کافرق نہیں۔

اولیٰ نور سید احمد نے آخری عمر میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا ہے اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تفسیر العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناو تووی رحمۃ اللہ علیہ جس میں ان کی خط و کتابت کا اکثر حصہ چھپا ہے۔ اور امیر الروایات امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور میں نے اپنے مستند اکابر سے بھی ان کے رجوع کی معتبر روایت سنی ہے لہذا لکھتے حق ہے کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے لفظ سے یاد کردوں مگر مسلمان ہونا اور چہرے۔ اور مسلم ہونا اور۔ بول اگر مرزا صاحب کی الی کفریات سے کوئی توبہ اور اس سے رجوع مختار مدعیہ دیکھا

دیتا تو ہم مرزا صاحب کو بھی مروج - علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی نام والقباب سے یاد کرتے -

دوسرے یہ کہ سرسید احمد صاحب مروج کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ ہو گئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرک فی الرسالہ کا ارتکاب نہ کیا - جیسا کہ ان کی دوسری تصانیف نقاب براہمدیہ وغیرہ سے واضح ہے -

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو - اور خصوصیت سے طرز خطاب میں لحاظ ادب -

(تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہ نبوۃ کی ملاحظہ ہو -

”سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا“

اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے -

(ازالہ اوہام -)

جسم کو کثیف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مقابل اگر ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ دیا ہے اسے اسی مقصد سے بولا ہے کہ روایت سے روایت یا تعیین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی مجمل اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوتے ہیں مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷) - کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو -

سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے -

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۲)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحب تجربہ بتانا کس قدر کھلی ہوئی گستاخی ناقابل معفوہم ہے - پس میں نے یہ عرض کیا کہ مدار اعتراض اس مشارکت پر ہے - صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سرسید کو یہ نہیں سوچا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کائنات کا کوئی ثانی و شریک و ہمہم نہیں سمجھتے - ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں -

لہذا مرزا صاحب اس توہین اور شرک فی الرسالہ اور اس کے توہرہ نہ کرنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان دار نہ رہے - بخلاف سرسید صاحب کے اتنی کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیسا ہوا ہے -

قول مختار مدعا علیہ -

”دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ فزق مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کردوں علامہ سید سلیمان

ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ میں بذیل عنوان الخ:

الجواب

مختار مدعا علیہ نے کذب بیانی کی حد کر دی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فریق مدعا علیہ کے نزدیک مسلم عالم ہونا ایسا سفید جھوٹ ہے۔ جس کی نظیر تمام عالم میں نہ ملے گی۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ سید صاحب کا تذکرہ تک تمام کالواری مقدمہ میں مسل پر نہیں نہ یہ دیو بندی ہیں کہ اس آٹھویں تاویل کر کے کام نکالا جائے۔ بلکہ دیوبندیوں سے ان مسائل میں ان کے اور ان کے استناد شبلی صاحب کے اختلافات مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے القاسم در جدید اور العرف الشہی علی الترمذی اور تعزیرات بخاری حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں۔

پس ان کی اگر فریق مدعا علیہ پر جھٹ نہیں۔ مرزا بیوں کی مسلم ہوں ہیں اعتراض نہیں ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ نے سیرۃ النبی جلد ۳ کی عبارت صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۶ تک تقریباً ۳۴ صفحوں کی نقل کی ہے۔ جس کی غرض محض طول دینا ہے۔ میں ان کے استدلال کا خلاصہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں نقل کر کے مختصر جواب اولاً پیش کرتا ہوں تفصیلی جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) خلاصہ دلیل و ما جعلنا الرویا التي ادينك الا فتنة للناس الایۃ اور رویا عام طور سے خواب کے معنی میں ہوتا ہے۔ الخ

روایہ کے معنی کی بحث بعد میں آتی ہے یہاں تو یہ تسلیم سید صاحب رویا عین میں ہے یعنی خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف باب المعراج۔

• عن ابن عباس ہی رویا عین اور یحییٰ دسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رویا سے خواب کے معنی مراد نہیں بلکہ رویا سے رویت عین یعنی مشاہدہ بعری مراد ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما خبر امت اور صحابی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الناس بالفسیر القرآن۔ ہونے کے مختار مدعا علیہ کے نبی مرزا صاحب کے دلہنے باز اور مسلم صحابی مولوی محمد اسلم صاحب امروہی کے اصول پر ایسے

۱۔ ان کی توثیق مرزا صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ۔

”مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا خلاص و محبت اور تعلیق روحانی رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کا آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں انکی نظر بہت محیط اور دقیق معلوم ہوتی ہے اور انکی

مسلم ہیں کہ ان کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش میں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے -

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالقرآن نام دینیات میں قبوع اور مقتداء ہیں - کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مروتہ ان کے تابع ہے - خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود الخ (الفرقان مولوی احسن اسروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کا بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیئے - چہ جائے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی نثار اللہ امرت سہری و دوسرے سید وغیرہ -

عبارت سیرۃ النبی -

”صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن جنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور یا یہ کہ ان میں خواب منام اور رویا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطے سے یہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا“

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث نہ تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں - خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر بن اوفی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گزٹ کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری شریف حضرت سید اور شاہ صاحبؒ ملاحظہ ہو -

(جمید حوالہ)

بہی دیکھ لیا جائے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے - حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں -

”قد جاء في رواية شريك في هذا الكتاب او هام انك عليه العلماء قد نذب مسلم على ذلك بقوله فقدم واخذ وزاد ونقص منها قوله الخ

(شرح مسلم نووی صفحہ ۹۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے - اس میں بہت اوہام ہیں - جن پر علماء کے سخت اعتراض ہیں امام مسلمؒ

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی کر ڈالی ہے۔ پھر اگر تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کئے ہیں جن میں سید صاحب معیار اصل احادیث فرمائے ہیں اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ جس حدیث میں محدثین اوہام بتائیں اسی کو معیار قرار دینے والا حدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا۔

تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سینے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہم سمجھیں ہوئی ہیں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۲۳) روحانی ہیں پس جن روایات میں فاسیتقظ وغیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ راویوں کے متناہ اور مختلط ہو گئے ہوں۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابو جہل تکذیب کر کے ابو جہل اور سیدنا ابوبکر صدیق کر کے صدیق اکبر بنے یہ اپنی توجہ نہیں بلکہ مختل مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے (ملاحظہ ہو کتاب یواقیت والحواس ج ۲ ص ۳۵ بحث ۳۴) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا۔

تعب ہے کہ مرزا صاحب کے الہام و اقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی نادرا اور جو د کتب تلاش کی جائیں اور سرکارِ دو عالم سید الاولین والاخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلم بلکہ مسلمہ فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے۔ فیا سرتناہ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابوبکرؓ انس بن مالک، مالک ابن معصنہ الانصاریؓ وغیرہ کے جس قدر حوالے مسند احمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے سب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ۔

دلائل پہنچتی ہیں ایک روایت ہے جس میں ابوسعید خدریؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبریل) آیا اور اس نے مجھے اگراٹھا یا اور میں اٹھا۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا راوی ہی جو تھا دروغ گو اور ناقابل اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سرتپا لغویں۔

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابل اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح و تعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزبان الاعتدال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال توثیق و تعدیل

منقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ ”جبرئیل نے مجھے اگر بیدار کیا اور میں اٹھا“ اس لیے اسے مجموعہ قرار دیا اور اس سے زیادہ متاثر جس روایت شریک راوی میں تھے اُسے حل احادیث کا معیار بنائے بیج ہے۔ حبل الشیء یعنی ویصم۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب اُمود اور سرتاپا لغو بنانا یہ وہی پنچیریت ہے کہ عقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصولی حلالاؤ ان کا یہ بھی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک ہر ایت و عقل و روایت و نقل پر مقدم ہے (جو اصول یورپ کی تاریخ نویسی کا ہے) اور ہم اُسے نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اُسے درست مانیں گے کیونکہ روایت نقل صحیح و روایت عقل کی کوئی پر مقدم اور افضل ہے۔

قول سید صاحب

”ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۃ اسرار میں حضرت حن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سورہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حن بصری سے آگے نہیں بڑھتا“

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حن بصری نے قاعدہ باندھا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ انکا نام نامی زبان پر نہیں لاسکتا (مراد زمانہ حجاج ظالم ہے جو حضرت علیؑ کے نام لینے پر نقل کرتا تھا) ملاحظہ ہو خلاصۃ التہذیب صفحہ ۷۷ حاشیہ اور اتحاف الفرقۃ بوسل الخرقۃ لیسوطی صفحہ ۲)۔

پس اصل سند یوں رہی کہ مدار سلسلہ صوفیاء کو ام حضرت حن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر د عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

قول سید صاحب بحوالہ مختار مدعا علیہ

بہر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطے سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزد گوار معراج کو روحانی اور رؤیا و صلوٰۃ کہتے ہیں صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۶ پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں رد کیا ہے تا الحن البصری و نحو ذلک الخ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے پہلے سے کہ معراج میں آپ کی روح بھائی گئی اور آپ کا جسم گواہ نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔
الجواب

جو کہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلط ملے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ ”ما فقدت جسم رسول اللہ ﷺ لیلۃ المعراج“ کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر میں نے کم نہ کیا یعنی رستہ پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نقل کرتا ہوں فصل جواب ملاحظہ ہو۔

قول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کے اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہؓ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں۔

(ازالہ اوہام کلاں ۱۹۱ کلاں خور د صفحہ ۳۴)

دوسرا سوال۔

”اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ بیت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک ریوڑ صالحوں تھے۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا منفقہ مجمع علیہ مسئلہ ثابت فرما رہے ہیں صرف جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا سہارا لے رہے ہیں۔ پس اگر میں نے عقلی دلیلیں درآپہ و رد آپہ ان کا یہ بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعی حجتہ اور اس کا منکر بلاشبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ایک مکمل ماخذ ۳۳

(حدیث عائشہؓ)

باعبار سند اور روایت تنقید کے یہ حدیث بالکل غلط بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ناقابل اعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو زقانی
شرح مواہب مقصد خاص ج ۲ صفحہ ۴۔

وحدیثا هذا ليس بالمشابته عزمنا كما في متنه من العلة القادرة و في سنده من انقطاع راوي مجهول
وقال ابن دحيبة في التنبير انه حديث موضوع عليها وقال في معراج الصنف قال امام الشافعية
ابو العباس ابن شريح هذا حديث لا يصح وانما وضعه دد الحديث الصحيح ----- وكان المعراج لمحمد
الروح جميعا زقاني شرح مواہب مقصد ۵ ج ۲ ص ۴۔

اس حدیث عائشہؓ کو لکھ کر زقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہرگز ثابت نہیں
اس کا متن بھی سخت محلول ناقابل اعتبار ہے اور سند بھی سندیں ایک راوی کا درمیان سے پتہ نہیں (کہ دیندار نکھایا بیدیں)
ایک مجهول راوی ہے (نہیں معلوم معتبر ہے یا غیر معتبر) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یقیناً موضوع اور گھڑی ہوئی ہے
امام شافعیہ امام ابو العباس ابن شریح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل غلط ہے اور صرف معراج جسمانی کی اعلیٰ صحیح حدیثوں کو رد
کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے بہر حال معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی“ زقانی ج ۲ صفحہ ۴۔
اتنے بڑے بڑے مسلم ائمہ حدیث کا یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ان سے ثابت ہی نہیں صرف یہودیوں کے اختراع و
ایجاد ہے۔

صحیح حدیث حضرت عائشہؓ اس کے خلاف ہے

اخبرم الحاكم وصحيحه وابن مردويه والبيهقي في الدلائل عن عائشة ؓ قالت لما اسرمت بالنبي
صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك فادقنا من فعلن كما نزل امنوا
به وصدقوه وسعوا بذلك الى ابى بكر ----- قال نعم افي اصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه
بنحو السماء في عدده او روحية فذلك سمى ابو بكر الصديق .

(درمنثور ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵)

حضرت عائشہؓ سے با - یہ صحیح حاکم ابن مردویہ بھی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (باید نہ کرے) مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ تمہارے
دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں (آخر میں ہے کہ) صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اس کی تصدیق
کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستحبہ واقعہ نقل میں نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس کی تصدیق کیونکر کر

اسی پر آپ کو صدیق کا لقب باگاہ نبوت سے عطا ہوا۔ (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۸)
 ملاحظہ ہو کہ اگر خواب ہی تھا اور معراج جسمانی نہ تھی تو بہت سے مسلمانوں نے مستحور سمجھ کر ازناد کیوں اختیار کیا۔
 اور صدیق اکبر نے تصدیق میں کیا، نوکھی بات کی جس پر صدیق کا خطاب ملا۔
 حضرت صدیق سے بہت سی روایتیں صحیح معراج جسمانی کی ہیں جن کے ذکر میں طوالت ہے میں زرقانی کے فیصلہ پر انکفاء کرتا ہوں کیونکہ وہ ارباب نقل میں نہایت معتبر نام ہیں ان کی نقل پر کسی کو لب کشائی کا موقع نہیں۔

امام زرقانی کا فیصلہ

بل الذی یدل علیہ صحیحہ قولہا انه بعسد الشریف لانکارھا دو بیتہ ربہ دو بیتہ
 عین ولو کانت عندها مناما لم تنکرہ۔۔۔۔۔ الخ (زرقانی ج ۴ صفحہ ۴۷)
 یعنی حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحیح قول یہی ہے کہ معراج پاک جسم شریف کے ساتھ ہوئی کیونکہ درحضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم میں اختلاف رکھتی ہیں اگر ان کے نزدیک معراج روحانی یا خواب تھا تو اختلاف رویت
 کی کوئی بھی وجہ نہ تھی۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۴ صفحہ ۴۷)

(درایتہ حدیث عائشہ پر تنقید)

نقل و درایتہ کے لحاظ سے بھی ان کا یہ ارشاد کہ شریعت جسم اطہر کو میں نے ٹھوٹا تو بستر پر نہ ملا ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ
 اس معراج کے وقت جمالیہ صدیقہؓ کی عمر شریف بنو ل ماعلی قاری (۳) ملا اور یہ تحقیق بیچ ایک سال کے اندر ہی تھی۔
 جس وقت نہ ثویہ مشور مکس ہے نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں ان کا شب گذرنا کیونکہ چھ سال کی عمر میں ان کا
 پیغام دیگیا اور نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر ہجرت کے بعد نوے سال کی عمر میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر قدم رچہ
 فرمایا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ کسی نے اپنے طور پر خلاف واقعہ بنایا ہے۔

امور تنقیح طلب۔

- (۱) معراج کا سنہ کیا تھا۔
- (۲) جنابہ صدیقہ کی عمر اس وقت کیا تھی۔
- (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اول اول کہاں اور کس سنہ میں تشریف لے گئیں اور محرم رات تھیں۔

(جواب ثبوت،)

اول کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعین سنہ معراج میں پوڑہ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کانی اختلاف

نفسیل -

(۱) قبل نبوت (روایت نہ شریک)

(۲) نبوت کے ۱۵ ماہ بعد -

(۳) نبوت کے تین سال بعد - قول ابن اسحاق -

(۴) نبوت کے پانچ سال بعد - قول امام زہری -

(۵) مکہ اور قبائل میں اسلام شائع ہو چکا تھا (ابن اسحاق)

(۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ - ۱۱ ماہ - ۱۲ ماہ - ۱۴ ماہ - ۱۵ ماہ - ۱۷ ماہ - ۱۸ ماہ قبل اٹھواں اقوال یہ ہیں پس تیسرا تو یہ ہوئے ۱۴ سال قبل -

(فیصلہ)

بادیود اس اختلاف کے مسئلہ کمزور نہیں ہو سکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر پرکھنے اور پڑتال کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح تر ہو جاتا ہے۔ ورنہ ناقابل التفات اختلاف تو وجود باری تعالیٰ - نبوت رسالت حجت و درج قیامت بھی میں ہے۔ پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً لفظ فیصلہ کہ معراج پاک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی۔

(نودی شرح مسلم سنہ ۹۱)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایت "درایت" نہیں آگے معلوم ہو گا نیز ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ چھٹے قول سے جو درہوں تک علاوہ روایت کمزور ہوں گے اس لیے بھی ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کرام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے؟ پے کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ -

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں -

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری -

(۲) اسلام مکہ اور قبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

نہا آپ معہ اہل و عیال شعب ابی طالب میں محصور تھے اور آپ کا مکمل بایںکاٹ تھا پونے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔

فیصلہ

امام دہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۷ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

پیدائش حضرت عائشہ رضی

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سہ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو زررقانی بر دیاتہ طبقات ابن سعد) نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شبلی میں بھی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔
پس سہ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت سہ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی جن کا چہرہ کوئی دربار رسالت سے منہ صمی تعلق نہیں نہ وہاں شب باشی ہے نہ کچھ سمجھ مگر فرما ہے ہیں کہ معراج کی شب میں نے جسم مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول درایتہ درایتہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہذا فیصلہ یہ رہا کہ تمام صحابہ کرام سہ معراج صاحب یہی عقیدہ اور اسی پر اجماع رہا کہ معراج جمالی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا ہوا اب تو اس کے جھکر کا کفر بلاشبہ اختلاف ثابت ہو گیا۔

ایک اور گزارش

اگر باوجود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کوئی تسلیم بھی کرے تو پھر اس معراج جمالی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول و تحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراج معتقد ہوئی ہیں۔

حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

تعجب ہے کہ سرزانی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر اڑ بکرتے اور اسے حجت بناتے ہیں مگر خاندان تہذیب کے رکن دین تمام امت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغلابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو در مشور نحو الہ سابق۔

اخبرہ البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل وصحیحه

عن شداد بن اوس قلنا یا رسول اللہ کیف اسری بک۔۔۔۔۔ الی ان قال ابو بکر یا رسول اللہ این کنت اللیلۃ قدر التمسک فی مکانک الخ یعنی شداد بن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح تذکرہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو رات بہت تلاش کیا مگر حضور (رستہ پر) نہ ملے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ۔
(درمنثور ابن کثیر ج ۲ ص ۷)

شفاء ناسی جیاض کے سفر ۸۷ پر ہے۔

”عن ابی بکر ہوا یتہ شداد بن اوس انه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسریت یہ طلبتک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البأرحۃ فی مکانک فلم اجدک فأجابہ ان جبرئیل حملہ الی المسجد الاقصی الخ“

یعنی صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضور کو حضور کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود نہ تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر ملے گئے تھے“ الخ۔

(شفاء شریف ص ۷۷)

ملاحظہ فرمائیں انہی وضاحت ترک کر کے موضوعات کو حجت بنانا سیدہ بنی نہیں تو ادھر کیا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبر۔
مختار مدعا علیہ بلکہ تمام مرزاؤں کو مسلم ہونا چاہیے کیونکہ صدیق اکبر نہ صرف قریشی بلکہ مایہ ناز قریش اور بعد ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے انسل ہیں
اور قریش کے متعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ نبی فی اللہ مولوی سید محمد حسن صاحب امر وہی متعم مسافر ریاست بھوپال۔

مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی فطرت بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید و دعویٰ میں کمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو۔“
(الراہ ادہام صفحہ ۳۱۱ و ۳۲۰)

فیصلہ مولوی احسن امروہی

قریش بالضرورت تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للفقہم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو۔
پس اس صدیقی فیصلہ کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے گودہ بزرگ خود مہدی و مسیح موعود کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ سید سلیمان ندوی و مولوی شتار اللہ و سرسید وغیرہ۔

نتیجہ نمبر دوم

ادپر کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد در قاتی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر برونق معراج چند ماہ کی تھی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

نتیجہ نمبر سوم

ادپر ثبات ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت صدیقہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال ہوئی جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی اور یہی وہ آپ کی صحیح معنی میں محرم راز ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعید حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)

حضرت معاویہؓ کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل کی گئی باقی حضرت معاویہؓ کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہو یا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شرب معراج جانے کا عقیدہ بلکہ حسرت سے یہی عقیدہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بنیالہ ہے ملاحظہ ہو اوزالہ کلاں صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۱۔

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معراج جسمانی کے معتقدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں۔

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

لہذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ ادا تو یہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں بلکہ مجرد ادراک قابل اعتبار ہے۔ دوسرے شہدے نبوی تک تو یہ ایمان نہ لائے تھے۔

بلکہ یہ تو ہجرت کے بہت بعد قریب فتح مکہ تقریباً ۱۲-۱۵ سال واقعہ معراج کے بعد ایمان لانے میں پھر ان کی اس دقت کے متعلق شہادت کہ آپ کا جسم شب معراج بستر ہی پر تھا یا غلط یا سنی سنائی بات ہوگی پھر صحیح ملنے پر یہ شہادت اسی معراج کے متعلق ہو سکتی ہے تو (۳۳) روحانی ہیں نہ کہ چوتیسویں سسلی جیسا کہ یواقت سے گزر چکا ۔

(شہادت حضرت ابی سفیان)

حضرت امیر معاویہ کا غیر ثابت شدہ ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع قول تو یہ حالانکہ سراسر اسباب کی تصریح کے بھی خلاف تھا مگر ان کے والد برر گواری نہایت صحیح شہادت جو ہر قل شہنشاہ، روم کے دربار میں بادشاہ کے حضور میں کی تھی نظر انداز کر دیا یہ کہاں کی دیانت ہے ۔

ابن کثیر وغیرہ میں صحیح سند سے موجود ہے کہ ابوسفیانؓ نے ہر قل شاہ روم کے دربار معراج جسمانی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ اسے مستبعد سمجھ کر متنفر ہو جائے گا اس کے سرہانے بیت المقدس کا چابی بردار موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، بادشاہ نے وجہ دریافت کی اس نے عرض کی کہ میں حسب دستور ہر وقت اوزن تاریخ یہ بتا رہے ہیں بیت المقدس کو محفوظ کرنے لگا تو کواڑ بند نہ ہوئے اعزہ سے مدد کی کامیاب نہ ہوا راہوں کو دکھایا معلوم ہوا کہ اس کا ایک پتھر نیچے سرک آیا ہے بلا ٹوڑنے دروازہ بند ہی نہیں ہو سکتا اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلا گیا صبح آیا تو آدمی کے آنے کے نشان تھے اور جس پتھر سے انبیاء سابقین اپنے جانور باندھا کرتے تھے اس میں ایک مزید حلقہ کا اضافہ اور جانور بندھنے کا نشان تھا اور دروازہ بالکل درست پتھر ہی جگہ پر تھا جس سے میں نے یقین کیا کہ سرور نبی آخر الزمان پیدا ہو چکے الھ ۔

(حسن بصریؒ کے قول کے متعلق)

حسن بصریؒ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت محض غلط وہ کسی روحانی معراج کا تذکرہ کرنے ہوں گے گو اس قول کی سند بھی ناقابل التفات ہے شفاء تاضی حیا من شمس کے صفحہ ۸۶ سے حوالہ نقل کر چکا ۔ جس میں حضرت حسن بصریؒ کو معراج جسمانی بحالت بیداری میں ملنے والوں سے منسلک کیا ہے نیز ایک حدیث بھی ابن جریرؒ کے واسطے بسند حسن بصریؒ یہاں واضح گذر چکی کہ معراج جسمانی تھا اور اس پر انقطاع کا ہوا اعتراض تھا اس کا جواب بھی دیں جدیداً کہ وہ حسن بصریؒ حضرت علیؑ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ جہاں وہ انقطاع کریں وہاں حضرت علیؑ مراد ہوں گے ۔

(خلاصۃ الشہذیب حاشیہ صفحہ ۷۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کی طرف بھی انکار معراج جہانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمانؓ معراج جہانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

نتیجہ

تقریر بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بن بزرگوں کی طرف انکار معراج جہانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے روحانی (۳۲) معراجوں کے متعلق ہے جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جہانی کے متعلق جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف نہایت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

لفظ روایہ کی بحث ،

بما وجہ اس آیت وما جعلنا الرویا التي ادینا لك الا فتنة للناس کی تحت ایک حاشیہ کا اضافہ کر کے لفظ روایہ کی بحث کا اضافہ کر لیا کہ روایہ کے معنی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تفسیر الیاس۔ مجمع البحار حریری وغیرہ کے قطع برید کر کے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

الجواب

بچیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ روایہ یعنی مشاہدہ معراج کہے در روحانی و منامی۔

(بخاری باب الاسرار فتح الباری ج ۷ صفحہ ۷۱)

اور چونکہ ابن عباسؓ علاوہ ہجرت امتہ اور قرآن کے متعلق تمام امت سے زائد واقف ہو سکے بوجہ اس کے کہ قریشی ہیں ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب حریری وغیرہ کی ہمدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔

(القرآن مولوی اسحق صاحب امرہی صفحہ ۸)

پھر یہی تیسرا صرف ایک حوالہ ہدایت ہی مستند لغت سے جس میں معصومہ اول زبان یا گیا ہے پیش ہے۔

(توال لسان العرب ج ۱۶ صفحہ ۹)

قال ابن بوی وقولہ الرویا فی المقتظة قال الراعی ذکیر للرویا دھش

فَزَادَهُ و بَشَرًا نَفْسًا كَان قَدِيلٌ يَلُو هَهُمَا --- الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ یقیناً زیاد بیداری کے منہد پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر جابلی بلائی کا شعر سن میں پیش کیا ہے الخ۔
اب یہ صرف مستند و کبشنری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعا علیہ بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعا علیہ و برج مارچ ۱۳۳۳ء۔

ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص نواسہ ہے تو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی آپ نے حمۃ اللہ البالغہ میں معراج کی تحقیقت ان الفاظ میں لکھی ہے واعلمی بہ سے لے کر واللہ اعلم تک۔

ترجمہ یہ ہے آپ کو معراج میں مسجد اقصی پہنچایا گیا پھر سردرۃ المنتہی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پروردگار کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح ہر واقعہ حضرت عز قیل اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاد امت کے سامنے ظاہر ہونے میں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو ریاد میں ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم کتنا بڑا عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر سفید جھوٹ اور بدترین بہتان ہے جو نادان فقی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں خیانتیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعا علیہ ہی کا پیش کردہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

”آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سردرۃ المنتہی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا۔“

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تصریح فرما رہے ہیں کہ یہ تمام واقعہ جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں۔ پس کس قدر جرات اور دیدہ و دلیری ہے کہ ان کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اسے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعا علیہ کی خفیت حدالت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لیکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ ضویانہ

اصول پر بیان فرمایا ہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر ایسی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعۃ حرکت رفع الے السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اُس جسم لطیف کی حرکت اور سرعۃ اور رفع الے السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جواب نے معائنہ فرمائے نتائج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے اُس نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تعبیر خواب سمجھ رہے ہیں بعینہ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۴ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا اس کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند و مسلم نہیں بلکہ سخت اختلاف ہے اور نہ صرف فروعی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک اختلاف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں چنانچہ ان کے مناظرہ اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزا یوں کے مسلم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ مقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق اکثر فیصلہ میں اعلان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ کھوٹا پیسے کے آگے مر جائے گا۔ ہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔ نیز اگر خود کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں ”پس ان بزرگوں کے دلیعی شاہ ولی اللہ صاحب کلام سے جو امر ثابت ہوا ہے خاک اُسے ماننا ہے“ باقی آگے اُس کی تعبیرات کا دست بڑھنا انکی غلطی ہے خود ان کی جماعت اعلیٰ نے اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے اور اس سے ان کے ایمان میں شبہ کیلئے اُس تنقیدی رسالہ کا نام انکا ثناء اللہ جمیع اجزاء امنت باللہ ہے پس جب اُن کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہوگی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرخی و پیدنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

”اسرار اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بحسبہ الشریف ہوئے ہیں۔“

پس جب مصنف کا واضح مذہب اس پیدنگ سے معلوم ہو گیا تو عبارتیں قطع برید کر کے مدعا کے خلاف نکالنا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سرسید اور سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بنایا اور مخالفین کے خوف سے تاویلیں کرنے لگے جیسے کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کر توہین پر اتر آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ و ائمہ نے معراج کو اس بسم غفری سے تسلیم نہیں کیا؟“

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کریں گا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۴۱ -

(۲) نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱ -

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳ -

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲ -

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم تصریح فرمایا ہے ہیں کہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ و ائمہ معتزلین و متزین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ ریک تادیلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام صحابہ کا متفقہ اجماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج جسم سمیت ہوئی (ازالہ کلال صفحہ ۱۲۱ و ۱۱۹) خوالہ معہ اصل عبارت گزریں گا اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلادلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۴ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک معراج جسمانی کے اور آنحضرتؐ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حماۃ البشری وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذوالوجہ پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اُس میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنے کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور جزو ایمان ہو گئے لہذا اس کا کیا اعتبار میں نے تو صریح تو ہیں اور انکار کا تو الہ اذالہ اوہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے جہی تو وہ یہ بہتان انکار معراج جہانی بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز دہلویؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

”حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

از سہم تا صوب اقصیٰ می روم	گر چو احمد در شب معراج وصل
بر براق برق آسمی روم	از زمین تا سدرہ داز سدرہ بعرش
از ٹٹے سونے تہلے می روم	از فلک بگذشت و از انس و ملک
بے حجب تا حق تعالیٰ می روم	قاب قوسین است و ادنیٰ حجاب

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۴۵)

ہیچو نور باد کو خورشید کو دست اکتساب	نور شمس ان مجسم گشتہ در ذات نبی
در شب اسرار چو کر پائے ہمت در کاب	نقرہ تنگ جرج از زمہ کشد زریں نگام
۵۔ ۴۔ گشتف اسرارہ فی کفہ ۱۲۱ کتاب	سید ما دوحی گنجہ در ضمیر جسم نزل

(دیوان معین صفحہ ۶ نیز صفحہ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایست ہر نہ تا فلک در کاب خواجہ لولاکی بایست شدن (دیوان معین صفحہ ۵۵)
 باوجودیکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملا معین الدین کا شتی مصنف
 معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب
 پیش کرتا ہوں۔

الجواب

اس سوال کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع دہریدہ کرنا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا پھر حال اس کا
 پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ”ہمداد دست“ اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ
 ذیل اشعار دلیل ہیں

کیکے عاشق معشوق تویشتی ہمداد دست حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ ادست

اگر بیدیدہ تحقیق بنسگری دانی
 کہ ناظر دل منظور جان و تن ہمارے دست
 اگر تو خیزد ہستی خویش پاره کنی
 نظر کنی کہ درں زیر سر ہستی ہمہ دست
 ز جام عشق نہ منسوب خود اندر بس
 کہ دار نیز ہر بیگفت بار سن ہمہ دست
 ملکہ گرفت اشیاء نقض وحدت گشت
 تو بدعتت اشیاء نظر نگر ہمہ دست
 تعینست گلزار اعتبار ما و نیست
 اعتبار گزری کہ ما درں ہما دست (دیوان معین ص ۱۳)
 من نیگویم انا الحق یاری گوید بگو
 پون نیگویم پون مراد لاری گوید بگو
 (دیوان معین ص ۳۴)

زیادہ تفصیل کے واسطے دلیل العائن ملاحظہ ہو۔
 پس یہ ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود کا رنگ جو منکر و بخودی کہے اس میں جو بھی زبان پر جاری ہو وہ قابل موازنہ نہیں
 پس کہ اسی میں دعویٰ انا الحق وغیرہ موجود ہے۔
 دوسرا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار دیوان پاک میں ”قطر“ کے ہیڈنگ کے تحت میں مندرج ہیں اور دنیا
 جانی ہے کہ قطر وہ اشعار کہلاتے ہیں جو سب مل کر ایک مضمون بنیں اس میں قطع و برید نہیں ہو سکتی مگر مختار مدعا علیہ کی حیثیت ملاحظہ
 ہو کہ اس کا صرف آخری شعر باوجود قطر ہونے کے منفرد کیا اور باقی پیش کیا تاکہ مغالطہ دے سکے حالانکہ وہ شعر اصل معاملہ پر نہایت
 صفائی سے روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ تمام کلمات عالم بخودی کے ہیں اصل کتاب ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے تاکہ اصل بے ایمانی کا
 پتہ چل جائے وہ شعر یہ ہے۔

من نمیدانم دریں بحر عقیق
 نشتر ام اسنادہ ام یا میروم

کس قدر مدہوشی کی تصریح ہے اس سے واضح ہو گیا کہ عالم بخودی پر ہے جس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا صاحب
 وحدۃ الوجود وغیرہ کے خلاف ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ دوسرے شعر میں فرما رہے ہیں جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں۔ عالم صمد ہوش میں معراج
 پاک کے متعلق ارشاد ہے۔
 قول مختار مدعا علیہ =

”تیسری بات کہ کیا مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے
 سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی اور
 جس عبارت سے فطرت استدلال کے مختار مدعہ نے مرزا صاحب پر یہ افترا کیا ہے سہ معراج اس جم کشف رعنصری خاکی۔
 شمس... تا... مولف خود صاحب تجربہ ہے ازلاہ ابام حاشیہ صفحہ ۲۲۔ مختار مدعہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے کشتوں کے مقابلہ پر معراج کو استغفار کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ مختار مدعیہ کا دیکھنا و دانستہ عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کرنے ہے الخ۔

الجواب

یقیناً معراج کو ایک کشف بنا کر اسی قسم کے کشفوں میں اپنے کو صاحب تجربہ کہنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک توہین نہ ہو مسلمانوں کے نزدیک ناقابل برداشت توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جو معراج محمد رسول اللہ کے افسار کے منافی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک تو کھلی ہوئی تنقیص و تشبیہ بھی توہین نہیں مرزائیوں کے ایک مشہور بزرگ ال کے ارگن رسالہ نتیجۃ الاذہان قادیان کے ادیشتر قاضی محمد محمود الدین صاحب اکل فرماتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پیٹے سے ہیں عز و شائ میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکل غلام احمد کو دیکھنے قادیان میں

پھر مختار مدعا علیہ نے اس الزام و باہم کی بھی متنازعہ عبارت کی تاویل کی ہے اور حاشیہ میں اپنی طرف سے ذاتی و صفاتی کی تقسیم اور ذاتی تشبیہ کی شرط لگا گئے پھر آگے فرماتے ہیں: ”اور مرزا صاحب کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ مراد نہیں کہ آپ کو ایسے ہی معراج ہوئی جیسے آنحضرت صلعم کو الخ۔“

مطلب بالکل واضح ہے تاویل محض بیکار ہے عدالت اصل عبارت مکرر ملاحظہ فرمائیں کہ۔

صیر معراج جو کشفیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔۔۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ اور اس میں صرف کیا تاویل کریں گے مرزا صاحب تو اپنے آپ کو تمام صفات میں ال کا نقل اور بروز بتاتے ہیں اور اللہ احمد کے اصول پر پیٹے سے بڑھ کر جیسا کہ خطبہ الہامیہ و حقیقتہ النبوت کے حوالے سے آگے اپنے عمل پر آگے گاجس میں مدلل اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا ہے پھر مختار مدعا علیہ نے کشف و بیداری کی تاویل اور اعلیٰ و اصفیٰ کی بحث شروع کر دی مگر عالی جابا۔ جو بھی ہستی جسمانی نہ سہی کشفی اعلیٰ ہو یا اصفیٰ واضحی ہمارا اعتراض تو دراصل اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے پر یہ ہے جو بدستور شرک فی الرسالہ کی یقین دلیل لا جواب موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتا۔

کیا معراج جسمانی کا منکر کا فیس

و اجمعنا ان من انکر المعراج الی بیت المقدس یصیر کافرا ثم ھذا ثلثۃ اشیاء
الاسراء والمعراج والاعراب فاما الاسراء من مکة الی بیت المقدس فھذا مما لا ینکرہ
المعتزلۃ ومن انکر یصیر کافرا لان ھذا ثبت بالنص الخ (تہذیب البوالشکر صفحہ ۱۳)

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا ہیئت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء۔ معراج اعرج۔ اسراء جو مکہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کرے گا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً و صراحۃً ثابت ہے۔

(۲) و فی کتاب الخلاصۃ من انکار المعراج ینظر ان انکار المعراج خیراً
(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع احمدی شاہد روہ)
تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کر کے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔
پس دو شاہد عادل امام شہادت کے لیے کافی ہیں

طوفان نوح لائے سے لے چشم فائدہ

ددا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ابو الوفاء

گوسہ ایک حد تک اجمالی رنگ میں آپ کا مگر مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ۔

”اگر اگر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔“

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر ہوتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر عرش ادرلا مکان تک پہنچنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا کہ سوائے کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے ساتھ یہ واقعہ ہو۔

مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پہلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر درد زہ کی شدت سے نو ماہ بعد تنے لکھور کے نیچے جانا اور پھر اپنے سے خود ہی پیدا ہونا ادویوں ان کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا قرین قیاس اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

ہست او غافل ز راز ایزدی	آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی
در بر این نام من مریم نہاد	آن خداے قادر در رب العباد
دست نادادہ بہ پیران زنی، ؟	مدتے بودم بزرگ میمی
از رفیق راہ حق۔ نا آشنا	ہچو بکرے یافتم نشود نما۔
روح عینے اندران مریم دمید	بعد از ان آن قادر در رب مجید
زاد زان مریم مسیح ابن زماں	پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان

نہیں سبب شد این سریم نام من زانکہ سریم بود اول گام من
بعد ازان از قلع حق عیضے شدم نذر جائے سریمی برتر قدم
این ہمہ گفت است رب العالمین گرنیبانی براہین راہین
حکمت حق را زہا دارو یلے نکستہ مستور کم نہد کسے
خیر ہیں ان کے ذاتی عقائد سے اس وقت سرکار نہیں۔

معراج کے متعلق عقلی طور پر قابل غوامور

(۱) سرعت حرکت - (۲) ارتفاع جسم خاکی (۳) کوہ تار در مہر پیرا زہر بل ہوا کا حائل ہونا (۴) آسمان میں شگاف و خرق الیقام کیونکہ ہو سکتا ہے (۵) شق صدر (۶) رویت باری (۷) رویت انبیاء (۸) رویت جنت و دوزخ وغیرہ تفصیل تو اس موقع پر ناممکن ہے اجمالاً گزارش ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ عقل سلیم کو اس کے بارہ کرتے میں متامل ہو بلکہ میں تو مذہب اسلام اور ان کے تمامی جزئیات کو تبصریح قرآنی نظرۃ اللہ اور عقل کے مطابق سمجھتا ہوں مگر نظری ہوں گے یہ معنی نہیں کہ انہیں سرف عقل سے ثابت کیا جادے۔ ثابت تو وہ نقل ہی سے ہوں گے البتہ سمجھے عقل سے جائیں گے۔

اور عقل بھی تقسیم کیونکہ ایک تو عقل نظری ہے اور ایک مخصوص ماحول سے متاثرہ سوسائٹی شرائع اور احکام عقل نظری کے مطابق ہیں نہ سوسائٹی کے جس کا فرق واضح ہے مثال سے واضح ہو۔

ایک بدری کی عقل یہ ہے کہ البعبیرۃ تدل علی البعبور والافار علی المسیرۃ لہ کہ ایک میگنی اوزٹ کا اور قدم کے نشان قائلہ کا پتہ دیتے ہیں پس یہ زمین و آسمان وغیرہ ایک علیم وغیرہ کا پتہ کیوں نہ دیں گے اور ایک دہری کہتا ہے الہی الاحیاء تناد الدنیا موت ونحی لما یملکنا الا الدھو کہ خدا کوئی نہیں سب دہر و زمانہ و گردش زمانہ کے کرشمہ ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ ایک کسی شئی کا امکان یعنی ہو سکتا ہے اور ایک وقوع یعنی حقیقت ہوئی بھی یا نہ۔ عقلی دلیل تو صرف ہو سکتے پر قائم ہو سکتی ہے باقی یہ امر کہ ہوتے بھی یا نہ صرف روایت اور نقل سے مل سکے گی۔

نمبر وار مرتب اجمالی جواب

(۱) ”سرعت حرکت“ اس کے امکان میں کہ ان کی آن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک فرش خاکی سے عرش تک کیونکہ پہنچا۔ نہ فلسفہ قدیم یونان کی بنا پر کوئی اشکال ہے اور نہ جدید سائنس کے اصول پر۔

فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آتشاب کی ٹیکہ جرم شمس بتماہ طلع ہوتا ہے (ہر چہ منٹ ۱۲ دقیقہ کا وقت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے پانچ لاکھ پندرہ ہزار پچھ سو (۱۵۷۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۵۸۰۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو میل چوتھے (روح المعانی ج ۳ صفحہ ۷۷۷) پس اتنے برسے تمام مخلوق سے وزنی جسم کی اس قدر سرعت حرکت مستعد نہ ہو اور یہ الادلین بموجب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کیف بنا کر سرعت حرکت کے استوار پر معراج جمالی کو تکمیل اور کشف پہنچائے

ب سوخت عقل زہیرت کہ این بہ لوا لعیست

فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے ایک ساعت میں برق بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ زمین کے گرد چکر لگائے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر برق سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مونا گرامی فرماتے ہیں کہ
قضا گیر و قدر گیر د ازل گیر د ابد گیر
رکائش راعنائش راعنائش رارکائش را
سوار برق شد ماہی فلک اندر غار گیرش
رکائش بوسہ برپا زد ملک بوسہ رکائش را
یہ تو ان کے واسطے در مثالیں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدلہ ہیں باقی خلا پرستوں اور موحیدین کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتيک به قبل ان یوقد الیک طر فک فندما
داک مستقر اعندہ قال ہذا من فضل ربی لیبلو فی الاشکو امر اکفر ومن شکر فانما یشکر
لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کوبیر

مگر بلیقہس کے تحت منگلنے کی سیدنا سلیمانؑ نے ضرورت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہونے کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر اصف ابن برخیا نہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا فرمایا کہ میں طر فہ العین میں لا تاہول اور پیک مائتے ہی وہ عظیم الشان تخت انصار میں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر انفسائے شام میں لاپیش کر دیا تب سبحان اللہ ما اعظم شانہ بخود برہا نہ - پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اُس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے فوجباہ -

ارتفاع جسم غاکلی ،

قمری حرکت کے نفاذ سے قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جلتے تعجب نہیں ہوئے۔ چہاڑ خصوصاً وہ نمبر ۱۰۱ جو نیاہ ہو گیا ستر آدمیوں کے ساتھ ان کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند سرف گائی پانی یا پٹرول کی اسٹیٹ سے ایک عاجز انسان لے جائے اور جسم غاکلی بلکہ اجسام غاکلیہ مرتفع کر دے مگر خدا نے قادر و توانا اپنی لازوال اور بی مثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے پیسہ پاک کے جسم بلیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو یہ یوں مثل اس پر تمسخر اڑائیں ہج بریں عقل درائنسں بیاید گرست لکھم سماؤں کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی صرف تران پاک کی ایک بہت کافی ہے ۔

شہر (قرآن مجید)

وسلیمان الریدر غدد دھا شہر دس احما شہر

کہ حضرت سلیمان کے نالے حوا کردی تھی ان کا تخت ہوا بر صبح کے تیل ترین لمحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے ۔

کرہ ناریاز مہریر یا زہرلی ہوا کا حاصل ہونا

(۱) کون عقل مند نہیں جانتا کہ آگ کا جلنا ٹھنڈک کا ضرر سال ہونا ایک مخصوص وقت تک جسم کے اس میں پھنسنے پر منحصر ہے ورنہ تنور میں باورچی روزانہ ہاتھ ڈالتا ہے اور نکالتا ہے مگر جلتا نہیں ۔ پس مذکورہ بالا سرعہ پر ضرر نامکن ہے ۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ ہندوئی کی گولی تک اثر نہیں کرتی سردی کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برف کے پہاڑوں کی پیٹائش کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہری نہیں سکتی ۔ پس انسانی دوا اور لباس و ایجاد تران حضرت کو روک لے مگر وہ جنت کاپانی بو خدا نے شب سراج غسل کو بھیجا اور وہ حلقہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جبریل لائے تھے اگر کرہ نار اور زہرلی ہواؤں سے بچا لیا گیا تو استعجاب کیا ہے ۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زہریر کا دکھ دینا ضرر ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خلقت زاد نہیں بلکہ خدا داد میں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پہرہ دار سنتری خزانہ کی طرف ہانکے دالے کو روکتا اور اسرار پر گولی کا نشانہ ضرر اور جہنم بناتا ہے مگر شہزادی فرمان یا شہنشاہ وزیر اگر کسی کے ساتھ ہو تو بجلتے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجا لاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یا ناکہ کوئی بودا و سلا ماعلیٰ ابراہیمہ اور کسی کے ہمراہ جبریل زید القوی دومرتہ اور پروانہ راہ داری ہوا اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستلے بلکہ وہ آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے

اور ہم مسلمانوں کے واسطے آدم و حوا کا بنس قرآن اور اس حدیث سے ابراہیم و موسیٰ کا صلیہ وسلم کتابی دگ میں آنا حضرت عیسیٰ پر مائدہ و ستر خوان اترنا کافی ہے۔

آسمان کا بیٹھنا اور بڑھنا

قدیم فلاسفہ کے پاس سوائے انکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ انکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد نیچبلی آسمان میں تو شاید ناقد ہو اس خدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اور حد نظر کا نام بتاتی ہے ہمارے واسطے یہی کافی ہے کہ یقیناً لہذا الابواب السما -
کہ آسمان کے دروازے ہیں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ یہ کہ ہم نے دروازے اس میں رکھے نہیں اور عقلاً کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج۔

فتق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فنی برائی کے غیر العقول کرشمے موجود ہیں تکی دقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے۔ ”انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون“ (قرآن حکیم)

بجنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گلام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزاء اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اگر بصر عناصر سے مرکب پاکر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کرہ ناکرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں۔

پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دار میں رنج اور خوشی خار و گل سکھ اور دکھ تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور ہر نہ چاہئے جہاں صرف بھول ہی بھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا نہ ہو نہ ہو صرف خوشی آرام سکھ ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو۔

اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اور دل کا نام اسلامی اصطلاح میں جنت و دوسرے کا نام دوزخ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب ،

اب کون سوال کرے گا کہ دنیا کہاں میں بہتہ دو تو اس سے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ بغداد کربلائی مصلیٰ لندن امریکہ جاپان دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ وہ اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تمام دُنیا کے نقشہ میں ہیں سارے بیچ سکون کا نقشہ لاؤ دکھا دیں گے پس یہی گزارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دینیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خدائی نقشہ میں ہیں ساری خدائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت و دوزخ ان شاء اللہ انگلی رکھ کے بتا دیں گے۔

ملائیک و شیاطین

خدا نے دلائل کا ایک اصول سکھایا ہے کہ دنی النکم اذ لا تبصرون اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچو ایسے زیری اصول پر گزارش ہے کہ جیسے اندر شرکی سلا جنت ہے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکو کاری کی اور بُرائی اور بد کاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہوئی ضروری ہے جس میں مساویت صرف خیر اور بھلائی اور نیکو کاری کی جو شر اور بُرائی اور بد کاری اُن سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک اُن کے برعکس مخلوق ہوتی اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ وارد دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی جہاں سے واسطے قرآنی تسبیحات جنت و دوزخ جس داس ملک و شیاطین کا ہی ہیں قرآن پاک کا مطالعہ فرماویں۔ خبیہ تنبیہاں لکلی شعی ع سب کچھ اس میں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہو گا کہ میں دکھاؤں عرشِ گردن کا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوس دکھاؤ دو جواب یہ ملے گا کہ بہت تک امریکہ جاپان مخصوص پاور کے لائنس کا چشمہ استعمال نہ کر دے اسے نہ دیکھو سکو گے پس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبدالقادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے نہ استعمال فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور چار ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ہے لہٰذا کشف الغطاء لہٰذا اذ دنا یقیناً مشاہدہ پر کوئی اضافہ نہ ہو گا۔ (رد بیت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب یواقیت والجاہر ج ۱ صفحہ ۱۱۹ بحث ۲۲ کا حوالہ دانی سمجھتا ہوں جو گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے سہ

خداوند جہاں را بے بہت دید
کلام سمدی بے نقل بشنید

دریہ تہ انبیاء

دُنَا تو انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْإِنْسَانِ تَأْكُلَ اجْسَادَ النَّبِيِّينَ (ردار فطنی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسہرہ زم کی معمولی پریکٹس سے تو انسان ادرار کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مراقبہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی دریت و ہمکامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باوجود انتہائی لطافت کے ملائک کو دیکھنے اور فرش خاک سے عرش پاک کا جلوہ دیکھتے ہوں انبیاء کی ملاقات و دریہ میں کیا استبعاد ہے۔

اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنیا میں مشاہدہ کہ کسی شہنشاہ یا کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارکنانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہو ورنہ ہو جائے۔ کٹھن والی مشین نہیں کامی پھلتے والی نہیں جینی بیسنے والی نہیں بیستی۔ جو کام پورا اور ادھورا جس جگہ ہو دیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم نہ ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ جیسا شہنشاہ مطلق اور سید الاولین و الاخرین خاتم النبیین جیسا حبیب پاک صاحب لولا کہ سنی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلے نہ سردی سنائے نہ ہوار کے نہ آسمان اور زمین یا چاند سورج دن و رات ساعات و لمحات زندہ حرکت کریں تو کیا تعجب نہ تو کوئی وقت لگنا چاہیے نہ کوئی گزیر پہنچے گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اللہ بصیرت مند ہے اس کا کیا علاج۔ ہے

تہی دستان قسمت را چہ سواد را بہر کامل

کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

نفس مسئلہ معراج پر ایک کلی عقلی دلیل

انسان کے دو وجود ہیں ایک جسم جس کی ترکیب اجزاء عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقا و ارتقاء بھی عنصری اشیاء سے متعلق ہے۔ دوسرا جزو روح ہے۔ جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے جس کا ہیں کا حق علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے۔ کہ انسانی اعضاء کی منکم ما میں تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر آکر اسے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے وہ مومن تمام انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے۔ یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مرد سپر و زیریں کے لائق ہی بناتا ہے پس

انسان دراصل بدن ہے۔ اور جسم اس کا کدہ ہے۔ یہی حرکت بظاہر تو انجن کرتا ہے مگر محرک اسٹیم ہے ملائیم انجن ایک انجن حرکت نہیں کر سکتا اور اسٹیم سے ہی کام کرتا ہے۔ اسی اسٹیم کا پاء اور جب زیاہ ہو جاتا ہے۔ تو مسلم انجن مکڑی اور دھات کافی بوجھ اور کٹنے انسانوں کو اٹھا کر ہوا بر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی طرح انسانی روحانیت کا اسٹیم جب زیادہ تیز اور طاقت ور ہو جاتا ہے۔ یکا ذریعہ یا یعنی عوہو لہر تمسہ ناز نور سے شوس۔ تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے جس چیز کو انسان جیسا عاجز و بے بس اپنی ناقص عقل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک لے جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر و توانا اپنی نامحدود قدرت اور لفظ کن کو کام میں لا کر تیز محدود جگہ تک پہنچا سکتا ہے۔

جب انسان مثلاً ہالکڑی آدمی وکیل اڑایا جاتا ہے۔ تو یہ خدا کی قدرت میں دوکر ڈر و دستگیر و وارپ اور و ماقدور اللہ حق قدرہ سے غیر متناہی مسافت پر لے جاتا ہے۔

اے بر تراز خیال و قیاس و گمان ہم
وا ز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
و قدر تمام گشت و پیا یاں رسید عمر
ما بچان در اقل و صف تو ماندہ ایم

(دفعہ پر دلیل و شہادت)

امکان یعنی ہو سکتا تو محمد اللہ شہادت ہو گیا۔ صرف یہ باقی رہا۔ کہ ہوا بھی یا نہ اس کے واسطے معتبر و معنی شہادت پیش ہیں۔ کیونکہ دفعہ پر سوائے شہادت کے کوئی عقلی دلیل ہی ناممکن ہے۔

(خدا کی شہادت اللہ شہید بینی و شکم)

سفر عراج کی تین منزلیں ہیں۔

(۱) بیت اللہ الحرام مکہ سے بیت المقدس شام تک۔

(۲) مسجد اقصیٰ سے مدرۃ النبیٰ تک۔

(۳) مدرۃ النبیٰ سے لامکان اور تقرب خاص تک۔

خلاصہ جواب

بس پشمن اپنے اندر الوہیت بتاتا ہو اور خواہ الہیت حالانکہ گواہ مدعا علیہ صلہ جرح سے مراد حق میں تسلیم کر چکا ہے کہ خدا کے سوا کسی میں الوہیت نہیں پائی جاسکتی اور یہ کہنے کے خدا سے بچے یہ کہنا کہ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے اور خدا سے پاک کے نہ صرف بیشمار باتحوذ پاؤں بلکہ کھینچے ہوئے مصرع لفظوں میں باری تعالیٰ میں طول و عرض کا قائل ہو اور برے خفرو میں سے یہ کہنے کے خدا کو میرا نام لینے سے شرم و انکسار ہوئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا جس کے خلیق یہ اعلان فرمایا کہ مرزا صاحب کے آنے سے قبل خدا (عیاذ باللہ) ناکام اسی طرح خاموش بیٹھا جیسا کہ صیاد جال پکا کر بیٹھا رہتا ہے جو خدا پر یہ بہتان عظیم باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا کہ تیرا کام پورا ہوگا اور میرا پورا نہ ہوگا جو خدا کا اپنی طرف سے نیا نام خلاف شرع عاج تجو بزرگ کے شرک فی الاسلام کا ٹکڑا ہوا اپنے کو خدا کی توحید و تعریف کی طرح اس سے مقرب سمجھتا ہو خدا کے اہل کا جو انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن ذیہ کن میں ہے شریک و ہم ہوا اور اپنے لیے خدا پر یہ بہتان باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا انما امرہ اذا ارادت شیئاً ان تقول لہ کن ذیہ کن کہ اے مرزا صاحب آپ کا امر اس سے سوا نہیں کہ جب کبھی بھی آپ کسی چیز کا ارادہ کریں اور نہ کہیں وہ ساتھ ہی نے الفود ہو جائے جو اپنے کو یوں کہے کہ گویا یہ بیشک خدا ہو ہو آسمان سے اتر آیا جو اپنی پیش گوئیوں پر کثفی حالت میں خدا سے دستخط کرانے اور زائد روشنائی بچھڑکے جو عالم محسوس میں اس کے کرتے اور ٹوپی پر نمودار ہوا اور پھر اس سرخ داغوں والے کرتے کو خدا تعالیٰ شانہ کی روشنائی سے اکودہ سمجھ کر تبرک بنا کر رکھیں اور یوں خدا کے مجسم ہونیکے عقیدہ کی عملی تکمیل کر دکھائے۔ جو اپنے آپ کو فخر کے ساتھ اُس بیٹے کا باپ سمجھے جو ہو ہو آسمان سے خدا ہو کر آیا ہے جس کے الفاظوں میں خدا کا یہ قول ہو کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی اور جو اپنے نام (غلام احمد) کو جو مشعر عہدیت بھی ہے خدا کا سب سے بڑا نام قرار دے اور خدا کے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی طرح انت اسی الاعلیٰ کا قائل ہو جو خدا کی طرف پیداری و خواب کو منسوب کرے اور جو ایک نئے خدا کا قائل ہو اور بھی کہی اپنے اندر صفات اور قوۃ صلاحیۃ اعیانہ افناء کی بتائے زمین و آسمان کی خلق پر اپنے کو قادر پائے اور وہ لفظ ولذہ جس کی خدا کی طرف نسبت کرنے سے منہ ترقی آسمان منکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو جائے زمین شق ہونے لگے پہاڑ بربزہ ریزہ ہونے لگیں۔

لیکن فخر و بیان سے بہت نسبت استعمال کرے اور اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ عیاذ باللہ خدا جانے کیا ہے کیا عادی اور پھر ان و سادہ پر یہ ناز ہو کہ یہ سب وحی و الہام الہی ہیں ما یطہق عن المرء ان ھو الا وحی یوحی کے مصداق ہیں نہ صرف یہی بلکہ قرآن پاک کی طرح بلا فرق ایک ذرہ پاک و منزه اور قابل ایمان سمجھے۔

چونکہ معراج پاک کو تمام کائنات عالم انسان جن و ملک زمین و آسمان کے واسطے آیت اور نشان بنایا تھا لہذا پہلی منزل وہ رکھی جہاں ہمک وہاں مخاطب انسانوں کا ٹنگ و دو اور جتنی ان کی دنیا تھی تاکہ اس کو وہ جانچ پڑتال سکیں اور اُنکے کو اسی پر تیس کر لیں۔
 دوسری منزل جن و ملک کی جہاں تک رسائی اور سدرۃ المنتہی ہے قرار دی تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔
 تیسری منزل کا کسی کو علم نہ دیا گیا ہوا۔ کیونکہ ہوا سیکھے ہو کیا کہا اور کیا سنا۔ عقل بھی متحیر و ہم بھی خائب
 خاسر بس صرف امناً باللہ و رسولہ ہے

پہلی منزل کے جسمانی ہونے پر قرآنی شہادت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الْآيَةُ

تشریحی نوٹ - ۱

”سبح ان“، کا لفظ اہم اور نادر واقعات پر مستعمل ہوتا ہے کوئی ثواب و کشف ہوتا تو اس کی ضرورت نہ تھی
 حوالہ ”فالسببیم انہما یکون عند الامر والعظام فلو کان مناماً لم یکن فیہ کبیر شئ“ ولہ یکن
 مستعظماً۔ (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۴۱)

”و اسرخی“، اسراء کا لفظ سوائے جسمانی کے کشف یا نوم پر نہیں بولا جاتا ہے۔

حوالہ ”لأنہ لا یقال فی النوم اسرا“ الخ شفاء قاضی عیاض ص ۵۵۔

قرآن میں صرف اسی معنی میں مستعمل ہے۔ فاسد ماہلک ”ذاسر بعبادی“ مطہراً بعدہ۔ عبد صرف
 روح کو نہیں کہتے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور بلا کسی دلیل شرعی کے مجازاً روح مراد لینا یہاں درست
 نہیں۔

ثبوت

فان العبد عبارة عن مجموع الروح والجسد۔ (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۴۱) ”عبد اسرخی“ (۱۳)
 قرآن میں جب کبھی اللہ عزوجل بولا کیا اس سے جمیع روح مراد لیا گیا۔

مثلاً مہناؤنا علی عبد را ”اذ کونا عبدنا ایوب“ عبد اسرخی (۱) ”انزل علی عبدہ
 الکتاب“ ”نزل الفرقان علی عبدہ“ ”ان عبدی لیس لک علیہم سلطان“ ”کونوا عبداً لّی“
 ”الاعبادک منہم المخلصین“ ”وعد الرحمن عبداً“ ”وعباد الرحمن الذین یمشون علی

الارضی“ فوجد اعبداً من عبادنا“ ادايت الذی ینہی عبدہ اذا صلی“ انه لما قام عبداً للہ“

اھر سیکڑوں مثالیں ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

مخبر مدعا علیہ نے عبد کے معنی روح کے لینے کے واسطے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پڑھ کر مغالطہ دیا ہے کہ نفس سے کہا جائے گا کہ بندوں کی ارجاع سے لمجاؤ الخ۔

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے یہاں بھی لفظ عبادی۔ ہم مع الروح کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ قول اس سے قیامت میں کہا جائے گا جہاں جسم اور روح دونوں موجود ہوں گے زیادہ تر تین نہ تھے جلالین، ہی دیکھ لی ہوئی،“ و یقال لھا فی القیامۃ فادخلی فی جملہ عبادی الصالحین وادخلی جنتک معہم“ کہ یہ قیامت میں کہا جائے گا الخ۔

چونکہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب بھی حشر جہاد کے منکر ہیں اس لیے انہیں بھی ظہر آیا مگر مسلمانوں کے نزدیک حشر روح مع الجسد ہوگا جیسا کہ آگے اپنے محل پر آئے گا لہذا یہاں بھی عبد سے مع الجسد مراد ہوگا۔ ان تشریحی نوٹوں کی بجائے کسی تفصیلی تفسیر کا صرف صحیح ترجمہ پیش ہے۔

سبحان الذی اسرٰی عبیدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ لنزیہ من آیاتنا اقمہ هو السميع البصیر ۝

تمام اعتراضات مشکوک و شبہات سے وہ ذات الہی مبرا و منزہ ہے جس نے اپنے بند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع جسم کے بہت ہی قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ اسے اپنے عجائبات قدرت دکھائے الخ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب واقعہ کی شہادت

بخاری۔ مسلم۔ ابن کثیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ روح المعانی میں صحیح مرفوع متصل کافی تعداد میں احادیث اور اکثر صریح جسمانی ہونے کی منقول ہیں۔ چونکہ وہ مفصل اور طویل ہیں۔ لہذا حوالہ پر انکشاف کرتا ہوں۔ اور بعض اوپر برافہر کفایت گزر چکی ہیں۔

صاحب خانہ کی شہادت

روی الطبرانی عن امہانی قالت بآت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسرٰی بہ فی

بیق فوعقدته من الليل فامتنع من النوم مخافته ان يكون عرض له بعض قریشی فقتل
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبرئیل اتانی۔۔۔۔۔ الی ان قال وانما ایدید ان اخبر الی قریش
فاخبرهم بما رایت فاخذت بثوبه فقلت اذکوک الله تاتی قومًا بکذبونک وینکون مقامک
فاخاف ان یسطوبک قالت فنزبت ثوبه من یدئ شمدخبر الیهم فاقامهم و هم
جلوس الحدیث۔
(ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت ام عانی رضی عنہا کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں
نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس ڈب سے میری نیند اڑ گئی کہ یا ادا قریش کی کوئی کارستانی منہ رسائی
ہو۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہنے جا رہا ہوں۔ لیکن دوڑ کر دامن
بکڑ لیا اور خدا کی قسم دیگر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن جھٹلائیں گے اور ناحق حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
دامن چھڑا کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنا دیا۔

آپنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہو وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہ
کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اس وقت قبول ملائی تھی پیدہ ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی تھیں کس قدر ظلم
صریح ہے۔ فاعترضوا بالاولی الایصاد۔

خاندانی شہادت

جب شب معراج نبی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دو لنگہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کونکے۔ اور
آپ کے شفیق چچا حضرت عباسؓ تو بے چینی میں وادی ذی طوی تک یا محمد یا محمد یا کہتے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۳ صفحہ ۴۶۹)

شعاع قاضی عیاضؒ میں صفحہ ۸۷ پر صدیقی اکبرؒ کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ
کا ایک اونٹ جھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف بانہ دیا تھا جب قافلہ اُٹے وہیافت کرنا۔
فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ پانی سرد ہو نیکو رکھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بنائے اور تائفہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح اترا۔
(روح المعانی درمنثور ابن جریر وغیرہ)

پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے چابی بزرگ اور البوسنیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہر قل شاہ روم کے دربار میں پیش کیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملا اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر داخجم میں بیان فرمایا
فاستوی وهو بالافق الاعلیٰ - یا۔ عند سدرة المنتهی عندھا جنتہ السماوی۔
اذ یقتی السدرة ما یغشی الآیۃ
شیر کی نوٹ ان نمائندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبرئیلؑ جیسا کہ بعض کا قول ہے صرف ایک
حوالہ پیش ہے: (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۵)

”انحر ابن مردویۃ عن النبیؐ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھی الی سدرۃ المنتهی
رئی خلائق من ذہب یلوذ جہا۔ (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۰) اسی طرح اصغر ج ۴ پر بہت صریح قوالہ
موجود ہے۔

(ترجمہ) پھر آپؐ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر اُٹے اعلیٰ تک پہنچے۔ اور پھر سدرۃ المنتهی تک۔

تیسری منزل

”شردنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ - فاضی الی عبدہ ما ولحی ما کذب الفؤاد

(سورہ نجم پ ۲۷)

ما د (۱) افتما دونہ علی ما یلوی۔

(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔

(تفسیر کی نوٹ) اس امر کے واسطے کہ اس سے مراد جبرئیلؑ نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات شواہد
ابن عباسؓ کی ابن جریر ج ۴ شفاء صفحہ ۸۴ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۶۵۵ وغیرہ سے ملاحظہ ہوں۔

(خلاصہ)

الحمد للہ دلائل وبراہین کی روشنی میں عقلی و نقلی قطعی دلائل سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز، حجگاہ، قرظ، ہوائی جسم، اظہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ، ائمہ ذوالعین اور خلف و سلف سالین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خناس کبرئی سیوطی و مواہب وغیرہ سے گزرجہ کا کہ یہ خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ماننے والا منکر فی الہدایہ ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزو ثانی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہو سکتا، فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی حبیبہ وانا متوالیان۔

معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

”مختار مدعی نے مسیح موعود کے کلمہ کے جزو ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔
 له خست القمر المتعبد وان لی «عسا القمر ان المشرق ان التکر» کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقوی طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمر در کر کے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہذا مرزا صاحب کا فرہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں“

الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں دھمال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ ورنہ وہ اس طور پر توڑ موڑ کے میرے مدعا کو مضبوط نہ کرتا۔
 جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلا وجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابل برتھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں جو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو چیز سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ بوقت اقرار ہے۔ وہ اپنے واسطے کم از کم دو چندان اور اس سے زائد دور وازناہت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ جو اسٹہ بجا کر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اس اعتراض صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتلایا۔ جو اس

کی نائف اور گھٹا تبیر ہے۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کر کے اپنے واسطے اُس جیسے آسانی و دو نشانی یعنی خسوف قمر اور کسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا قرار دیا۔ اس مقابلہ میں سخت ترین قوانین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ کنی القمرو فلان اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اُس کا استخفاف کیا۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور اپنے نشان سے کم کر دکھایا۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعیہ نے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شعر مرزا صاحب کے ترجمہ سے پیش کر دیا جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں مگر ملاحظہ ہو

لہ خسف القمر المنیر والی

غساق القمر ان المشرقان انتصر

ترجمہ: مرزا صاحب کہے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا قصص الحجاز ص ۷۱۔

ملاحظہ فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان صرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان قرار دے کر کسی طرح ٹھٹھا سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس کے مقابلہ کی تعالیٰ نے جن وانس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ بہ امر یقین اور عقیدہ کے حرکت ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ تا قیامت اس کی نظیر ناممکن ہے، مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا نشان چاند گہن ہوا جو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو۔ اور یہ حقیقت شق القمر کا استخفاف نہ ہو۔

تو اولاً یہ گزارش ہے کہ وہ اعتراض تو بحال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جس قسم کے ایک نشان کا قول ہے۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شمس القمر ہی کو مراد لیا ہے اور اُسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں۔

”رہی مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے“

بحمدی لا کھ پر بھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قابل اعتراض دوا مرتھے۔

(۱) معجزہ شق القمر اور اس کا محمول کردگانا۔

(۲) آپ کے اس آسمانی نشان جیسے اپنے واسطے در ثبات کرنا۔

پہلے کا ثبوت اس سے ہے کہ معجزہ شق القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند گہن کا نام دے کر کسی قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استحقاق کیا ہے جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند گہن) نہ بتایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اُس کی مابینیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روزمرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی میں جمع کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر اور قریح اور شان اعجاز دکھاتا ہے۔ اس سے زائد تو یہن کیا ہو سکتی ہے دوسرے متعلق قمر مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔
”اُس کیلئے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔“

(تفسیرہ العجائبہ صفحہ ۷۱)

عدالت نور ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند سورج دونوں کا فرمایا ہے۔ یہی یہ مکمل ہوئی تو بہن سرکار دو عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی کہ جسکی کوئی اور مخالفت نہ کر سکا جادو تو انہوں نے کہہ دیا، مگر کسی اور میں اس جیسا جادو ثبات کسے اُس کا استحقاق استہزاء نہ کر سکے۔

میرسی مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہو گیا ہو گا۔ میرا یہ اعتراض بھی بالکل ہی لاجواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا احصاء دھڑکی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دید و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے عجز اور اس کے لاجواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

”آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے اس میں صرف اپنے غصہ اور نادارہگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دم کی میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس میں بھی عمومی تفسیر کے مطلب کو نگار ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا محدثین کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا دعویٰ اب بھی محمد اللہ مد ستور لاجواب ہے جواب جب ہوتا کہ کسی ایک حدیث یا کسی مسلم

محدث کا قول پیش کر دیتے۔ مگر یہ تاقیامت ناممکن ہے۔

کسی ایک محدث نے بھی خسوف قمر کو زمانہ بعثت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر نہیں کیا۔ اگر بہ خسوف قمر آپ کی بعثت کا کوئی نشان ہوتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”اُس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا“ تو کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی محدث کے قول میں تو ہوتا۔

مختار مدعا علیہ کی احادیث نبویہ یا سیر اسلامی پر اتنی نظر کب تھی کہ انہیں کوئی ایک حوالہ مل جاتا میں حوالہ پیش کرتا ہوں ”ولہدینکوا احد من المحدثین خسوف القمر فی عہدہ علیہ السلام الخ“ کسی ایک محدث نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے کہنے کا تذکرہ نہ کیا۔

(العرف الشدی علی الجامع الترمذی صفحہ ۳۵۵)

دعویٰ تو یہ تھا کہ اس کا نشان میں جیسا کہ مرزا صاحب بتا رہے ہیں ثابت نہیں۔ کیونکہ اتنا بڑا نشان ہو۔ اور محدثین جنہوں نے استیجاب تک کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ اس کو نظر انداز فرما دیا ہیں۔ تو بحمد اللہ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

مزید فائدہ کے طور پر یہ بھی ذکر کر دوں کہ حدیث کی کتابیں تو اس تذکرہ سے خالی ہیں۔ علاوہ بریں کتب سیرت بھی اس کا تذکرہ عام طور پر نہیں۔ اب جو دیکھ وہ احادیث کی طرح قابل استناد نہیں ہوتیں۔ صرف سیرت ابن حبان میں ایک قول اس کا موجود ہے۔ جس کو محدثین نے ناقابل اعتناء قرار دے کر قبول تو کیا تذکرہ تک بھی نہ کیا۔

ماہر فرنی ریاضی محمود شاہ فرسادی نے مستقل اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں خسوف شمس کا ایک مرتبہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونا ضرور مذکور ہے۔ مگر خسوف قمر کا اس میں بھی تذکرہ نہیں۔

(العرف الشدی صفحہ ۲۵۲)

ہر حال میرا یہ دعویٰ کہ چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا بالکل لایجاب رہا کیونکہ اگر نشان ہوتا تو محدثین عظام کیوں ذکر نہ کرتے نشان تو خدا کی طرف سے اظہار ہی کے واسطے ہوتا ہے اس کا پوسیدہ رہناباری تعالیٰ کے منشاء اور غرض اظہار نشان کے سراسر خلاف ہے لہذا نشان ہونا تو کسی طرح ثابت نہ ہو سکا اور نشانوں سے ناواقف نہ صرف مختار مدعا علیہ کی ثابت ہوئی بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب بھی اس سے یکسر ناواقف ہیں۔

اصول ریاضی کی آڑ اس کا جواب

میرے مطالبہ کے مطابق مختار مدعا علیہ جب کوئی ثبوت نہ لاسکا کسی حدیث کی مستند کتاب کا حوالہ نہ لاسکا تو یہ کہہ کر مسکدہ کو دلانا چاہا کہ علم حیثیت دورہ ارضی کے قانون اور طبیعیات کے خلاف ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں خسوف قمر نہ ہوا اور پھر اس کے ساتھ

مختار مدبرہ کے حق میں گواہی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب ایسے لفظوں میں نہیں دے سکتا کہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کر کے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے بھر مکر پر پڑنے لگے۔

”علم ہیئت و ریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ“

”اُس کے بواب میں یہ کہنا کہ ایسا قیاس میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں“

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۱)

پس ایسی ہی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا۔ کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ غدرات بالکل فضول میں۔

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۲)

”علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس تہجد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جس کے ہمیشہ کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔“

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد حمد و استعارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں۔

”اب کوئی ہیئت دان بتلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔“ (صفحہ ۴۳)

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرات کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبیعیات اور دورہارضیہ کے قانون سے حد درجہ ناواقف اور غافل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون رد ہو جاتا ہے۔

ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبیعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الہیات کے اکثر قواعد کلیہ جو خلاف شرح ہیں۔ ایک تخمینہ اور اٹکل سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قابلیت کے اظہار کرنے اور مختار مدعیہ پر بدزبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شق القمر اور آیت اقتربت الساعة والشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شق القمر کے کوئی اور شق قمر قمر چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شق القمر کو ایک راوی حضرت عقیل بن ابی رباح نے بیان کیا ہے۔ جس کے متعلق وہ مفسر صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں۔ کہ ”اسیاق الخبر غریب“ کہ اس حدیث کا سیاق غریب ناقابل قبول ہے یعنی اولاً یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا کہ معجزہ شق القمر چودہویں شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چودہویں کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ کا مدعا یا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں۔ محض مغالطہ ہے اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق القمر جو وہی شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ بابہ النزاع ہے۔

بہتانِ عظیم

صاحبِ روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوفِ قمر بتا رہے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تاویلِ حسن پیش کرنے کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے اُن کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ کے دیو و انس پر پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع و برید کر کے پیش کر دی اصل عبارت صاحبِ روح المعانی ملاحظہ ہو۔

۱) انفصل بعرضه عن بعض فصا فرقتين وذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صرح من رواية الشيخين وابن جرير عن انس ان اهل مكة سألوا عليه الصلوة والسلام ان يريهم آيته فاداهم القمر شقتين حتى راوا حراء بينهما واخبر ابو نعيم من طريق الضحاك عن ابن عباس ان اهل اليهود سألوا آيته فاداهم الله تعالى القمر قد انشق لا يعول عليه - وفي الصحيحين وغيرهما من حديث ابن مسعود انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ففالت قرين هذا مع ابن ابى كبشة فقال رجل انتظروا ما ياتيكم به السفار فان محمد الا يستطيع ان يسحر الناس كلهم فجام السفار ف خبروهم بذلك كراهة ابو داود والطحاसी وفي رواية البيهقي فسالوا السفار وقد قدوا من كل وجه فقالوا راينا فانزل الله تعالى اقتربت الساعة وانشق القمر الآية

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۷)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غارِ حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور جو ابی نعیم نے صحاک کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضرتؐ سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے در سے تو آنحضرتؐ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہو! ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرتؐ علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے اس پر یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہ (آنحضرتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا کہ مجھ جادو اور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابو داؤد اور طیالسی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف و جوانب سے آئے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے بھی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعة الیہ۔

والاحادیث الصحیحة فی الاشتقاق کثیرة و اختلف فی تواتره فقیل هو غیر متواتر فی شرح المواقف الشریفی، انه متواتر وهو الذی اختارہ العلامة السبکی قال فی شرح المختصر ابن الحاجب الصحیح عندی ان اشتقاق القیم متواتر منصوص علیہ فی القرآن روی فی الصحیحین وغیرہما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی تواتره انتہی باختصار

وقد جاءت احادیثہ فی روایات صحیحة عن جماعة من الصحابة منهم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والنس بن مسعود و ابن عباس وغیرہم۔

روح المعانی ج ۹ ص ۳۴۲

یعنی اشتقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے تواتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح مواقف شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شمس و القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے تواتر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت انس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات نے نہ صرف معجزہ شوقِ القہر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہو گیا کہ یہ اسی طرح نصِ قدس کی اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں در نہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔
 ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے حیانہ نقل کیا اور صاحبِ روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لئے نقل کیا تھا اسے اُن کا اصلی مذہب بنانے کے اُن پر بہتانِ عظیم باندھا اور اُس میں یہی کتنے مغالطہ دیئے۔ جس سے اُس کی نقلِ مذاہب کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ بلاوجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراء منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ یہ بیانیہ متعدد مرتبہ عدالت کے دربروا چکیں۔

اس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا کہ معجزہ شوقِ القہر کوئی استعارہ یا نظرِ ہندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ دراصل یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا۔ مگر آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طرزِ پختہ ساز کہ وہ ”حرار“ بھی اس کے درمیان میں آگیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند کے پھٹنے اور بڑھنے میں قربِ قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعة والشوقِ القہر تفسیر ہے ہیں کہ قیامت قسریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر دو حصہ آیتہ کریمہ کے ربط پر شاہ ولی اللہ صاحبِ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا علیہ اور بعض دیگر معصنین اس مغالطہ کی سستی میں نہیں پکڑا اور اصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظرِ ہندی تھی یا ان اکابرینِ کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں جب کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذاتِ گرامی کے واسطے وہ مغلّ منفذ کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت میں ہوجا تو پھر گیس یا شمع کی لاٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو اختتامِ جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ یہ منشور سامانِ مجتمع کر لیا جائے و دراصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سبیا زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کا نیلگوں شامیلہ اُس پر تانا اسے مختلف رنگ کے چھوٹے بڑے ققمقوس سے آراستہ کیا اس میں روشنی کے دو چنڈے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز آواز تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آؤ تم سے عیسے علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لیے بھیجے۔ انبیاء کے ہمراہ دعوتی خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور بدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونقِ افروز جلسہ ہوئے۔ اور پیغامِ الہی اور خطبہ صدارت تو یہ صدارت سب تک پہنچا دیا۔ اور جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری ہو چکی۔ تو صدر کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامانِ منشور کے مجتمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت انا و الساعة کھاتین یعنی میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی لیے ہادی قتلے نے انشقاق قمر کے ساتھ اختربت الساعة لگایا۔ کہ قیامت قریب لگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شق القمر کی اور تائید مزید ہے۔ کہ انکار۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے۔

آراہم القمر فرقتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ جوئے تھے۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے۔ یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض پیدہی اور بجزات کے انکار کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔ یعنی آپ کے اجماع سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے۔ کیونکہ انشقاق قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

مرزا صاحب اور معجزہ شق القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شق القمر میں بھی حسب عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور دلیل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں۔ کہ ذو معنی مشتبہ الفاظ بولے جاویں۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو۔ اور سے

خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی

کوئی ایسا قسیر نہ چاہتا ہوں

کا مصداق جو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں۔

(۱) سرمہ چشم کریمہ۔

(۲) آئینہ کالات اسلام۔

(۳) چشمہ معرفت۔

مگر غائر نظر سے معلوم ہو گا۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا۔ معجزہ شق القمر کا اقرار و اثبات بڑے شد و مد سے اسلامی پیرایہ میں ہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ پھٹکی ہے۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے۔ چنانچہ سرمہ چشم اربہ مرزا صاحب کی بہت مہملی کتاب ہے۔ جس کا سنہ تالیف ستمبر ۱۸۹۶ء ہے اس وقت تو مرزا صاحب حیوۃ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے اور صرف اربہ وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور انہیں کلاست اسلام فردی سلسلہ کی کتاب ہے۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی دسیہ کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ اور کفر کی بنیادیں ہمارے ہیں۔ مگر بہت ہی پوشیدہ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب سلسلہ کی ہے۔ اس میں الفاظ تو اقراری بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کو دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

”اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ اگے بات صاف کر دی ہے کہ:-

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خوف (چاند گہن) تھا جس کی قزاق شریف نے پہلے خبر دی تھی۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا۔ گو بعض کی اٹلی۔ پھر تاویل کا واسطہ یوں نکالا کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں بیش گوئی بتایا۔ تاکہ بزرگ خود انہیں استعارہ قرار دیکر تاویل کر سکیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طہر پر دھول ڈالی جاسکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی لکھی کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا۔

”اور یہ آیتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہو گا۔ کیونکہ خوف قمر و کسوف میں جو قصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا۔ کہ دراصل چاند گہن خوف تھا۔ اور خوف میں گویا پوشیدہ قصہ پھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول جایا گیا ہے۔ درجہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔

محمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنی میں خوف کا لفظ استعارہ اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اعلیٰ کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:-

”پس مرزا صاحب نے بھی خوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ“

اب اس تقریر کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لا جواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استدعا قرار دیکر ایک قم کا چاند گہن خسوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مد مقابل چاند اور سورج دونوں کا خسوف و کسوف نشان بتایا۔ پس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استحفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استحفاف اور مقابلہ توہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

سیاق و سباق کی تاویل ،

محض مغالطہ کے واسطے دو چار مابقی اشعار نقل کر دیے مگر جب عدالت غور کرے گی تو صاف معلوم ہو گا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ اور اصل اس کفریہ مضمون کی تہمید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اسرائیلیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔
 ”اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال کا وارث بیٹا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو درجہ پہنچے گا۔“
 آخر میں لکھتے ہیں۔

”پس وہ روشنی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے۔“

ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس تنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت و جلال پر ہاتھ ڈال رہے۔ کیونکہ کسی نبی پر لیا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام نبوی جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے فخر سے اسی شعر کے منقول لکھتے ہیں۔

وكان كلامه محجزاً آیت ۵۔ كذالك لي خول على النكل يهجو

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اُس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو صیب پر غالب ہے۔

قصیدہ اعجاز حمیدیہ صفحہ ۷۷

عدالت خود بلا نظر فرمائیے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ ماعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے صیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سیم قرار نہ دیں۔

مختار مدعا علیہ کی سیاق و سباق سے تاویل عند گناہ بدر از گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق و سباق سے اور اس سے بڑھ کر توہین ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نمونہ ابی اوپر عرض کر چکے۔
 قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) اگر روایتوں میں یہ خبر ہوئی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتب میں اس بات کو کافی کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم میں لکھتے ہیں ترجمہ از اشعار عربی - تیسرے پر جان قربان ہو اے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا۔

(۲) ”اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان ماہ رمضان میں سورج چاند گہن قرار دیا گیا اور وہ گہن تیرہ سو گیارہ میں وقوع پذیر ہوا۔“

مختار مدعا علیہ نے باوجود عدالت کے بار بار روکنے کے مرزا صاحب کی صداقت کا نیا مسئلہ یہاں چپا کر دیا اس میں قابل غور دو امور ہیں۔

(۱) کیا کسی صحیح حدیث میں مہدی کی یہ شناخت قرار دی گئی ہے۔

(۲) کیا صرف مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ ہوا کہ گہن اور نہیں ہوا۔

الجواب

(۱) اس نشان کے ثبوت میں مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان حدیث کا نام لے کر یہ ٹکڑا پیش کیا کرتے ہیں کہ حدیث دار قطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہ رمضان کے بارہ میں آیا ہے اس کے الفاظ ہیں

ان لم ھدینا آیتین لھن ٬ تھونا منذ خلق السموت والارض وینکسف القمر لا ٬ ول لیلۃ من رمضان و تنخسف الشمس فی النصف منه ۔

ترجمہ :- ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو ابتداء میں پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اس کے نصف میں۔

الجواب

(۱) امام محمد باقر کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف کہ اس کے دو راویوں عمر اور جابر جی کو اسلئے رجال میں کذاب اور اضعاف ثلث بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں کیونکہ چاند گہن پہلی رات کو نہیں ہوتا اور سورج گہن نصف مہینہ میں۔

علاوہ اس کے ماہ رمضان کی ان تاریخوں میں باب اور مجاہد اللہ کے زمانہ میں بھی رمضان میں کسوف و خسوف ہوا۔ جو ۳۶۷ھ میں دکھایا (ملاحظہ ہو کتاب یوزائف دی گلوبس و کتاب کانا و جبال مصنف مولوی عبدالحمک ایم بی مفتول اربعۃ الیقین

حصہ دوم برطان صریح صفحہ ۶۲)۔

پس معلوم ہوا کہ یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔
اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۵)

یہ نمبر (۵) اِنَّكَ اللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ۶۔ اور نمبر (۶) آسمان سے کئی تخت آنے پر نیز تخت سب سے اوجڑ بچھایا گیا۔ اور نمبر (۷) اِنَّا فَايَ مَا لِهَيْبَتِ اَحَدٍ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ۔
یہ تینوں الہام مختار معینہ کے بحث میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ شروع میں پسندے کو اولیاء اللہ اور صلوات امت و انبیائے اولوالعزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ اور ان کے خصوصیات میں شریک و ہمیں بن بیٹھے۔ اور تمام ان امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا جن میں نہ آدم کو شرکت کا غر فیصیب ہوا نہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پر آئندہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک طول لاطائل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

آتا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان الہامات میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرما رہے ہیں غرض اس حصہ کثیر دجی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے ہیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر چھتے پہلے اولیاء و اقطاب و ابدال پر فضیلت اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

اولیاء اللہ اور اقطاب و ابدال پر فضیلت اس میں مسلم ہے انبیاء ماضیہ پر فضیلت کا بلبلاہ اعلان ہے۔

انبیاء گریہ بودہ اند بے
من لبر خاں نہ کمتر از کسی
آنچہ داد است ہر بنی را جام
داداں جام را مرا بتمام
کم نیم زن ہمہ میر وے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(در ثانی، نزول المسیح)

پس مذکورہ بالا الہامات ثلثہ کو میں نے ایک تمہید اور نیزہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک و ہمیں بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں حب مریدین اور کوثرانہ تقلید کے مقلدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات تک رسائی کا دعویٰ کر رہے گئے۔
(اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ النبوة صفحہ ۱۴۵ ملاحظہ ہو)

لہذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا دانستہ مسلم ہے اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی نہیں حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنیاد پر ہم کہنے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ششہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں یہ کہہ کر کہ جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا پر ہی سمجھی ہے کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ انا کہ ما لہ یوت احد من العلمین یا فضلتکم علی العلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تمہارے زیادہ اور تم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پروردہ عدم سے منصفہ نہ ہو پر نہیں ایمیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی وجہ زحانی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۱۵ انوار اللہ علی کل شئ - خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور ہشیم نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھتکہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں ایمان مافی نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو اہم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن بیٹھے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہذا اس پر قیاس مع العارق ہے۔

اس الہام کے مابقی دو بعد کو قرینہ قرار دینا ہی نچو ہے کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق سے اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے آئے ہوئے۔ مختلف و متغناو معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کس میں ذات الہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اٹلی و امیب کے تحت میں خود ہی پیش کر چکا ہے کہ اس ایک الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق و سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام اہلانات کو ملاحظہ فرما کر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتی ہے۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبادت نہیں۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف اہلانات بنانے کے یکجا نقل کئے ہوئے ہیں۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترتے ہیں۔ نیز اگر مرزا صاحب مدنی ولایت ہوتے۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین شمار کرتے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مروا لیتے۔ مگر مرزا صاحب تو بزرگ خود دعویٰ دار نبوت ہیں۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیے ہیں۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب مرگزار مجازی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے۔ اور مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا اس کی کئی تختی اور کسی نبی کی تخصیص نہیں۔ اور جیسا کہ اگے معلوم ہو گا۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خصوصاً تک باتھ مارتے ہیں بس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ اہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم غزنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ظہر میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیف یمانی یا تقویٰ الایمان و عوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین ہروردیؒ کی اڈ لینا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدائے جلال و جبروت کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخلوق خدائے ہم پلہ نہیں۔ بلکہ سب اُس کھانے رنگوں میں۔ نبی والی۔ لن یستخفک المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملک تکتہ المقترجون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خدایا خدا کا بیٹا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے۔ بلکہ اتنا ہی مجر و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں۔ خود سید الاولین والاخرین امام النبیین محبوب الایمان صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما انا عبد و رسول فرماتے رہے اور اُس انتہائی مجر و انکساری و نیاز بارگاہ لیزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ جو کہ نبی ہیں۔ اور بزرگ و باطل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی تو ہیں ہے۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

پیران پیر سید الطائف عید القادریؒ غرض زبان اور قطب وقت ہیں۔ اُن کے ارشاد قدھی ہذا علی رقبۃ کلی دلی میں ولی کی تصریح خود موجود ہے۔ نیز وہ خدا خواستہ دعویٰ دار نبوت نہیں۔ بلکہ اولیاء اُمت سے ہیں۔ لہذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ باہر سے کوئی تخصیص کی گئی ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور دلی کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بطلانِ نبوت فرما چکے ہیں

انبیاء گمراہ۔ بودہ اندھے من بحر فان نہ کم ترم زکے
انچہ دادہ است ہرنی راجام دادا آن جام رامرا بنجام
کم نیم زان ہمہ بروی یقین ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

افتائی مما لحدیوت احد من العلمین .

مختار مدعا علیہ دہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آیتیں ہیں۔ اُن کی اڑ چاہی ہے۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس وہم مسلک سے ہوگا جنی کابنی سے امی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور ماسین کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزم خود مدعی نبوت ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ جابو کسی کو عالمین سے نہ دیا۔ مقابلہ پر انبیاء ہی مراد ہوں گے۔ اُن کے زمانہ کے ہوں۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ^{۸۹} دھیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں دیکھو جاکر سے میں خود مل چکا ہوں۔ اکثر سے مخلوق کتابت ہے۔ خود قادیان میں نور احمد کابلی مدعی نبوت موجود ہے) یا زمانہ سابقہ کے عرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں بچنا چاہتا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرما چکے ہیں

انبیاء گمراہ۔ بودہ اندھے من بحر فان نہ کم ترم زکے
انچہ دادہ است ہرنی راجام دادا آن جام رامرا بنجام
کم نیم زان ہمہ بروی یقین ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزدول المسیح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس سے مستثنیٰ ہوں۔ تو اس کا ازالہ اگے کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے تاکہ لوگ بدک نہ جائیں۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقتہً النبوت کے صفحہ ۱۵۸ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے۔

اُسی سبب قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔

پچھروں سال بعد وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا اس بات کا جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کی ہے۔

مرزا صاحب کا ترجمہ اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہیں مطلب کفریہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی طرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازماً ہونا تھا۔ کیونکہ تصدیقِ ارشادِ نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت و جلال و کذاب ہو گا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجل کا یہ معنی بتاتے ہیں۔ کہ اسی حدیث کے مفہوم کا نیا درجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

(۱) ”و جلال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر مسیح کے ساتھ باطل ملا دے۔“

(۲) ”اگر حق محض پر ایمان نہ کی جائے تو اس کا نام مرنی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور

چونکہ آئندہ کوئی نیامی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔“

(تبلیغ رسالت صفحہ ۳۰۰ جلد سوم)

(۸)

علمِ نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب -

”ابنِ مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سامعے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پردہ جو بہو منکشف ہو گئی۔“

(ازالہ کلاں صفحہ ۲۸۲)

یہ عبارت جس طرح سے پیش کی گئی ہے اُس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اُسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابنِ مریم - دجال - یاجوج و ماجوج کی حقیقت ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کا حقہ اُسے نہ سمجھے۔ بلکہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں اجتہاد ہی غلطی رہی۔ اور مرزا صاحب نے کا حقہ سمجھ لیا۔ اور اُن پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔ اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

(۱) کیا یہ اجتہاد ہی امور ہیں۔

(۲) انبیاء سے اجتہاد ہی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی متغیض و توہین نہیں۔

الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - دیا جو ج و ما جو ج کا علم اعتقاد میں سے ہے نہ کہ اجتہاد میں سے۔ ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔ علامات قیامت امور دنیہ ایمانیہ میں سے ہیں۔ تمام کتب عقائد میں امور اعتقاد دینیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین قرار دیئے ہیں۔ کہ۔
 ”هذه اجوبون اذا كره يحدكم دينكم الح اوكما قال صلى الله عليه وسلم انه جبريل عتے۔ تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔“

اور تمام دنیا سچی کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب۔

”لیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے الح

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزا یوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے۔ میں اس کے واسطے گواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرائی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ کہ۔
 ”فقد ثبت: نزول الحق انه دفع بجسده الى السماء والايما
 بذلك واجب۔“ (دلائل اثبت ص ۱۳)

یعنی عیسٰی کا نزول آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسد حنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

لہذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہاد غلطی ناممکن ہے۔ اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے لازم ماننا کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ یہ امور دینیہ سوائے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہو سکتے۔ اور نبی بلکہ سید الانبیاء اگر ان امور دینیہ اور اس وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں۔ تو اصلاح پھر کون کرے گا لہذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

”انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔“

اس سلسلہ میں بلا وجہ مختار مدعا علیہ نے تیسرا اس۔ فتوح الغیب۔ ہدیت الشیعہ۔ اشاعت السنۃ وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حوالے پیش کئے۔

الجواب

یہاں جواب تو دی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ فرقین کو مسلم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدا خواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الہی ان کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ منجانب اللہ انہیں اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ان کو خدا خواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزا ٹیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یا جوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کر لے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزا ٹیوں کے ادعائی باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان میں عیسیٰ کا حاصل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دروزہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی۔

آئنگہ گوئد ابن مسیم بچوں شدی	ہست اوغافل زراز ایزدی
آں خدائے قادر و رب العباد	در براین نام من مسیم نہاد
مدتے بودم برنگ مسیمی	دست نادادہ بر بیراں نئی
بچو بکرے یا فتم نشو و نما	از رفیق راہ حق نا آشنا
بعد ازاں آں قادر و رب المجید	روح عیسیٰ اندان مسیم دید
پس بہ نفیشت رنگ دیگر شریحان	نادان مسیم مسیح ابن زمان
زین سبب شد ابن مسیم نام من	زانکہ مسیم بود اول گام من

بدرازاں از نفع حق عیسے شدم شد جائے مربی بر ترقدم
 اس ہمہ گفت است رب العالمین گرنے دانی براہین راہیین
 حکمت حق راز ہا داد بے نکتہ مستور کم ہمد کے
 (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۹)

مختار مدعا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں منع دجگہ ابن مریم دجال یا جوج نہا جوج وغیرہ کی بیہکونی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سہ امور کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کر دیں تاکہ عدالت خود توازن فرمے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مد نظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کر رہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیٹا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مصرع اور ماہہ النزاع ہے۔
 عالی جاہا۔ ہمارے آقا و مولا علم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یا جوج و ما جوج کچھ کو حقیقت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الہی نے اس کی حقیقت کا پتہ دیا بلکہ اشلہ قریبہ اور متناکل و قشابہ چیزوں سے قہم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

یسے ابن مریم نے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا علیہ شریف درمیانہ قدر رنگ سفید سرخی مائل بال دونوں شانوں تک بہت سیاہ اور چمکدار جیسے نہاتے کے بعد جوتے ہیں گھونگر والے عروہ بن مسعود صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کر نو بیابا جوج چیزیں ہلک پر نہ لگیں وہ تناول فرمائیں گے وقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پر ایک طول ٹوپی جسم مبارک پر ذرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کا فرقہ آپ کی سانس پہنچے گی وہ فوراً سر جائے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ و گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں اتاریں گے جو مسلمان مع مہدی دجال سے لڑنے کو مجتمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کر رہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسیٰ کو امامت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے مٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور دوسری نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگا گسر صلیب و قتل شہر بر فرمائیں گے نماز سے

فارغ ہو کر دروازہ مسجد کھلوائیں گے جس کے پیچھے دجال آگاہ اور اس کے اعوان یہودیوں کے ساتھ جہاد کریں گے اور اسے باب لہ پر قتل فرما کے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے کوئی شے اسے پناہ نہ دے گی درخت و پتھر بیکار کے کہے گا کہ مجھے پیچھے یہودی چھپا ہے اس وقت اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ رہے گا مقام فصیح الروحاء میں جائیں گے حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر جائیں گے اور سلام کریں گے اور آپ جواب سلام رحمت فرمائیں گے ہر قسم کی دینی و دنیاوی برکات نازل ہوں گی سب کے دلوں سے بغض و کینہ نکل جائے گا ایک انار اتنا بڑا ہو گا کہ ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا اور ایک بکری ایک قبیلہ کو پھریش والے زہریلے جانور دکائیش نکال دیا جاوے گا حتیٰ کہ سانپ کے منہ میں بھی ہاتھ ڈالنا ضرر رساں ہو گا شیر و افس ہیمیش بکریاں مجتمع ہو جائیں گے ساری زمین مسلمانوں سے یوں پر ہوگی جیسے پانی سے برتن۔ یہ برکات سات سال تک چلیں گے قرب و فوات لوگوں کو دہشت فرمائیں گے کہ میرے بعد مقصد نامی شخص کو خلیفہ بنائیں اس کے بعد آپ وفات فرمائیں گے اور دروندہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے آپ کی پوتھی قبر ہوگی۔

پھر مقصد خلیفہ ہو گا جس کے تین سال بعد قرآن سینزل سے اٹھایا جائے گا اور قیامت نمودار ہوگی الہ۔ اس کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ التفریح بما تواتر فی نزول المسیح جس میں یہ تمام احادیث آئمہ کے قریب مصرح ہو چکی ہیں۔ میں نے نہایت اختصار سے اقتباس کیا۔ تعجب ہے کہ اس قدر انکشاف نام کو یہ کہنا کہ مومنو متکشف نہ ہو اور انشاء پر بد نشانہات کے رنگ میں سمجھا لیا۔

اور مرزا صاحب خود ہی اپنے آپ کو مریم اور ابن مریم فرماتے ہیں۔

ہم نہیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا۔

دجال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق تو یہ بیان تک فرمایا کہ ہرنبی نے اس سے ڈرایا مگر میں سب سے زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں اگر میں ہوا تو خود تمہاری طرف سے مقابل ہوں گا ورنہ ہر شخص خود سمجھ لے اور اللہ میری طرف سے معین و مددگار ہوگا۔ وہ ایک معبود شخص ہوگا (نہ کہ جماعت) شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا اس کی پیشانی پر کافر بصورت ک۔ ف۔ م لکھا ہوگا وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ میں سخت ناشنہ ہوگا۔ تمام دنیا میں پھر جائے گا کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جسے وہ فتح نہ کرے۔ البتہ حرمین مکہ۔ و مدینہ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے حرمین کے ہر راستہ پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا کہ دجال کو روکیں وہ حرمین کے باہر ظریب احمر میں (دختر) شور زمین کے ختم پر جا کر ٹھہرے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس سے منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجال کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ ظاہری طور پر

جنت و دوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دو سو ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ایام حسب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برساتے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ ماوراء النہر سے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو ہلاک تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلائے گا تو وہ صبح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے ساتھ جرأت تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دوسرا اپنا کاشتکاری میں لگا سہے گا اور تیسرا دیائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کے سب مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ایک ابتدائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پچھنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام یہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰ اسے باب لہ پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عدالت بلا حلف فرمائے اس انکشاف تمام کو بخلاف مرزا صاحب کے کردہ فرماتے ہیں کہ ”مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی یادریوں کا گروہ ہے جو ٹنڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے“

(الارادہ ص ۲۰۶)

”در نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال مہموم ہیں“

(حاشیہ حمانۃ البشر ص ۴۴)

یا جوج و ماجوج

قرآن پاک میں ہی کافی ذکر ہے ان باجوج و ماجوج مفسدون اٰلایۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کو نکلے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیرے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یا جوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گڑے گا تو دریائے سب پانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس بیل لوگوں کے لیے سودینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج کے واسطے بد دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گٹھی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعہ ”مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر اتریں گے مگر تمام زمین یا جوج و ماجوج کے مردوں سے پریدہ ہو

جوگی پھر بدلی کے در ہوئے کی خدا سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دھل جائے گی پھر زمین اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلم شریعت پر سند احمد ابوداؤد دارقطنی وغیرہ میں موجود ہے۔

اس قدر کشف تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و معلومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

”یا بوج و ما بوج سے مراد وہ نصاریٰ ہی جو روس و برطانیہ کی قوموں سے ہیں“
ابن عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہمارے آقا دھولی صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سراسر منافی ہے۔

فَبَيِّنَا هُوَ كَذَلِكَ اِذْ اٰوْحٰى اِلَیْهِ اَللّٰهُ اَلِی عِیْسٰی اَنِیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ فِیْ اَنْدَالٍ لِّاَحَدٍ بَقْتَالِهِمْ فَعَزَّزْتُ عِبَادِیْ اِلَی الطُّورِ وَبَعَثُ اِلَیْهِمْ یَا حُجُوجَ وَ مَا حُجُوجَ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَضَبٍ یَنْسَلُونَ فَمِیْزَا اَنْتُمْ عَلٰی جَبَلٍ طَبَرِیَّةٍ فَاَنْشُرِبُونَ مَا فِیْهَا وَ یُحَرِّمُونَ اَخْرَجُهُمْ فِیْقُولُ لَقَدْ كَانَ بِهَذَا هَمْرَةٌ مَا عَثَمْتُ لِمِیْرُونَ حَقَّ یَنْتَهَوْا اِلَیْ جَبَلِ الْخَمْرِ وَ هُوَ بَیْتُ الْمُقَدَّسِ فِیْقُولُونَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْاَرْضِ هَلُمُّ فَلْتَقَتْلُ مَنْ فِی السَّمَاءِ خِیْرُ مَوْتٍ بَنَشَابِهِمْ اِلَی السَّمَاءِ فَرَدَّ اَللّٰهُ عَلَیْهِمْ نَشَابَهُمْ مَخْضُوعِیَّةٍ دَمًا وَ یَحْصِرُ بَنی اَللّٰهُ وَ اصْحَابَهُ حَقَّ تَكْوُنُ رَاسِ الشَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خِیْرًا مِنْ مَائَةِ دِیْنَارٍ لِاَحَدِهِمُ الْیَوْمَ فِیْ رِغْبِ بَنی اَللّٰهُ عِیْسٰی وَ اصْحَابَهُ فِیْ رِیْسِ اَللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْمُتَعَفِّی فِی رِقَابِهِمْ فِیْ صَبْحِیْ حَمْرٍ فَرَسٌ كَمَوْتِ نَفْسٍ وَ اَحَدَةٌ شَرِیْطٌ بَنی اَللّٰهُ عِیْسٰی وَ اصْحَابَهُ اِلَی الْاَرْضِ فَلَا یُجَدُّونَ فِی الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِدْرٍ اِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَ نَتْنُهُمْ فِیْ رِغْبِ بَنی اَللّٰهُ عِیْسٰی وَ اصْحَابَهُ اِلَی اَللّٰهُ فِی رِیْسِ اَللّٰهُ طَیْرًا كَا عُنَاقِ الْبَحْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَنْظُرُهُمْ حَیْثُ شَاءَ اَللّٰهُ وَ فِی رَاٰیْتُمْ نَظَرُهُمْ بِالْاَنْهَامِ وَ یَسْتَوُونَ قَدْ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قَسَمٍ وَ نَشَابِهِمْ وَ جَبَابَهُمْ سَنَیْنِ ثُمَّ یُرْسَلُ اَللّٰهُ مَطَرًا لَا یَكُنْ مِنْهُ بَیْتُ مَدَارٍ وَ لَا دَبْرٍ فِیْقَسِلُ الْاَرْضُ حَتّٰی یَتَرَكَهَا كَا الزَّلْزَلَةِ اَللّٰهُ

(رواہ مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ و تفسیر: نواس بن سمان نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے..... اسی اثنا میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا میرے ان بندوں کو تم لوگوں کی طرف سے جائزہ اور یا بوج و ما بوج کا بوج کو نکالیں گے جو نہایت عجبت کے ساتھ ساری دنیا میں پھیل جائیں گے اور حصار کا جب بحیرہ طبرہ پر ہو کوئی میل کا لمبا دریا ہے گندے گا تو اس کی پانی پی لے گا پھر پی لیں گے جو اس میں ہوگا اور آخر ان کا جب وہاں سے گزریں گے گا تو کہیں یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جل الخمر

ہرک پہنچیں گے وہ میت المقدس کا ہمارے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کر دیں پھر اپنے تیردوں کو آسمان کی طرف ماریں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیرخون الودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور رکھے جائیں گے تاکہ ملاسل الشراں کے نزدیک سودجار سے زیادہ قیمت ہو گا یس اللہ کا نبی عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج پر لعنہ کے جلاوہ پر بھیج دیں گے پس وہ (یا جوج) زمین پر مگر گر پڑیں گے عیسیٰ ایک نفس کے موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم دجال یا جوج و ما جوج کی حقیقت کا حقہ کس قدر انکشاف نام سے ہوئی ہے مرزا صاحب کجا انبیاء اولو العزم نے بھی روئے بیان نہیں کیا کہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر نبی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال یا جوج و ما جوج کی حقیقت منمو مکشف نہ ہوئی جیسی کہ پھر پر اس قدر توہین عظیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتیج ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرت کی کوئی تہمتیں توہین نہیں ہے“

الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کمالیہ اور امدد دینہ ایمانیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کما ممتی تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بنا پر کانفر کرتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی فضیلت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

یا جوج و ما جوج،

مرزا صاحب

یا جوج و ما جوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حمانہ البشیری صفحہ ۸۰ (۸۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت

یہ مسئلہ ایک حد تک قرآن پاک کی وحی الہی نے صاف کر دیا ہے کہما قال اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لك خراجا علی ان تجعل بیئنا و بینہم سدا۔ قال ما مکفی فیہ دبی خیر فاعینونی بقوة واجعل بیدکم و بینہم رد ما اتونی زبرا الحدید حتی اذا ساءوا بین الصدقین

قَالَ اَنْفَخُوا حَتَّىٰ اِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ اَتَوْنِي مِنْ غَيْرِ عَلَيْهِ قَطْرًا فَمَا اسْتَطَاعُوا اَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهٗ نَقَبًا - قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي قَبْلَهُ دَكَا وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا -

ان آیات میں کس تفصیل سے یاجوج و ماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القربین کا سد سکندری قائم کرنے اور اُس کے ٹوٹنے یا سوراخ کرنے پر ناقرب قیامت کا رد نہ ہونے اور پھر قرب قیامت اُس سد سکندری و دیوار کے حکم خلاف ذی ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے علالت اٹانہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وجود بھی نہ تھا یہ ٹوٹیں موجود ہیں اور یاجوج و ماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عَنْ حَدِیْقَةٍ مِنْ اَسَیْدِ الْغَفَّارِی قَالَ اَطْلَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ نَتَذَکَّرُ فَقَالَ مَا تَذَکُرُونَ قَالَ لَذَکْرُ السَّاعَةِ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰی تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اَیَّاتٍ فَذَکْرُ الدَّخَانِ وَالدَّجَالِ وَالدَّابَّةِ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِہَا وَتَنَزُّولُ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ وَیَا جُوزَ مَا جُوزَ - - - اِنَّهُمَا قَبِیْلَتَانِ مِنْ وَلَدِیَا قَتْ مِنْ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ -

در مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۶ باب العلامات میں یہی الساعۃ

ترجمہ :- حدیقہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اہم : ذکر کر رہے تھے تو فرمایا : کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دھوان اور دجال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج و ماجوج کا آنا ا۔

یہی السطور حاشیہ میں ان یاجوج و ماجوج کا یا نش ایں نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تصریح ہے۔

(۲) عَنْ النُّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ (قَالَ فِی حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ) ذَکَرَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - - - کھلا ہوا کفر ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین و آخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کرا عیبت علم الاولین والآخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان مجربیت کے لیے

ضرورت تھی بنامہا و بکالہا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے اولیاء انبیاء و ملائکہ اور دیگر کائنات عالم کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سید الانبیاء کا علم نہیں بلکہ ایک ذرہ علم محمد سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقربین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکا حضرت امام ربیعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنيا وضرته
ومن علومك علم اللوح والعلم

روح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعین کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی فوقیت میں کوئی توہین نہ ہو تو یہی خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دور کو ہلال اور اپنے بروز کی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے سلسلہ توہین ابن سناء اللہ لکھے گا۔ (ابوالوفاء -

حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہانپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی جماعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بلصحنے میں شامل نہیں کرتی تو بزرگان دین اور علماء برائین اس کی دست درازی سے کب بچ سکتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور براہین فاطمہ کی مفصل بحث آگے جہاں پر حسام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا کہہ رہی ہے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعا علیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عدالت پر واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”تجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور مشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صبح ہو تو دیانت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سحر اور بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور محمول بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے پر مخفی ہے۔“

(حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ص ۷۷)

مختار مدعا علیہ نے تمام مبتدا و غیر مستغنا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر جو وہ دوسرے کی حکایتہ نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صبح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مغالطہ کی سہی کی کہ خدا نخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افتر کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذ اللہ جانوروں اور باطلوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگا رہے ہیں اور اس باطل عقیدہ کو رد کر رہے ہیں اور مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مغالطہ دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا انہا سفید جھوٹ شلیڈ ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مغالطہ ہوا۔ جس پر خود مولانا تھانویؒ اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا اور انہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

ہر دو سوال و جواب بحجہ درج ذیل ہیں۔

در بحث مدت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیو حکم العالمیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حجام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ نسیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر پرچے اور ہر یاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دیافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لؤم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) کیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً اشارہ کرے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔

بینوا و تو جدوا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا منہ

الجواب

مشفق مکرم سلیم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ۔

(۱) میں نے یہ نیست مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھتا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کر دیں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو نیست سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد مراحۃ یا اشارۃ یا بات کہے میں اس شخص کو خارج الاسلام سمجھا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم غفر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آئیں اس جواب کی تہمید کے لیے مناسب سمجھا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مرید توحید کروں جس کی بنا پر مجھے نہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم فیہ جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بلا واسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیل قائم کی ہیں ”الح۔ اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے ۴ (بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

آخر کتاب میں فرماتے ہیں کہ ”بفضلہ تعالیٰ میر اور میر سے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل الصلوٰت فی جمیع الکالات العلیہ والعلیہ کے باب میں یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔“

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیو و دانست بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اخوض امری الی اللہ تعالیٰ علیہ السلام

قول مختارہ علیہ۔

”اور کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی غفر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلف مولوی خلیل احمد فیضی - معذقہ مولوی رشید احمد صاحب گلگوجی ص ۱۵) اس میں بیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوادی کی مشعر نہیں“

”یہاں اصل عبارت قطع و برید کے سبب منشاء ایک کفر یہ مضمون بنایا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ دم نہ لگتا بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گزارش ہے کہ یہ عبارت جہاں سے شروع ہے وہیں سے ہمیشہ کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گفتگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔“

دراصل اصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا دیکھ کر علم محیط زمین کا غفر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کوئی ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی غفر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلف مولوی عبدالسمیع صاحب لاہوری کی شرع ہے

اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گمراہی وغیرہ کا جو شیطان علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے جو کترین خلائق ہے تو سرور علی اللہ علیہ وسلم جو افضل المخلوقات میں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیے حضرت مولانا غلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرما رہے ہیں نہ یہ کوئی حماقت و جہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان یعنی جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جاسکے جو شیطان کو علم و جہالہ ارض کا شیطان علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطان علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسد سے بلا کسی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہین نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطان علموں سے ذات گمراہی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذوق و ذوق کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے مختلف مرزا صاحب کے کہ وہ علوم دینیہ ایمانیہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کجا کوئی بھی اولو العزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مادی بھی نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا غلیل احمد صاحب کجا اسی برائین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر و وعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف و کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتان عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جواب مرحمت فرمایا۔ بجنہ ص ۷ ذیل ہے۔

”مخدمت شریف محترم مکرم جناب مولانا مولوی غلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور لکھنؤ اندیشہ حامت برکاتہم بعد عمر بن تیمتہ ناوہ عمر بن ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی مسلم الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے کہ آپ نے کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ایلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دیا فہم طلب ہیں۔“

- (۱) کیا اس مضمون کی آپ نے براہین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔
- (۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارۃ و کنایہ بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔
- (۳) اگر یہ مضمون صراحتہ مفہوم نہیں ہوتا اور محض مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنی آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔
- (۴) اگر یہ مضمون آپ نے صراحتہ بیان فرمایا نہ کنایتہ اشارۃ آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ایلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب براہین سے نقل کرتے ہیں اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریح بیان کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

بینوا و اتوبوا۔

(بندہ محمد رضی الحسن عفی عنہ)

ملخص عبارات جناب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدنیوہم۔

الجواب ومنہ الوصول الى الصواب۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغوی ہے اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۴ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی مخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتہیٰ خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روز جزا ہو گا یہ کفر یہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ ملتا ہے نہ کنایت۔

عرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو مدت العزیم و دوسرے بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خان صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور اپنا کہہ و کفی بآئہ شہید اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے۔ حدودہ خلیل احمد وفقہ اللہ للترہ و لغد۔

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا تکلیفیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ منسوب دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے۔

(قطع التوہین صفحہ ۱۰ و ۹)

جمع معاً علیہ گنگ ۲۹ مارچ ۱۳۳۲ھ

اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عجیب چھپانے کے لیے تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے اقراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا مرزا صاحب نے ان امور دینیہ میں ان مریم اور دجال و باجوج و ماجوج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا رد تہ افضل بنا کر وہ عظیم الشان زہرہ گداز توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مدۃ الامر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہتھی ہیں جب تک صاف نفقوں میں توبہ نہ کریں ایمان دار نہیں ہو سکتے۔

اَنَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مَبِينًا

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ مسلا کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت سے لے کر بتا.....
 سبحان الذی اسرّی الایۃ اذ اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نوح و یا نوح مرزا صاحب نے آنحضرت کے فتح مبین
 کو نظر استحضات سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بڑا بتایا ہے حالانکہ یہ نتیجہ نکان اسرار باطل اور غلط منشاء مشکم ہے جس فتح مبین
 کی طرف آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور بزرگان امت
 محمدیہ بھی ہی مانتے چلے آئے ہیں اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور ہمدی کے زمانہ
 میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور ہمدی
 دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے اور جو مسلمان نہیں ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ اتارینگے اور
 دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے مقابلہ میں ہرگز کفر مذہب اسلام
 کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دہاں قاہرہ اور حجج باہرہ کی رو سے تمام
 ادیان پر غالب آئیگا اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہ ہوئی تھی وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات
 ہی زندگی بسر کریں والوں کو بھی اپنی شمعوں سے نورانی بنائیگا۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ کرمحور کے لوگ اسلام کو اختیار کریں گے۔

اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیروا تھی قلیل تعداد میں رہ جائیں گے۔ کہ وہ معدوم کے حکم میں ہوگا۔

حسب مادۂ مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق اور لایق تاویلات سے طول دے کر دقت گزار دی کی ہے اور اصل مسئلہ کو
 لاکر مطلب کو محیط کرنا چاہا چاس مسئلہ پر سیدنگ یہ تھا کہ وہ اپنی فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح دینا، عدالت
 خود غور فرمائے کہ بلا کسی تاویل کے یہ مضمون مرزا صاحب کی عبارت اور ان کے ترجمہ سے واضح ہے اور جس کتاب،
 کا حوالہ ہے یعنی خطبہ الہامیہ اس کا موضوع یہی ہے کہ اپنی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے زمانہ پر ثنابت کی
 جائے اصل عبارت اولاً مرزا صاحب کے ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔

وقد مضی وقت فتوح مبین فی زمن نبینا المصطفیٰ و یقی فتح آخر و هو اعظم و اکبر و اظہر

من غلبته: اولی وقتہ وقت المسیح الموعود من اللہ الرؤف الودود وارحمہم الراحمین
والیہ اشار فی قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجِد
الاقصا الذی بارکنا حولہ ففکر فی ہذہ الایۃ ولا غرر کا لفظ فلین ۔
ترجمہ حسب قریل ہے ۔

اور ظاہر ہے کہ فتحِ مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت
بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر کہ اس کا وقت بیچ الموعود کا وقت ہو اور اسی طرت ندائے تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ
ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ اس آیت میں فکر کرو اور عالموں کی طرح مت گزرتے خطبہ الباہیہ ۱۹۳ و ۱۹۴۔
اب علالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فخر سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزعم خود حضور کی اس فتحِ مبین پر
ترجیح دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً دی ۔ اور المیوہ اکملت لکم
دینکم و اتممت علیکم الخ سے اس کی رجسٹری کر دی اس فتحِ مبین کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر
عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میر نہ ہوئی ۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شیطان
اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اُس کی پرستش کی جاوے ۔ تعجب ہے کہ پورے صدی کے مدعی نبوت اور کفر
امت جس نے چالیس کروڑ پرستارانِ توحید اور غلامانِ سرور و دُعا میں فخر نبی آدم علیہ السلام کو ایک لختِ حرمہ اپنے زمانے کی
وجہ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زمانے والوں کو سور حرامی و لہذا الزنا بنایا ان کی عصمت مآب متواتر کو
کیا ان بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شانِ رسالتِ محمدیہ صلعم کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔
علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا بیروہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بدذات ۔ فرقہ مولویان ۔ اور گندے گندے
خطبات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے معدودے چند اپنے ہم نوا کفر نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کافر
اور بزعم خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعمِ باطل میں اسلام اور خدا کے مشن کو شکست دی جو تیرہ سو سال
میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرورِ دُعا میں فخر نبی آدم علیہ السلام کی فتحِ مبین پر میری فتحِ بہت زائد رائج اور
غالب و ظاہر ہے ۔ پھر مبین تک قناعت نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور بہتان باندھ کر کفر کی تکمیل کر دی کہ میری اس
فتح پر خدا نے سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص
مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتے ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ جمالی کا بیان ہے جو نہ خود
مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی تو ہیں سرورِ دُعا کا اشارہ بنا لہے ہیں کہ میری فتح حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و رائج ہے اتنی واضح عبادت کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ
کی طول الاطلاق تاویلات قابل التفات ہی نہیں ۔ علاوہ اس کے اس کا تو قرار ہی ہے کہ مرزا صاحب کی فتحِ مبین حضورِ فخر

دو عالم کی فتح پر غالب دراج ہی ہے ہاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا غلبہ سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہوگا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ عید القرون قوفی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (ہماری شریف) میرا زمانہ تمام قرونوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ دایع مسکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحب تخت فتاح تھے۔ اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب و آلام ٹوٹ رہے ہیں اس سے کوئی باخبر انسان ناواقف نہیں جہاں سے کبھی اللہ الیک صائب آتی تھیں وہاں آج گر جا کے ناقوس کی آوازیں آرہی ہیں مسجد ابا مصوفیہ اور اسپین کے صرف حالات بڑھنے اور تو اور خود بزم خود مسیح موعود نصارے کے مٹانے اور پرچم اسلام لہرانے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستان توحید کو اسلام سے بزم خود خارج کر کے خود اودان کے اتنی نصارے کے غلام بنے ہیں اور اس پر اس قدر تازان ہیں کہ نصارے کی تائید میں ستر اکیس تھیفت کر کے بھردی ہیں جب بغداد شریف مسلمانوں سے نکل کر نصارے کے قبضہ میں گیا تو اس پر چراغاں کیا اور مبارک باد خوشیاں منائیں۔ ملکہ منظرہ کو عیسائی سلطوت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک باد دی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام پر طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے آیا ہے (تختہ قیصریہ مل)

جہاں جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے خراب بنا کر منوع قرار دیا اور سائل اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصالے کے لیے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البریز نصارے کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو نہ ہی ملاحظہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے اپنی جگہ آری غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالاتر ظاہری و باطنی فتوحات سے پر ہے اس سے بڑھ کر ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القرون کے بعد ایک زمانہ آئے والا ہے کہ جس میں بحر طوفان شائع ہو جائے گا اودانیت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم یناقی من بعدہم قوم یجھونون ولا یوقنون (الحديث بخاری شریف)

پھر درمیانی حقے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر اضمحلال پڑیں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی فتوحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات پر راجع ہوں گے یہ محض افتراء اور کذب غافل ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رح کی منصب امامت ۵۶ سے ملکہ اکاٹک کر پیش کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اصل مطلب سے فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس منحوس معنوں کا پتہ نہیں کہ امام ہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آں حضرت علیؑ علیہ السلام کے زمانہ کی فتح میں ہر (الحج وغالب ہوگی) وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا الذی ادسل دسولہ یا ہدی و دین الحق الخ میں علیہ دین و اسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا اگر یہ علیہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام ہدیؑ عبور فرما دیں گے۔ تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ علیہ بھی انجام کو پہنچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ ان پر اعتناء ہوگا لہذا وہ بڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے یا ایہا الناس انی دسول اللہ الیکم جمیعاً حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یونانیوں کا بڑھتا ہوا چلا گیا گو بلا واسطہ خلفاء راشدین و ائمہ ہدیہ و علماء ربانیین و اولیاء امت جاری رہا یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہونے پر امام ہدیؑ آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔ اس میں نہ معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رحمہ امام ہدیؑ کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں سے بڑھ کر غالب اور راجح مانتا رہے ہیں محض اس مغالطہ کے لیے یہ عیاثریں نقل کر دیں تاکہ اس مغالطہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بدیہی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کافر و دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ جو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دلائل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ مکرم و اعزاز ہونا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا ہونیں مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی بوتذیل ہوئی نہاریت عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزنا و دائرہ اسلام سے خارج اور سو رہنا دئے گئے پچھلے گناہ نیکیاں قرار دی گئیں کوئی خدا و رسول کی توہین نہیں جو ان دوست و منافقین کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ باقی اسلام اور ازواج مطہرات پر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کسی اتنی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح میں سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً کے شان دار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پہلے میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحنا لک الخ کی فتح میں

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے توں اور شیطان قنطسے پاک کی ایک پلہ میں رکھا جائے تو رہی راج اور غالب رہے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہمات میں سے ادنیٰ درجہ کی فتح بھی تمام عالم کے توہمات پر راج اور غالب ہے۔ مگر جن کے قلب سے باری تعالیٰ سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نعمت علیا سے محروم کر دے وہ اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں اگر (توہمیں والوہوب پر نشان مجربیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ کیا مست ننگ وارثان محمدی اور پیران یوہوبی کی جنگ جاری رہے گی۔

باقی خطبہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطت کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود پر واضح بلکہ ناہل اور ابید کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تقریباً اور توہمیں چلنے لگی پیش کردہ عبارات سے پہلے منہ پر بھی یہی موجود ہے۔ اس لیے خدا کے نزدیک اس کا یعنی مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانے مواج کا منتہا اور خیر اور اسے کی روحانی نچلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے، عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھ کر کوئی فضیلت موجب توہمیں ہوگی کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودہویں صدی سولے کفر و شرک کے اور کیا ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لا جواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا ردوع صاف لفظوں میں اس کفریہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جاسکے کسی تاویل سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔
- ۲۔ انا اعطیتک الکوثر۔
- ۳۔ عسی ان یمعنک ربک مقاما محمودا۔
- ۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔
- ۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔
- ۶۔ وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی۔

۷۔ وما دمیت اذ د میت ولكن الله رمی .

۸۔ ما كان الله ليعذبهمذ وانت فيهم .

۹۔ لولاء لما خلقت الافلاك .

۱۰۔ سبحان الذي اسرى ببعد .

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اُس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیا وہ اگر نیز مرتبہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سوان تمام امور کا جواب گواہ دعا علیہ بنا کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے ناسخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلة اس کو نصیب ہوگا اور اس امر وہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ بنا دعا علیہ مشہور ص ۱۳۳۔

اولایان مطبوعہ کوٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ لانا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہی جو اصل ریکارڈ اصل میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدعیہ نے حسب مادہ مخالفہ کے یہ ان خصوصیات کے دلانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلاوجہ غفل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا اور امر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی، اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک مانکر صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات و شان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعیہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطیناک الکوشہ ۔ حسنی انت یبعثک ربک مقام مکہ محمود او ما اردنناک الا رحمة للعلمین ۔ لولاء لما خلقت الافلاك وغیرہ کے مصداق صرف سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہیں جن میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل و میکائیل اور نہ ملائکہ مقربین نہ اولیاء اولو العزم اور نہ انبیاء مطہرین السلام کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت ہے بلکہ سرے سے آپ کی خصوصیات کا انکار کر کے آپ کی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی تفتی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

یہاں مندرجہ بالا امور متقی قابل بحث ہیں۔

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے۔

(۲) کیا مندرجہ بالا دس انقلابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔

(۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی دینی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان انقلابات خصوصیات میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و شہیم بنانا ہے۔

الجواب :-

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں میں نے تہمدی طور پر گواہ معالیہ علیہ علیہ ۲ مارچ ۱۳۲۳ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکارات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں در خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکارات ہے، (جرعہ گواہ علیہ ۲ مارچ ۱۳۲۳ء)

بجملہ اللہ یہ نتیجہ ثابت اور مسلم ہے لہذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

نتیجہ (۲) کیا مندرجہ بالا دس انقلابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں، اصل بحث مخصوص لانا انقلابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے ذکر ان کا وہ مفہوم جو اپنے الفاظ میں توڑ موڑ کر ڈالا ہے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات، و انقلابات و خطابات کا مخاطب و مصداق صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں جانتا لولا انما خدعت الافلاك وما ارسلناك الا رحمة للعالمين انا اعطيناك الكوثر عسى ان يبعثلک ربک مقاماً محموداً وغیرہ صرف معنوی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اس پر دھڑی صدی کے مدعیان نبوت کے دور کی ایک یہ بھی بولاجی ہے کہ ان بدیہیات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر حقیقی باتیں لاکر معاملہ کو رو لانے کی تا بائرسی انتہا کر رہی ہے مگر بھلا اللہ ایک حوالہ ضعیف سے منعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان انقلابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو قواہ بذریعہ الہام خاص ہیں سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض حاصل کرنا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات و انقلابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور موصوفیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں بعض منفعت خلق سے بعض منفعت توفیق سے مگر وہ مصداق قدیر اور نافع اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالیٰ کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض منفعت جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و شہیم نہیں کہلاتے نہ ان خدائی انقلابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو نقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس بلکہ عموماً بحث میں مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مغالطہ فرمنا

چاہا ہے اور اُسا سے بے نقاب کرنا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے نتیجہ کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے ص ۱۲۷ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائید میں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو اُن کے معلوم ہو جائے گی۔

اولاً صرف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملنا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور پھینچنا ہے اور ان انقلابات و خطابات کا مصداق و مخاطب ہونا اور امر ہے جیسا کہ ادب پر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لینے والا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اس طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر اور اشغال سے نااہل ہے صوفیائے کرام کے بیان مختلف استعاروں کے لحاظ سے مختلف مراتبات سے تعلیم ہوتے ہیں، کوئی مقام فنا کا مراتب ہے کوئی مقام ہما و کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی صوفی کا کوئی صوفی کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دفنا فتدی کا اور ان سے حصہ ملنے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اُس کا قلب منور ہو جاوے یہ فعل نہیں کہ ان خصوصی خزانے میں اتنا بازی خطابات و انقلابات کے مستحق یا شریک و شریک ہوں گے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل بیانیہ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں بشرح منقوۃ بحر العلوم ص ۷۷ ہدیہ مجددیہ (فتوح الغیب) ج ۱ ص ۱۰۷ میں شرح قصص الحکم اس میں حوالہ دیا وہ ہے کہ جرح میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام دے سکیں بنا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل احمد سکندر پوری ہیں۔

۲۔ یہی ہے حوالہ (۲) بھی قصص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم و معتبر نہیں اور نہایت قطع و برید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان خصوص مذکورہ بالا انقلابات و خطابات سے اسی انداز پر کسی نبی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لا جواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ۱ شرح منقوۃ بحر العلوم مولانا روم

”پس در آور کارگر یعنی عدم * تا یہ جہتی صنع و مانع را بہم۔“

کی شرح میں علامہ عبدالحی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فنا کی صفات کا ہے جو حدیث قرب

الذائل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کالی آنکھ ہو جاتا ہے اور در سر مقام فنائے ذات ہے اور تیسرا مقام جمع الجمع و فاب تو سین اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیتہ ان الذین یبایعونک انما یمینون اللہ سے ظاہر ہے کہ ہر لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور جو تمھارا مقام مقام احدیت جمع اور اس کو مقام ادنی کہتے ہیں دینے خدا سے بہت ہی قریب ہے) جو کہ آیتہ دعا مدیت اذ مدیت ولكن الله رضى میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں دین مقام باصالت خاص بخاتم النبیین است۔ اور اشت و کمال متابعت اوکل اولیاء را ازین حلقے است (منفوی دفتر دوم حاشیہ ص ۷۷) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے،، (منقول در بیان گمراہ دعا علیہ ص ۷۸)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات و خطابات محمدیہ مثلاً لولاء لسا خلقت الاخلاص۔ انا اعطینک الکوثر و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین عین بیعتک بل مقام محمد و غیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا خطاب علاوہ ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کو نہیں بتایا گیا کہ کسی کو ان امتیازی خصوصیات مذکورہ میں شریک و سبھا ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے منافع و مراقبات قرب خداوندی کے مدارج و مقامات مثلاً فنا فی الذات، و فنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جس کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام اولیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے۔

گوں نہیں جانتا کہ سالک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفت خداوندی ہوتا ہے مقام احدیت میں اللہ وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تہہ اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک جتنی اور اصلی رسائی تو محبوب و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کمال اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا و رفقاء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف محبوب خدا ہی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں مشارکت سے کس قدر ربط و تعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں۔ (حوالہ ص ۷۸ مدیہ مجددیہ)

وهو المقام المحمود الذي لا يشترك فيه لمن الانبياء والوسل والاولياء امتهم۔ (مدیہ مجددیہ ص ۷۸) میں اولاً عرض کر چکا ہوں کہ ہدیہ مجددیہ ہمارا غیر مسلم کتاب ہے اور اس خوف سے باوجود دہیم مطالبہ کے کہ کتاب پیش کر سکے اور اس کے مصنف کا نام بتا سکے۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے مکلف نہیں مگر صرف اس لیے کہ شاید شائع ہوئے پر بندگان خدا کو اس سے بغاظہ ہو۔ جواب بھی عرض ہے۔

۱۱) "مقام محمود، یعنی مرتبہ شائستہ میں گفتگو نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے آیت کریمہ عسی ان یبعثک

بلك مقاماً محموداً، مصداق اور مخاطب کون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عبارت میں کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہو سکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپس کے ایسے خصوصیات ہیں جس میں اولین و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہو سکتا قرآن حکیم و من الیل فتھجد به نافلة لك عسوا ان یبعثک ربك مقاماً محموداً ۱۔ یہ آیت اپنے بیاق و سباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خطاب ہی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ افعال ائمہ اور بزرگان دین کے اشادات میں کہی اس خصوص کیسے لب اور آیت کا اشتغال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا۔

ہاں مقام محمود کا مرتبہ موفیانے مانا ضرور ہے مگر وہ دلیا ہی ہے جیسا کہ مقام فنا اور مقام دننا وغیرہ جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی تحقیقت تکشف ہو جاتی ہے اور اس کے نبوض و برکات کا اس کے آئینہ قلب برآئع کا اس اور پر تیر پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ تبصر ہی قرآن حکیم یہ خطاب اور اس آیت کے مصداق نبی رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی بھی اس کا شریک و ہسبم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک و ہسبم ماننا شرک فی الرسالة ہے جس کے بعد کلمہ شریف کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود غیر مسلم ہونے کے اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں صرف مختار مدعا علیہ نے مخاطب دیا ہے۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جائے تو ان احادیث نبویہ کے خلاف ہوگا جو صحت و تسلیم میں اعلیٰ پایہ کی نہیں۔ ملاحظہ کے واسطے نمونہ اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے۔

مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فا کسی حلۃ من مل الجنة ثم اقوم عن یمین العرش ۲۔ لیس احد من الخلاق بقومہ ذلک مقام المحمود غیرہ۔ ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف ۳۔ باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت میں لمعات بیاض شمع رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے جس صاف نظروں میں واضح ہو گیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہو سکے۔ سوائے ایک ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو قائم النبیین ہیں۔

(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسی ان یبعثک ربك مقاماً محموداً یعنی صرف اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مخصوص کرتے کے واسطے متعلق باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود۔ یعنی وہ دن ہوگا کہ جس دن اللہ صرف اپنے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرماوے گا بخاری شریف ج ۲۴۔ ص ۶۸۵۔

(۳) بخاری مؤلف میں متفقہ احادیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد یہی آیت عسیٰ ان یمیتک دیک مقام محمود اُتادات فرما کر ارشاد ہے وهذا المقام الذی وعدہ دیکم۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ دیاب الشفاعة مشکوٰۃ مثلاً

ثم اقوم عن یمن اللہ مقاماً یبغیظن الاولون والاخرون مشکوٰۃ ص ۱۲۴ یعنی مقام محمود خدا کے دایستے طرف ہے جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین اچھے بھلے بلا استثناء غبطہ اور رشک کریں گے۔

(۵) اور ازان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تصریح کی ہے مشکوٰۃ ص ۶۸۵۔

مرزا محمود صاحب غلیفہ قادیان کا فیصلہ

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے حلقاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل دراصل کسی آئینہ یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو جرح گوہار ج ۲ ص ۱۳۳ لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر ایمان ہے اور وہ سب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گوہار ج ۲ ص ۱۳۳ لہذا میں ان کے غلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آئینہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات الہیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو الارخلافت غلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے عسیٰ ان یمیتک دیک مقام محمود اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔

ہو اسے یعنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
(اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت عسیٰ ان یمیتک دیک الخ میں وعدہ الہی صرف آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا انعام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن و حدیث قابل اسناد ہوں یا نہ ہوں ان کے خلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہر حال نالائق ہو گا اس کے بالمقابل بدیہ محمدیہ کجا کسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔

بہذا ثابت ہو گیا کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسیٰ ان یبعثک دیک مقام محمودؑ میں ہے خصوصیات محمدیہ اور نقاب مصطفیٰ سے ایک ایسا امتیازی طعنی ہے جس میں کسی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھنا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چیل کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اسے مرزا صاحب عسیٰ ان یبعثک دیک مقام محمودؑ ایہ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالہ و مرتبہ تو یہی ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مغالطوں کی بہت سہمی کی مگر کسی ایک نئی دہلی کچا کسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسیٰ ان یبعثک دیک مقام محمودؑ کا استعمال تحقیقی یا مجازی اصلی یا نقلی اور فنی کی طرح بھی جائز رکھا اور گفتگو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آیت عسیٰ ان یبعثک میں جو اس کے معنی ادا اللہ ان یبعثک دیک مقام محمودؑ میں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر و اتہاد دور نہ ہو سکتا ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہو سکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح خصوص الکلم شیخ عبدالرزاق قاشانی کا ہے) فہم المتعار المحمود شرح خصوص الکلم مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروع سے نہیں اور نہ ہی ہماری مسلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبدالوہاب شرعانی جن سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا میرزا محمود صاحب خلیفہ قادریان مقام محمودؑ آنحضرت کے خصوصیات سے بننا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بواقیت والوار خلافت (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فہم المقام المحمود کا ٹکڑا جویرہ و دانستہ کاٹا ہے تاکہ بے ربط ہو کر مغالطہ کے لائق ہو سکے ورنہ آیت عسیٰ ان یبعثک دیک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام مہدیؑ کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا کچھ کلب پرگز نہیں کہ آیت مذکورہ کا موعودہ مقام ان کو دیا جاسکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب و مصداق ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں نا بہ النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۴) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہ ہر رسول و نبی و صدیق کا وارث ہو جاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ مہم ۲۳)۔

الجواب۔ گو یہ ترجمہ نہیں بلکہ حامل مطلب اور یہ بھی باقی و ماند سے بے ربط قطع و برید اور خیانت سے پر ہے

”ہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ بھرمیں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ نیز متعلق حوالہ کیوں پیش کیا یہاں نہ تو مقام محمود یا خصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت کا تذکرہ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ چھوڑ کر جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دنیا و دواہم میں ہے نہ کسی مقام کی شراکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود شہادت پیش کرتا ہوں۔ ان العلماء و رشتۃ الانبیاء و ان الانبیاء و لہم ید و شواہدینا ذوالا درہما و انما و رشتوا العلم فممن اخذہ اخذ بحفظ و افتر (مسند احمد۔ ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دنیا و دواہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شے میں نہیں جس نے اُن کا علم حاصل کیا اُس نے اُن کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں باغِ ذک کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گردہ کی وراثت کسی دنیا و دواہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائف سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔

یہ کفریہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ کے عدالت کو مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ اُن کے خصوصی مراتب میں شریک و ہمیم ہو جاتا ہے ورنہ پھر ولی کو سید الرسل خیر بنی آدم شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین محبوب رب العالمین ماننا پڑے گا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کریں گے مگر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالیٰ کے آفریں نبی محبوب خاص سردار دواعلم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و ہمیم تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوانِ مین ص ۱۷۷

انہی جنہیں ذناعت چوہ بگڑی شاید کہ نادنا فتدلی صعود خود بینی الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ مابہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ بشر محض موفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقف کی بنا پر عمل مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ موفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام فناء اور بقاء کا آخری مقام دنیا فناء ہے اور اس پر مسودے مراد دینی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا اتہائی استوار ہونا ہے اس

سے ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عباداً بابتہ شریک و ہمیم ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے ردیلت الباعہ کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ اور ہمہ ادست سے تعلق رکھنے والے ہیں جس پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کیسکہ عاشق و معشوق نورِ یشتن ہمہ ادست حریف غلوۃ دساقی انجمن ہمہ ادست
اگر بدیدہ تحقیق نیکوئی درانص کہ تا قردل و منظور بیان دتن ہمہ ادست
ز جام عشق نہ منصور بخور و آمد و بس کہ دالہ نیز ہم گفت کہ یا رسن ہمہ ادست ؟
نما تبار گزرن کہ ما ز من ہمہ ادست انج (دیوان معین مس ۱۳)

من نیکویم انا الحق یا میکو ید بگو بوں نگویم چون مراد لدا میکو ید بگو
خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔
اگر بچشم حقیقت وجود خود بخو
پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔

یہ بند دیدہ ز ایمان کہ تا ز عین عیسانو وجود در دست پر جان وجود خود بخو
اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے وحدۃ الوجود سے بالکل دور اور علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے خدائی دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام) پس مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کہ زامرت خواجہ صاحب کے مشرب سے نادانقی بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی نادانقی کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ مسئلہ متنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا حوالہ کتاب اثبات الہام والہیۃ مس ۱۲۳۱ مؤلف مولوی عبد الجبار غزنوی، اگر الہام تا شریک سمجھا جائیگا۔

الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گروہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد و باطنی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگروہ ہیں۔ لہذا ان کا کوئی حوالہ جیب کہ ان سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجت نہیں حلقہ اسلامی قربانی یا اردنی قصانیت باوجود احمدی مصنف ہوئے کے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبد الجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔

نہیں بلکہ سید الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے جب کہ خود آنحضرت علیہ السلام فرماتے ہیں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی امر متنازعہ فیہ ہے غیر متعلق ہے۔

تو ان حوالہ علم الکتاب خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ملا

الحمد لله الذي جعلنا حاكما في المؤمنين ببركة المحمدية الخالصة وقوة النسبة لقرب مع الله ورسوله عليه الصلوة والسلام واهل بيته في قلبي بالهام الخاص ان احكم بينهم من احكام الله تعالى وادعهم الى الطريقة المحمدية بما انزل الله في كتابه من الايات التي هي شهادات البينات على حقيقتك ولا تبتم اهواءهم واستقم كما امرت فان تولوا عن طريقتك الحق فقتل حسبي الله انما يريد الله ان يصيبهم بما وعد للفاستقين وان كثيرا من الناس لفاسقون اخحكم الجاهلية يبعثون في زمان يحكمهم الله باياته ما يشاء حسب رضاء في رسوله محمد عليه الصلوة والسلام على لسان محمد يبين الخالصين ومن احسن من الله حكما لقوم يوقنون واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله في القرآن واسمعوا كيف اقتبس بالايات وابذلكم دعوته الحق تعادوا كما احدث الى الان على هذا نهج الرضى وتعالوا الى رسوله واختاروا المحمدية الخالصة التي هي الطريقة الحق قالوا احسبنا ما وحدنا عليه اباءنا من الطرق الاخرى ولو كان اباءهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون هذا امر في الله ببيان وحكمته ان احكم به بينكم فحكمته بحكمته بينكم بالقسط ان الله يحب المتقسطين وانا في ربي آيته الكبرى واعطاني كلها ته العليا وانا في هذا الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خديفة الله ويا آيات الله اني شهدت بعبوديتك فاشهد انت بالوحيق وانت عبدى ومقبولى ومقبول رسولى قلت يا رب انشدها لا اله الا انت واشهد انك على كل شئ شهيد انت الهى ومعبودى وليس سواك مقصودى انا عترة خبيدك وبعدة عند ليبيك وقال يا عبد الله ويا عارف بالله اني جعلتك مظهر اجامع لكل ظهورى الى فاذهب باياتى الى كل مخلوق ودعوتك من الجسم الالهى والجسم المحمدى فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك ودعوت الخلق الى دينك واسلامك فاذهبهم الى والى ابى لا هدىهم اليك والى رسولى وانت تهدى من تشاء وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الايات انا جعلتك اية للناس لعلمهم يرشدون ولكن اكثر الناس لا يعلمون قلت يا رب تعلم ما في نفسى ولا اعلم ما في نفسك ان تغدر بهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم وقال قد توكلت على الحقيقة زائدة مما كشتت على لا تظهرها الله

عَلَى لَانَهُ تَعَالَى اَصْعَمَ لِحَى الدِّينِ وَاسْمُهُ عَلَى نِعْمَتِهِ وَرَضْنِي إِلَى
الْاِسْلَامِ دِينًا وَ لَوْ كَشَفْتَ الْغُطَاءَ مَا اَزْدَدْتُ يَقِيْنًا اَنْ دَبِي لَدُوْهُ
فَضْلٌ عَظِيْمٌ ۔

(بحوالہ جرح ۱۱ مارچ ۱۳۳۲ء)

اسی جرح میں گواہ مدعا علیہ کے الفاظ ذیل بھی ملاحظہ ہوں ”اس عبارت میں یہ فقرہ ہے ۔ واسمہ معو
کیف اقتبس بالایات ۔ (ترجمہ نمونیں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں)۔
الجواب

اس کے خط کشیدہ الفاظ بالخصوص ملاحظہ ہوں اس میں کہیں یہ نہیں کیے آیات اُن پر نازل ہوئیں بلکہ یہ تفسیر صحیح موجود
ہے کہ ”واسمہ معو کیف اقتبس بالایات سنو میں کیسے (جسے تکلف) آیات قرآنہ کا اقتباس کرتا ہوں اور اسی علم الکتاب
کے مسئلہ پر خود ہی اقتباس کی یہ تعریف فرماتے ہیں کہ ”باید دانست کہ آیات قرآنہ و احادیث نبویہ و امندرج در عبارت آورد
والفاظ و معانی آنها ترا بدگر حروف مطالب ربط و اذن و وابہ از کلمات ازل ان نگاشتن و انتر اعلامت و اشارت بر
تماش داشتن صفت اقتباس است و الاقتباس هو ان یتخذه من الکلام نظاماً و نشر اشینا من القرآن و الحدیث
و در کلام محققین و فضحائی آید کہ کو ائف علم فصاحت و بلاغت است فی داند و از اینجا کہ بنیاد معارف و مطالب محمدیان
مخلص بر کلام اللہ و احادیث است و نور معرفت کہ ایشان قبض از مشکوٰۃ نوبہ بہمد ایت عہادی علم و رسول کریم اکثر جا با
عبارت این متن و شرح ہمیں تم است کہ انہا بر مطالب بکلام اللہ و احادیث رسول و ارتباط تمام ہاں مقام کردہ
شدہذا من فضل دبی علی ما اقتبس من کلامہ بلا تکلف و ہو ہدای فی الی هذا السبیل و ذلك من آیات الباہرۃ
و تائیداتہ النظارۃ و ان فی ذلك لآیات لا دلی الذہنی و السلام علی من اتبع الهدی و چر جائے اقتباس از کلام و اقوال کہ ادبجائے
سادات محمدیہ را در تمام احوال شرف اقتباس و اتباع وادہ است و ہمان ذات پاک لولاء لہما خلقت الافلاک
کہ مہموگما باعث ایجاد ہمہ موجودات است خصوصاً نیز عدلت ہستی و وجود ایشان ظاہر و باطناً افتارہ است و تفسیر صحیح
این معنی برائے اُن کردہ تا کلام جاہل تا وقت از حقیقت تفرق در آیت و حدیث نہ فہمد ۔ د جرح ۱۱ مارچ ۱۳۳۲ء
اس میں صاف تفسیر صحیح ہے کہ کلام اللہ کے فقرہ اور آیات بطور اقتباس کے اپنے کلام میں لائے گئے ہیں نیز مسئلہ پر داکتب
الآیات فی کتابک و القہ الی الناس شہ تول منهم بالتجاہل العارف فانظر ما ذای وجہ موت ”یعنی اور
آیات کو اپنی کتاب میں لکھو اور اسے لوگوں کو پہنچا۔“

پس یہ آیات ان پر مکر نہیں انہیں بلکہ اللہ نے انہا پر علم فرمایا کہ قرآن کی آیات کا اقتباس کر کے اپنی کتاب میں لکھ
کر لوگوں کو تبلیغ کرو۔

الحجواب

اس سے مختار مدعا علیہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنیہ مکرر الہاماً نازل گئے ہیں اور اس میں وہی مخاطب ہوا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل اللہ تعالیٰ وحی کے سلسلہ میں آگئی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرر ان پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دو نو پیش کردہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اُتری ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقباس کے طور پر یہاں مستعمل ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

”ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقة النحمدیۃ بہما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ“

”یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں“ ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف و صحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں اُتری ہیں ان کے ذریعہ سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرر آپ پر آیات مندرجہ قرآن اُترتی ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہوا اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے۔ عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب بیانی کے بعد اس کی گواہی یقیناً ساقط الاقتدار ہونی چاہیئے۔

اور مزرا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو جہنم معرفت ص ۲۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتدائی میں ہے ”و اکتب الآیات فی کتابک قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (اکذبہ ما یاقی الخ) یہ سب اور تصریح ہی اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقباس کے موقع و محل پر خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے قول مختار مدعا علیہ۔

”ہن آیات قرآنہ کے متعلق خواہر علیہ الرحمۃ نے امر فی قلبی، بالسبحۃ الخ الخاص کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے الخ“ کس قدر سفید جھوٹ ہے امر فی قلبی بالالہام الخاص کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے مختار مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو، امر فی قلبی بالسبحۃ الخ خاص ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الایات الخ“ یعنی میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف ان آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔ وہ تو وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ حکم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو میں نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی ہدایت میں دعوت و تبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ مشکل مار رہا ہے کہ ”اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے“

اب یا تو یہ دائرہ مغلطہ دیا یا ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا غرض حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افتراء سے پاک ہے مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مغلطہ کے بیٹے نقل کیا ہے۔

”ولقد تلقی اللہ علی قلبی من آیات دیننا ما فی لست بحافظ القرآن الخ“

الجواب

یہ بھی مغلطہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرادیں حالانکہ میں حافظ قرآن نہیں پس میں ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گیا اُس کے حکم کے مطابق معروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب منہ ۶۴۲ و ۶۵۰ جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱ ماہرین ۳۳ پر ملاحظہ ہو غرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مغلطہ ہے مفصل بحث دمی والہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)

هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلہ (ترجمہ مرزا از

حقیقت الوحی مک)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب ضبط کر نیکی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکورہ بالا آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے نہ کسی اور نبی اور نبی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے دو حصہ قرار دیئے تھے۔
 (الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔
 (ب) اس کا مفہوم یہ بتانا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چونکہ مجھے ان کا اعادہ مشغول نہیں لہذا صرف ایک آیت کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیت مذکور ہے اسی جگہ تصریح موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ہوا الذی ادرسل رسولاً بالحدادی و دین الحق لیلظہر علی الدین علیہ دکنی باللہ شہیدا میں ایک رسول کے بھیجنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد لے لیتا لہذا باری تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اُس کا مصداق نامزد فرما دیا کہ ”محمد رسول اللہ“ یعنی وہ رسول جن کی اور جن کے دین پاک کی اور پر مدح کی گئی ہے وہ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی تاویل سے کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اس نص قرآنی کا ہی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اُس مصداق کی تعیین ہے۔ لہذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہونا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا غلاف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا نسخ کر نغیر اللہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے امتیازی کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو سابق کا ناسخ ہو نہیں سکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طور پر آیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا نہ صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

”یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت“

مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ“

گویا مختار مدعا علیہ نے ہیرے دعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اس آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین لے کر سوائے نبی آخر الزمان سید الانس و الجن صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نکسی نبی کو یہ فخر حاصل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو نیز اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے متعین فرما دیا۔
 پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ ابہام نازل ہوئی الخ“ کھلا ہو انکار کا اقرار ہے
 جو کسی تاویل سے مل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب لکھی گئی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی
 میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکلیہ)

بدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ غوثا و طیس تعصیت کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر الہی آیت جس
 کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرما دیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہو نص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن
 پاک کلام الہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے نہ صرف کفر بلکہ کفر علی کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان غلامی حاصل کر سکتا
 ہے تو پھر عیاذ باللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالیٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے اور پرانی تاویل سے چسپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ ہونا چاہیے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا
 سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے ندرائی صفات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انقباض استعمال کرتا رہے گا حالانکہ
 کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بیعت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین ۱۳۵۸ھ اور سراج منیر ۱۳۵۸ھ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ ”خدا وہ ہے
 جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے“،
 میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے
 ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے کہ۔

”آیت قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے،، بوالذہابی اب تو کسی جواب کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مرزا
 صاحب نے اسی قرآنی آیت کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرایہ میں یہی اور قرآن پاک
 کی نص قطعی ہے کہ یہ آیت ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لا جواب
 رہا اور الہامی پیرایہ کی آکر ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔

رسول کی تاویل یا مود فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل بینہ
 کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی وغیرہ وغیرہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔

نیز اس اعتراض کو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جو نص قرآنی
 سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیت قرآنی فرما رہے ہیں۔

پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور
 کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مستقل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزد کر کے نص قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

مرزا اور محتار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس آیت میں) وہی پیش گوئی ہے جو ابتدا سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے قریب ہے“ ۱/۲۱
محض افتراء اور جھوٹا بہتان ہے۔ کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے قریب نہیں بنائی۔

(۲) محتار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ”اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المخالفین مسیح موعود اور ہمدی مسعود کے وقت میں ہو گا۔
یہ بھی محض جھوٹ اور افتراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا ہمدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا، حوالہ ۱/۲۱
چشمہ معرفت ایک حوالہ منصب امامت مہ نقل کیا ہے کہ درقال اللہ تعالیٰ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق، لیسظہر علی الایمان کلمہ ظاہر است کہ ابتدا سے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آل از دست حضرت ہمدی خواہد گردید“

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق ہمدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ علیہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چار دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی سچی کہ جب تک دنیا ختم ہوگی اور اس امت کے آخری مبلغ امام ہمدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہو گا اور عیساکہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی اللہ سے والا ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل غیر دینی اسلام ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اشرار اس باقی رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب السنن و اشرط السامعہ۔

(مخلافہ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت

کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بنانا رکفر اور نص قطعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے حق میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیسری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور توہین اس آیت کا مصداق ہے جو الذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لیظہرہ علی الدین کذلک یا ایہذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ خدا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصداق بنائے اور مرزا صرف تمنا آپ کو۔۔۔ مختار مدعا علیہ دوسرے کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفا کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و واقعی ہے۔

(۲)

”اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ“

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی لیا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کسی اور کو اس لقب سے تو راز ناجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔
اس آیت کی تفاسیر۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما انکوثر قلنا اللہ ورسولہ اعلم فقال فانه شہر وعدی ربی ہر حوض ترد علیہ امتی یوم القیمۃ الحدیث۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا سرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ، فی الاحادیث الصحاح ہو نہر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیمۃ انیۃ عدد الکواکب الخ ترجمہ: تحقیق وہاں میرے تھے کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں غیر کثیر ہے جس پر

بیری امت قیامت کے دن آئیگی جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔
اس سے ثابت ہوا کہ حوض نہر خیر کثیر سب کا حاصل ایک ہی ہے۔
کیونکہ اس حوض و نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

ائمہ مفسرین کا فیصلہ

(۱) تمام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کوثر قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں جو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کاماں ہیں خیر کثیر کی تفسیر کی ہے کہ من النبوة والقرآن والشفاعة ونحوها مبدءا اعطيه النبى صلى الله عليه وسلم من الفصائل الدينيّة والاخر وية۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوہ قرآن شفاغہ وغیرہ وہ فضائل نبویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے ہیں بہر حال اس آیت انا اعطیناک الکونث سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور میں خواہ معنی حوض کوثر ہو جیسا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی ہیں ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ ہیں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الکونث خیر الذی اعطاه الله۔ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلا شریعت غیرت عطا فرمائی گئی تھی۔

میں جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطیناک الکونث سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر از ناوئل جو خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی ہیں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی ہو کھلا ہوا شرک نے ایسا کہ ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ کثرت یا خیر کثیر مراد لی ہے الخبیئۃ سود اور لغویں۔ اعتراض کسی معنی خاص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لا جواب رہا۔

قول مختار مدعا علیہ

”اے الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی سلمان سمجھتے تھے الخ“ وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے دلائل ہیں نہ اس وقت دعویٰ توفیق رسالت تھا نہ اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تھا۔ سلمان اس معاملہ میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان و فرقہ اسلامیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور غرور مولوی محمد حسین بٹاوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید و پیش کیا ہے تکفیر میں پیش پیش تھے۔ اور دوسری وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہوا شاعت السنۃ ۳۷ و ۳۸ و ۳۹۔ و مرزا غلام احمد صاحب کا دینیانہ زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا دینی تفسیلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو بھروسہ لانا دیکھو کہ دینا آپ نے اختیار کر لیا ہے خصوصاً ۳۷ سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا کو لے ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشہر کی ہیں علی الخصوص ۳۸ سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف غالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار میں قیام ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا۔

(اشاعت السنۃ ۳۷ و ۳۸ و ۳۹)

(خلاصہ)

اعتراض صرف انا اعطیتنا الذکوۃ کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی معنی میں شرک بالراسلہ نہ ہو بلکہ اور کلمہ تو حید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر منہ سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ کوئی اور مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تھا۔ اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہوا ایمان احمدی ۱۸ کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے پس علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلاف نص قرآن اور صریح کفر ہے۔

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قول مختار مدعا علیہ دو مختار مدعہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مناطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے مختار مدعہ نے دافع البلاء ۱۸ کا حوالہ دیا ہے اور ص ۱۸ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دائرہ نظر انداز کیا ہے جس پر درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر پہنچے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی کہے ہیں "اس میں بھی حسب عادۃ پہلو بدلی کہ جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی معنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو ہے اور اوپر عمومی بحث میں ہیڈنگ ”انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات“ کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیتہ مذکورہ صحت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نجی و ولی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ امامیث بخاری وسلم دو دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیتہ کے مخاطب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صحت ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا حقدار و شریک و سہم نہیں۔ اور وہ صحت ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امامیث نیز تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالیٰ کی دائیں بانیہ کھڑے ہو کر شفاعت کبریٰ فرمائینگے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفی فنی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس تمام شفاعت پر کھڑے ہوں گے جسے تمام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کرینگے اور یہی مراد وعدہ عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیتہ کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالہ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافق کلمہ توحید خصوصاً اس جزو ثانی، محمد رسول اللہ کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیتہ عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً اپنے اوپر سپال کیا ہے جو ان کے شرک فی الرسالہ ہو نیکو کافی ہے، مختار مدعا علیہ اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اسی اجماعاً زامدی مث سے یہ نقل کر رہا ہے ”کہ میں اپنے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا میری شنا کرے گی یہ بعینہ ترجمہ اسی آیتہ کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ کیسے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا میری حمد و ثنا کرے گی“ ایک ہی بات ہے۔ بہر حال اس ترجمہ کو آیت کا فی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی ہوں ہی تو دنیا میں کسی نجی حتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا نہ کی بہر حال آخرتہ ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کبریٰ کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعت پر فائز ہوں گے اور تمام دنیا اولین اور آخرین ہر دروازہ سے باہر ہوں گے اور وہی موعود مقام محمود ہے کہ عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً جس میں کوئی بڑا سے بڑا نجی و ولی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی نے یہ آیتہ کسی طرح اپنے یا کسی اور پر سپال کی تو یہ یا اسے چال کرنا جائز رکھا ہو۔ یس یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب، با اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہ نے اس کے تحت لکھا یا کہاسب پہلو سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق و غیر مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا خبیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح تفصیل الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ دگو اہان مدعیہ کے سلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے ہمدی موعود کے لیے بھی مقام محمود تجویز کیا ہے چنانچہ شرع فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”فذلک المقام المحمود کہ ہمدی کے لیے مقام محمود ہے شرع فصوص الحکم مطبوعہ ۱۳۵۳ء“

یہاں جھوٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائی کہ عبدالرزاق قاشانی کو مختار مدعا علیہ دگو اہان مدعیہ کا سلم پیشوا بتایا ہے حالانکہ عدالت میں ایک کارڈ موجود ہے کسی ایک گواہ سے ان کے سلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا شخص سفید جھوٹ عدالت کو مخالفہ دینے کے واسطے سبب کیا گیا مختار مدعا علیہ سلم بنانا جو ویش اسول پر محض لغو ہے اور مختار مدعا علیہ برابر اسے غیر مسلم بنانا تھا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علامہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ توالف متعلق ہے کہ چونکہ صرف لفظ مقام محمود معنی قابل ستائش مرتبہ ماہہ الشرائع نہیں بلکہ آیتہ کریمہ عسیٰ ان یبعثک دہک مقاماً محموداً کے خطاب اور اس کے اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا ذکر نہ کیا گیا نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ ہمدی قابل تعریف خدمت انجام دینے کے پس ان کے لیے قابل تعریف مرتبہ ہو گا یہ اور جزو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب عسیٰ ان یبعثک دہک مقاماً محموداً اٹا اپنے آپ کو شریک کرتا اور اپنے اوپر اسے چسپاں کرنا دوسری چیز ہے اور مرزا صاحب اس پر پچھلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔

(دوسرا توالف ہمدیہ مجددیہ ص ۵۵ کا ہے کہ)

”وہو المقام المحمود الذی لا یشادکہ فیہ من الادیاء والمرسل الا اولیاء امتہ“
اور مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء ہو آپ کی امت سے ہوں الخ

الجواب

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم ہے ناقابل اعتبار ہے۔

(۲) جرم کے وقت باوجود بار سوال کے یہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔

(۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے دہی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوة و رسالت ہیں۔ پس یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ و افتراء ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرکت کا ادعا بہتان عظیم ہے جس سے بڑھ کر ہنس قرآن دنیا میں کوئی کر نہیں ہو سکتا۔ ومن اخلص من افتری علی اللہ کذباً قرآن حکیم منتری علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم و کافر نہیں ہو سکتا۔

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

- (۱) کوئی ولی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔
- (۲) وراثت صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلہ سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا جتنی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستاروں کا
- (۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بایزید بسطامی رحمہم بھی باوجود اس جلالت شان کے نہ لے سکا لہذا یہ نظارہ صرف کوئی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام عمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی ولی اس سے وراثتاً حصہ پاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہوگی کہ اُس کا ولی نظارہ کرے جس طرح زمین والے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر نازل ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پیرائے عقلی ان یبعثک دینک مقام محمود و اچسپاں کر کے مرجع کفر اور شرک فی الرسالة کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح موفیاء سے ناواقفی پر مبنی تھا۔ اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح باطل لا جواب ہے۔

(۴)

وَمَا ارسلناک الا رحمة للعالمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانستہ اعتراضی پہلو بکریز کر کے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لا جواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

محض نہ فقط رحمة للعالمین میں ہے نہ رحمة اللہ، رحمة عالم میں بلکہ اس آیت کریمہ و مَا ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اس بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ و مَا ارسلناک الا رحمة للعالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نجی و ولی و رسول و قطب آپ کا شریک و شریک نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیت کریمہ کو مولائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نجی یا ولی یا اپنے پر چسپاں کیا ہو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک ماننے یا اُس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک فی الرسالة ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت کر نہ الا اور ان کے ناموس پاک پر حملہ کر نہ الا ہے کہ ایمان کی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقتہً الوجہ وغیرہ پر و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب آپ کے کو بتلکے

یہ آیت کریمہ اپنے اوپر سپایاں کی ہے۔ لہذا ان کا ایمان کبھی مکمل نہ ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصر پر بھی ان کا ایمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تفصیل مرزا صاحب کو بھی مل چکی ہے لکھتے ہیں کہ: ”پھر دوسری جگہ لکھا: وما أرسلناك الا رحمة للعالمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمت نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے مضمون ملحقہ بحث معروف ملتا) مختار مدعا علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گویا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ۔

”مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور ہمدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمتہ العالمین ہوگا۔“

اس کے ثبوت میں بجائے کسی مسلم حوالے کے دو ہمدی غیر مسلم حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ اشاعتہ لاشراط الساعة کا فالہمدی رحمتہ اللہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما أرسلناك الا رحمة للعالمین و اللہمدی یعقوا شاة ولا یطی فلا یذبان کیونکہ رحمتہ یعنی ہمدی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہمدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا۔“

الجواب

(۱) اولاً سید محمد شریف کوئی مسلم عالم نہیں نہ ان کی کتاب مسلمات قریشی سے ہے۔ (۲) یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقیہ یا متکلم و محدث و مفسر کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجت نہیں۔ (۳) یہ باب ان نزاع سے غیر متعلق ہے ہمدی کا اللہ کی رحمت ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمت ہونا اور شے ہے اور وما أرسلناك الا رحمة للعالمین کا مخاطب ہونا اور اس آیت پر کچیاں کرنا اور چیز ہے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحاء سب دنیا پر اللہ کی رحمت ہیں۔ جیسے چھوٹے مدعیان نبوت اور بزرگوار و دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی رحمت اور عذاب ہیں۔

گو وما أرسلناك الا رحمة للعالمین کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمت کے لیے یعنی آپ صرف رحمت ہی ہیں اور سر تا پا رحمت بخلاف انبیاء و صلح سابقین کے کہ وہ تمیلین اور اجاب کے لیے رحمت تھے نہ مخالفین و اعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں دھنڈائے جاتے تھے موتیں مسیح کر کے غنیمت بن کر بنائے جاتے تھے پھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں مقہور ہستی سے نیست و نابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طوفان اتنا زہرے کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمت کے

کرشمیں بند کر دی گئیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء البرجیل والولہب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمۃ کی بھی نشان تھی اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمۃ ہی رحمۃ ہے اسی لیے اور کسی بھی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تا بعد رسید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس یہ وہ مخصوص لقب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں مسلمان کا پھر پیچہ واقف ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیر کے امتیازی لقب ہے جس لقب کو نہ آدم ماحمل کر سکے نہ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت پاسکیں اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں یہ ضروری کیا تھا جتنے باغیان دیکھا کئے اشیاء نشانہ برہان ہم بے زبانی دیکھا کئے

یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسبیاً منسیاً

دوسرا سوال فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲۔

”لفظ رحمۃ للعالمین مفقہ ناصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء و دیگر علماء دین میں بھی موجب رحمۃ عالم کہتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویں بولا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۳)

الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا سلم ہونا اور بات۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ ان کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کچھ بھی ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے اول ایک غیر مفقہ عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کر لیا ہے اور غیر تقلیدی کو حضرت سے خصوصاً عناد تھا۔

(۵) اُن پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) اقسام الرشید وغیرہ میں اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا ٹوٹ بھی لی سکتا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز ان کی احادیث کی اقتدار بھی چھپی ہوئی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا تلامذہ واصحاب کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرنے میں دیدہ و دانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تصحیف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ نہ معلوم ہو سکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستفیض کے استفتاء کا جواب ہے جسے خیانتہ مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاویٰ مستفیض کے سوال استفتاء کے تابع اور اُمی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمۃ اللعلین لفظ رحمۃ عالم وغیرہ میں نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء بلکہ صلوات اللہ علیہ وسلم موجب رحمۃ عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیت صلا وعلیہ السلام الا رحمۃ للعالمین کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہذا یہ اس جگہ سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتویٰ بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعویٰ کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالم ہونے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء و اولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جاسکتا و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) آیت میں تو خطاب خاص ہے ہی ”لفظ رحمۃ للعالمین“ بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرما رہے ہیں ”کہ اگر دوسرے کے لیے بتا دیا جائے تو جائز ہے“ بلکہ تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔ تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے احتیاط کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصریح لفظ رحمۃ للعالمین ”دوسرے کے لیے اس لفظ“ بار بار اس مصنف کے لفظ کو دہرانا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنی یا آیت کریمہ و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب قلیل فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اجماع نہ فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیت و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے خطاب اور اس کے کسی پر بلطفہ چسپاں کرنے میں ہے جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع متفق ہو چکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیت کسی پر چسپاں کرنا شرک فی اللہ سائنہ منافی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہو سکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ احترام بھی بالکل لاجواب ہے اور یہ دونوں والے علاوہ اس قدر

شبہات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے دانستہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لاجوائی کا بزبان عالی اقرار ہے فیلہ الحمد۔

نوٹ: یہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تائیل ہو اس آیت کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک ہے الرسالۃ اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب و خطابات کسی غیر کے واسطے بلفظ استعمال کرنا کو کسی معنی میں ہول جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵۱)

قل ان کنتمہ تحبون اللہ فأتبعونی یحببکم اللہ۔ ہو کام مشرکین کہ اسکی بدترین یہودی اور آریہ نے نہیں کہا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کمر باندھ رکھی ہے اور صاحبان ہمارے اہل و موئی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دیرینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں پھوٹتے۔

بھلا پر بے باکی سے جملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ محبوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا پچھرا واقعہ ہے کہ ”قل ان کنتمہ تحبون اللہ فأتبعونی یحببکم اللہ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نواز گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص و شرک ہے الرسالۃ منافی گمراہی ہے جس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اور یہ خطاب ماقبل و مابعد سے تلاوت فرمادیں نص قطعی سے اس خطاب کی تنقیص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجود زمانہ کے کوئی کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں، البتہ محض انفرادی طور پر مذکر بلکہ مذکر گناہ بدتر از گنہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزولی قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا مگر مرزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لاجل و لا قرة الا بانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب محبوبیت الہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے مگر یہی بعینہ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لیے ہے۔ دراصل اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الہی الہام ہیں کیونکہ قرآنین کے سلمہ بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبدالوہاب شمرانی رحمہما اللہ کسرت احمد فی علوم الابکر کے مولا پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام و کشف شریعت ظاہرہ و یافض کے مقابل کفر اور تلبیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو آخرین اعمال میں شمار کیا ہے۔

بہر حال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیت کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدم ؑ سے آج تک کسی

اسلمی کتاب کسی نبی کے قول کی محاباتی ولی امام بزرگ عالم ربانی کے اشارات میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کوئی ایک والد اس آیت کے چسپان کرنے کا کہیں سے پیش کر سکا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ
 «مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے تجھے بیعت کے درجہ تک پہنچے ہیں اس لیے آپ کی پیروی انجام دے»

بالکل بیچھی البطلان ہے کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل امتی من امتی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور لوگنت معتذری اخلا خیر رقی
 اخذت ابابکر خدیجہ کے گھر تقدار اور بنی شقیب سے نوازا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور محبوب تھے سیدنا
 اسامہ رضی اللہ عنہ کا تو قیب ہی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ مگر کسی کو اس آیت کے خطاب
 میں کسی مسلمان نے شامل نہ کیا نہ یہ آیت کہ میرا اس پر چسپان کی ۔ میرا درود رحمتہ اللہ علیہ کا یہ والد کہ ضمن اطاعتك فقد اطاع الله
 ورسولہ العلم اللہ علیہ وسلم غیر متعلق یہاں نقل کر دیا یہ کوئی قرآن کی آیت نہیں نہ اس میں کہیں جو کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی
 شریک ہے نہ آیت قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحبکم الله کا ذکر ہے ۔ نہیں معلوم مختار مدعا علیہ نے کیوں یہ حوالہ یہاں
 نقل کر دیا کیونکہ بحث آیت قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحبکم الله میں تھی اس کی نظر میں یا بھی آیت کسی دوسرے
 پر چسپان ہوئی یا اس جیسی دوسری یا محض آیت ہی ہوئی نہ اس جیسی

بہاں تو صرف یہ ہے کہ تم صرف قرآن و حدیث کی لوگوں میں تبلیغ کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچاؤ
 جو تمہارا کہنا مانے گا وہ اللہ اور رسول کا پیرو ہو جائے گا یہ حوالہ محض لیے ربط اور غیر متعلق ہے ۔

گھٹکا تو یہ ہے کہ یہ آیت یا اس کا مفہوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جمہوریت خداوندی کا موجب ہے کسی پر
 چسپان نہیں ہو سکتی اس کے خلاف تمام دنیا میں ایک نظیر نہیں نہ مختار مدعا علیہ اس قدر جدوجہد کے ایک نظیر پیش کر سکے۔

دوسرا حوالہ اشاعت السنۃ مولوی محمد حسین بیالوی غیر مقلد کا ہے کہ «اس آیت کے معنی میں وہ (مقلد براہین) یہی
 سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہے ۔ اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے
 اور جب انہی الفاظ میں (وہ قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت قرار دیتے
 ہیں چنانچہ صفحہ ۱۷۷ کے کتب، ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو یعنی
 اتباع رسول مقبول کرو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ خدا تم سے محبت کرے (اشاعت السنۃ صفحہ ۲۱۹)

(الجواب)

- (۱) مولوی محمد حسین غیر مقلد ہیں اور مدعیہ نیز اس کا گروہ متلد و خفی ہذا مخالف کی رائے محبت نہیں بلکہ یہ تو فریقین کو غیر مسلم ہیں
- (۲) مولوی صاحب مومن شروع میں مضامین تھے بعد کو متنبہ ہوئے اور انہیں جو بات سے مرزا صاحب کو کافر و مرتد قرار
 دیا کیونکہ براہین کے وقت مرزا صاحب کا کفر مستور تھا بعد میں ہوا ہو گیا لہذا حوالہ اشاعت السنۃ صفحہ ۲۱۹ ج ۲

(۳) اس جواب کا مکمل معنی وہی ہے جو مخالف مدعا علیہ کا جس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں پھر جب کہ اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں مان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپان کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فی الرسول کریم ہے بلکہ شان مجوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانے کا جو عمل ہے مرزا صاحب اور مرزا ابیوں کے کسی کا شیوہ اور مجوب مشغلہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی کو بیت باحدیث و تفسیر و فقہ کسی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپان ہو سکتی ہے یا نہ ہو سکتی ہے بلکہ جب تک وہ مرزا کے مستند مرزائی تھے مرزا ابیوں کی طرح تاویل کرتے تھے جب اللہ نے توبہ و در بوع کی توفیق دی تو جس قدر ترمیم و تکمیل کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولوی صاحب مومنون کے اس رسالہ اشاعت السنۃ کے اگلے فائل ملاحظہ فرمادیں۔ مرزا بیت کی جڑیں ہلا دی ہیں اور مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے جمل و فربہ اشکا لاکر نفس کی کوئی فقیہ نہیں چھوڑا نمود و ملاحظہ ہوا ملاحظہ ہوا ملاحظہ ہوا ملاحظہ ہوا ملاحظہ ہوا ملاحظہ ہوا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جو چھوڑا ہوا دھوکا دینا آپ انشیا دریکل ہے خصوصاً سلسلہ سے جب سے آپ نے الہامی بیانات کو لے کر ہٹا دیا ہے اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں منبر کی بنی علی الخصوص سلسلہ سے جب سے آپ نے بیج موعود ہونے کا دعویٰ شہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف غالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان غناری میں فیصل ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا راشدہ و شہیدہ

قول غناری مدعا علیہ "اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رد بھی ہے چنانچہ مرزا صاحب نشان آسمانی جہود میں اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم غفیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر تواتر زور دے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق و صادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔"

مولویوں کا رد نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کفریات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دھوکا دینا اور فربہ ہے ورنہ وہ اپنے قریب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسرا و شریک و پیغمبر سمجھتے ہیں اور برابر متبک و توہین میں سرگرم رہتے ہیں ان کے فتنائی ایمان و اسلام کوئی اعتبار نہیں۔ دراصل عیاں کے دلائل سے ثابت ہو چکا ہے مرزا صاحب اور مرزا ابیوں کا ایمان نہ لالہ الا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان محمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

کو خدا اور رسول کا دشمن اور شیطان سپی کا دوست بنانی ہے جیسا کہ سفعل گذرا اور آگے آ رہا ہے۔

(خلاصہ)

مخصوص اعتراض پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اور اس خطاب میں شرکت شرک فی الرسالہ ہے مختار دعا علیہ بالکل والستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک تفسیر مسلم و غیر مسلم لاسکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔

(۶)

و ما دمیت اذ دمیت ولكن الله دحی

یہاں بھی مختار دعا علیہ دیکھ کر اس کا بھی وہی جواب ہے جو سابق کا اعتراض پہلو سے گزیر کیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طرز ہے اختیاری ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب ہلک و تفتیق شان گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شرکت فی الرسالہ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی مہمانی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار دعا علیہ بھی اس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب کی بھی تفسیر کر سکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

در ہمارے سید و مرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگر بزدلی کی مٹی کفار پر پلائی اور وہ مٹی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے پھلائی مگر اس مٹی نے فدائی طاقت دکھلائی اور مخالفت کی فوج پر ایسا عذاب عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا، کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہونچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سرایت کی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا اس معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے و ما دمیت اذ دمیت الخ یعنی جیب تو نے اس مٹی کو چھینکا وہ تو نے نہیں چھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے چھینکا یعنی در پردہ طاقت الہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں شرکت

اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار دعا علیہ نے پہلو بچا کر استدلال ہی خطبہ کر دیا کہ »یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے، یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنی سے درست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقتہً یا جازاً

اس کو کسی پر چسپاں کرنا روا نہیں سمجھا۔ مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح ”کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شامل ہو رہے ہیں“ البشری ۲۴ ص ۹

علاوہ معکم انکیز ہوئے کے اصل اعتراض یعنی آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے تھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کیا اس کا جواب نہیں بن سکتا۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے بوز استعمال کا پیش کریں۔

مزید برآں جس البشری سے اسے نقل کیا ہے اُس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اُسے درمیان سے دیدہ وائل سے نقل انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ ”(۴۳) ۲/۱۰۵ ص ۹۵، دما دہیت اذ دہیت ولكن الله دعی (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تفسیر صحیح) حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس سے اشارہ ان اشتہارات“ اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ سے کسی چسپاں کرنا قیامت اور کفر کو دوبا لا کر دے گا۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشری ۲۴ ص ۹) درمیان سے قطع و برید کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ بہر حال یہ اعتراض بھی سابق اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے جو اب کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ جو تاویل کی اُس سے اصل اعتراض اور مضبوط ہو گیا۔

(۷)

و ما ينطق عن الهدى ان هو الا وحى يوحى

تمام مسلمان امم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و مباهات کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کسی ولی اور متبع کو کجا اور العزم انبیاء کرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ و روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہو کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

گفتہ او گفتہ ما اللہ بود گرچہ از علقوم عبد اللہ بود

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرنگ بیٹھا اور کلمہ شریعت پر ایمان سے ہاتھ دھویا۔

مختار مدعا علیہ سے ان کوفیات کا جواب بن نہیں آتا اور دھڑلہ لائی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کر نیکی ہی کرتا ہے اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت اخص ترین خصوصیات محمدیہ سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپاں کرنا سخت ترین توہین اور شرک کا ظہر مانتا ہے جس کے بعد کلمہ شریعت کی جزو ثانی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی ولی پر چسپاں نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو زبلی نہ جواب بن بڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ ”مختار مدعا علیہ کا اس ابہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے ابہاموں پر کیا ہے اس

۱۔ اسی طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں الخ (الجواب)

(۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر لغو ہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا دیوں گا لہذا یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح پہلے اعتراضات لایا جواب ہیں اسی طرح یہ بھی لایا جواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز توفیق ملے گا جواب ناممکن ہے۔

(۲) یہ عجیب مضحکہ خیز جواب ہے کہ «ما ينطق عن المولى ان هو الا وحى يوحى»۔ قرآن پاک میں جب مذکور ہوا تھا صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ صفحہ ۲ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت ہی جائے۔

(۳) جواب تو جب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جو از استعمال کی نظر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ توفیق ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں ملی سکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس سے انزالہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”چنانچہ آپ اس الہام کا ترجمہ پہلے ان دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے اور اگر یہ اپنی طرف سے نہیں لوں گا بلکہ جو کچھ تم سے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔ (اربعین ص ۵۸)

صرف اس ترجمہ کو کرانے کے واسطے اس کے ساتھ دو الہام ہوا اس سے کچھ ربط نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس سے متصل بعد کا الہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا۔ دناقتلی فکان قاب قوسین اوادن باوجود اس تمام فہم یہ اس کے آیت ما ينطق عن المولى ان هو الا وحى يوحى کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرتے ہیں کہ وہ بیانی طرف سے ہیں لہذا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو خدا کی وحی ہے، اس ترجمہ سے بچائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کہ یہ اسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے ادھر پر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمراہ اور آپ کے کمالات و فضائل خصوصیات محمدیہ سے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے ادھر پر چسپاں کی اور خصوصیت شریک و ہم نگر ادا یا جس سے براہ کفر کیا توہین ہوگی اور اس عظیم الشان شرک نے الرسالہ کے بعد کلمہ شریعت پر ایمان کیونکر میسر ہو سکتا ہے

قول مختار مدعا علیہ

»اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، لہذا یہ محض غلط ہے اتنی بڑی توہین کو فضیلت سمجھنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے ورنہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وہ بلا تاویل اسے توہین ہی خیال کرتا ہے۔

پھر ایک غیر متعلق حوالہ علم الکتاب مثلاً سے نقل کیا ہے »الہام خاص آنحضرت کو اور بھانڈا پر بندگان خاص و رعایت قرب مع اللہ بر قلب ایشان بے دخل فکر و اندیشہ دے توسط ہو اس دیگر یا لقاء رسانی سے انداز و درناؤ نفوس ایشان کلمات بے مدلے خود میر آید ولیکن اولیاء را این حالت دائم سے شود و پیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئینہ دلوں مرتبہ مانطق عن الہوی سے گردند و ہمہ کلمات جنین اسے خاص الہامات الہی است و قاش از مشاہدہ و گاہ یا بعض اوقات بس صحت ملائمہ یا دوازہ صحت ہم پیغام خود حقیمانہ ہاویا و خویش سے رسانند درین آواز سر و ش سے خوانند و احساس امین حدائے سر و ش گاہ گوش ظاہری ہم کردہ سے شود و اکثر ہم گوش بالحق سے شود«

اس میں کہیں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب و تعلق کسی اور سے نہیں بتلایا، اس آیت کریمہ کو اپنے یا کسی اور پر اس تذکرہ ترجمہ سے چسپال کیا ہے اس میں تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ »و پیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئینہ دلوں مرتبہ مانطق عن الہوی می گردند«

یہ جہ کہ در میان سے خودی اٹھ جاتی ہے تو آئینہ کی طرح مرتبہ مقام مانطق عن الہوی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق اور شرح عربی کے الفاظ میں پیش کر چکا ہوں کہ کوئی ولی مقامات نبوت سے کسی مقام پر فائز ارد داخل نہیں ہو سکتا اس میں دخول کی ہمیشہ کے لیے ممانعت ہے وراثت کسی مرتبہ کے مشاہدہ کی انتہا یہ ہے کہ جیسے زمین پر سے آسمان کے ستاروں کو دیکھیں اور میر و در رحمہ اللہ کے لفظ »خود در میان نمے باشند« اور لفظ »آئینہ وار« میں اسی کی طرف اشارہ ہے بہر حال اس مرتبہ کا آئینہ وار مشاہدہ اور چیز ہے اور آیت، مانطق عن الہوی کا مصداق ہونا اور بات ہے اور بحسب صرف آیت کے کسی پر چسپال ہونے میں بھی جس کی ایک نظر بھی کسی غیر مسلم کتاب سے بھی نہ پیش کر سکے لہذا یہ اعتراض بھی بدستور سابقہ لا جواب ہی رہا۔ اعتراض پہلو کا تذکرہ تک نظر انداز کر دیا جواب کیا دے سکتے۔

(۸)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے وہی اصل اعتراض سے پہلو تھی کی روش اختیار کی ہے اور ہمارا اعتراض بدستور لا جواب ہے اعتراض تو صرف یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور خصوصی نقیب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مائل ہے کہ آپ کی ذات نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کے واسطے بھی رحمت ہے اور آپ رحمتہ علیہم کے ہوتے ہوئے باری تعالیٰ دشمنان نبوی کو عذاب کا بھی عذاب نہیں بھیجتا اور جب تک آپ الامین رہیں عذاب سے مامون و محفوظ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ کا مصداق بعض قرآن اور سیاق و سباق نیز احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت کے صریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کسی آسمانی صحیفہ حدیث تفسیر تارخ صحابی ولی عالم کے اقوال و اشارات میں اسے کسی اور پر چسپان نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود اتہاجد وجد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہری اور تنقیص و توہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں قادیان کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس اہام میں قادیان کے باشندے مُراد ہیں محض بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چسپان کرنے پر تھا جو بدستور سابق باطل لا جواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں۔

(۹)

(سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ)

اور پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے میر کر آیا حقیقتہً الوحی مژدہ یہاں بھی وہی مغالطہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ کی غلعت فافزہ صرت مجرب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی ولی کو اس سے نوازا نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے سے یا کسی پر چسپان کرنا بارگاہ رسالت کی سخت تردید توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپان اور استعمال کرنے یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسری کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محض ہے اور اس اہام میں جس اسری کا ذکر ہے وہ اور ہے۔

نواہ جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں۔

عدالت خود تو جو قرائن کے جب یہ آیت سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ باقرار مختار مدعا علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں مختص ہے اور حقیقتہً یا اہام میں نہیں محض لغو ہے یہ خصوصی القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں ان کا کسی پر کسی طرح چسپان کرنا درست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک الہام یا اعتراضاً سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپان کئے ہیں تمام مذہبی ائمہ چرب ایک تفسیر وجود نہیں۔ اس کی تشریح البشری ج ۲۱ ص ۲۸ سے یہ پیش کرنا کہ

» (۵۳) سبحانه الذی اسرئ بعبده کبیراً - (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک لونی طور پر پہنچایا، محض بے سود اور لغو ہے۔

(۱) اولاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تشریح نہیں بلکہ بالہ منظور الہی کلرک حکمت سار کی تشریح اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ مغاثر بھی ہے اور بالہ منظور الہی اور ان کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ اسمع و لدی کے تحت میں شد و مد سے کہہ آئے ہیں۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تشریح ہوتی ہے وہاں مؤلف لفظ تشریح یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح ہے۔

(۳) یہ الہام حقیقۃ الوحی مثلاً سے منقول ہے وہاں یہ ترجمہ بھی نہیں نہ اس تشریح کا پتہ ہے۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہوا اعتراض بدستور لا جواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔

دوسرا حوالہ برائین حصہ پنجم ص ۸۵ کا پیش کیا ہے۔

» ایک ہی رات سے سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر ہیں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا۔

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے لقب کو اس خطاب میں شریک و شہیم کرنے کا بدستور باقی رہا۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوطی ہی ہو گی۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرتا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

(۳) تمبیر ایک جدید بالکل غیر مسلم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطہر عمر لاہور ص ۸ کا پیش کیا درجہ کلمات اور وں کو سب سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آنا فائز ایہ محبوبی و مرادی حاصل ہوئی۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیروں کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا حجت۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں۔

(۴) اس غیر مسلم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنی سبحانه الذی اسرئ

بعیدہ لیلیٰ الخ - اس کا پہلی تذکرہ اشارۃً وکنایۃً بھی نہیں محض غیر متعلق چیز ہے۔
یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ جو اوردوں نے بیرونی کوشش سے حاصل کیے وہ اللہ نے آپ پر تھوڑے وقت پر
منکشف کر دیئے۔ یہاں آیت کریمہ یا اس کے کسی شخص پر چسپاں کرنے کا تذکرہ تک نہیں اتنی غیر متعلق باتوں کا وجود اصلی
اعتراض کو ہاتھ تک نہ لگایا اور وہ بدستور لاجواب رہا۔

(۱۰)

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ مرزا - اگر میں تجھے (یعنی مرزا صاحب) پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا حقیقۃً الوحی صلوٰۃ

اگرچہ باقتدار سند اس کے حدیث ہونے میں محدثین کو تامل ہے مگر اس پر تمام محدثین متکلیف مفسرین اور ائمہ و بزرگان
دین سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ سبب ایجاد عالم اور باعث تخلیق افلاک بلکہ تمام زمین و زمان انس و جان عرش و کرسی لوح
و قلم و تمام کائنات عالم صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کوئی اور مخلوق ساری مخلوق تمام کائنات
عالم آپ کے صدقہ و طیبیل پر وہ عدم سے منقطع شہود پر جلوہ گر ہوئی یہ فقرہ لولاء لما خلقت الافلاک سنداً و بھی
ہو یہاں اس کی سند زیر بحث نہیں صرف یہ گفتگو ہے کہ یہ خصوصی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ اس تخصیص
میں اس قدر مشہور ہے کہ صاحب لولاک سید لولاک بمنزل آپ کے ائم گرامی کے مستقل ہے۔ مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
بگیرم وامن ان سید لولاک و محشر کہ خضر بر نہ تا یزنا ب حسن بے حجابش وا!

گرامی در قیامت آن ملک مغررت خواہد کہ در آغوش گیر و جرم ہائے بے حسابش وا!

خواہ سند کے لحاظ سے اسے حدیث نہ کہیں یا صحاح میں اس کا تذکرہ نہ ہو مگر یہ لقب کسی اور پر چسپاں کرنا جب کہ
یہ باتفاق مسلمین خصوصیات نبویہ ہے اور سبیر کی کتب میں مذکور ہے یقیناً شرک فی الرسالة اور تنقیص بارگاہ رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد کہ تو حید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی فقرہ لولاء لما خلقت الافلاک کی
تخصیص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اصلی صدق ہونے کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے -
در اصل صدق لولاء لما خلقت الافلاک کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی
کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے اکل داملی فروہیں جس پر کمال انسانی کا خاتمہ ہے، مگر پھر بھی مرزا صاحب کی ہسری
و مشارکت کے واسطے تین مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) اس میں نئے آسمان زمین جو نئے مصلح کے وقت پیدا ہوئے ہیں مراد ہیں جیسے حقیقۃً الوحی صلوٰۃ کے حاشیہ سے
تبیات ہے یعنی مرزا صاحب روحانی آسمان سے علت غائی ہی (مخلصاً)

(۲) اَمَلِيْ صَدَاقٌ لِّوَلَاكَ لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ اَنْخَضَرْتُ عَلَيَّ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمْتُ هِيَ هِيَ لَمْ تَكُنْ لِيْ طَوْرًا مَرَمًا مَحَبَّةً
بِجِيْ صَدَاقٌ لِّوَلَاكَ لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ اَمَلِيْ -

(۳) مَرِيْثُ نَسَائِيْ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا اَوْرَايْنِ مَا يَجْرُ لَزْوَالِ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عِنْدَ اللّٰهِ
مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقِّ

کے حاشیہ سندی میں یہ درج ہے کہ المراد بالکلم من الکامل الذی یکون عارفاً باللہ تعالیٰ وصفاته
فانه المقصود من خلق العالم لکونه مظهرًا لایات اللہ واسراده ماسواة فی هذا العالم الحسی
من السموات والارض مقصود لاجله و مخلوق لیکون مسکنالہ و محلًا لتفکره مضار
زوالہ اعظم من زوال التاب (ابن ماجہ صیغہ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کمال مومن مراد ہے
جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے
آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان میں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا
اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کمال مومن کہا جائے سکونت اور محل تفکر ہوں لہذا کمال مومن کا زوال اعظم ہے تابع
کے زوال سے۔

(۱ الجواب)

(۱) پہلا دوسرا نمبر آپس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف ظہری
و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پُرانے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کیے ہوں یا بقول مرزا صاحب اپنے کشفی بنائے ہوئے تمام کائنات
عالم کے علّہ غائی اَنْخَضَرْتُ عَلَيَّ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمْتُ اور ان کا وجود یا جوہی ہے نئے پُرانے جہانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً
اَنْخَضَرْتُ عَلَيَّ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمْتُ سے صدق لولا لِمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ میں کسی تاویل سے
یہ لقب سیدنا آدم سے آج تک کسی نبی ولی قطب ثبوت نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ
استعمال کیا اس کو کسی پر کسی طرح خواہ جوہ ظہری و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپال کر ناشرک نے الرسالہ موجب
تتقیص سید المرسلین علیہ السلام اور منافی ایمان کلمہ توحید ہے۔

اعتراف صرف استعمال اور چسپال کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنی اور مخصوص تاویل پر نہیں مختار مدعا علیہ
اعتراف ہی پہلو بہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراف کو بھی لا جواب چھوڑا۔

تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ حدیث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو نفاق قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا و آئل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کامل مومن کی خادم اور وہ مخدوم ہے اور مخدوم کے متناہی میں خادم کی حیثیت ہی کیا۔ لولاء لما خلقت الافلاک سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ حسندی غیر مسلم جدید حوالہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلم محدث کا ہے کہ کسی بد رجحانہ ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لولاء لما خلقت الافلاک کا خطاب مومن کامل یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور مختار مدعا علیہ کے اپنے ہی مانے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کامل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محسوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔

مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور جائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لولاء لما خلقت الافلاک ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور چیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر مومن کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک و دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید جی آدم باعث ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عزاسمہ نے فرمایا۔ لولاء لما خلقت الافلاک۔

اور مختار مدعا علیہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق ماننا بڑا بہر حال مابہ الضرع سے اسے کوئی تعلق نہیں نہ یہی لولاء لما خلقت الافلاک کسی پر چسپاں ہے نہ کسی کو علت غائی وجود افلاک قرار

دیا ہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے تفکر میں بھی مشتمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ مومن کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کا ثبات عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مگر ترا صاحب کے متبعین مزارا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک مانتے

ہیں سلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین تلق سید الاولین و الآخرین کو مصداق لولاء لما خلقت الافلاک۔

لولاء لما خلقت الدنيا۔ مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت

توبہ تو بین اور نہ کسرا مانتے

اور مافی کلمۃ توحید رہتا ہے یہی سبب کہیں اصل بحث میں مدخل پیش کر چکا ہوں۔

”حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان“

مختار مدعا علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ ۷۶ صفحہ ۱ سے ایک فتوے پیش کیا ہے، جس میں اول ما خلق اللہ نوری وغیرہ بعضی امارت کے محوت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ در یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں محض بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں گو دوسری امارت کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا مدد ہے اور حدیث لولا کہ لما خلقت الدنیا جو اس مضمون کی موید ہے سنداً بھی درست ہے جس کی تصحیح علامہ ابن حجر کی رقم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ بھر حال سند کی توبہاں بحث ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لولا کہ لما خلقت الا فلاک۔ اور باعث ایجاد عالم و تخلیق سادات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر یہ گز نہیں کر سکتے ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا بہر حال یہ اعتراض بھی بوجہ اس کے کہ اعتراضی پہلو نظر انداز کر دیا جائے بالکل لا جواب ہے مفصل اصل بحث سے ملاحظہ فرمایا جائے۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا۔

عنیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار

شرک دوئم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرک کا دعویٰ کرتے کہتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے، چنانچہ بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں۔

- (۱) منم یسج زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد (در تمہیں)
- (۲) اور عدائے آج سے میں برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر اسی کتاب میں اس کا کہہ کے قریب ہی یہ وحی الہی ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ النبوة صفحہ ۴۷)

(۴) حقیقتہً الوحی میں جہاں اپنے لیے سب بیویوں کے نام لکھے ہیں وہاں محمد و احمد دونوں بھی موجود ہیں اور ان کے مہر میں نے انہیں عین محمد علیہم بھی کر لیا بلکہ ان سے بڑھ کر جب کہ قاضی ظہور الدین اکمل ایڈیٹر تہجد الافغان لکھتے ہیں ۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شایں
حمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھنے کا دایاں میں !

یہ بڑھیں کہیں نقل و دروز کے الفاظ اور سیلہ معلوم ہوتا ہے ۔ اُسے قلیفہ محمود صاحب محض یہ معصرت انکساری پر محمول کرتے ہیں درنہ دراصل اس کی کچھ حقیقت نہیں ۔ ملاحظہ ہو ۔

(۱) کتاب ہینڈ بیل بحوالہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۳۱۳ھ کہ ہم بیتے خدا کی دوسری دھیوں میں حضرت اسماعیل حضرت یسے حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں ۔ ایسی ہی خدا کی آخری دھی ہیں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظنی یا موزنی یا جنوزی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک محرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں ، اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ مرزا محمود کے نزدیک ظنی بروزی غرق دئی الہی نے نہیں کیا بلکہ خود مرزا صاحب کا تفسیر کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی حقیقتہً واقعہ نہیں ہے بلکہ محض انکساری و فرقتی ہے جیسا کہ ہینڈ بیل ص ۸۷ پر ہے ۔

”خدا نے صاف صاف افغلوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظنی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری و فرقتی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان اہامات کے ماتحت کریں گے۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ ظنی و بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے ۔

اب اس کی قسم کی واضح غیبت اور دعویٰ محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکہ ایمان قائم رہ سکتا ہے جو محض اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہوا اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشد آلاء علی الکفار ۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہوا اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو ۔

وہ کرور مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے محمد رسول اللہ پڑھیں گا ایمان محال ہے ہاں اپنے اوپر ایمان نہ ہو تو ہو یا ان دونوں محمد و نبی یکدم تو شرک ہے الرسالۃ بلکہ شرک نے الذات رہا جو شرک نے الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل نامسموع ہے ۔

نیز جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین صاحبان مرزا غلام احمدؒ کو بھی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے یہ نام اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو یہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا امتی محمد رسول اللہ محض مرزا صاحب ہی کو مراد ہے گا لہذا کسی کا ایمان اس کلمہ پر نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی قیاحت بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں قطعی بلکہ یہ شہادت خداوندی و کفی باللہ شہیداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیر ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا علاوہ دعویٰ عنیت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو نہ صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفر و پشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انہیں کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔
(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی یہ تک کہ جب عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (ایضاً باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہراء سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہشک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (عیاذ باللہ) ٹھہریں گے۔
(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما تو ہیں کہ ان کے نانا جان ہوئے وغیرہ وغیرہ۔
(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام ائمہ کی تو ہیں تو ہیں انبیاء کے تحت میں یہ مفصل آئے گا تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ سلسلہ تو ہیں انبیاء و تو ہیں جنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

”مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب“

اولیٰ کہ کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لا جواب ہے کیونکہ بنیاد یہاں بھی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپاں کرنے پر ہے جس کی جرات کسی نبی صحابی ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ عادیث تغیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی تکذیب ہے۔ نہ مختار مدعیہ اس کی ایک تکذیب پیش کر سکا لہذا اصل اعتراض تو لا جواب ہی رہا اور محمد اللہ اس بیڈنگ میں ہر اعتراض پہلو بچایا اور تمام اعتراض لا جواب اور اقراری کفر رہے۔
(۲) مرزا صاحب کا دعویٰ عین محمد ہونے کا مختار مدعیہ علیہ اور اُس کے گواہوں کو مسلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف ایک تاویل پیش

کرتے ہیں۔

- (۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جismanی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے
 (۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں غلطی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔
 (۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا تمام فیض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے
 جس کا روحانی افادہ میرے فضائل حال سے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر
 (۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

(۱) الجواب

- (۱) اول جismanی دروہانی کسی طرح عین محمد بننا تو بین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب
 نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ
 در او قدرانے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کا وجود ہی قرار دیا، بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی
 قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔
 اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کا دعویٰ ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے
 تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔
 (۲) غلطی و بروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلیٰ و ارتح
 ہے کہ غلطی و بروزی طور پر بھی ایسی بے شبہ ہستی کا کوئی شکل اور ظل و بروز نہیں ہو سکتا نہ کسی طرح اس کا عین بن سکتا
 ہے۔ اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان
 محبوبیت کی کیمائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبیہ اور سیم و شریک بھی نہ ہو شیطان عین ہر ایک کی شکل بن
 کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل خواہ میں بھی نہیں بن سکتا خود ارشاد فرماتے ہیں من دافی فی
 السمناہ فقد دافی فان الشیطن لا یتوای لیلا کا یتمثل لی او کہا قال صلی
 اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا
 نقشہ نہیں پاسکتا۔ نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

پھر مال کسی تاویل سے عینیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست
 نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہ ہوئی، جیسا کہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں در او رہے مجھے
 آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ (اشتمار ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب خنجر گواہوں نے اپنا ایمان بنایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجۃ ہیں علیٰ دروزی کی تفصیل مذاکی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ اثر علیٰ دروزی کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ بیندیل سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیوض کا واسطہ ہیں اس لیے عینیت محمدی کا دعویٰ ہے محض لغو ہے کیونکہ دیا جاتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عینیت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت تاہم کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولیٰ یہ تاویل لغو ہے کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور ابوہریرہ الدین اہل توہین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں، ہم ہیں
محمد دیکھتے ہوں جس کو اہل
اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شان میں
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں !

قاضی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اولیٰ بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزر چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کال ہے جس سے پہلے مدعا نکلا کہ مرزا صاحب نہ صرت عین محمد بلکہ پہلے سے کال ہیں عیاذ باللہ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت تاہم ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پر داز مقرران بارگاہ الہی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کابلوں نظارہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ قرآن میں کتاب البیرواقیت والنجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

بزرگان دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالہ پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی۔

(۲) شرح فصوص الحکم قاشانی۔

(۳) حاشیہ مشنوی بحر العلوم۔

(۱) (الجواب)

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معروت اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ مولا ہے جو حجۃ

نہیں ہو سکتی۔ اس کا موافق نہ مفسر ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتاب کی توثیق کسی بزرگ نے کی۔ عقائد اور ایسے نازک مرحلہ کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے۔ خود گوہار بان مدعا علیہ اپنے بیانات اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعاً اختلاف کا اعتبار ہے۔ نہ غلیظیات کا احادیث صحیحہ جو احاد کے درجہ میں ہوں ان کا بھی اعتبار نہیں۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ مین محمد کا دعویٰ صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ الخ علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پر پیچاں ہو سکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق لگی طرح ہو سکتا ہے اس کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اصل حوالہ ملاحظہ ہو۔

”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہتر مزید ذائقہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا تو ہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی پیشہ سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار اور ایک ستر ہیں مگر تابع اپنے تئیں لفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہتر مزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“

(۲) ”اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اٹھ گئی“ امتیاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) ”ایسا متبوع ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی پیشہ سے پانی پیتے ہیں“ مگر تابع اپنے تئیں لفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقتہ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ ہے۔ جس کا ثبوت پہلا فقرہ ”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہتر مزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور وہ بھی وحدۃ الوجود کے فرزند جس سے مرزا صاحب برادرات ظاہر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام بہ حوالہ سابق۔

یہاں کسی کاذبات محمدی یا وجود پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے کہ ”خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا“

(۲) یہاں عینیت کا ذکر تک ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ اگر یا تعینت درمیان میں اٹھ گئی، ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ کہ تابع و متبوع عین ہوں گے اور دعویٰ عینیت درست ہو گیا۔

(۳) عینیت کی صاف تردید ہے صرف اس قدر ہے کہ دونوں ممکن ترتیب ہونے میں ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ اور ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پی رہے ہیں ہم آغوشِ محفل ایک کنار اور ایک بستر ہیں یہ اور شئی ہے اور عینیت اور شئی۔

(۴) اس کی صاف تصریح ہے کہ یا موجود ہم کناری اور ہم بستری کے اور کمال اتصال مغیبت کے دعویٰ عینیت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے آپ کو اپنے متبوع کا طفیلی بنائے گا ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ مگر تابع اپنے میں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ تختہ امداد علیہ نے اس حوالہ سے شخص فریب دیا تھا اور دراصل یہ حوالہ ہمارا موید اور ان کی تمام تاویلات کا خاتمہ کرنا والا ہے کہ انتہائے محبت و اتصال میں بھی دعویٰ عینیت نہیں بلکہ متبوع طفیلی اپنے تابع کا رہے گا لہذا الحمد للہ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے قی میں زینخانے کیا خود پاک دان ماہ کنعانی کا

دوسرا حوالہ شرح فصوص قاشانی کا ہے کہ درجہ ہدی کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہو گا (شرح فصوص مصری ص ۲۰۰) اولاً نہ شارح مسلم ہیں نہ یہ شارح نہ کسی اہل طریقت نے اسے مسلم شروع سے شمار کیا نہ یہ ہم پر یا کسی پر حجۃ ہو سکتی ہے۔ (۲) یہ حوالہ قطع دیر دیکر کے کہ پیش کیا گیا ہے اور صرف ایک فقرہ در نہ کوئی غلط لفظ نہ ہوتا، عدالت سیاق و سباق ملاحظہ فرمائے۔

(۳) اس عینیت کے دعویٰ یا محمد رسول اللہ والذین معہ... الخ کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہونے کا ذکر تک نہیں یہاں تو صرف یہ ہے کہ ہمدی اخلاق محمدی سے آراستہ ہوں گے باطن کا لفظ عام طور پر اخلاق دیرت پر لہلہا جاتا ہے۔ اور یہ فقرہ دراصل شرح ہے اُس حدیث کی جو ابو داؤد میں حضرت علی سے ہے کہ ہمدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق میں مشابہ ہوں گے نہ صورت میں نہ بشبہ فی الخلق لایشبہ فی الخلق ابو داؤد مشکوٰۃ کتاب الاشراف الساعۃ۔

پس اس میں عینیت کا دعویٰ کیا عینیت کی زیر دست تردید ہے اور اگر ان جزوی مشابہتوں سے دعویٰ عینیت کا جواز ہوتا تو تیرہ سو سال میں کوئی تو کہہ سکتا۔ حالانکہ ایک نظیر موجود نہیں کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو ان مذاہب کے جھوٹے دعویدار اور وعدۃ الوجود کے رنگ میں لشکر کی حالت میں انا الخ کہنے والے بزرگ بھی بہت ہیں گے مگر عین محمد ہونیوالے دستیاب نہیں ہوتے، یہ مرزا صاحب کا اختراع ہے۔

تیسرا حوالہ حاشیہ مثنوی بحر العلوم حاشیہ ۱۵۱ دفتر چہارم بر شمرے
نقش زین موبہ... کاندیں رہ شہر یا سکر میرد

اجواب

مولانا عبد الحلے فرنگی محلّی مکتوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ مفسر نہ فقیہ ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا موقف میں بھی شمار نہیں کیا ان کی رائے کسی پر کیا جتھ ہو سکتی ہے خصوصاً عقائد میں۔

(۱) نہ مثنوی شریف میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اُس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرح میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونیکا دعویٰ کیا ہے نہ خود بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے یہ پوش میں کہا نہ سُکر میں۔

حاشیہ بیہ اپر مولانا ابوالاعلیٰ شمسیر العلوم صاحب مکتوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا تلب (یعنی باطن و سیرۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تلب (یعنی سیرۃ) پر ہوا کرتا ہے اور جو کسی کے تلب (سیرۃ باطن) پر ہو وہ گویا وہی شخص ہو جاتا ہے پس بایزید بسطامی چونکہ قطب وقت ہیں (گویا عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

یہ مولانا عبد الحلے کی اپنی منطق ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور اصل مدعا ثابت نہیں کہ کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہر حال باوجود غیر مسلم ہونے کے یہ حوالے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ یہ خیانتہ تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ و وہاں بھی یہی بعینہ تاویلات اور بھی حوالے ہیں صرف مکتوبات کے دو اور حوالہ ہیں۔ جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی اتصالِ محبت کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداقِ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا تذکرہ تک نہیں اولیٰی کملی ہوئی خیانت اور قطع و برید اُس کے نقل میں کی ہے کہ اُس پر انسانیت شریقی ہے۔ چونکہ وہاں دو حوالہ تو ہیں انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں ہذا اُنسی ہیڈنگ کے تحت ان کا فصل تذکرہ اور خیانت بتائی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام بیانی اور شرح مضمون و حاشیہ مثنوی کا حوالہ کو یہاں تو مختار مدعا علیہ نے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام تک نہ لیا۔ اور محض مخالفہ دینے کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دیدیا تاکہ لوگ مخالفہ میں رہیں کہ کچھ اور قویٰ مقفل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا تاویلات رکیکہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ تک تقریباً ہی مکرر نقل کئے ہیں۔

بہر حال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے پر چسپاں کرنے کا کفر یہ تنہا سابقہ الاجواب رہا ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

(۱۲)

منم بیج زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ بختبہا باشد
 اس کا مفصل جواب الجواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا
 تصریحات کے بعد تریاق اقلوب کے دوسرے محل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۹ کی مغالطہ
 آمیزہ عبارت نہ اُس کا جواب بن سکتی ہے نہ اُس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراض پہلوا اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم
 کا تعلق ہے
 نیز اس شعر پر علیحدہ (۱۲) ڈالنا بھی اس لیے ہے ورنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور
 اسی تبرک کا ایک حوالہ ہے۔

مرزا صاحب کا جواب

مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک عمومی جواب کا رنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ پایا
 ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔

اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ ص ۲۸ اور ص ۴۸ اور انزال اودام ص ۲۴۲ و براہین ص ۵۴ کے چندہ حوالہ پیش کئے ہیں
 جس میں دہی غلطی و بروہی واسطہ و ذی واسطہ تابع و متبوع کی تاویل میں ہیں جن کا مفصل جواب گوجرانہ کا خود مختار مدعا علیہ
 اس کا نتیجہ نکلتا ہے۔

”آپ پر ان اعلانات کا نزول ببرکت متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے غدوم اور متبوع کے ہے اور
 آپ ان کے خادم اور تابع ہیں؟“

مگر کبھی خادم عین غدوم تابع عین متبوع و رعایا عین سلطان یا اُس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و ہمہنگم نہیں
 ہو سکتا نہ اُس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب ۱۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ص ۱۸ اور انجام اتھم میں تحریر کر کے مخالفین کو مباہلہ اور

بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معک کما هو معی
 اربعین ص ۹ انجام اتھم ص ۲۵ اَنْتَ مَنیٰ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِی وَتَقْرِیدِی اربعین
 ص ۲۹ انجام اتھم ص ۲۸ انت اسم الاعلیٰ اربعین ص ۲۹ اور انت معی --- تا۔
 الخلق اربعین ص ۳۰ انجام اتھم ص ۳۰ کَانَ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ اَنْجَام اْتھم ص ۳۱

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا اَرْبَعِينَ مِۡٔةً اَنْجَامًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ
 بِالْهٰذِيْ وَوَيْنَ الْحَقِّ لِيُظْهَرَ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ اَرْبَعِينَ مِۡٔةً اَنْجَامًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ اَنَا اَعْطَيْنَاكَ
 الْكُوْثَرَ اَرْبَعِينَ مِۡٔةً اَنْجَامًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ وَمَا اَسْلَمْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اَرْبَعِينَ مِۡٔةً
 قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اَرْبَعِينَ مِۡٔةً اَنْجَامًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْمٰى بِعِبْدِهِ
 اَنْجَامًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اَرْبَعِينَ مِۡٔةً ۝۳۷ -

میں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، ”انجام آتھم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات
 معہ دیگر الہامات لکھ کر انہیں“

یہ عجیب جواب رہا کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مبالغہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا
 یہ سب پیچھے ہیں۔

اگرچہ مقابلہ و مبالغہ کی دُعا صداقت وغیرہ مقدمہ تنازعہ سے غیر متعلق ہے اور برابر عدالت کی طرف سے ممنوع
 قرار دئے گئے ہیں مگر چونکہ جوابی بے ضابطہ بحث میں ریکارڈ پر یہ آگیا ہے اسی لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے
 جن مخالفین کو دعوت مبالغہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنہوں نے بطور قرض کہا۔ جو جھوٹا ہو۔ اس
 کا انجام بد اس کے سامنے ہے۔

خود مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفوں سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا۔
 یا اللہ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتی ہوں کہ میں اوستہ اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ
 میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ اور دعائیں یہ الفاظ ذکر کرنے
 دینا افتخار بینا دین قومنا الخ

یدر ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء پھر کیا ہوا یہ کہ سہ

لکھا تھا کاذب مرگیا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مرگیا۔
 (از مبالغہ مرزا۔ ۱۱/ ستمبر ۱۳۲۶ء)

مفصل بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے۔

بہر حال مبالغہ اور بالمقابل دعوے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفسری علی اللہ
 اور کافر و مرتد ہونا ہی ثابت ہوا سہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں۔ زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

(محمد رسول اللہ ﷺ کے لاجواب نمبر)

تمہید۔ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا فرضی ہے جرح گواہ ہر ایک مابین سلسلہ انکار خصوصیات انکار ذات ہے ۱۔

(وہ طریقہ مخصوص اعتراض پہلے نظر انداز کر دیا)

- (۲) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔
- (۳) معراج جہان کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعہ وثابت کرنا سر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ بتا۔۔۔ اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔
(ازالہ کلاں ص ۱۱۷)
- (۴) شفق القمر کو خسوف قمر کہہ کے اُس سے دو یا لا اپنے لیے بتایا۔
لہ خسف القمر المنیر وان لی غسلاً القمآن المنیر ان انتکر
ترجمہ ترا اور اس کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے
لیے چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔
(قصیدہ اعجاز یہ ص ۷)
- (۵) اپنی فتح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔
اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی
کہ پہلے غلیہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدمہ تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہوا اور اسی کی طرف
خدا تبارک کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔

سبحان الذی اسرای بعیدہ لیل من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی

بادکنا حولہ۔ خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ص ۱۹۴

- (۶) وبال بران سر پہ کے متعلق اپنا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فریاد بنانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نقیصہ و توہین۔ (بحوالہ ازالہ کلاں ص ۱۲۲)
- (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نبیلت کی تمہید اشرف اللہ علی کل شئی۔
- (۸) عدانے نیکھ کر ایک چیز میں سے چُن لیا۔
- (۹) آسمان سے کئی تخت اُترے پس تیرا تخت سب سے ابر بچھایا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹)
- (۱۰) زمین میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے ابر بچھایا گیا۔
- (۱۱) اتانی ما لہ دیوت احداً من السماء لمدین۔ تمام عالموں میں جو کمالات کسی کو نہ دئے گئے وہ اللہ نے مجھے دیئے۔ (استفتاء ص ۸۵)
- مندرجہ ذیل خطابات خصوصی واقعات کو اپنے پرچہ میں کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و شریک ہونا علانہ اور پین و آخر میں کسی نے اپنے یا کسی پر انہیں چھپا نہیں کیا۔
- (۱۲) وما رمیت اذ رمیت، ولكن الله رمى۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷)
- (۱۳) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔ حقیقۃ الوحی ص ۸۲
- (۱۴) سبحانه الذي اسرى بعيداً ليلاً۔ حقیقۃ الوحی ص ۷
- (۱۵) اور مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو بھی اس آیت کا مصداق ہے کہ ہو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله۔ (اعجاز احمدی ص ۷)
- (۱۶) عسى ان يبعثك ربك متعامداً محموداً۔ (دافع البلاء ص ۱۲۷ ص ۱۲۸)
- (۱۷) انا اعطيتك الكوثر۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵)
- (۱۸) لولال لما خلقت الافلاك۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۱۷ و ۱۱۸)
- (۱۹) وما ارسلناك الا رحمة للذالین۔
- (حقیقۃ الوحی ص ۳۷ ص ۳۸)
- (۲۰) وما يظن عن الهوى ان هو الا وحى يوحى۔ (اربعین ص ۳۷)
- (۲۱) ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔ (دافع البلاء ص ۱۲۷)
- (۲۲) منم سبع زمان منم کلیم خدا منم محمد احمد کہ مجتبیٰ یا شہد
- (۲۳) پھر اس کتاب میں اسی کلمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی اللہ۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی مجھے حقیقۃ النبوة ص ۷۲)

(۲۴) میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں نامہدا محمد ہوں (حقیقۃ الہی ص ۷۷)

(۲۵) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد داحمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا ہے (حقیقۃ النبوة ص ۲۶۵ و ص ۲۶۶ م)

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت اتفاقیہ نہیں بلکہ طریقہ مسترہ ہے تلاش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین شغل ہے اس کی تائید میں صرف حقیقۃ الہی سے بحوالہ سابق اتنے ابہامات اور تائید کا طور پر نمونہ پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت انا اول المؤمنین -

(۲۷) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا -

(۲۸) الرحمن علم القرآن

(۲۹) انا فتحت لك فتحا مبينا -

(۳۰) يا شمس يا قمر انت مضي وانا منك -

(۳۱) داعيا الى الله وسراجا منيرا -

(۳۲) انك باعيننا (خاص الخاص خصوصیت)

(۳۳) دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى -

(۳۴) ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم -

(۳۵) قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الحكم الله واحد

(۳۶) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر - (خاص الخاص)

(۳۷) وعلمك ما لم تعلم -

(۳۸) انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا انما ارسلنا الى فرعون رسولا -

(۳۹) يونس انك لمن المرسلين على صراط مستقيم تنزيل العزيز الرحيم -

(۴۰) المر تشويع لك صدرك البشري ص ۷۷

(نتیجہ)

پس جو شخص باوجود اقرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - خود محمد رسول اللہ سے اور میں محمد کہے اور کہلائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جہانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارہا ثابت کرے معجزہ شوق فقر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں پرترجیح دے اپنا عالم دینی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور نازل
 لما خلقت الافلاك خود بنے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين
 اپنے کو بھی مایعطق عن الہدی - علوان یبعثک ربک متامناً
 محمداً ۱ - اپنی شان میں ٹھہرائے سبحان الذی اسری - دنا فتالی فکان
 قاب قوسین او ادنی مشارکت ہمارے ان الذین یبایعونک انما یبایعون
 اللہ - بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر
 لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر و انک باعیننا
 داعیاً الی اللہ و سراجاً منیراً - کیس انک لمن
 المرسلین - یہی ایک دودفعہ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات ہیں شریک و شیعہ ہیں بیٹھے اور پھر بھی
 ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکر باور ہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کوڑا ہمارتیبہ لا الہ الا اللہ محمد
 اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے۔ لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ - یہ ان کا ایمان ناممکن ہے۔

بمجد اللہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
 پر ایمان نہ ہونا ۲۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل و حوالوں سے ثابت ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل
 کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مرزا ائیت اختیار کرنا کفر اور گھلاہوا از خدا ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا۔
 جیسا کہ ابتدائی بحث میں نتایج کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر مبنی نہیں

أمنت بالله كما هو باسماؤه وصفاته وقبليت جميع احكامه -

اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب
 اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کری ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب
 کا اشارہ و کنایہ نام تک بھی نہ کیا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں۔ (ایمان مفصل
 پر مرزا صاحب اور ان کے ائمہوں کا ایمان نہیں) ایمان مفصل منقول از الزوال و امام (۲)

(۱) أمنت بالله (۲) مخلصک (۳) و کتبہ (۴) و سئلہ (۵) والبعث بعد الموت
 (۱) أمنت بالله - مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الہ الا اللہ کے

- سلسلہ کے جوابات میں انگٹا گیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان مترک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
 جن کا جواب میں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آمنت یا اشر پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔
- (۲) و ملشکتہ۔ ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات اشر خدا کی بیٹیاں اور فلاسفہ بھی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔
 مگر کو اکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لانا ضروری ہے جو قرآن پاک اور احادیث و اصطلاح شرع میں موجود ہے۔
- (۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے
 اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونہ چند آیات پیش ہیں۔
- (۱) تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنْ كَانَتْ خَاتَا -
 (۲) تَنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ -
 (۳) عَلَيْهِمْ مَلٰٓئِكَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ
 دِقْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ -
 (۴) وَمَنْ عَتَدَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ -
 (۵) بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ
 (۶) وَاذْقَلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْمٰجِدَ وَالْاَدَمَ
 (۷) وَاذْقَلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً -
 (۸) جَاعِلٌ الْمَلٰٓئِكَةَ رُسُلًا وَّلِیَّ الْجَنَّةِ مَتْنٰی وَثَلَاثٌ وَّرَبَاعٌ -
 (۹) وَتِلْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ حَآفِیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یَسْمَعُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ -
 (۱۰) وَالْمَدِیْرَاتِ اَمْرًا اِلَیْهِ تِلْكَ عَشْرَةٌ کَامِلَةٌ
 یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

شرعاً ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور عکبانہ توجہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دساتیر و
 وید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور وید اور دساتیر کے مذہب کے

موانق ان کو ارجح کو اکب بتلایا ہے ان کا پہلنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا خال کہا ہے اس لیے چند آیات و احادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب و تردید کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاءت رسلنا لوطا اسقاهم وضاق بهم ذنوبا وقال هذا يوم عصيب۔۔۔۔۔
 --- تا۔۔۔ و امطنا عليهم حجارة من سجيل منضود۔ (ہود رکوع ۷۰)

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے رہ ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے جی میں رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے بڑے کام کرتے تھے حضرت لوط نے کہا لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور تجھ کو میرے جہانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے (لوگوں نے کہا) تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوط نے) کہا اگر تجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا تو تم ایسا نہ کر سکتے جہاں لوہے! اے لوط ہم نیزے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک برگزیدہ پہنچ سکیں گے تم کچھ حسدات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آئے گا با ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ یہی جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے وہ بستی زبردیر کر دی اور اس پر تہ بتر پھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے فساد خارا کا لاکھ کدو شمشل یہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب کر دینا یہ سب کچھ ارجح کو اکب کا بیان ہے روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے مثل کبوتر حاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے تو صبح ۲۴ تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشنے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) ۵ ل انتك حديث ضيفت ابراهيم المصكر مين۔ (دیکھو تمام رکوع ۱۰ والذاریات)
 ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے جہانوں کی خبر پہنچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا ہمان بن کر آنا غلیل الرحمن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارواح کو اکب کا نام اور کام ہے۔

اذ تقول للمؤمنين الن يكفیک۔۔۔۔۔ مسو مین (ال عمران) جب تو مؤمنوں کو کہنے لگا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے مین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے رہو اور یہ بیزگاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو پہلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا۔ اور منزل میں ان کی صفات لانا پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کو لایا جانا اور مسوین ان کی صفات بتلانا کیا یہ سب ارواح کو اکب ہی کیا یہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جہنم نہیں۔

فادسلنا الیہا روحاً فتمثل لہا بشراً سو قیاً ۔۔۔ ترجمہ پھر ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے پھر پور مرد بن کر کھڑا ہوا۔

غور کیجئے یہاں بھی کو اکب ہی پیچھے گئے یا روح القدس پھر پور مرد بن کر کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا۔
قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ عَلَماً نہ کیسا۔ ترجمہ اسی نے کہا کہ میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔
کیا یہ سب روح کو اکب کے ہی فرشتے ہیں جن کو ذرہ بھر جہنم نہیں۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو بیچے کہ ایک سائل آیا اس کی صورت وضع لباس صحابہ کو حیرت میں ڈال دیتے والے تھے اس نے اسلام اور ایمان کے شعلے سوال کئے اور پلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
فَإِنَّ جَبْرِیلَ اَتَاكُمْ یَعْلَمُکُمْ دینکم۔ ترجمہ۔ یہ حضرت جبریل تھے اس لیے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔ اور وہ بخاری سلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ۔ پادریس کے اس کے راوی بھی حضرت غفراروق ہیں
(۲) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوم بددھذا جبریل اخذ بواضع فراسہ علیہ اذات المحبوب (رحمہ اللہ البخاری)
ترجمہ۔ بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہے جو سلاح جنگ پہنے گھوڑا پر کھڑا ہے۔

صلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کو اکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے پر چڑھ کر آنا جو دفرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا غناک نعل اسب اٹھائنا یا نبیل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں
احادیث صحیحہ اور بھی اس امر میں۔ بے شمار لیکن مثلاً در روز تک جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوانا۔ رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا دوحیہ معانی کی شکل پر آنا رسول کریم کا ام المؤمنین عائشہ یا صدیق اکبر سے فرمانا کہ یہ جبریل ہے اور تم کو سلام پہنچانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پچیس مسلمانوں کو لا زم ہے کہ بقایہ ارشادات نبوی کے محققات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریباً ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی ہیں۔ فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا هو یدخلہ کل یوم

تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض والہ بحث کے وقت ذکر ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے جواب کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی مکمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شمرانی کی سب سے مستند کتاب ایواقیہ والیجواہر کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(یواقیہ و الجواہر جلد ۲ ص ۴۲ مبحث ۳۹)

وہ سارا مبحث ہی ان کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کو اکب کی تردید میں ہے۔

(مرزا صاحب کا فرشتوں کے متعلق عقیدہ)

- (۱) فرشتے نفوس نعلیہ اور ارواح کو اکب کا نام ہے (مخص توضیح المرام ص ۴۸)
- (۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توضیح المرام بحوالہ سابق ص ۴۸)
- (۳) جبرئیل زمین پر آئے نہ آتے ہیں (توضیح مرام مخص ص ۴۸)

اصل اعتراض

اوّل ملائکہ کو نفوس نعلیہ اور ارواح کو اکب ماننا باطل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور وہید پرستوں کا ضروری عقیدہ ہے دوسرے کو اکب و سیارات سے تمام استقامات منسلک کرنا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں «اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمان میں سیارات اور کو اکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں» مشکوٰۃ باب المطر

اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث معلوم ہونا بنوع ۱۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں ان لوگوں کو باری تعالیٰ کی زبان پر کافرین یا ملحد قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونے کی نسبت سادہ مانے بھڑکے کی طرف کرتے ہیں نیز اس حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جس نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست افترا کیا (۱) نہایت سادہ دینا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔

پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات عقلیہ

مخلصہ تاویلات (ایمان بالملائکہ)

- (۱) مرزا صاحب کے سراج منیر برائین - ایام الصلح - آئینہ کمالات پختہ معرفت کے چھ حوالے حماۃ البشری کے -
- (۲) اور توجہ مرام سے چند گولی مول حوالے تاویل کے لئے نقل کئے -
- (۳) تغیر عزیز بنی - ہوا قیامت - تغیر سرسید -

الجواب

(جواب) یہ تقریباً کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی ستفا دہائیں کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔

(۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارفات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوۃ کا کفر بھی کہتے ہیں۔ اور دعویٰ نبوۃ بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہنے والوں کو (جال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی) مدعی نبوۃ پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔

- (۳) میں نے مرصع جبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گولی مول عمل جبارت جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔
- (۴) جس کی متناقض اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک جبارت دوسری جبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔
- (۵) کسی کا کفر اور استدلالی دلائل اور مرصع و الحجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(جواب) توجہ مرام نے میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ وہ نہایت مرصع ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً یہ تاویل نکالنی پڑتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا دراصل ملائکہ ارواح کو ایک کا نام نہیں بلکہ روح یا ایمان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر انکشاف کرنا ہوگا اور بلاشبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تعریف پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف تلویح نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

جواب ۲۔

(۱) تفسیر عزیزی کا حوالہ

اسی ہی کہیں ارواح کو اکاب کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت خود اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد بلکہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد ہی بخوف تطویل عبارات نقل نہیں کرتا۔

(۲) بواقیت کا حوالہ ج ۲ صفحہ ۵۵ وادریش ۲ ص ۵۵ بحث ۳۹

”ان جميع النجوم الى ففتد استحق العزل“

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کو اکاب و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کو اکاب ہونا اور چیز ہے مرزا صاحب تو نفوس نملیکہ اور ارواح کو اکاب کا نام ملائکہ بناتے ہیں جس کی نفی صاف الفاظ میں اسی صفحہ کے اگلے صفحہ پر موجود ہے۔ ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت و صفات شریعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ (قال ای الشیخ رحمہ و هذا بخلات ارواح الکواکب السماویہ فانما تنزل بالاسماء الیخودات و اشتباہ ذلك) (یواقیت ج ۲ صفحہ ۵۴ بحث ۳۹) شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی سلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کو اکاب سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیوں کہ ارواح کو اکاب اسماء و خورات قابو آ سکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آ سکتے الخ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن قدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(جواب ۳) سرسید کی تفسیر مسلمانوں پر حجت نہیں اور اس قسم کے پیچری اور دہری نتائج کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ میں اپنے اکابر سے موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بد عقید گویوں سے تائب ہوئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دعویٰ بوقرے تو یہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں۔ پس نتیجہ نکلا کہ مرزا صاحب کا ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی مٹر پھر میں نہیں ملتی محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے یلادہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبریل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف انٹر اندازی بناتے ہیں۔

” نزول کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے تو فیج مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ تو فیج مرام منکبہ تو فیج مرام خورد ملائکہ (ملخصاً نفوس ملکئہ۔ ارجاع کو اکب ملائکہ ایک ہی ہیں۔ ملخصاً تو فیج مرام خورد ملائکہ)

مبادرات بالاسے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صاف منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس ملکئہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتاتے ہیں قرآن و احادیث سے ملائکہ کا نزول حقیقی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی (۱) فتمثل لها بشرا سويا۔

انسان ہو کر ان کے سامنے آئے۔

(۲) فارحوا میں وحی لے کر اتنا (بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور دھیمہ کلمی صحابی کی صورت میں حقیقتہً نہ اثر اندازی کے طور پر اتنا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دمرتہ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان کے پچھتو بازو تھے (بخاری ذکر الملئکہ)

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم قرأتین کے بزرگ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرائی کی کتاب ایہو اقیست والحواجر مجتہد (۳۹) ملاحظہ ہو۔

بہر حال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی اور ارجاع کو اکب یا نفوس ملکئہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعا کا یا عل پر کر۔

نزول کی اصلی کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک حوالہ بھی اسلامی طرز پھر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا جو موضوع سے بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور یہی قرآن اور احادیث و کتب معتمد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول میں نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(دکتبہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب مجانب اللہ نازل ہوئیں وہ تلقی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نوحہ کا اعلان درود زہد بند ہے ہذا یسورت وحی اگر کسی کو کچھ منکشت ہو رہا ہام، ہی ہے اور وحی نوحہ کی طرح قطع نہیں ملاحظہ ہو السیوانیت راجحاً بر بیان (وحی ابام) آگے وحی کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان مقامات اللہ تعالیٰ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی ابام پر جس طرح ایمان رکھتا ہے دیا ہی ایمان اللہ کی منزلہ پاک کتابوں پر بتائے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا مہتمم متین فقرات استعالیٰ کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب البلیہ پر قابل اعتناء نہیں ہو سکتا گوربان سے کتنا ہی کہتا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا انکاب کیا۔

ملاحظہ ہوں خواجہات فریل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر دیا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور فرقان کریم اربعین عا

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں، حقیقتہ الوحی ص

(۳) آنچر میں بشنوم وحی خدا بخدا پاک دانمش ز خطا

بجو قرآن منزہ اشش دانم از خطا لعین است ایمان درین ص

(۴) مرزا صاحب کی عادت ہد زبانی اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو

جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں داقت لکھ اس طرز کا ہوا گالی بتیں دوسرے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار

دہ تقریر کو شخص بوجہ اس کی مراث اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مہموم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر افراد کو نا پڑے گا

کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے انار بار پنج ص یہی مرزا صاحب کی تینکا مادہ ہے کہ اپنی تمام غلطیاں قرآن پاک اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی وغیر آسمانی البانی یا غیر البانی کتاب کے الفاظ محمدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف

قرآن پاک کی انھن الفاظ امتیازی شان ہے کہ ان کنتہ فی دیب مما نزلنا علی عبدنا

فاتوا بسودۃ من مثله۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یا نوابیثل

ہذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا قصیدہ اعجازیہ بطور محمدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا

وجوہات کی بنا پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان و کتبہ پر نہیں ہو سکتا۔ فصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو

مختار دعا علیہ کی تاویلات

خلاصہ تاویلات۔

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) ذرا ہلکتا چرنک۔ مجموعہ الہامات میں درج ہے ہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) انبار الہدرا جولائی ۱۳۱۰ء سے ایک تاویل۔

(۱) الجواب

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام متکلم ضمیر میں خدا ہی کی طرف ہوں ای۔ مجموعہ الہامات سے منوینہ
ما خطہ ہو۔

(۱) محمدك ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی مثلاً اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا نبی اللہ کنت لا اعرفك۔ حقیقۃ الوحی مثلاً یہاں بھی ضمیر متکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب
خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اسے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) دب عنہی ما هر خير عندك۔

(۴) ان دبی قوی قدر صحت

(۵) انی صادق فی صادق و شہد اللہ لی۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں
میں صادق ہوں اور خدا میری گواہی دے گا۔

(۶) ان امرت من الرحمن فاستوفی۔ ترجمہ میں خدا کی طرف سے غلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری
طرف آجاؤ مثلاً۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف۔ الخ۔ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو لائی ہے۔ اگر تم یہ نہ
کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے مثلاً کیا مختار مدعا علیہ ان متکلم کے ضمائر سے بھی خدا مراد لیگا۔ اسی لیے کہ یہ
مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

(مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث لا الہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر ۱ میں امی واصوم واسبروانام واجعل لك
النوار القدوم واعطيك ما یدوم الخ۔ میں یہ تاویل کہ یہ مجموعہ الہام میں سے ہے۔ سب ضمیر میں خدا کی
طرف ہونا فراموش نہ کر لیا کہ پہلے حصہ میں متکلم ضمیر میں لہم کی طرف اس کی شان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا
کی طرف۔ ہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہو گئی اور ہر معمولی اردو دہائی بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف
خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا کے تعلق کا اور نہ اردو عبارت بالکل
منقل ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ غمزہ کا اقرار ہے تاویل ۲

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقتہً اٹوچی کے ایام پر ہے جو ۱۵/ مئی ۱۹۷۷ء کی ہے اور جواب البدواں جولائی ۱۹۷۵ء سے عنایت ہو رہا ہے بحان اللہ۔

(۲۱)

(ضباۃ حدیث بعد کا یوم منوت)

مختار مدعا علیہ نے اس پر لول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی و اعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان و مدارک سے نقل کی تھی کہ

مع انہ لا حدیث یسا ویہ اودیدایہ فلا حدیث حسن بالایمان منہ جامع البیان مع انہ معجزۃ بأھلک من بین کتب مسمیہ ذباۃ کتاب بعد کا یوم منوت (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی دجی کوئی بات قرآن پاک کے مساوی اور ہم پلہ نہیں نہ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

”مجھے میری دجی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر“

آنچه من بشنوم ز رحمی خدا بعد پاک دانش ز خطا۔

بچو قرآن منزه اش دانم از خطا بامیں است ایمانم (در شین)

اس کے بعد جواب میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا حالانکہ میں نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر خود تراشیدہ اپنی تفسیر اور لاطعلی تاویلات کو نہ کہ تفسیر سے یہ مراد ہے منہ سے یہ مطلب ہے وہ نہیں محض بے سود اور ناقابل اتفاق ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی تو ہیں آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی دجی قرآن کے باطل موافق ہے اُس کا کوئی ٹکڑ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر نمونہ گزور چکا۔

جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو یہ سہل ہے کہ

(۱) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کو بطور تحدی پیش کیا۔

(۲) اور خلیہ الہامیہ کے ٹائٹل پر لفظ آیتہ لکھا اور یہ بھی کہ اس کے مثل کوئی نہیں دے سکتا۔

(۳) اس خلیہ الہامیہ پر ہے د مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَقُولَ بِمِثْلِهِ --- الخ میری طرح کوئی بشر

نہیں کہ یوں قلم برداشتہ عبارت لکھ سکے سبچہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی کسر اٹھا رکھی کوئی آسمانی کتاب یوں مقابلہ کے چیلنج سے پیش نہ کی گئی خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ انصاح العرب تھے اور خود فرماتے ہیں۔ اِنَّا انْصَحَ الْعَرَبَ وَالْعَجْرَ وَلَا فَخْرَ۔ کبھی اپنا کلام یوں مقابلہ کے واسطے پیش نہ کیا یہ صرف حضرت آدم سے قیامت تک قرآن ہی کی خصوصیت تھی مگر مرزا صاحب نے اسے خاک میں ملا دیا مسلمان تو اسے تو بہن ہی سمجھتے ہیں ہاں مختار مدعا علیہ کو تو بہن سمجھ میں نہیں آسکتی وہ معذور ہیں

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مسئلہ واضح ہے جواب کی حاجت ہی نہ تھی مگر تبرعاً تاویلات کا غلامہ پیش کرنا ہوں تاکہ ان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔
(۱) اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پر درازی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے اور عرب و عجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے عطا ہوا تھا الخ
(الجواب)

یہ بات کہ ان کو عربی انشاء پر درازی کا معجزہ عطا ہوا تھا اور عرب و عجم میں کوئی آپ کو مقابلہ نہ کر سکا نہایت مضحکہ خیز ہے
قصیدہ اعجازیہ کی صرفی معانی کی غلطیاں علما نے شائع کر دی ہیں جن کو مبتدی طالب علم بھی نہیں کر سکتا قصیدہ اعجازیہ کا صرف ایک شعر بحوالہ سابق ملاحظہ عدالت کے واسطے پیش ہے۔

و اما حسین فاذا كودا دشت كربلا - الى هذا الايام تبكون فانظروا - (قابل ملاحظہ ہے،
باقی یہ تاویل کہ قرآن کے حقائق ظاہر کرنے کو یہ معجزہ ملا تھا محض غلو ہے۔ قرآن پاک کی ہر سری کسی محاط سے ہو تو بہن کلام الہی ہے اور قرآن کے حقائق وغیرہ کا جیلہ محض منالطہ ہے۔

(تاویل ۲) اس سے اب تک لازم آتا یا بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے۔ الخ

(الجواب)

جب کوئی مدعی جواب سے عاجز آجائے۔ تو یہی کہا کرتا ہے کہ بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے اس کا

ہیں کوئی شکوہ نہیں۔

(تاویل ۲) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا اور

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرایا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ کوئی اس جیسا نہیں سکتا۔

(تاویل ۳) (الهدی وجبة التوسر - وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا قبل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت پر جو جو توجہ ہے اسی کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۴)

قرآن گالیوں سے پڑے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا علائقہ قطع و برید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کے ذمہ لگتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں اور آگے آئے گا۔ جیب اعتراض کیا گیا۔ تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں تو قرآن پاک کو گالیوں سے پرماننا پڑے گا۔

بنی اعتراض صرف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب کی فحش کلامی اور بد زبانی جیسا سو کلمات کو اگر سب و شتم کو گالی کہا جائے تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پرماننا پڑے گا۔ یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالیات سے جو اوپر پیش ہو چکے مرزا صاحب کے ایمان یا قرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اور ان امور کے بعد ایمان یکتہ کا دعویٰ محض زبانی اور غلط ہے۔ عبادت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کا ہو جائے۔ رتہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے کہ قرآن گالیوں سے پڑے یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کر کے لکھا ہے جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ نہ کیا۔ غیر متعلق باتیں اور نیز کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراضی پوائنٹ لاجواب کا جواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمن وغیرہ میں قرآن کے حامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ مرتبہ تو بن لاجواب اور پیش ہو چکی۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض ہونے کی تھی۔ اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی شرح کیا بن سکیگا۔ جیسا کہ اوپر منسل عرش کر چکا ہوں۔ یہ حال مرزا صاحب کا ایمان بکفہ اسلامی اصول پر ثابت نہ ہو سکا۔

(نوٹ) مختار مدعا علیہ نے مضمون ضبط کر کے اور منظر کے واسطے سلسلہ تو بن کے دو نمبر (۵) بشادۃ احمد احمد اور (۶) حدیث کی تو بن بے ربط تو بن کے سلسلہ سے لیکر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دو سلسلہ شروع کیا ہیں یہ نمبر (۵) و (۶) اسی تو بن کے سلسلہ میں ذکر کر دیں گے تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے و کتبہ کے جواب کو ختم کر کے دوسرے شروع کرتا ہوں۔

(دوسلہ)

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک نہ کیا۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفا کیا کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیروں اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید تصدیقہ الوری ازالا وہام چشمہ معرفت سے پیش کی کہ وہاں رسول بھیجنے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر ایمانیات کا ذکر ہے۔ حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ بعض انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

انبیاء و گروہ لودہ اندیسے	من بقرآن نہ مکترم نہ کے
آنچه دادست ہر نبی را جام	داداں جام را مرا تمام
زندہ شد ہر نبی بآدم	ہر رسولے نہاں یہ پیر ہنم
روضہ آدم کہ تھا نا کمل اب تک	میرے آنے سے ہوا کالہ بجلہ برگ بار
آدم نیز احمد مختار	در برم یا مہ ہمد ابرار
منم شیخ زمان و منم کلیم خدا	منم محمد واحد کہ مجتبیٰ باشد
ہیں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں	نیز ابراہیم ہوں نسلین ہیں میری بے شمار
ایک منم کہ حسب بشارات آدم	یسے کجا است تا ہمد پایا بہ منبرم
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔

تو وہ گویا ان سے ایمان بالرسول کا قائل ہو گا مگر اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

و عادی کے بعد ان کا ایمان بالرس نہایت کڑا واقعی محال ہے ورنہ کچھ اشارہ کنایہ ہوا تو ہوتا۔ فَلَئِنَّ الْحَمْدَ -

(وَالْيَوْمَ الْآخِرُ وَالْقَدْرُ خَيْرٌ وَ شَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى)

مرزا صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں یہ دونوں فقرات اپنے ایمانیات کی فہرست سے خارج کر دیئے ہیں ان کے کسی امتی سے ان کے متعلق لب کشائی کی کیا توقع تھی بہر حال اس سلسلہ کے تمام حوالے و اعتراضات بھی لا جواب رہے۔

(وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ)

اس سلسلہ میں پویش کیا تھا اس کا جواب کیا ہی پڑتا اس کا نام تک نہ لیا گیا کیونکہ بحث میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور دراصل مرزا صاحب کے متبعین اس عقیدہ کے اثبات میں سخت عاجز رہے کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرتے والا فوراً جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اب اگر قیامت میں نفع و ضرر کی طلبی پر تیسرے اٹھیں تو جنت اور دوزخ کے بعد دخول خروج ماننا بڑے گلابو جانز نہیں لہذا قبر سے مردے نہ اٹھیں گے بلکہ ترقی مدارج ہوگی محض ازالہ اوہام از ص ۱۳۸ تا ۱۴۸ دوسری طرف نص قطعی قرآن حکیم میں موجود ہے کہ مردے قبروں سے قیامت میں اٹھیں گے۔

(۱) وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَادَّاهُمُ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (سُورَةُ يُسُف)

(۲) وَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ - (حَجَّ ط)

(۳) إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ -

(۴) الْإِيطْنَ أَوَّلِيكَ انْهَمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ -

(۵) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نَعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى -

مسلمانوں کا عقیدہ کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدانِ محشر میں جمع ہوں گے وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَادَّاهُمُ - - - - - يَنْسِلُونَ (سُورَةُ يُسُف) قَاتِلٍ مِنْ يَحْيَى الْعِظَامِ - - - - - تَا - - - - - خَلَقَ عَلِيمٍ (يُسُف) کہا بد اُنا اول - - - - - کُنَّا فَاعْلَمِينَ - کُنَّا لَكَ يَحْيَى اللَّهُ الْمَوْتِ اِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ - مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نَعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى - اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ اِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَاٰخِرَتْ يَقُولُونَ اِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّعْرُ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَاتُونَ اَفْوَاجًا وَنَفَخَ فِي الصُّورِ - لِرَبِّ الْعَالَمِينَ سے صاف ثابت ہے کہ کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ نیز۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ - - - - - وَاَدْخُلِي جَنَّتِي - وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَضَمَّتْ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ - - - - - فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَنَفَخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمَ الْوَعْدِ - - - - -

..... - ذلک يوم الخلود -

نوٹ

مشکوٰۃ شریف ص ۸۴، ۸۵، ۸۶ پر معر حادیث صحیحہ لوگوں کے قبروں سے نکل کر خشر میں جہنم ہونے وغیرہ کی مفصل روایت
میں بحرف طوالت ترک کی جاتی ہیں۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ رہینگے
ما ہم نجا جہنم اس موقع پر ہے ورنہ حضرت آدم دھوا جنت سے کیسے نکالے گئے
ہاں قیامت سے پہلے دخول روحی تھا اب حسی ہو گا۔

لہذا مرزا صاحب کا ایمان کسی تاویل سے بعث بعد الموت پر نہیں ہو سکتا اور مختار مدعا علیہ کے کھوتنے اسے اور بھی
مضبوط کر دیا۔ پس امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ کے جواب نہ بن سکتے اور در سلسلہ کے جواب
نا کافی اور والیوم الآخر والقد رخیہ و شرہ من اللہ والبعث بعد الموت
کے تذکرہ تک نہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح مرزا صاحب کا ایمان کلمہ توحید اور ایمان بھل پر نہیں اس طرح
مرزا صاحب اور ان کے اسنے والوں کا ایمان مفصل اور اس کے کسی جز پر نہیں اور جب تک ہمارے پیش کردہ عقائد سے
صاف لفظوں میں رجوع نہ کریں قیامت تک ایمانیات کے کسی شیعہ کسی جز پر ایمان نہیں ہو سکتا۔

استدعاء

یہ وہ خواجہات تھے جو مرجع میں گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں میں عدالت عالیہ کی توجیر اس بات کی طرف متعطف
کرنا چاہتا ہوں کہ علی مباحث تو آگے آئیگی فیصلہ کے واسطے یہی حصہ کافی دوا فی ہے۔
کیونکہ مدعا علیہ کو اپنے احمدی ہونے کا اقرار ہے گواہ ملنے کی طرح کی جرح میں احمدی اور قادیانی اور مرزائی ایک
ہی تسلیم کیا ہے۔

لہذا تنقیح اسکے بلا حصہ کر دیا مدعا علیہ نے مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کیا ہے بلاشبہ
ثابت ہو گیا۔

تنقیح کے دوسرے حصہ کو اس سے اترداد لازم آتا ہے

اس کے اثبات کے واسطے یہ کافی ہے کہ مرزائیت اختیار کرنے سے نہ لا الہ الا اللہ پر ایمان قائم ہے
نہ محمد رسول پر نہ ایمان بھل امنت باللہ کما ہو باسمائہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ پر نہ ایمان
مفصل امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر والقد رخیہ و شرہ

من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت پر۔

یہ ایمان کی بنیادیں اور اصول تھے اس کے بعد ایمان کیا پزیرے پس مرزا صاحب کی اتباع اور کفر و اعتماد لازم و ملزوم ہیں پس تنقیح مل کا دوسرا حصہ بھی ثبات ہو گیا۔

باقی ارتداد سے فرج نکلاں ہونا جو دوسری تنقیح ہے وہ ہر دو گواہوں کو مسلم ہے کہ عام حکم اور تعالیٰ فیض نکاح کا ہے جیسا کہ گذر چکا پس اس صورت میں ڈگری حق مدعیہ ہوتی چاہئے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(ایمان محفل و مفصل کی بحث ختم ہو گئی۔)

وجوہات تکفیر و ترتیب شہادت

(۱)

دعویٰ وحی نبوت

بحث متعلقہ وحی

مختار مدعا علیہ کی تہیدی تقصیر

”اس موضوع پر بحث کہ نہی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہان مدعیہ نے مطلق اوعامے وحی کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ گواہ مے نے اپنے بیان میں لکھا یا ہے کہ اوعامہ وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے اور بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور فیروں کے لیے کشف الہام یا وحی نبوی ہو سکتی ہے اور وحی کی تعریف کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جاد سے۔ فقال سے جا کر یہ کہہ دو اور اپنی تائید میں شرح شفا کا حوالہ بھی پیش کیا ہے لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے گواہ مے کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔

نیز گواہ مے نے ۲۱ اگست کو بموجب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت ”ما کان لبشر من قبلہ ان یرسل من عند ربہ“ میں جو طرق وحی بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں اور گواہ مدعا علیہ نے مطلق وحی کے بقاء سے ہکرا نکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت اور وحی لازمی ہے اگر دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کون سا حکم منسوخ ہو جائے،

(۱ الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض منطوق و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ ”فراق دوم نے لکھوایا کہ ادعاء دہی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اُس کی یہ کذب بیانی یہ نقاب کی اور گواہ مآ کی اصلی عبارت نقل کر دی کہ وہ لکھو رہا ہے میں کہ ”ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء دہی نبوت بھی کفر ہے، کتنی واضح عبارت میں دہی نبوت کی تصریح فرما رہا ہے میں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق دہی تکراتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب برائی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل اہامات پیش کئے ہیں اور اپنی منطوق دہی کا پورا پورا ثبوت ہم پہنچا رہا ہے۔ میں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

اصل حقیقت

بہتان

(۱) چنانچہ گواہ مآ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء دہی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔ محض بہتان ہے اصل عبارت یوں ہے ”ادعاء دہی کفر ہے یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھ پر دہی ہوتی ہے اور وہ قرآن کی طرح ہے تو وہ کافر ہے، ملاحظہ فرمادیں کہ گواہ مآ نے کس معنائی سے خود ہی معنی کر کے تفسیر کر دی کہ ادعاء اس دہی کا کفر ہے جو قرآن کی طرح (یعنی دہی نبوت) ہو اس نے کہیں مطلق دہی نہیں کہا نہ مطلق دہی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک جو سلسلہ فرضین دہی نبوت ہے اُس کی طرح جو اپنی دہی کا دعوئے کرے وہ کافر۔

پس گواہ مآ پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق دہی کے دعویٰ کو کفر بتایا بلکہ دہی نبوت اور رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوئے سے سراسر مو خلاف نہیں محض افتراء ہے یہ عبارت مجھے پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تعینیت اور اس کا منطوق ہے اسی دہی نبوت کو جو قرآن کی طرح سمجھی جائے گواہ مآ بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق دہی ہے نہ خواہ نبوت کا دعوئے نہ ہو۔ اصل عبارت یہ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر دہی ہوتی ہے اور وہ دہی نبوت کی طرح (یعنی دہی نبوت اور رسالت ہے) تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ دہی (یعنی مذکورہ بالا) لازم نبوت ہے جو شخص اس دہی نبوت (مذکورہ) کا مدعی ہو

اگرچہ۔ نظام نبوت کا مدعی نہیں مگر فی الحقیقت مدعی نبوت ہے (کیونکہ مدعی نبوت کا دعویٰ دہرہ نبوت کا دعوئے ہے۔)

پس ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے گواہ مار کا بیان اپنے لفظوں میں نقل کر کے اسی پر اختراع کیا درتہ وہ دراصل دعوئے مدعی نبوت کی تکفیر کو کہہ رہے ہیں نہ مجازی دعوئی کیونکہ اس مدعی نبوت کو پیغمبروں کے ساتھ مضمون کر کے لکھتے ہیں کہ ”دیگر دن کے بے کشت والہام یا مدعی نبوی ہو سکتی ہے“ جب مدعی نبوی کی غیروں کے واسطے مراحت فرماتے ہیں تو مطلق مدعی کا دعوئے کفر کیونکہ لکھ سکتے ہیں۔

(۳) گواہ مانتے ۱۲ اگست کو
بجواب جرح تسلیم کیا ہے آیت
مالان لبشیر میں
بوطریق مدعی بیان کیے ہیں وہ
اسے محمدیہ پر بند ہیں۔

یا مکمل صحیح ہے یہاں یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور اس آیت میں بوطریق مذکور ہیں وہ اس کے شان نزول کے لحاظ سے مدعی نبوت اور رسالت کے ہیں اور مدعی نبوت کا تیرہ سو سال سے بندہ ہونا اور اس پر گم رنگ جانا تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ان اقسام کی تخصیص بالا انبیاء اور مدعی رسالت و نبوت مراد ہونے کی دلیل درکار ہو تو بخدای شریعت کی پہلی حدیث معہ شرح حافظ بدر الدین یعنی ملاحظہ فرماویں۔ فی الاصطلاح الشرع ہو کلام اللہ الی قولہ کما اوحی ربک الی النحل

(۴) گواہ رسالت و نبوت کے
مطلق مدعی کے بقا سے یہ کہہ کر
انکار کیا ہے کہ مدعی نہیں ہو سکتی
کیونکہ نبوت و مدعی لازمی پیڑ ہے

محض دروغ بے فروغ ہے اس کا روشناس اسل پر موجود ہے عدالت خود ملاحظہ فرما دے کہیں ”مطلق مدعی“ کا لفظ نہیں بلکہ مدعی نبوت کے متعلق حکم دے رہے ہیں لازم نبوت مدعی نبوت ہوتی ہے نہ مطلق مدعی درتہ و اوحی ربک الی النحل شہد کی کھی کو بھی مدعی ہوئی ہے وہ جی نہیں ہوگی نہ وہ مدعی نبوت ہے گواہ رسالت نے تو اپنے بیان میں مرزا صاحب کے مدعی مدعی نبوت ہونے پر بہت سے دلائل قرآنی نقل کئے ہیں علی ہذا گواہ رسالت نے گواہ مار کے یہ الفاظ ہیں ”ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء مدعی نبوت بھی کفر ہے“ بہر حال یوضاحت ثابت ہو گیا کہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا مخالفہ تھا درتہ گواہان مدعی نے بھی وہی بیان دیا ہے جو مختار مدعا علیہ نے بحث میں کہا کہ دعوئے مدعی نبوت و رسالت کفر ہے مرزا صاحب اور ان کے متبعین اگر مخالفہ نہ دیں اصل بات یہ ہے کہ میری تہذیب جو میں نے اس میڈنگ کے تحت مسئلہ کو متنبہ کر نیلے یہے پیش

(۳) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو مند ہے (ازالہ مشاک ۲۳۵ گ مدعیہ نیرود)
تشیع سوئم جو وحی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریعی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ
ہو جرح گواہ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء
جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریعی ہے۔

تہرئی تشریعی ہوتا ہے اور اس کی وحی خواہ پرانی وحی کیوں نہ ہو تشریعی اور لوگوں پر حجت ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی
نیا حکم اس میں مستقل ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء
نیز ملاحظہ ہو ازالہ ادہام ۲۳۸ تصوراً بہت نازل ہوتا براہر ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ ۷/ ملاحظہ ہو
مرزا صاحب کی عبارات اور تشیع نمبر سوئم کی روسے وحی نبوت کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۶) «الف» جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اس کی وحی وحی نبوت ہے۔

(ب) توسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوت ہے۔

(ج) جو بندوں پر حجت ہو۔ ایضاً

(د) جس کی اتباع لازم ہو

(ه) جس میں نیا حکم ہو۔

(و) صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوت بلکہ تشریعی ہے۔

یہ (۶) چھ صورتیں وحی نبوت و رسالت کی ہوتی ہیں۔

(اقراری و گری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ نبی کو بھی مسلم ہے
کیونکہ ہمارا دعوئے اسناد وحی نبوت و رسالت ہے اور وحی نبوت و رسالت کا انداد مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ
ہوں خواجہات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ ادہام ۲۳۵)

(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حلقۃ البشری ۳۲)

ایسا اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی عوام کو مغالطہ سے بچانے کے
واسطے اصل بحث میں میں نے تمام پیش کردہ آیات و احادیث و اقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت
اور قطع و برید بے نقاب کر دی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دینے کے انہیں

فرمودہ دلائل کا مکرا عادیہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شریک خیانتیں اور تحریف ہے اس لیے پرمفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ درنہ ضرورت ہی نہ تھی یہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو مسلم ہے

مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کئے ہیں

- (۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
- (۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریفی سدور ہے۔
- (۳) کیا قرآن مجید سے بقاء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۴) کیا احادیث سے بقاء وحی غیر تشریفی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) کیا بقاء وحی غیر تشریفی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔
- (۶) کیا مسیح موعود لکھے نزدیک ہر قوم کی وحی بند ہے۔
- (۷) کیا مسیح موعود اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اسی سلسلہ میں بظاہر رسالت پر ربط وغیرہ متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا جمالی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبویہ و وحی رسالت میں ہے اس کی تخصیص کا دعویٰ ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعویٰ ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

تبرعاً تفصیلی جواب بھی پیش کرتا ہوں

ایة اولیٰ ما کان لبشر ان ینکلمہ اللہ الا وحیا۔۔۔۔۔ الخ خلاصہ

استدلال مدعا علیہ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔

یہ بعینہ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل و مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبویہ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہو گا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

قال الله تعالى قل انما ابشر مثلكم يوحى الى --- الخ

مختار مدعا علیہ کا جواب یہ کہ

در لیکن مختار مدعیہ۔ سے اس آیت میں بشر سے نبی مراد آیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو انبیاء کے ساتھ مخصوص کرے۔

بالکل قابل التفات نہیں کیونکہ جواب کی شق اول تو ہر سال مسلم رہی اور اس آیت کا غیر متعلق ہونا ثابت ہو گیا بشر کی تخصیص نبی کے ساتھ شش ثانی پر ہے جب کہ وحی سے مراد وحی نبوۃ ہو۔ پس جس طرح وحی نبوت کی تخصیص بلحاظ شان نزول ہوگی یوں ہی بشر سے نبی کی تعیین شان نزول سے ہے نہ کہ ظاہری الفاظ سے۔ ہاں سبب کہ مختار مدعا علیہ وحی عام مراد لیتا ہے نہ کہ وحی نبوۃ اور بحث وحی نبوۃ میں تھی نہ کہ اہام اور وحی مجازی و لغوی میں پس اس آیت کا غیر متعلق و بے ربط ہونا گویا اُسے بھی مسلم ہے اور محض بحث کو طول دینے کے واسطے اسے پیش کیا ہے درہر اس کا شافی اور اٹل جواب ابتدائی بحث میں گزر چکا ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

فتوحات مکہ ۲۴ ص ۱۷۱ و ۱۷۲ سے مختار مدعا علیہ کا نقل کرنا کہ

ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی موعی کی وحی میں فرق ہے ہمارے تا ئید کرتا ہے نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ جب یہ وحی اولیاء امت کی وحی کو بھی شامل ہے جو بالاتفاق بمعنی اہام ہے تو لہذا اس آیت میں نبی موعی وحی مراد ہوگی نہ حقیقی اصطلاحی نہ وحی نبوۃ لہذا پھر بھی غیر متعلق اور بے ربط رہی۔ مختار مدعا علیہ نے جو تکیا قرار خود فتوحات کا کل ملاحظہ نہیں کیا ہے ورنہ اسی غلطی نہ کرتا کیونکہ حضرت شیخ نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اہام باقی ہے اور وحی بالکل مسدود و بند ہے۔

”اعلم اننا من الله الا لهام لا الوحى فان سبيل الوحى قد انقطع بموت

رسول الله صلى الله عليه وسلم“

فتوحات مکہ ۲۴ ص ۱۷۱ یعنی جان لو کہ ہر کو اللہ کی جانب سے اہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا ہے۔

۲۴ باب ۲ ص ۱۷۲ پر تصریح فرمادی کہ آثار نبوۃ سے صرف بشرات یعنی روایا صادر ہوتی ہیں اور سب مسدود و ختم ہو چکے ہیں ان تصریحات کے ہوتے ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قطع و برید کر کے بگاڑنا صرف مختار مدعا علیہ کا شیوہ ہے جن کا مقصد مناظرہ کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری آیت -

واوحينا الى ام موسى ان ارضعيه الخ

خلاصہ استدلال۔ ام موسیٰ نبی نہیں پھر بھی ایسی شانداران پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوت کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوت اس میں مراد میں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

دگواہ مدعا علیہ کا مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے نہ نہ وحی نبوت ملحقاً۔

نیز اس آیت میں وحی یعنی الہام ہے جیسا کہ باسح ابیان طے ہاں بلا لیں ملکہ پر ہے۔ و اوحینا الہمنا الی ام موسیٰ۔ یعنی اوحینا الہمنا کے معنی میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا یوں ہی بلا لیں پر تصریح ہے کہ وحی یعنی الہام ہے پس جب یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تیسری آیت۔

اذکرو فی الکتاب مریم الخ

یہ تو تھی آیت۔

واذ قالت الملائکہ یا مریم ان الله یدبرک الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملائکہ یا مریم ان الله اصطفاک الایۃ

خلاصہ استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبرئیل مبینام الخی لا کے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہ وہی استدلال ہے جو ثبوت میں آچکا اور ابتداء کے بحث میں اس کا غیر متعلق دے ربط ہونا پیش کر چکا جس کے لاجوابی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراف ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعادہ کر کے طویل دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتداء کے بحث سے ملاحظہ فرما لے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی یعنی الہام ہوتی ہے اور نزول جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی یعنی مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلا نبی کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ سوال محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامراتہ قاسمۃ فضحکت فبشرناھا باسحق الخ

الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زبان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔
ساتویں آیت۔

قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب الایۃ

یہاں بھی تنبیہات کا مکرر استدلال دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لہٰذا یکن تنبیہا پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین - بالالہام - ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلا میں ۳ ص ۱۹ نظامی دہلی، لہٰذا یہ الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوت میں ہے اور یہاں وحی نبوت کجا مطلق وحی کا بھی لفظ نہیں۔ لہٰذا بالکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مکرر کے متعلق نبی وغیر نبی کا اختلاف مختار مدعیہ نے ان جریر کی طرف منسوب کیا مفسر افتراء اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کہہ کر حوالہ بنایا تھا تفسیر کہہ کر اسے بھی مسلم ہے۔ جلا میں ان جریر کا حوالہ بنایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ

تفسیر ان جریر کا حوالہ بنایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ برآوری چاہتا ہے۔

نتیجہ مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے مختص نہیں۔
- (۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہیں طریقوں سے غیر انبیاءوں اور اولیاءوں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ایک سے ظاہر ہے۔
- (۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاءوں پر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچاتا ہے جیسا کہ آیت ۴۵ د ۶۰ سے ظاہر ہے۔

جوابات مرتبہ

جواب ۱۔ بحث وحی نبوت میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۴) اس آیت میں جب وحی نوبہ مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیٰ کو وحی بیسنے الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی بیسنے وحی عام یعنی نفوی ہوگی جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرف وحی نوبہ کی تفصیل کا تذکرہ ہے۔ درتہ شہد کی کبھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ **وَاَنْزِلْنَا بِالْحَقِّ الْاِلٰی النَّحْلِ**۔ پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون متعلق منہ تفصیل کر سکتا ہے۔

(۵) یہ پیغام بھی گویا اسطر ملائکہ ہو۔ مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں موصوفہ ہے کہ الہام بواسطہ ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۶) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۷۷ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۷) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اور پر عرض کر چکا ہوں۔

(۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریفی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں میں مختار مدعا علیہ نے دلائل القصد اور وحی نبوت کے جواب میں کی لا حاصل سہی کی ہے جس کی حقیقت ابھی ان مشاکوٰئہ اشکار ہو جائیگی۔

قول مختار مدعا علیہ

”گوایانہ و مختاران مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو الخ“

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لامحالہ دہران ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جن کا مکمل جواب۔

(دلائل القصد اور وحی نبوت بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ہیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی امداد کی ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے نبوت کا مطالبہ ہے کہ ثابت ہوا جو اب اگر اراش ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اور کسی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے ایام الصلح ۱۲۷۲ھ نیز جن کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔
سراج منیر ص ۱۲۷۲ نبوت لوازم نبوت سے ہے گ ۱۲/۱۲

پس تمام وہ ادلہ جو انقطاع نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کئے گئے وہ سب اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں ایسی لیے صرف ایک آیت کے اعادہ پر اتکالی گئے ہیں پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مغالطہ دیا

کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں ترکوئی حدیث میں سنئے کہ علاوہ آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

(۱) الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك -

(۲) ولقد اوحی الی هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ -

(۳) تبادلک الذی نزل العرفان علی عبده لیکون للعالمین نذیراً -

نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گ (۲۵)

(۴) ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلك -

(۵) وکذلک یوحی الیک و الی الذین من قبلك -

(۶) قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا - - تا - - مسلمون

(۷) الم تر الی الذین یزعمون الیہ

(۸) و ما ارسلنا قبلك من المرسلین -

اس کا ترجمہ و مطلب و استدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض مغالطہ ہے اس قدر آیات بیانات شاہد ہیں۔ البتہ ہر پروردگار کے نیچے مفصل مکرر نقل نہیں کی گئی اگرچہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نور ملاحظہ ہو - (احادیث مفصل (۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

(۱) عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یمقی بعدک من النبوة شیء الا

المبشرات قالوا یا رسول اللہ فالبشرات قال الویاء الصالحة یراہا المسلم او تری

لہ (کنز العمال گ ۷ ص ۷)

(۲) عن عمران اناساً کانوا یواخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وان الوحی قد انقطع - (بخاری ج ۱ ص ۳۶)

(۳) عن عمر لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادتبت العرب قالوا نودی

ذکوۃ وقال ابو بکر لو منعونی عفلاً لجاہدتم علیہ وقلت یا خلیفۃ المسلمین -

وقال اجبار فی الجاہلیۃ و خوار فی الاسلام انه انقطع الوحی وتم الدین انیقض

واناسی - مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۴ ج ۲ ص ۷ ص ۷

(۴) عن انس بن مالک قال قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد

انقطع۔ ولا رسول بعدی ولا نبی قال شق ذلك على الناس وقال
ولاكن المبشرات قالوا يا رسول الله وما المبشرات قال رؤيا
الرجل المسلم وهو جزء من اجزاء النبوة - - - - - الخ

(جوہر گم ص ۸ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۰۶)

مفصل ترجمہ و مطلب بیانات اور بحث ابتدا میں ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور صرح موجود ہیں۔

(۱) نبوة کے لازم و آثار و اجزاء سے سوائے تقیہ و صالحہ کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحي قد انقطع۔ - - - وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انه انقطع الوحي۔ - - - یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوة در سالہ کا بجز سوائے مبشرات اور صالحہ باقی نہیں رہے وحی نہ کچھ اور

اقوال سلف صالحین و مسلم بزرگان دین

گواہ مدعا علیہ و مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رحمہ کی تصریح و اعلم ان لنا من الله تعالى
الا الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بعون رسول الله صلى الله عليه وسلم۔
فتوحات ۳ ص ۲۵۲

ترجمہ۔ جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف اہام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع و مسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ میر درد

(۲) علم الکتاب ملا حضرت خواجہ میر درد۔ اقسام وحی کہ آن نیز مثل اہام و قسم است میکے وحی عام کہ اصلاً ہمیشہ تخصیص

ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام نبی اھول آن منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء
دن بعد عدم جواز اطلاق لفظ وحی بمخی فاش نیز در جرح گٹ ۱۱ مارچ ۵۰

(۳) من اعتقد و جابعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد كفر باجماع المسلمين۔

(فتاویٰ مدنیہ علامہ ابن حجر کی گم ص ۲)۔

(۴) وكذلك من ادعى لهم انه يوحى اليه وان لم يدعى النبوة فهو لآء كلام كفار يكن بون

النبي صلى الله عليه وسلم۔ (شفاء جلد ۲ ص ۲۴ و ۲۵ گم ص ۶۹)

(۵) و بحوالہ مذکورہ نسیم الریاض ج ۲ ص ۵۰

(۶) شرح شفاء گ ۳ ص ۵۱۹ و ۵۲۰

عرض یہ کہ صرف دعویٰ وحی نبوة ہی چونکہ مستلزم نبوت ہے اس لیے اسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعویٰ نبوت ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ شفاء و شرح شفاء ملا علی قاری و نسیم الریاض وغیرہا سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔
زیردادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ و العت و مسا و مسا ملاحظہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ کہنا کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہ کی گئی محض یہ دہیانتی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹالنا چاہا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے اور مسدود ہونا اور حالانکہ میں نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ یا وجود اقتضا و تقاضا کے اس کا ترک ہے جو مراحمۃ السداد وحی پر بھی دال ہے در نہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا بے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کلی آیات سوائے ایک کے بالکل لاجواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لاجواب ہیں۔

ابنہ تین آیات دگواہ نمبر ۱ کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لا حاصل سہی کی ہے ان آیات کا جواب گونا گویاں التفات ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا منطوق اشکار کر نیکے واسطے مفصل پاروں کی باتوں کا جواب لاجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت -

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ -

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر نامی میں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں ہیں یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی تھیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریحی کا ذکر ہے اور وحی تشریحی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریحی آسکتی ہے جیسا کہ روایت ۲ ص ۴ پر ہے۔

انہ لم یجی لنا خیرا لہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی

تشریحی ابدانہا لنا وحی الالبہام قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ الْاٰیۃ

(۳) مسیح موجود پر وحی ہوگی لہذا اس آیت سے وحی بند نہ ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنوالی نبوت

یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہوگی اس سے اسلوب بد لکر بالآخرۃ فرمایا ان

(۱) الجواب

جواب (۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایلیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو صریح دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اُسے فہرست ایلیات کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فحرق ہے ترک میں نفی صراحتہ ہے اور عدم ذکر میں حکم سکوت عن رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوت کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بضرع مرزا صاحب وحی نبوت ہوتی ہے اگر وحی تشریعی مراد لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز جو انبیاء مابقی صاحب شہادت نہ تھے۔ ان کی وحی خارج ہو جائیگی حالانکہ یہ غلط ہے پس وحی نبوت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندے جو کچھ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی مجازی ہی تشریح لواتی ہے تشریح لواتی ہے کے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح شرع کی وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا مکمل بندہ ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں فقط تشریحی سے مقابلہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف الہام ہے، جو مجازاً وحی کہلا سکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ الہام کے مقابل وحی تشریحی سے وحی نبوت مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوت مدود ہے صرف الہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات میں اسکی تصریح فرمادی ہے کہ

اعلم ان لنا من الله الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع موت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات ج ۳ ب ۳۵۲ ص ۳۱۶)

کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک الہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منقطع و مدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موجود پر بھی الہام ہو گا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں الہام ہی مراد ہے۔ یہاں کہ شروع مسلم میں مصرح موجود ہے اور بحث از ما علیہ کے سلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شمرانی اور امام محی الدین ابن عربی یاقوت و فتوحات میں نزول علی علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالآخرة ھم یوقنون۔ سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کو ہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود بخود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین معتمد تمام مفسرین سلف صالحین آخرۃ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی است اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ سہ

بموش عقل زیرت کہ اہل چہ برا عیبیت

یہ کھلی ہوئی تحریرت قرآن پاک ہے باقی تفصیل اہل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔
دوسری آیت۔

قُولُوا أَمْنًا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ دُونِهِمْ لَا نَعْنُقُ الرَّحْمَٰنُ
أَحَدٌ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَدَىٰ مُسْلِمُونَ۔

خلاصہ اہل استدلال گواہ مدیرہ مفصلتاً انبیاء سابقین کی وحی پر ایمان لاتے کا ذکر فرمایا اور بعداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نازل نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا
ضروری ہو ورنہ قبرست ایمانیات سے وہ خارج نہ کی جاتی۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہہ دیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھیج رہی
گزارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو ملاحظیات ریکارڈ کا جواب الجواب پیش ہو چکا وہی یہاں بھی کافی ہے۔
تیسری آیت۔

”الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الْآيَةُ“

خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہرا کے یہ کہہ دیا کہ مسیح موعود کی وحی چونکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا
ما اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الخ میں شمار ہوگی۔

(الجواب)

یہ جواب قابل غور ہے تو ما اُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

فرمایا کہ جواب پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار مدعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا مجھے
تزدیک خدا نے ما اُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ کا لفظ محض بحث اور
بیکار و مہمل دعیاً ذی اللہ استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے تئیں مرزا صاحب کی تائیدیں قرآن پاک اور سرکارِ دو عالم پر ہے یا
سے حملہ کرنے میں تامل نہیں کرتے یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر ۱) کے جواب
الجواب اور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ پر بہتان

”یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے قابل ہے کہ مختار ان مدعیہ مرزا صاحب کی وحی کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جتہدین کے اجتہادات کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ قرار دیتے ہیں۔“

میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے اس مرتجع بہتان کی طرف دلاتا ہوں اور بجائے کسی جواب کے مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عمارت نقل کیے دیتا ہوں۔

استنباط مجتہدین بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نعوص سے مستخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہونا ہے سیل الرشاد ص ۳۲ ملاحظہ فرمائیے کتنی صاف تصریح ہے کہ چونکہ مجتہد نے اسی آیت سے جو منزل من اللہ ہے یہ حکم اشارۃً یاد لائے نکالا ہے لہذا یہ حکم بھی اسی آیت کا ہے نہ اس کا تراشیدہ اور طع زاد۔

اور کہاں یہ پاکیزہ حکم کہاں مرزا صاحب کی وحی نبوۃ اور اس کا کھڑا اور منزل من اللہ ہونا جس کا دروازہ بنی قلعی ہند پر چکا جو دعویٰ کرنے کا فرہو جائے استنباطات و اجتہادات مجتہدین بتصریح قرآن اور حدیث باقی ہیں پس یہ مختار مدعا علیہ کا افتراء اور محض منالطرب ہے

جو توحی آیت۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

اس آیت کا جواب تو کچھ بن نہ آیا عموم ترک کر کے شان نزول سے فائدہ اٹھانا چاہا حالانکہ یہی جواب ماکان لبشر ان یحکمہ اللہ۔ کا جب ہماری طرف سے دیا گیا تھا تو اس پر اعتراض تھا کہ اس کا عموم باطل ہو رہا ہے یہی جواب ہم بھی پیش کرتے ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوصی مورد کا پس یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور ہمارے استدلال کو مخرج نہیں کرتا اصل استدلال شہادت گواہ تربیب ملاحظہ ہو۔

پس یہ تمام آیات یقیناً قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی وحی تشریفی نہیں آئی ہے بلکہ کارخانہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع و سدود ہے جیسا کہ انہیں اور ان جیسی آیات سے بھی مطلب بزرگان دین نے استنباط کیا ہے میں تاہم میں صرف دو حوالہ گواہ اور مختار مدعا علیہ کے ستم پیش کرتا ہوں۔

(۱) علم الکتاب میر درد دہلوی ص ۱۲۱

اقسام وحی کہ ان نیز مثل الہام و قسم است یکے وحی عام کہ بیچ اصلا تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام پنج اصول آں و منقطع شدن کار علیہ وحی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز اطلاق لفظ

وحی یعنی عاشقِ نیر (مسلم گواہ ۲)

پس بصرِ اخترِ انقطاع وحیِ نبوت ثابت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی یعنی الہام ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقط وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں۔

یہ وجہ کفیرا ایسے دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے جس کا جواب ناقیامت نامکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

(دلائل بقا وحی غیر شرعی از روئے قرآن شریف)

مخبرِ مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں کمرِ وحی آیاتِ صحیحہ اسی طرزِ استدلال کے نقل کر دی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جا چکا ہے جس کی طرف نا تمام سا اشارہ کہیں کہیں خود کرتا ہے میں یہ صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کر کے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) آیت اول - رفیع الدرجات ذوالعرش، یخلق الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ۲

لینذر یومہ التلاق - (سورۃ المؤمن ۲۶)

خلاصہ استدلال - اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذوالعرش - ہونا اور اس کے بمذول کا پایا جانا نیز ضرورتِ انوارِ نزول وحی کی علت ہیں پس جب کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے مسدود ہونے کے کیا معنی -

روح سے صحیح یہی ہے کہ وہ وحی مراد ہوگی جیسا کہ جلالین اور تفسیرِ کبیر میں ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر شرعی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتنی ہی ہے اور آپ پر وحی شرعی، ہوتی تھی پس اس سے وحی غیر شرعی مراد لینا محض لغو ہے۔

(۲) بیانِ نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشاء من عبادہ - کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نبوت کا معیار کثرتِ مال اور دنیوی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ «انزل الذکر علیہ من بیننا» - کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی، یعنی یہ شخص کیوں مستحقِ وحی و نبوت ہو گیا ہم سب باوجود وجاہت و عزتِ ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظرِ انتخاب پر ہیں جسے پیامیں تو از وی تمہا سے خود ساختہ بیچارہ ناقابلِ التفات ہیں کیوں کہ یہ چیزیں نہیں بلکہ وہی ہے بجا بقا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختصر برحمتہ من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے حق کرتا ہے، اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا جانتا ہے کہ کسے رسول بنانا چاہیے کوئی اس کا معیار تقاب نہیں یہ صرف وہی شئی ہے۔
 اس سادت بزر و بازو نیست گز نہ بخشد خداے بخشندہ

وہی ہونا گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے

غرض یہ کہ یہاں صرف یلغی الروح۔ نزول کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ علی من یشاء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جن بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ نبی بنانا اور مبطل وحی ٹھکانا اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے نہ کسی کسب پر۔ مختار مدعا علیہ نے اس مسئلہ صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر دراصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی جب کہ خود اس آیت اور دوسری آیات نیز تفاسیر میں مصرح موجود ہے مفصل جواب کے لیے اصل بحث ملاحظہ ہو۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ سے کچھ نہ بن سکا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے جیسا کہ یلغی الروح کے مناسر سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجدیدی پر دلالت کرتا ہے۔

(الجواب)

یہ بعض مغالطہ ہے درتہ ہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرے گا یہ صفت قرآن اور شریعت یا مستقل ہی بھیجے گی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے اور جابجا ان سے انتم قائل یا مقارع سے تنبیر کیا ہے۔ جو استمرار تجدیدی پر دلالت کرتا ہے لہذا وحی تشریفی قرآن تشریفی بنی برابر قیامت تک آتے رہینگے۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں اور یہی کہتے ہیں کہ شریعت کال ہو چکی قرآن کال کتاب ہے لہذا کسی شریعت اور کتاب کی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کال ہو چکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہوگا ابہام ہوگا خواہ لفظی کا استعمال ہو جسکے ثبوت میں اس سے پہلے بیڈنگ میں متعدد آیات اور مرتبہ مرتبہ نیر مرزا صاحب کی تصریحات پیش کر آیا ہوں۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت میر درد دہلوی اور شیخ ابن عربیؒ کی تصریح پیش کر دی ہے ثانی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

اعلم ان لنا من الله الالهام دون الوحي فان سبيل الوحي قد انقطعت بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات ج ۳ باب ۳۵ ص ۳۱)

کرم غیب سمجھ لو ہمارے لیے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا راستہ یقیناً بند وصال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بند ہو چکا۔

اور میر دردِ دم کا رختہ زوی بند فرماتے ہیں۔ اسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا فتوحات ج ۲ ص ۱۷۷ سے اس آیت کے متعلق ایک حوالہ نقل کرتا محض مغالطہ ہے وہاں تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ وحی کی ایک غرض بشیر و نذیر ہونا بیان فرماتے ہیں اور مبشرات کا سلسلہ آثار نبوۃ سے باقی ہے جو بصورت الہام یا رویاء صالحہ کے ہوتا رہتا ہے وحی اور نبوۃ مطلقاً مسدود ہے چنانچہ اسی فتوحات ج ۲ ص ۱۷۷ پر تصریح موجود ہے۔ فان المبشرات هي التي ابقي الله لنا من آثار النبوة التي سد بها و انقطع اسبابها۔ یعنی اللہ نے صرف مبشرات (رویاء صادقہ یا الہام) آثار نبوت سے ہمارے واسطے باقی رکھا ہے باقی نبوۃ کا دروازہ اور اس کے تمام اسباب مسدود و منقطع ہو چکے۔ یہی تصریح ج ۲ ص ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

نیز شیخ رحمہ اللہ کی آخری تصنیف فصوص الحکم سے ۲۷/ مارچ ۱۳۲۳ء کی جرح میں گواہ مہر تسلیم کر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مشروع یا مخرج نہ یعنی صاحب شریعت یا تابع شریعت متقدم نہیں بنایا جاسکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام سے نبی نہ بنائے جائینگے بلکہ ان کا دعویٰ آپ سے پہلے ہو چکا ہے اس امت میں بحیثیت امتی اور مجدد و نازل فرمائینگے۔

بیشاک آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) دوسری آیت۔

يَنْزِلُ الْمَلَكُ بِالرُّوحِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ إِلَٰهَ

اس کا وہی استدلال اور وہی جواب ہے اس کے ترجمہ میں بھیجتا ہے اور بھیجا کرے گا۔

مختار مدعا علیہ کی تحریریت ہے مضارع دراصل حال یا استقبال کے لیے آتا ہے استمرار تجدیدی کبھی مجازی طور پر قرینہ صارف کی موجودگی میں یہ جاتے ہیں اور یہاں کوئی بھی قرینہ تحقیق معنی سے روکنے والا نہیں بلکہ اس مجازی معنی کے روکنے کے لیے وہ تمام آیات و احادیث موجود ہیں جو میں پہلے سلسلہ تتم نبوۃ و وحی نبوۃ میں پیش کر چکا۔

بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریحی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بعید قرآن و حدیث بند ہو چکا ہو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی لغوی و مجازی ہے۔ اور یہ آیتیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریحی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ لیا جائے تو وحی تشریحی بند نہ ہو سکیگا حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں۔

(۳) تیسری آیت:-

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ اجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا ۚ
وہی شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے۔

(الجواب)

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کافر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا قریب ہے جسے ہم پیکے سے پکارا کریں یا بعید سے کہ بلند آواز سے پکار نیکی حاجت ہے جواب یہ مرحمت ہوتا ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب جو پکارنا یا دعا کرنا ہے۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے۔ یہاں وحی غیر تشریحی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا بندہ کی پکار کا جواب دینا بصورت الہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جیسا کہ اوپر دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف الہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت الہام ہے نہ وحی لہذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا بفضل ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو۔ اس ہمارے جواب کے لیے مختار مدعا علیہ کا حاصل اور ناقابل التفات سنی کی ہے اور باوجودیکہ مطلب بگاڑ کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا عدالت خود مقابلہ کرے۔

خواہ دعا قبول کرے یا نہ ہو جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب دینے کے جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریحی کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی اسناد دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے الہام کافی ہے وحی کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تصریحات پیش کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا صرف ایک شق یعنی اجیب کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہیں۔ لیکن اس پر عقل انگلی سے ہلکی سی سند کے احتمال قائم کرنا میرے مدلل بحث کے جواب کے لیے محض نا کافی اور ناقابل التفات ہے۔

نیز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو پیش

کرنے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گویا جواب تسلیم کر لیا۔
(۴) یہ تو تھی آیت -

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استغوا - الاية

یہاں بھی جواب کی دو شکیں تھیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عند الموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوت کے بقاء کے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوت کا اسناد خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوت یا قریشتمہ وحی کی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے بجائے کسی جواب کے عاجزاً صرف یہ کہہ دیا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے ناقابل التفات ہے۔ حالانکہ نہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلامی بھی۔
والساعة الاية اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تفسیر بھی فرما دی ہے بہر حال اصل بحث کا جواب کجا اس شخص کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل التفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے میں سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت -

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني الاية

غلام استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و عشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یہ گفتار سے ہو گیا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کیونکہ اس کی ذات دروازہ الوداع ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانا جائے تو گفتار بھی نہ ہی میں محبت کیوں کہ ہو سکتی ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ بقاء وحی کا ایسا عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر سوائے مرزا صاحب کسی پر منکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

ویدار کی شکل میں ہوتا ہے اسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا پابند ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف و مفسرین
خدا کی محبت کا بھی مطلب لیتے آئے ہیں کہ ایصال خیر اور قبول و برکات سے مالا مال کرنا بیضادی شریف -
اور کثافت میں توفیق و مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے تعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت
استعمال ہوں گے اس سے اُس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اُس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد
لیے جائیں گے۔

(۳) یہاں تو صرف مدعیان محبت الہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو انبیاء نبوی اختیار
کریں خدا اس سے محبت کرے گا اور گناہ بخش دے گا۔ یہاں البقاء وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ یعقوب لکھ
ذنب و جحہ الخ خود اس کی شرح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کیا۔
نیز اس میں تو انبیاء نبوی مدار محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی نتیجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہان مدعا علیہ
کے نزدیک مرزا محمود صاحب اُن سب پر نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر ماننا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اُس کے

قرینی کو یہ سلم نہیں۔
اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآن پاک کی تحریف اور تفسیر بالراے ہے مگر اگر بغرض محال کوئی تسلیم بھی کر لے تو
بھی ابتداء وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورت وحی اور بصورت الہام و دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل
سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی و لغوی ہے۔ لہذا ہم کلامی
بھی بصورت الہام یا وحی مجازی ہوگی لہذا ابتقاء وحی نبوۃ کا ثبوت نہ ہو سکا۔ مفصل جواب بحث میں دے چکا ہوں جس
کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ
پھر وحی نبوۃ محابہ پر بھی ہونی چاہیئے حالانکہ بحث اس موقع پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر
تشریفی ہوتی چاہیئے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریفی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اُس وحی کے مراد ہے جو
شہد کی کبھی کو بھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں تا اس میں بحث ہے بوقت امت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا
اندرابر این قاطعہ اور دلائل واضح سے ثابت کر چکا اس کا جواب کچھ یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہذا یہ تمام
دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور — ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور تاویلاً اگر کوئی دھواڑ کا اشارہ
ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا ہوگا جو ہمیں مقرر نہیں۔

پیش آیت۔

وَمِنْ أَصْنَدِ مَمْنٍ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ الْخَبَرُ يَوْمَ

الغیۃ - - - الخ

خلاصہ اسناد لال سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ پکار کا جواب دیتا ہے اس کا مدلل جواب ۱۱/ اکتوبر کی بحث میں دیا جا چکا اور تیسری آیت کے تحت میں جواب الجواب کے سلسلہ میں بھی گزر چکا ہے خواہ اس کے معنی قبولیت دعا کے لیے جائیں یا پکار جواب کے بہر صورت مطلب ایک ہی ہے یہ معنی نہیں کہ جس طرح انسان ایک دوسرے کی پکار کا جواب دیتا ہے خدا بھی ویسا ہی جواب دے گا اور اگر کسی کو ویسا جواب نہ دے تو سچا خدا نہ رہے۔ انبیاء کرام کو خدا کا جواب بصورت وحی نبوت اولیاء اللہ کو بصورت اہام عام مومنین کو بصورت آیات دعا و قبول رحمت وغیرہ ہوتا ہے یہ چونکہ دلائل قطعیہ بلکہ مسلم قرآنیہ سے بعد حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم اسناد دو جی ثابت ہو چکا اب جواب کے یہ معنی لے کر یہی اہام مراد ہو سکتا ہے نہ وحی۔ دوسرے یہاں یہ تو نہیں کہ ہر شخص کو ہر پکارتے والے کو بروقت جواب بصورت کلام دیتا رہتا ہے ورنہ ہم اور آپ بلکہ کفار تک برابر ہر روز خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پکارتے ہیں۔ حالانکہ ہم کلامی کاشف میر نہیں آتا کیا مرزا صاحب کی جماعت خدا کو نہیں پکارتی پھر کیا خدا ان سب سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے یہاں تو صرف اُن غیر ذی روح بتوں اور خدا کے کی امتیازی شان بتانا منظور ہے کہ خدا اُسے تعالےٰ کی شان سمیع بصیر و مجیب الدعوات ہے یہ شان بتوں کی نہیں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کو پکارو دیکھو! اچھی جواب دے گا ورنہ وہ سچا خدا نہیں نعوذ باللہ من ذلک پھر تفاسیر میں ہر دو معنی صریح ہو چکے ہیں۔

اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ فقرہ کہ مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے علم قرآن سے اُس کی محرومی ظاہر ہوتی ہے عدالت کے ایسا زخمی کے حوالہ کرتا ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دلائل کے جواب سے عاجز ہو جائے اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے۔ دلائل کا جواب دلائل سے ہو سکتا ہے نہ تیز کلامی سے۔
(۷) ساتویں آیت۔

المیدوا انہ لا یکلّمہم

نیز اس کی تائیدی آیات۔

خلاصہ اسناد لال۔ بلطان الوہیت معنی ذان بالظہر عدم تکلم کو دلیل سمجھا رہا ہے الخ
(الجواب)

ہم بھی تو یہ کہتے ہیں کہ خدا اُسے تعالےٰ کی صفت متکلم ہوتا ہے مگر اس کی یہ صفت انہی وابدی ہے جب کوئی ظالم نہ تھا جب بھی وہ متکلم تھا اب بھی ہے جب کوئی نہ ہو گا تو بھی رہے گا اُس کے تکلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہی جہالت ہے اور تکلم بلا اموات و لسان و لفظ ہے اور اگر صرف معبود حق و باطل کی شناخت متکلم ہوتا ہے تو جو لوگ عیسیٰ و عذریہ علیہما السلام کو خدا اور معبود سمجھتے تھے وہ مختار مدعا علیہ کے نزدیک جتنی بجا نب ہوں گے کیونکہ وہ تو متکلم تھے یہ محض تفسیر

بارائے کا نتیجہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جس سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتانے پر قادر ہیں یہ لوگ کسی قدر احمق اور ظالم ہیں۔ یہاں کہیں ابقاء وحی کا اشارہ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی عنایت متکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دنوں ان کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ خدا کی تحقیق ہم کلامی بصورت وحی نبوت تھی جس کا سلسلہ خدائے تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرمایا۔ جیسا کہ نعوس نبینہ اور مسلم قریشین بزرگوں کی تصریحات سے پیش کر چکا۔ اب صرف اہام اور وحی مجازی باقی چھاس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط دلائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) اٹھویں آیت۔

”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔“

اس کا استدلال عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائیے اگر یہی دلائل ابقاء وحی کے ہیں تو پھر انسداد وحی نبوت پر انکم سے والناش تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بھر است دلائل کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور علماء کا سیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے ابقاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں یہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آجائے گا یا مرزا صاحب کا دعویٰ خدائی اور اپنے اندر الوہیت کی ہو میں اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من مشرود انفسنا ومن سببنا اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

کنت خیر امة اخرجت للناس۔ الایۃ۔

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

خیبر اُمت۔ ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تصریح ہے کہ اخرجت

لنناس نامردوں بالمعروف وتتمون عن المنکر۔ وتؤمنون باللہ۔ کو لوگوں کے واسطے شاہد بنا کر بتا کر معروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن و احادیث میں خصوصیات مذکور ہیں اہم سابقہ پر ان کا گواہ ہوتا لتکونوا شہداً علی الناس سے

ظاہر ہوتا ہے جنت بھی ان کا اول و اصل ہوتا وغیرہ و غیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ بات کہ ان پر وحی نوحہ ہوتی رہے یا انبیاء مینستے رہیں جیسی خیالات ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف کا وہ طبقہ نہ رہے تیرہ سو سال میں ایک سطر پیش کر سکتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور امام موسیٰ علیہما السلام کے وقت سے تا اہم اس میں اسلاف کے اقوال پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاء کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے اس کی ایک ضعیف سے ضعیف دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ فلنشد الحمد

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ نقل کیا کہ پنا پتہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کاملین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تبلیغ کر نیکی اشاعت السنہ ۱۲۵۵ و ۱۲۵۶ء اس سے توفیق مدعا علیہ کا غرض ساز استدلال ختم ہو گیا کیونکہ خود کبریا ہے کہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی میں ہے رد و دل کے فرق کے واسطے میان گواہ مطیعہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

مختار مدعا علیہ کا مخالف اور ان کا جواب

میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین بلکہ قرآنی تفسیر حیات ان کے خلاف ہی مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) تفاسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کئے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔

(۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اُمی کے مطابق اُمی کی تفسیر کی جاتی ہے اور جو تفسیر میں نے کی ہیں وہ قرآن حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرع انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ اُن کے بھی مسلم بزرگ علامہ حمی الدین ابن عربی کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا ہیں یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے ایسی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح حدیث حد کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی، جو تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدعاء میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام کے مخالف ہے جیسا کہ اوپر ثبات ہو چکا۔
(۴) تحذیر الناس منک کا حوالہ جس سے یہ ثبات کرنا چاہا ہے کہ جو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہو گو کوئی اُسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ فقرات ہیں رہا اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں، ہاں اگر کوئی دلیل عقلی و نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقل و نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرائن سے کہی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔
اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل و قرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات و آیات و احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین کی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل صفحہ ۱۵ پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا دھبہ سلا ہے اس کو تفسیر بالرائے مانتی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفس کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں ص ۱۲۔
باجملہ تفسیر بالرائے کہ ہے جو امر مجمل اور منسل میں اصلاً نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے عقلی ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔
مختار مدعا علیہ نے اسی اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور ناجائز و حرام ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باتی جو باتیں بوسیدہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شائل کی جائیں اس کو اہل ظاہر کو تفسیر کہیں پس حقیقت میں تفسیر نہیں ہو مطلق بلکہ دو کلاموں کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں وہ کوئی نئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن و احادیث کے مختلف دو جگہ کے مضمونوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل و رائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی و نقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے یہی عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحذیر الناس کا ص ۱۲ و ۱۱ و ۱۰

لاحظہ فرمائیے تاکہ مختار مدعا علیہ کا منطوق اور اقتراء ابھی طرح آشکار ہو جائے۔

مختار مدعا علیہ نے میرے اس اعتراض کا کہ اس سے پھر وہی نبوۃ تشریفہ کا بقا بھی لازم آئے گا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری آیات مثلاً خاتم النبیین، اکملت لکم دینکم ومن یتبع اللہ وغیرہ سے وہی شریعت جدیدہ کا انسداد ثابت ہوتا ہے۔

پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ مذکورہ بالا آیات نیز انسداد وہی نبوۃ پر جس قدر آیات و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان و سلف صالحین اور پریش کہ چکا ہوں ان سے صراحت وہی نبوۃ کا انسداد ثابت ہوتا ہے خواہ تشریفی ہو یا غیر تشریفی لہذا مکملہ الہیہ صرف بصورت الہام یا وحی مجازی ہو سکتا ہے اس میں ہمیں بھی خلاف نہیں بہر حال کسی ایک آیت سے وہی نبوۃ کا بقا نہ ثابت ہو سکا زائد سے زائد الہام کا بقا ثابت ہوا وہ مدعا سے غیر متعلق ہے۔

دلائل بقاء وحی از احادیث

میں نے ابتدائی بحث میں ۲۵ سے زائد احادیث کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا تھا کہ اُن سے وہی نبوت کا انقطاع ثابت ہے۔ کیونکہ جس قدر احادیث انقطاع نبوۃ پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ سب انقطاع وہی نبوۃ پر بھی یا اختلاف دلالت کرتی کیونکہ یہ تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اُس کی وحی بلاشبہ وہی نبوۃ ہے (ایام الصلح ص ۱۳۶) اُنہی کی وحی وہی نبوۃ کہلائیک سرانج میٹھی اور طلع تو یہ ہے۔ کہ جب تک مرزا اہلین نے نبوت کا صریح و عوی نہ کیا تھا تو وہی اس مسئلہ میں ہمارے ہم نواتھے۔ فرماتے ہیں کہ لیکن وہی نبوۃ پر تو تیر سو برس سے مہر لگ گئی ازالہ ص ۲۲، یہاں کوئی تفصیل تشریفی اور غیر تشریفی کی نہیں تھے کہ مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل انتقات ہوں۔

پھر میں نے صراحتہ انقطاع وہی نبوۃ کے سلسلہ میں (۴) صحیح احادیث کنز العمال بخاری شریف مشکوٰۃ شریف اور ابن جریر سے پیش کیں جو مل سے پیش کی گئی تھیں۔ پہلی میں تصریح ہے کہ شیعہ کلمے نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں۔ دوسری میں ان الوحی قد انقطع۔ کے الفاظ ہیں کہ وحی بعد آنحضرت علیہ السلام یقیناً منقطع ہو چکی تیسری میں انہ انقطع الوحی کا لفظ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ وحی بعد زمانہ آنحضرت علیہ السلام منقطع ہو چکی تھی لیکن بھی تمام اجزاء وہی نبوۃ سے صرف مبشرات کو باقی مانا ہے۔

پس ان صریح احادیث کے مقابل مختار مدعا علیہ کا دو غیر متعلق مدعیین ایک محدث والی اور ایک عیسائی پر وہی اترنے کی پیش کرنا پہل تک قابل قبول ہے۔ بہر حال میں باوجود کہ دونوں کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ مگر اب جو ابی بحث کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول۔ داوحی۔ اللہ الی عیسیٰ (مشکوٰۃ مسلم) اس حدیث کی تحریف

کے لیے جو مرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں۔ اس سے ہمیں سروکار نہیں اسد لال صرف یہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی اور روح الحسنیہ و حج الکرامہ سے یہ پیش کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ انجواب حضرت عیسیٰ پر وحی جو نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر یعنی الہام نہ کہ وحی نبوتہ چنانچہ مسلم کے شارح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور الہام کے ہوگی۔ خواہ وہ دل میں لڑائی جائے۔ یا بواسطہ فرشتہ الہام ہو جسے ملک اللہ الہام کہتے ہیں۔

میں اس بگڑے صورت وہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جو مسلمہ فریقین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مامد علیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبدالوہاب شمرانی رحمہ اور امام محی الدین ابن عربی رحمہ وہ تصریح فرما رہے ہیں کہ علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اور خاتم الولاہیہ ہیں، اور اگرچہ وہ اولوا الغریم اور خواص رسل سے ہیں۔ مگر بوجہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالت کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہونگے۔ بلکہ ایک ولی ہو کر تشریف لائینگے۔ جن کی نبوتہ بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الباقیت و المجاہدہ ۲ ص ۱۲۸ مبحث ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴

وحی رسالت وہی ہے جو توسط جبرئیل ہوا، ازالہ اوہام ص ۲۱۔

”ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوۃ و رسالت ہے جو بند ہے ازالہ ص ۲۲۸

اب گواہیں ضرورت نہ تھیں کہ حج الکرامۃ یا روح المعانی کے متعلق کچھ عرض کریں لیکن اتمام حجت کے واسطے گزارش

ہے کہ۔

حج الکرامۃ۔ اولاً نہ ہمارے علم کتاب ہے نہ اُس کے معنی ہم مقلدین سے ہیں۔ بلکہ ہمارا اور اُن کا اصولی اختلاف ہے ہم تنقید شخصی کو واجب کہتے ہیں۔ وہ شرک تک جاتے ہیں حالانکہ ایک حنفی پر کسی اہل حدیث یا غیر مقلد کی ذاتی رائے، خصوصاً جب کہ وہ بزرگان سلف شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ وغیرہ کے بھی خلاف ہو جبہ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ان کی ذاتی رائے ہے اُن کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی نہیں پس اس کی کوئی بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔

ہمارے گواہوں نے نواب مدینی حسن خان مؤلف حج الکرامۃ کو مسلمان مانا ہے مسلمان ہونا اور پیر ہے مسلم ہونا اور بات ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں بلکہ عالم بھی مگر وہ مسلم و مستند نہیں۔

مولانا گلوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسلم کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں رئیس عاملین بالحدیث لکھا ہے۔ یعنی غیر مقلدین کے سرگروہ کیونکہ غیر مقلدین کو وہ ابالی، اہل حدیث مدعیان عمل بالحدیث عامل حدیث وغیرہ کے نقطہ سے یاد کیا کرتے ہیں جیسے مرزا یوں کو قادیانی اور احمدی کہتے ہیں۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے حضرت مولانا گلوہی رحمہ نے ان کے حوالے غیر مقلدین پر حجت قائم کر نیلے واسطے الزام دئے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے کئے حوالہ دئے ہیں۔ تو کیا کوئی عقل مند اس سے سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء ہمیں مسلم ہیں تیرہوں لگلوہی کا مسلم ہونا بھی جو پیشل اصول سے مسل یہ رموز و نہیں۔ بہر حال نواب مدینی حسن خان صاحب

اور وہ بھی اپنی ذاتی ہم پر بزرگوں کی تصریحات کے خلاف حجت نہیں نہ مختار مدعا علیہ کو لمے نقل کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ تو ان کے نبی کی تصریح کے بھی خلاف ہے باقی رہا حوالہ روح المعانی وہاں بھی ایک شخص ابن حجر عسقلانی ذاتی رائے ہے نہ وہ ہمارے مسلم ہیں نہ امام وہ ہم پر حجت نہیں روح المعانی کے فیصلہ کا مسلم ہونا اور پیر ہے اور اُس میں کسی شخص کی ذاتی رائے نقل کی جائے اور وہ بھی ضعیف احادیث وائمہ کے خلاف اس کا حجت ہونا اور بات ہے بہر حال اتنی آیات اور صحیح احادیث اور فیصلہ اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تائید کے باوجود نواب مدینی حسن خان صاحب بھوپالی اور ابن حجر عسقلانی جیسے غیر مسلم اصحاب کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے باقی ہمارے نزدیک حدیث یقیناً صحیح ہے۔ ہم تو مختار مدعا علیہ پر بطور الزام حجتہ قائم کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا ہم نے تو حدیث مانکر جواب دیا ہے کہ یہ وحی الہام ہے نہ وحی نبوۃ جیسا کہ تمام شرح اور خصوصیات سے مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام ابن عربی رحمہ نے

تصریح فرمادی ہے۔

باقی اس جواب الجواب کی روشنی میں جو تاویلات کیلئے اور جرح و جوابوں کی قطع و برید اور لایحی طوالت وی لُح وہ نا قابل التفات ہے۔ عدالت خود مقایلہ فرمائیے۔

(۲) دوسری حدیث۔ ابی ابن کعب روع المعانی ج ۷ ص ۷۱

یعنی اُس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی اللہم لك الحمد انک یحیی الی ابن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقع بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے۔

الجواب۔ اس سے یہاں کوئی علاقہ نہیں نہ یہاں جبریل کسی صحابی پر وحی لے کر اترے نہ اُس زمانہ میں نزول جبریل مسدود تھا۔ بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ابی ابن کعب روع نے اپنے پیچھے سے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اُسی کی آواز سنی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبریل کی آواز سنی تھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقاؤ وحی نبوت یا نزول جبریل کیونکر ثابت ہو ایاں جبریل کی آواز سننا ثابت ہو۔ اس میں کیا اسعجاب ہے صحابہ نے تو وحی کبھی کی شکل پر بار بار انہیں دربار رسالت میں حاضر پائیں کرتے دیکھا ہے۔ ہاں مزا اصحاب کے یہ غلط ضرور ہے جو فرماتے ہیں کہ جبریل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے۔

تیسری حدیث۔ محدث ہونے کی مشکوٰۃ و بخاری سے۔

الجواب اس سے بھی وحی نبوت کا بقاؤ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ محدث کی شرح خود گواہ دعا علیہ اور مختار دعا علیہ نے حدیث سے نقل کر دی ہے کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرنے لگے۔ اس میں خدا کے ہم کلام ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ نہ فرشتہ کے انزور کی کرنے کا۔

مختار دعا علیہ نے اُس کلام اور محدث کی تائید۔ و ملا علی قاری کا فائز نقل کیا اس سے اپنا تمام کارخانہ استدلال ختم کر دیا کہ۔

هوالمسلم المبدأ فيه 'انتهى' في درجته الانبياء في الالهام۔

یعنی محدث مراد ہے۔ میں پر ابہام کیا یا اے۔ اور بہت مبالغہ سے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کے قریب ہو جائے اس میں تصریح ہے کہ اُس پر ابہام ہو گا نہ وحی اور نہ لگو بقاؤ وحی میں ہے۔ نہ ابہام میں شاید مختار دعا علیہ طول کی وجہ سے موضوع بحث ذرا پوش کر گیا۔ ورنہ ابہام کو وحی کے سلسلہ میں نقل نہ کرتا۔

ان دونوں بلکہ تینوں حدیثوں کا غیر متعلق ہونا ایسا اظہار من الشمس ہے کہ کسی شبہ کی بھی گنجائش نہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ اور اصل بحث میں جو مدلل تقریر کی گئی تھی اُس کے جواب کی طرف اشارہ نہ کیا گیا۔ گویا مختار دعا علیہ نے

اس کی لائبریری اور اپنا عجم تسلیم کر لیا ہماری پیش کردہ ۲۵ احادیث کے حوالہ کو مناظرہ اور غلط بتانا مختار مدعا علیہ کی نادانستی کا یقین ثبوت ہے۔ میں ابتداء میں عرض کر چکا کہ جس قدر احادیث تقیم نبوت کے باب میں ہیں ۲۵۰ کیا بلکہ اس سے بھی زائد وہ سب نبوت کے ائداد کی دلیل تسلیم ہیں۔ کیونکہ نبی کو وحی بقول مرزا صاحب بہر حال وحی نبوت ہوتی ہے۔ اسی واسطے گو کہ انہوں نے کہ کیا اب وحی میں یا تفصیل نقل کی ضرورت نہ سمجھی۔ باقی یا تفصیل میں نے جو چار حدیثیں پیش کی تھیں جس میں سرائے وحی نبوت کے ائداد کی تصریح تھی اس میں حدیث (۱) و (۲) کو مختار مدعا علیہ نے بالکل لایعجاب سمجھ کر نام تک نہ لیا۔ اور نمبر (۱۲) و (۳) کا طبع زراہیہ جواب دے کر ٹال دیا کہ اس میں ان الوحی قد انقطع اور انہ انقطع الوحی سے وحی تشریفی مراد ہے۔ حالانکہ یہ تاویز محض بدیہی البطلان ہے۔ اور صریح غیر مشتبہ الفاظ کو بلا دلیل موڑنا ہے۔ الف و لام جنسی ہے جس سے جنس وحی اور اس کی حقیقت کا نہایت زور دار الفاظ میں انقطاع بتایا جا رہا ہے۔ مجازی وحی والہام کا البتہ تذکرہ نہیں پس مختار مدعا علیہ کی یہ دیکھ کر کہ تاویل بالکل منور اور الفاظ حدیث کی تخریج معنوی کے برابر ہے جو کسی طرح قابل انتفات نہیں۔ ورنہ اگر تاویلات کا دروازہ اس قدر وسیع کھول دیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے گا۔ اور صریح سے صریح چیز میں محدث کی طرح نادانوں کے اس کی حقیقت بدل کر اسلام کا کفر اور کفر کا اسلام بن جائے گا۔ عیاذ باللہ۔

خلاصہ اس بحث سے یہ تو وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا گواہان مدعا علیہ کے پاس قرآنی حدیث کی ایک دلیل بھی بقا و وحی نبوت پر نہیں بلکہ محض تاویلات دیکھیں یا الہام اور وحی مجازی و لغوی کو نادانستی سے وحی نبوت سمجھ لیا ہے۔ بخلاف گواہان مدعیہ کے کہ صریح صریح آیات و احادیث انقطاع وحی پر پیش کی ہیں۔ جن کا جواب باوجود انتہائی مناظرہ وہی کے ضابطہ کا بھی نہ ہو سکا۔ فلنہ الحمد۔

عدالت خود دلائل کو سامنے رکھ کر موازنہ فرمائے کہ دلائل اور سائنس کدھر ہے اور محض تاویلات اور مناظرہ سے کون کام لے رہا ہے۔

(عقیدہ سلف صالحین بقا و وحی غیر تشریعی کے خلاف نہیں)

اس جوابی سلسلہ میں اصل جواب سے عاجز اگر مختار مدعا علیہ نے صرف مناظرہ سے کام لیا۔ میں نے صوفیہ کلام کی عبارات کے مطالب ان کی اپنی اصطلاح کی روش سے پیش کئے تھے۔ اور وہ بھی مل سے کوئی نیا سوال نہ تھا مگر اس نے گواہوں کا تحت اللفظ ترجمہ لے کر بحث سے ٹکراتا پھا۔ اس سے معلوم ہوتا چاہیے کہ ترجمہ اور سنجی ہے اور مطلب اور ترجمہ سے بظاہر اکثر مراد منکلم ستور اور مجمل رہتی ہے۔ جبھی تو تفسیر اور مطلب بیان کرینی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ کے ظاہری الفاظ اور اصطلاحی مراد و تفسیر میں تضاد سن کر خیال ہے چونکہ میری بیان کردہ اصطلاحات صوفیہ اور خود اصطلاحات شیخ اکبر مختار مدعا علیہ نے اولاً تو نظر انداز کیا۔ اور بعض کو اصل عبارت اور مطلب کے خلاف

ہوا کہ نفع و برید کر کے اصل پوائنٹ عدالت کے سامنے مستقیم کر نیکی سی کی ہے۔ اس لیے اولاً میں اس کے پیش کردہ حواجیات جن کا وہ حوالہ بیان گواہ مدعا علیہ سے دے رہا ہے نقل کر کے ان کا اصل جواب مکرر نقل کرتا ہوں تاکہ وہ خیانت اور مبالغہ عدالت کے نوٹس میں لایا جاسکے جو اس نے جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کے مطالب کے نقل میں روا کر رکھا ہے اور پھر جوابی بحث کی تاویلات کر لیکہ کو بے نقاب کر کے عدالت میں پیش کر رہا ہے۔

گواہان مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں متعلق و غیر متعلق کل (۸) حوالہ پیش کئے ہیں :-

(۱) فتوحات مکیمہ (۲) مکتوبات امام ربانی (۳) غنوی عارف رومی (۴) منہب امامت مومن شہید (۵) یو اہیت کا حوالہ برائے شرح الہام (۶) روح المعانی (۷) بیچ الکرامۃ (۸) یو اہیت پہلا حوالہ فتوحات مکیمہ ۲ ص ۱۷۱ و ۱۷۲ قال شیخ اکبر بعد ذکر الآیۃ ما کان لبشر ان یتکلمہ اللہ الخ ہذا کلام موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ الہی من ہذ دون الوہی یا التشیع۔

(الجواب)

اس حوالہ کے نقل کرنے میں گواہ مدعا علیہ نے ایک زبردست شرمناک مبالغہ دیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ تشریع کو ان کی اصطلاح کے خلاف محمول کر لیا۔ اسی لیے انہوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تم پر میری کتب کا مطالعہ حرام ہے جب تک میرے عزم راز نہ ہو۔ اس کی وجہ صرف گواہ کی حضرت شیخ رومی کی کتب و اصطلاحات سے ناواقفیت ہے جیسا کہ گواہ خود انکار کر چکا ہے۔ مگر میں نے تنزیہات کی نہیں دی تھی۔ ماریج سہ اور اصطلاحات تصوف میں کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ ماریج سہ۔

اصل اصطلاح یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو برہنوت یعنی لغوی بصورت و لا بہت ہوتی ہے اور برہنوتی یعنی عام مجازاً نہ ہوتی ہے جس کا حقیقی نام الہام ہے اس کے مقابل اصطلاح شرح میں جو نبوۃ تصدیق ہے۔ اُسے حضرت شیخ نبوۃ تشریع (یعنی شری نبوۃ) اور اس کی وحی نبوت و رسالت کو وحی تشریع کہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ برہنوت بدیدہ لائے وہ نبی تشریحی و نہ تشریحی صرف اپنی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی اصطلاح کو حفظ کر کے یہ مبالغہ دیا ہے۔ نبوت کے واسطے اپنی فتوحات ۳ ص کے حوالہ ذیل ذیل مدخط ہوں۔ جنہیں صرف مبالغہ دینے کے واسطے چھپایا گیا۔

نبوۃ تشریحی یا نبوۃ تشرائع سے مراد وہ حقیقی نبوۃ ہے جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی

(فتوحات مکیمہ ۲ باب ۵ ص ۱۵ ص ۲۵۸)

یعنی جاری یہ خاص اصطلاح ہے کہ ہم نبوۃ تشرائع یا تشریع بلکہ وہ حقیقی اصطلاح نبوۃ مراد دیتے ہیں جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی۔ ولایت کے مقابل یہ نبوۃ ہے۔ وہی نبوۃ تصدیقہ اور نبوۃ تشریحیہ اور نبوت تشرائع وغیرہ سے نامزد کی جاتی ہے تشریع کے معنی تشریعت بدیدہ وغیرہ یہ مراد صاحب اور ان کے متبعین کی مطلق زاد اصطلاح ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کا واسطہ سے پاک ہے۔

وحی نبوت در رسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر تصریح موجود ہے کہ وانما انقطع الوحي الخاص بالرسول والتي من نزول الملك على اذنه وقلبه وتحجيرا اسم النبي والرسول الخ۔
یعنی وہ وحی نبوت در رسالت جنہی و رسول کے ساتھ مختص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش و قلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی و رسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ کس قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت در رسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

فرشتہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں اتر سکتا؟

لان الملك لا ينزل بوحي على قلب غيره نبی اصلاً کیونکہ فرشتہ وحی کے قلب پر ہرگز نہیں اترتا۔ اسی عبارت کے تتمہ پر نہ صرف نبوت بلکہ ادعاء نبوت کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ وادعاء نبوة قد انقطعت
باب ۲۳، ۲۴، یہاں لفظ نبوت کیونکہ رکھا الفت لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوت مستندہ وغیرہ مراد ہے۔ بلکہ نکرہ رکھا جو ہر قسم کی ظنی و ردوی نبوت کا خاتمہ کر رہی ہے۔

مبشرات یعنی الامم اور رویاء صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الاتنظر الى مبادئ الوحي الالهى النبوى انما هي المبشرات دہی الّتی بقیت فی الامت بعد انقطاع النبوة (فتوحات ج: ۳، ۳۱، ۳۲ ص ۳۹)
کیا تو نہیں دیکھتا۔ مبادی وحی الہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی بھی خواہیں یا ابہام ہیں) وحی من امت میں نبوت کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور ہیں۔

و مبشرات والاخص نبی ہرگز نہیں ہو سکتا

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ اسی فتوحات ۳ سوال ۱۷۱۷ پر مبشرات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ
 وہی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المباشرة نبیاً فتنظن لعموم رحمة
 الله فما تطلق النبوة الامن انتصت باللمجموع۔ یعنی مبشرات اجزاء نبوة
 کا ایک جز ہیں اگرچہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت ہوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے
 کسی پر بولای نہیں جاسکتا۔

اسی ۳ میں تفریع سورج سورج دہے رکہ وحی مطلقاً مسدود ہے صرف الہام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من الله الا الهام لا الوحي فان ميسل الوحي قد انقطع بموت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم وقد كان الوحي قبله ولم يوحى خبر الهی ان بعده صلى الله
 عليه وسلم وحيًا لما قال الله تعالى ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك ولم
 يذكروا وحيًا بعده وان لم يلزم هذا وقد في الخبر النبى الصادق في عيسى عليه السلام
 وقد كان ممن اوحى اليه قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يعمل الاستثنا فله
 الكشف اذا نزل والالهام كما لهد الاممة ولا تخيل في هذا الهام انه ليس
 بخبر الهی ما هو الامر كذلك بل هو خبر الهی واحباء من الله للعبد
 على يد ملك بقيت عن هذه الملام وقد يلهم من وجه الخاص بالرسول
 والنبی ويشهد الملك اويسلة رويته بصرة فيلهم الله بالمشاء ان يلهمه اولوتيه
 من وجه الخاص (فتوحات ۳۵۳ س ۲۳۸)۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت جزیر میں تمام تاویلات و شبہات کا خاتمہ کر دیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ
 کی تائید فرمادی اور اتفاق سے یہ بزرگ گواہ دعا علیہ کو بھی ملے ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو ہمیں خدا کی طرف سے صرف الہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
 سے یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے
 الملاء نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی ہو سکتی ہے یا وحی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادق میں بیٹے کے متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ بیٹے صرف ہماری سنت پر عمل کریں گے۔ پس ان کے نزول کے بعد صرف ان پر کشف و الہام ہو گا جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہ نہ ہے کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو مہم سے پریشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اُس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اُسے دیکھتا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ علیہ السلام پر جو چاہیے گا۔ الہام کرے گا۔ انہ اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم مسدود ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور بس (۳) کسی آسمانی قرأت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) علی علیہ السلام پر نزول کشف اور الہام ہو گا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نزول متیق ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی و پیغمبر بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور وضاحت فرمادی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرمایا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر ہستان لگا کر کہہ دے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقلم وحی کے قائم ہیں۔ تو صحیح نہ ہو گا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی یہ پیش کردہ عبارت بھی قطع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے منقول اگلا فقرہ وَلَا يَشْرَعُ الْآتِي وَلَا يَشْرَعُ الْاَوَّلُ کاٹ دیا۔ جس میں اُس کے مغالطہ کی حقیقت کھو ل دی ہے کہ تشریع کدہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا نبی و رسول کی وحی و انشراح کہلاتی ہے۔ یعنی وحی نبوۃ و رسالہ منقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے۔ تو الہام و کشف داہمی خواہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست خیانت کے بعد عدالت خود فیصلہ فرما سکتی ہے کہ گواہان مدعا علیہ کی شہادت کی جو ویشل حیثیت سے کیا و تعنت ہے،

(نوٹ) میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ۲۰۱۲ میں ایک صریح صریح حوالے سے زائد موجود ہیں، نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تفسیر مراد کے واسطے بافتقد میں نے حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف اور اصطلاحات صوفیہ کے حوالوں سے کام نہیں لیا بلکہ اسی پیش کردہ فتوحات بلکہ زیادہ تر اسی بلد کے آگے اور پیچھے سے پیش کیا تاکہ کسی تاویل اور مذکر کا موقع نہ ہو۔ اور عدالت پر ان کی خیانت اور مغالطہ اچھی طرح آشکارا ہو جائے فلذا الحمد۔

اس کے جواب کے متعلق مدعا علیہ کی تاویلات

(۱) کبھی تو کہہ دیا ہے کہ گواہ مدعیہ نے اس عبارت کا بھی ترجمہ کیا ہے (۲) کبھی کہہ کہ غفلتاً تشریح کی تشریح کے ساتھ فعل و جرم و بیع وغیرہ (۳) بھی ہے۔ اور یہ مخصوص دہی ہو گئی (۳) کبھی گواہ نے اس کی جرح میں قطع و برید کر کے عیسیٰ پر دہی نبوت ثابت کرنا چاہی۔

مگر میں نے جس قدر واضح عبارات پیش کر دی ہیں ان سے اس عبارت کی شرح اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس قدر واضح ہو گیا ہے کہ مختار مدعا علیہ کی ان تاویلات کی ایک طرف کسی اتقنات ہی کی حاجت نہیں۔ ترجمہ عبارت کا وہی صحیح۔ مگر مطلب تو وہی ہو گا۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا۔ ہمارے شاہدوں نے شہادت میں شیخ کی مراد بالکل واضح کر دی ہے۔ لہذا ترجمہ کو اس سے مراد کوئی تفسیر نہیں۔

ملا میں مختار مدعا علیہ نے حضرت شیخ کی عبارت میں قطع و برید کو تسلیم کر لیا۔ مگر آگے فعل سے جو تفسیر کی ہے اس کی اڑے کر اپنے کفریات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں عدالت عالیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ”الوہی بالتشریع“ کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے وہ ”ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا دسول خاصۃ“ پر ختم ہو چکی آگے۔ فیحل ویحرم ویبیم سے اس پر ایک تفسیر کرتے ہیں کسی اہل کلی پر کوئی مثال یا تفسیر قائم کرنے سے وہ اصل کلی صرف اسی مثال میں منحصر نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی ایک قسم بجملاً اقسام دہی نبوت کہے ہیں اور پر حوالے پیش کر چکا کہ وہ دہی کے تمام اقسام سوائے کشف اور ابہام اور اچھی خوابوں کے سب بند ہیں۔ اور تشریح کی اصطلاح خود شیخ کی زبان فیض ترجمان سے پیش کر چکا کہ اس سے مراد دہی نبوت ہے خواہ مدیدہ احکام ہوں یا نہ صرف ادبیاء کے واسطے کشف و ابہام رویہ صالحہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور تمام اجزا دہی نبوت منقطع ہو چکے۔ پس مختار مدعا علیہ کا یہ غدر صحیح نہیں۔

(۳) میں نزول علیہ السلام کے متعلق جو گواہ مل سکا تمام فقرہ اس کی مراد کے خلاف نقل کیا ہے وہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے جو کہ پہلے ہی ہو چکے ہیں ان پر دہی نبوت آپنی ہے۔ اب وہ اس امت میں بحیثیت ولی ہوں گے۔ ان پر دہی نہ ہوگی۔ گو لفظ دہی مجازاً ہو اس کے کہ وہ پہلے ہی تھے اور ان پر دہی نبوت آتی تھی لہذا جائے۔ مگر دراصل وہ ابہام و کشف ہو گا اس کی کافی توضیح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پیش کر چکا ہوں بظاہر نبوت دہی ہونا اور چیز ہے اور تصدیق دہی نبوت ہونا اور بہر حال یہ تاویل بھی محض بیکار اور صرف لاجوابی کی پریشانی میں لکھی گئی ہے۔ در نہ شاید کوئی عقلمند

آئی میرے مدلل اور واضح بیان پر یہ نہ کہتا۔ میں پھر مکرر عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ وہ میرا جواب ان تالیفات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مختار مدعا علیہ نے اس موقع پر کس قدر مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس کی نیابت کس قدر واضح اور ناقابل معذرت ہے

دوسرا حوالہ مکتوبات - مکتوب نمبر ۲۸ ص ۹۹ -

اس کا میں نے جو مفصل اور مکمل جواب دیا تھا۔ اس کی لاجوابی کا اندازہ عدالت اس سے لگا سکتی ہے کہ جواب میں بجائے کسی معقول بات کے مختار مدعا علیہ تیرے کلامی اور محمول پر اتر آیا اصل الفاظ مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہوں۔

کیوں کہ مختار مدعا علیہ نے تو اس حوالہ کو اپنے مدعا کا مشقت قرار دیا ہے حالانکہ گواہ مدعیہ ۳۲/۱ اگست کو بحوالہ جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات اہم رہائی ۲۸ ص ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو لکھا گیا ہے وہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ نہیں۔ اور یہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونوں کے یہ کہنے کا موقع ہے

زخمی کرے مجھی کو میری آہ دل انسو

بہرا ہی تیرے میرے کیلجہ کے پا رہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ بالا حوالہ کو یہ کہہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ قطعی نہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہ یہ ہمارے یہ مثبت مدعا ہے غلط توجہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔

اس طرز کلام کو عدالت ملاحظہ فرمائے میں تو اصل مدعا اور مختار مدعا علیہ کے مقابلہ پر صرف روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ سمجھ بیٹھا ہے کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں تعارض ہے حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو جواب ہیں۔ گواہ مدعیہ ۳۲ تے تو یہ جواب دیدیا کہ کسی بزرگ کی ذاتی تحقیقات یا اس کا کشف والہام کوئی حجتہ شرعی نہیں۔ پس جب کہ مسئلہ قرآن و حدیث اور دیگر صحیح شریعہ سے واضح ہو چکا تو یہ حوالہ ہمارے مدعا کو خراب نہیں کر سکتا۔

اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں

(۱) یہ نہ کہ مجد و صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے (۲) ایسی قول و کشف والہام محبت نہیں۔

اول کا ثبوت اس مکتوب کے آخر میں موجود ہے کہ فافہو فان هذا معرفة مشرفہ فلما تتكلم بها احدنا سے سمجھ لو کہ یہ عجیب نکتہ و معرفتہ ہے کہ کوئی بھی اسے نہ کہے گا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کی ذات اور کشفی یا الہامی یا علم لدنی کی تحقیق ہے۔ دوسرے کا ثبوت مکتوبات ہی سے پیش کرتا ہوں کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی تحقیقات ذاتی شرع میں حجت نہیں۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگان دین کے متعلق

”کلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلامی محی الدین ابن عربی نہ وصدر الدین مولوی و عبد الرزاق حاشی مارا نص کار است نہ مجموع فتوحات مدینہ از فتوحات یکہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (حصہ دوم) و فزاوئل منہا) یعنی جہت شریعہ کے لیے کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی نہ وصدر الدین مولوی و عبد الرزاق قاشانی ہاں کام نص (شرعی) ہے نہ نص (فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تعلیمات آقا علیہ السلام) مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوحات یکہ (یعنی تعین ابی عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔
حضرت مولانا فرماتے ہیں :-

نہیت حجت پہنچ قول و فعل پسیر
قول حق اور فعل احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملکہ کہ اس شریعت کے مروجہ میدان ابو حنیفہ رحمہ اور ابو یوسف رحمہ ہیں نہ شیعہ رحمہ و جنید رحمہ غرض یہ کہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دید یا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ اُن کی ذاتی کشفی تحقیقات ہے جو غلطی ہے اور عقائد میں قطعیت جتہ ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کہ شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۱۹۷۷ء کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں کلیات ضعیفی کہ احادیث اہل کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی جتہ ہی فرض کر لیں تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد صاحب رحمہ نے بلا واسطہ کلام الہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے، جسے وحی نبویہ کہا جاتا ہے۔ اور وحی نبویہ کی وہ ایک قسم ہے (دوسرا وہ جو اولیاء امت کو تبعیت و دراستہ سے ہوتا ہے جس کا تنہائی کمال یہ ہے کہ وہ محدث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصی ابہام ہوتا ہے۔

میں مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ معارضی کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ الملمہ المبالغہ فیہ الذی انتہی اسی درجۃ الانبیاء فی الالہام یعنی محدث سے ایسا علم مراد ہے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کو ان کا کمال فرماتایا ہے (مقات ۵ ص ۷۷)۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الہی کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہو رہا جو محدث پر ہوتا ہے۔ جو ابہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف ابہام کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ثابت ہوا اور خواہ نام الہام سے بڑھ کر ہو اور جداگانہ نام اصطلاح کوئی کیوں نہ رکھے، اس سے بقاء مدعی نمونہ ثابت نہیں۔ پس یہ حوالہ سراج ہمارے موافق اور مدعا علیہ ادراک کے گواہان و مختار کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ گواہ مدعی اور مختار مدعیہ کے جواب میں کوئی بھی تعارض نہیں بلکہ ایک جواب تقدیر عدم تسلیم اور ایک بر تقدیر تسلیم ہے اس تعارض سوائے مختار مدعا علیہ کے کوئی عقلمند نہیں سمجھتا اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ اول تو یہ حوالہ حجت ہی نہیں اور ان کی خاطر اگر حجت مان ہی لیں تو یہی ہمارے موافق اور ان کے سراسر خلاف ہے۔

تیسرا حوالہ۔ مثنوی عارف رومی کا ہے۔
 خلق نفس از وسوسہ خالی شود : مہمان وحی اجبد لی شود
 نے غم است نہ دل است نہ خواب : وحی حق و انداعلم بالصواب
 از پے گرد پوشش عام در میان : وحی دل گویند اتوا صوفیان

مثنوی شریف و فخر چہارم ۱۵۱ مختار مدعا علیہ نے صرف اس کے چوتھے مصرع سے ملاحظہ دینا چاہا تھا کہ وحی باقی ہے مگر اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے عارف رومی قدس سرہ العزیز پر کہ اگلے شعر اور چھٹے مصرع میں اصل حقیقت اور اپنی نیز صوفیاء کلام کی اصطلاح بنا دی کر وحی دل گویند از صوفیان کہ اس کا نام اصطلاح تصوف میں وحی دل ہے اور بھی گذر چکا ہے کہ وحی دل اور الہام ایک ہی شئی ہے کیونکہ الہام کے معنی در دل افگندن کے ہیں مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو پس اس سے بقاء الہام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوا نہ بقاء وحی نبوت رہیں یہ حوالہ بھی ہمارا مؤید ہوا اور مختار مدعا علیہ کے سراسر خلاف ہے اس کے جواب کے لیے اب کشائی تنگ کی ہمت نہ ہوئی فتنہ احمدا، جو تھا حوالہ منصب امامت ۲۲۱ اس حوالہ کو بھی باقیں و ما بعد اور درمیان سے قطع و برید کر کے شرمناک خیانت سے پیش کیا ہے میں اس سے اول و آخر ملا کر یوں نقل کرنا ہوں جس سے ایک طرف تو اصل عبارت کا مطلب اور مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی خیانت آشکار ہوگی دوسری طرف درمیان سے جو عبارت اڑادی ہے وہ تمام وحی آیات ہیں جو مختار مدعا علیہ نے بقاء وحی کے سلسلہ میں پیش کی ہیں مگر حضرت مولانا شہید رحمہ نے سب کو الہام قرار دیا ہے جس سے تمام استدلال مختار مدعا علیہ کا خود برزد ہوا ہے اور یہ وہی حضرت مولانا شہید رحمہ ہیں جن کو گواہان مدعا علیہ نے بھی مجھے تیرہویں صدی تسلیم کیا ہے اور اپنی تائید میں حجج الکرامہ ۱۳۹ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اصل عبارت منصب امامت ملاحظہ ہو۔

تنبیہ ثالث درمیان حقیقت بعثت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام ماموری شونہ تبلیغ احکام بیوی خواص و عوام ظاہر شہیں است کہ از جانب حق جل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بایشان برسد پھر اس کی تفصیلات پانچویں تنبیہ پر ختم فرمائیں دوسری قسم کی پہلی تنبیہ کا عنوان قائم فرماتے ہیں تنبیہ اول در بیان آنکہ بعض از بندگان مقبولین ہر چند

منصب نبوت نمی دارند اما اینکالات مذکورہ نصیب نہ افسوس استعداد خود میدارند اس کے بعد ذکر محبوبیت پر رب العلمین و ذکر عزت در ملائکہ و ذکر ولایت و غیرہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ۔

« انا ذکر ولایت اجمالاً نامن لدنا علما لک تقریباً دو مقرر از منصب امامت ۲۲/۲۳/۲۴ -
عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا کلم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو پہنچتا ہے وہی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

(۵) مطلق الہام کی چند صورتیں۔

(۱) بصورت کلام از پروردہ غیبیہ « اذ اوحیت الی الخوادمین و اوحیت الی

اقرموسی » قلنا یا ذالقرنین - یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام براسطہ ملک الہام ہوتا ہے یہی

وغیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جو ش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نقش فی الروح کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی و الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً یعنی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں یہاں کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام یعنی وحی لہذا بقا وحی غیر تشریفی کی دلیل نکلا اس میں اشارہ ملک نہیں۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا ملاحظہ تھا۔

عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اُن کلامِ رحمانی است بہ زبانِ او جاری گشتہ ز کلامِ نقسانی اِن قسمِ الہام کہ بہ انبیاءِ اشری شود اور نفث فی الروح گویند کہ
 سَمَاعَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَلَا اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ - نفث فی روحی و اگر بہ نسبت
 انبیاءِ اشری شود اور انفق سکنہ بگویند چنانچہ صحابہ ذکر فرمودہ اند کہ انہما بعد ان السکینۃ یُنْفِثُ عَلٰی سَاکنِ عِرْقِہِ و بیا رقص از مثال اِن
 جناب فاروقِ اعظم مروی است و از جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از مقبولین عالی مقام در عات مقام بر امرے
 از امور غیبیہ مطلع می فرمایند۔

لَم یَکُنْ مِنَ الْنُبُوۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتِ قَالَ الْرُوحُ یَا
 اِلٰہَا الْحَمْدُ لَیْ اَوْ شَرٰی لَہٗ (واذ عمده کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قَالَ اللہُ
 تَعَالٰی قَالُوا لَہُمْ نَبِیُّہُمْ اِنَّ اللہَ تَدْبَحُثْ لَکُمْ طَالُوْتُ مَلٰکًا قَالُوا اِنِّیْ یَکُوْنُ
 لَہِ الْمَلٰکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمَلٰکِ مِنْہٗ وَلَیُّوْبُ سَعۃٌ مِنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللہَ
 صَفٰی عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسَطَہٗ فِی الْمَلٰکِ وَالْجَسَمِ۔

و ظاہر است کہ طاووت نبی زبور و قَالَ اللہُ تَعَالٰی فَوَحِیْدٌ عِبْدًا مِنْ عِبَادِنَا وَاٰتِنَا رَحْمَۃً
 مِنْ عِنْدِنَا و عِلْمُنَاہُ مِنْ لَدُنَّا عَلَمًا مِنْصِلًا مَتَّحٰتِ ۳۲۱ بھارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔
 (۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

۲ جو الہام غیر انبیاء کو مبرورہ وحی نہیں ہوتا۔ بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

مطلق الہام کی چند صورتیں

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب بھیجے و اوحینا الی الحوارین و اوحینا الی امر موسیٰ و قلنا
 یا اِذَا الْقُرْآنِیْنَ یَسْبِیْہِ الْہَامُ وَ تَحْدِیْثُہٗ ہِے ذَکَرُ وَحِیْ نُبُوۃ۔

(۲) بیج الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے بیجہ فارسلنا اِیہا دوحنا اِذَا قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ
 یٰمُوسٰی یٰغَیْرُہَا وَغَیْرُہَا) نام د، آیات ہوائ مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروح کہتے ہیں اور جو اولیاءِ ائد کو ہوتی ہے

۱۔ سے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں، یہاں کہ فتوحات سے منسلک پیش کر چکا باقی جو بتایا ہے، پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی۔ لہذا بقاء وحی غیر تشریحی کی دلیل کی اس میں اشارہ نمک نہیں، بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مخالف تھا۔ عدالت خود اصل نیارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اس قدر واضح اور صریح عبارات کے متعلق مختار مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تاویل کس قدر بہتان و افتراء پر جرأت و جسارت ہے کہ مگر دونوں کے مسلم و مقتدا پیشوا جناب مولوی اسماعیل صاحب کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف اور احمدیوں کی تائید ہے۔

(الجواب)

(۱) مولانا شبیر رح کا علم و فضل و روشنی ہے مگر مختار مدعا علیہ انہیں مدعیہ یا گواہ مدعیہ دیا مختار مدعیہ کا مسلم مقتدا پیشوا جو لکھ رہا ہے یہ جو دلیل اصول پر درست نہیں کوئی ایک سوال جرح میں ان کے متعلق نہیں آیا اس پر عدالتی یہ نوٹ موجود ہے کہ فریق اول کو ان الفاظ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے تسلیم کئے مختار مدعا علیہ اس کا حوالہ مسلم سے پیش کرے مگر وہ نہ پیش کر سکا۔

(۲) اس کو احمدیوں کی تائید سمجھنا شاید بظاہر غلط فہمی ہو ورنہ اس میں کہیں تائید کا اشارہ کنایہ تک نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے آئینوں کا دعویٰ بقاء وحی غیر تشریحی ہے اور یہاں وحی مطلقاً بلکہ وہ الہام بھی جو بمعنی وحی انبیاء کہہ جوتا ہے بند ہے صرف الہام اور تحدیث و نطق سکینہ یا روحیہ یا صالحہ باقی ہیں اور باقی تمام سلسلہ وحی شقیقہ و مسودہ پس اس سے اپنی تائید تک ان مختار مدعا علیہ کی عوش فہمی بد ورنہ مطلب واضح ہے۔

(۵) پانچواں حوالہ تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۵۸

اس میں ابن حجر ہیتمی کا قول نقل کیا ہے کہ عیسیٰ پر وحی وقت نزول بواسطہ جبریل ہوگی۔

الجواب

اس کا مکمل جواب اوپر گورچکا مختار مدعا علیہ حسب عادت ایک ایک چیز کہ متعدد مرتبہ لاکر طول دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے ہے جو قرآن و حدیث اور علماء ملت کے سراسر خلاف ہے جو کسی بر عینہ نہیں، مسلمہ و یقین کے بزرگ امام محی الدین ابن عربی رحمہ فرماتے ہیں کہ

قلہ الکشف اذ نزل اللہ (م) کہ نزول کے بعد اس پر کشف والہام ہو گا نہ وحی گو غلط وحی کا مجازاً بمعنی الہام اس پر بولا جائے دہرا حوالہ اس سے قبل فتوحات ۲/ ۳۵۳ تا ۳۵۴ سے نقل کر چکا ہوں۔

گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ امام شعرانی یو ا قیت مبحث ۳۵ مش ۱۸۸ پر فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ذ باب الخلق بعد موتہ محمد صلعم فلا بفمہ لاحد الی یوم القیامۃ وکی یلتی للادلیا وحی اللہ (م) الی قولہ قال دلوان الوحی علی لسان جبرئیل علیہ السلام کان باقیام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکان علی اذ انزل لایحکم بشریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانما یحکم بشریۃ انی یوحی الیہ جبرئیل الی قولہ علم ان الوحی لاینزل بملک علی غیر قلب البنی اصلاً۔

وحی کا بیان کر کے فرمایا کہ یہ دروازہ وحی نبوت بعد وفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو چکا اب یہ قیامت تک کسی کے واسطے نہیں کھل سکتا اور ایام کے واسطے صرف وحی الہام ہے نہ کوئی وحی آگے تصریح فرمائی کہ اگر بلا واسطہ جبرئیل سلسلہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہوتا تو عینی بعد نزول شریعت محمدیہ کے کیوں بیروہوتے وہ اسی وحی کا اتباع کرتے جو جبرئیل لاتے؟ کتنی وضاحت سے امام شعرانی (م) اور امام ابن عربی (م) جو گواہ مدعا علیہ کے بھی سلم بزرگ ہیں تصریح فرماتے ہیں کہ عینی پر بعد نزول صرف کشف والہام بلا واسطہ جبرئیل ہو گا وحی بلا واسطہ جبرئیل ہرگز نہ ہو گی۔

اس کے مقابل پر ان جہر معنی جیسے غیر مسلم شخص کی شخصی رائے پیش کرنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے اور تعجب تو اس پر ہے کہ اپنے نبی کے خلاف اُس نے ان جہر معنی کو کیوں مان لیا حالانکہ مرزا صاحب کے خلاف احادیثِ نبویہ بھی عیاذاً بالشر روی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور خود مرزا صاحب ازالہ اوہام مش ۲۳۸ پر فرماتے ہیں کہ درایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے، ملاحظہ فرمائیں وحی تو بڑی چیز ہے ایک فقرہ لانے کو بھی معانفت فرما رہے ہیں اس سے علاوہ ہمارے جواب کی تکمیل کے مختار مدعا علیہ کی خود مرزا صاحب کی کتب سے نادانقی اچھی طرح واضح ہو گئی بہر حال یہ حوالہ بھی مدعا علیہ کے لیے مفید اور ہم پر ہرجمنہ نہ ہو سکا۔

ساتوالی حوالہ حج الکرامۃ، کہ

”آرندہ وحی یسوی او جبرئیل باشد بلکہ ہمیں یقین دارم“

(الجواب)

یہی مابقی جواب بعینہ کافی ہے تفصیل اوپر گزر چکی نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ذاتی اور شخصی رائے کتاب اللہ

اور کتاب الرسول اور مسلم بزرگان دین و اسلاف کے خلاف ہرگز حجت نہیں ہو سکتی نہ وہ امام ہیں نہ مسلم عالم نہ ہمارے فرقہ کے نہ مرزا صاحب کے۔ ان کا حوالہ بالکل غیر متعلق ہے باقی گواہوں کا انہیں مسلمان کہنا یہ اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور بات دینا بس ہزاروں مسلمان فاش غلطیاں کرنے والے فاسق و فاجر بھی جینگے اور جو مسلمان بھی ہیں۔ پھر انہیں مسلم کون مانتا ہے فتویٰ رشیدیہ میں انہی رئیس عاملین، بالحدیث یعنی غیر مقلد بتائے ان کے حوالے غیر متقدمین پر اتمام حجت کے لیے نقل کیے ہیں اس سے ان کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا تمام مسلمان مرزا صاحب اور ان کے عقائد کے حوالے الزامات نقل کرتے ہیں کیا خلفاء یا مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا مفصل جواب اوپر دو مرتبہ عرض کر چکا ہوں۔ اٹھواں حوالہ بھی پہلے حوالہ کا تتمہ ہی تشریح اور غیر تشریح کے متعلق پراقتیت کا ہے۔ جس کا جواب مکمل پہلے نمبر میں آچکا ہے اور اصل بحث میں جو جواب دیا تھا مختار مدعا علیہ نے اسے لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا لہذا اسی کا حوالہ دے کر عدالت کی توجہ گرامی اصل بحث کی طرف مبذول کراتا ہوں اگر عدالت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی مختار مدعا علیہ کی طرح باز بارہوی عبادت دھرتا رہتا ملا علی قاری نے صرف اس حدیث کی باعتبار سند کے تردید کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان جبو میں لا ینزل الخ اس سے ان کا جواب صاحب کا مؤید ہونا نہیں پایا جاتا۔ نیز کسی کا قول نقل کرنا اور چیز ہے اور تائید کرنا اور بات ہے یہی معنوں کتاب الاشاعت کا ہے عرض ایک ہی چیز ہے مگر نقل سے مکر و دلیل نہیں بن سکتا۔

(خلاصہ بحث)

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہ ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک کسی مسلم بزرگ کا قول نہ پیش کر سکے جس سے بقاء دوی غیر تشریحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہاں ابام کے بقاء کے متعلق حوالے نقل کئے وہ ہمارے مؤید اور ان کے مخالف ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ دوی نبوۃ مطلقاً بند ہے ابام کشف دوی مجازی لغوی باقی ہیں۔

بخلاف اس کے اندا دوی نبوۃ پر ہم نے سات آیات کا حوالہ قائم البین کی تفسیر سے اور آیات مفصل کل (۱۵) آیات اور (۲۵) مفصل اور چار صریح حدیثیں اسی سلسلہ کی نیز مسلم بزرگان دین کے فتوحات پراقتیت، علم الکتاب، فتاویٰ ابن حجر، کشف شفاء، تشریح شفاء، ملا علی قاری، نسیم الریاض، علامہ خفاجی وغیرہ سے متعدد صریح صریح لاجواب حوالے پیش کئے جس میں اکثر تو ایسے لاجواب ہیں جن کا بحث میں مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا اور بعضوں میں مناظرہ عینیہ کی ناکام کوشش کی جس کی حقیقت جواب لاجواب میں آشکار ہو گئی۔ بہر حال ہم نے یہ مسئلہ مجدد الشہ ۵۰۔۵۰ دلیلیں سے زرد و دشن کی طرح واضح کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوی نبوۃ کا سلسلہ منقطع و مسدود ہے۔ مرزا صاحب کے مریدین کے واسطے مرزا صاحب کی بھی سند پیش کر دی کہ جب تک دعویٰ نبوۃ حاف

نہ تھا فرماتے ہیں کہ

”لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے ہر لگ گئی“ (ازالہ ص ۲۲۱)،
 ”آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیلے (حما مۃ البشری
 کلاں ص ۶۶ - خور و ص ۴۸)“

(۶)

مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریحی وحی بند

اس سلسلہ میں بلاوجہ تو وضع مرام - ازالہ ادہام - کشتی نوح - مستفتاء - پیرانی - تحریریں - براہین احمدیہ - حقیقۃ الوحی
 مواہب الرحمن - ائینہ کمالات اسلام - ضمیمہ براہین - ۵۷ - ایک غلطی کا ازالہ - چشمہ معرفت - سرمہ چشم آریہ - تتمہ حقیقۃ الوحی
 الوصیۃ تجلیات الہیہ کے متعدد مجدد و حوالہ دے کر لا حاصل طول دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند
 فرماتے ہیں وہ وحی تشریحی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے - مرزا صاحب نے اپنی کل کتب میں
 تقریباً لکھا ہے -

الجواب

- (۱) اس سے ہمارا نقصان کیا گویا یہ تو اقراری کفر ہے -
- (۲) مرزا صاحب کی عادت یہی متراض اقوال کی ہے - اور بھی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کثوف اور اہانات رحمانی
 ہمیں - جیسا کہ شیخ نے فتوحات میں بجا لکھا ہے - اور تائید میں ولو کان من عند غیب
 اللہ لو جحد و اقیہ اختلافاً کثیراً پیش فرمایا ہے -
- (۳) ان عبارات میں یا وحی تشریحی اور غیر تشریحی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا - مگر میں نے وحی نبوت و رسالت کا انقطاع
 و انسداد مرزا صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے - جو میرا دعویٰ تھا - اور مرتبہ عبارت پیش کی ہے -
 پھر ملاحظہ فرمائیں کہ -

- (۱) کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے - اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے - (ایام العلم ص ۱۴۶)
 - (۲) ”نبی کی وحی وحی نبوت کہل گئی“ (سراج منیر ص ۱۸۸)
 - (۳) ”ایک فقرہ ہے جس پر نازل آئیں وہ یعنی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے“ (ازالہ ص ۲۳۸)
 - (۴) ”لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے ہر لگ گئی کیا یہ ہر روشن وقت ٹوٹ جائیگی“ (ازالہ ادہام ص ۱۲۱)
- ان واضح عبارات کی شرح ان گولی بولی عبارات سے ناممکن ہے -

(عنوان مٹ)

کیا مسیح موعود کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے

مذکورہ بالا حوالہ جات جو عنوان مٹ میں درج کیے گئے۔ وہ تو جب کے ہیں۔ کہ اس وقت تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ہمنوا تھے۔ اُس کے بعد دعویٰ نبوت بلکہ نبوت مستقلہ اور وحی وغیرہ کا کیا۔ اور وحی بھی کوئی کہلایا نہیں۔ بلکہ قرآن کے ہم پلہ۔ اس کی طرح منزہ قابل ایمان لائیکے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ توحیدیت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (الرابعین ص ۴۴)

آنچه من بشنوم ز وحی خدا

بخطا پاک دانش ز خطا

بمحو قرآن منزہ اشش دانم

(در ثنیں مٹ)

از خطا با همی است ایمانم

اس کی تاویلات رکیکہ جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔ یا مرزا صاحب کی دوسری مجلس عبادات الہدیٰ نزولی المسیح وغیرہ سے پیش کی ہیں۔ اُن کے متعلق بھی گزارش ہے۔ کہ وہ جواب نہیں ہو سکتیں۔ چرکہ مفصل بحث اور پرسلسلہ ایمانیات میں گذر چکی ہے۔ اُس کا اعادہ نہیں کرتا صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ واضح عبارت کامل مجلس اور مضمحل المبتعے عبارت سے نہیں ہٹا کر تا۔ نیز جس شخص کی عادت متعارفات اور اختلاف گوئی کی ہو۔ اس کی ایک عبارت دوسری کی شرح نہیں بن سکتی۔۔

پہلی وجہ تکفیر یعنی دعویٰ وحی نبوت ختم ہوٹا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اور اپنے آپ کو تشریفی نبوۃ کا مدعی سمجھنا۔ اور احکام شریعہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

دوسری وجہ تکفیر کا رد

جماعت احمدیہ حضور معلّم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ

دوسری وجہ تکفیر فرق مخالف نے یہ بیان کی ہے۔ کہ مرزا صاحب الد آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہو گئے۔

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی و مخالف سے کام لیا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں وضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جاوے۔ ضروریات دین سے بھی جس کے واسطے شہادت اور بحث میں حوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)

(۲) اذ لم یعرف محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فیسلم لانه من ضروریات الدین (اشباہ و انظائر ص ۱۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۱۵ اکتب سے جن میں (بحر الرائق ج ۵ ص ۳۸) بھی ہے۔ یہ گواہ نے نے بموجب جرح ۱۷ مارچ ۱۳۳۰ مسلمانا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آخر وقت تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے امتیاز وقت تک اس کفر پر سر نہیں۔ لہذا ان کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

مختار دعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش کیا ہے۔

- (۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۷ مارچ ۱۳۵۵ء (۳) ازالہ ادہام۔ (۴) آئینہ کمالات۔ (۵) ایام الصلح (۶) کرامات الصادقین۔ (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمن (۹) حقیقت الوحی۔ (۱۰) استفاء۔ نیز بیان گواہ (۱۱)

اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے۔ اور وہ نبوة پر چڑھ کر دے ڈال رکھے تھے۔ اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی معنی کا بھی ملاحظہ ہو۔

- (۱) ایام الصلح ص ۱۷۷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی تا اور اگر کوئی نبی نیا یا پرانا آدے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت و کمالات الہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو ص ۱۳۶

- (۳) مسیح کیونکر آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کے ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے۔ (ازالہ ص ۱۷۷)

- (۴) اکیسویں آیت ماکان محمدًا ابا احد من دجا کم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرو کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کر نیوالے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا (ازالہ ص ۱۷۷)

- (۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں۔ خواہ وہ دنیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بنو سبط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل پر پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود متن ہے۔ کہ دنیا میں رسول تو آدے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ ص ۱۷۷)

(۶) حاتمہ البشری ص ۱۷۷

الّا تعلم انہ الرب الرحیم الی قولہ و ختم اللہ بہ النبیون

- (۷) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوة رسالت

کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ دوحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (دین الحق ص ۲۸ تحقیقۃ النبوة ص ۴۹)

(۸) آسمانی فیصلہ ص ۳ وغیرہ وغیرہ

مگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے مطابق ۱۹۰۱ء سے قبل تھا۔ اُس کے بعد نبوت سے پردہ اٹھا۔ اور خود نبی و رسول بلکہ تمام رسولوں سے اعلیٰ جس سے تمام رسول زندہ ہو گئے۔ تو صرف لفظ خاتم النبیین فرمانے سے اور معنی بدل ڈالے۔ چنانچہ پیش کردہ حوالوں سے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں صرف لفظ خاتم النبیین مندرج ہے۔ مگر اسلامی معنی جو ضروریات دینی سے ہے کہ ایسے آخری نبی جن کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں سکے۔ ہرگز نہیں ہے۔

لہذا لفظ اسلامی معنی مرزا صاحب کا خاتم النبیین سے منکر ہونا بدستور رہا اس معاملہ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔
باقی تفصیل ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ آگے آہیں جگہ پر آئے گی۔
جس مسلمان بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا نامانتے ہیں۔

اس میڈنگ میں بھی غفلتوں کے پیر پھر کا ایک معاملہ ہے جو آگے معلوم ہو گا۔ یہاں صرف یہ گزارش ہے کہ جمیع مسلمان حضرت یسوع علیہ السلام کے منتظر ضرور ہیں۔ مگر ایک مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بنایا جانا یا کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة عطا ہوتا۔ جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ پس کسی گزشتہ نبی کا بحیثیت امتی یا مجدد آنا اور چیز ہے۔ اور کسی کا منصب نبوة پر فائز ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت ہو کر نبی بننا اور معاملہ ہے ہر عقل مند دونوں کے فرق کو سمجھتا ہے مختار مدعا علیہ بلا دہر معاملہ دینا چاہتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

خلاصہ استدلال محتار مدعا علیہ

اس میڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے جو پیش کیا ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ معنی تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت یسوع علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ اور گواہ مدعیہ ص ۱ کی جرح سے تاہید کی کہ حضرت یسوع علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو نبی ہوں گے۔ یوں ہی ملا علی قاری سے کہ جس نے یہ کہا۔ کہ حضرت یسوع علیہ السلام مسلوب النبوة ہو کر آئینگے۔ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصف نبوة زائل نہیں ہوتا۔ پس اگر خاتم النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو یسوع بھی دوبارہ نہیں آسکتے

اگر کبر۔ نئے کا آنا منع ہے۔ پرانے کا نہیں۔ تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے۔ کہ اگر پرانے نبیوں کا استثناء ہو سکتا ہے تو نئے اسی غیر تشریفی کا بھی استثناء ہو سکتا ہے (ملخصاً بلفظ)

(خلاصہ)

- اکیس فطری متعدد مغالطہ ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔
- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
 - (۲) کیا مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔
 - (۳) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلوب النبوة ہوں گے۔
 - (۴) کیا ان پر رومی بواسطہ جبرائیل ہوگی۔

(الجواب)

- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
- مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنی مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہ محض مغالطہ ہے۔ بلکہ مسلمان یہ بھی کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ «حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل اور نبوة و رسالت کے ختم کرنے والے۔ اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا نے نہ تو کسی کو نبی نہیں بنائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة و رسالت عطا کیا جاسکتا ہے۔ باب نبوة و رسالت آئندہ مطلقاً مسدود ہے۔

(اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

- (۱) مرزا صاحب کے سلم رئیس المفسرین فرماتے ہیں۔
- «وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبُوَّةَ فَطَمَعُ عَلَيْهِمَا فَلَا تَقَعُ بَعْدَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»
- نی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوة کو ختم کر دیا۔ اور اس پر مہر ختم تمام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے نہیں لگ سکتا۔
- (۲) علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسوله صلعم في السنته المتواتر لا بنی بعدی
لیعلموا ان کل من ادعی اهل المقام کذاب دجال مصل وصال الخ (ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۱)

ترجمہ: یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت متواترہ میں خبر دیدی کہ لا بنی بعدی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب و دجال۔ گمراہ کنندہ اور شرور گمراہ ہے۔
(۳) ومعنی کوئہ آخر الا نبیاء انہ لا بنی احد بعدہ۔ وعلی بنی قبلہ فحین یمنزل
ینزل عاملا علی مشر لیتہ محمد صلعم مصلیاً الی قبلتہ کانہ بعض امتہ
تفسیر کشاف۔ ج ۲ ص ۲۳ (گ مدعیہ ص ۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا
اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دعوائے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر عامل اور محمدی قبلہ
کی سمت پر نازا را کرینگے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

(۴) ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ بعدہ فانہ اذا نزل کان علی دینہ مع
ان المراد منه انہ اخر۔

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی زمینیں پڑ سکتی کیونکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین
پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں اور منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ
کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا (تفسیر بیضاوی ص ۲۴ گ مدعیہ ص ۱)
(۵) ابی السود میں اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنی قولہ خاتم النبیین لانہ لا نبیاً احد بعدہ وعلی
بنی قبلہ۔

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص غلعت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء
سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ غلعت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بکوئہ خاتم النبیین انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد
من الثقلین بعد تحلیلہ بہما۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کے کتے ہیں:

کان نبیا قبل ثقلی نبینا صلعم بالنبوة روح المعانی
(جلد ۹ ص ۲۳ گ مدعیہ ص ۱)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقلین منس والسن میں حدوث و ایجا دو وصف نبوة کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس عالم

ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلدت نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ خلعت اس عالم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مل چکی تھی۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔
 وادعاء النبوة قد انقطعت (فتوحات ۳ ص ۲۸۱ ص ۲۸۲)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت یقیناً منقطع ہو چکا۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان و مختاران کے نبی قبل دعویٰ نبوت مسلمانوں کے ہم نوا ہی تھے۔
 ماکان اللہ ان یورسل نبیاً بعد یئنا خاتم النبیین وماکان یحدث
 سلسلة النبوة بعد انقطاعها

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبیین کے بعد اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہو سکے گا۔
 بعد دوبارہ از سر نو ایسا کرے گا آئینہ کمالات الاسلام ص ۳۱ فروری ۱۸۹۲ء۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نبایا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہو گا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے سب ارشاد گرامی دجال و کذاب ہو گا۔
 یہ محض مختار مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء و بہتان تھا۔

دوسری شیعہ کا جواب کہ کیا مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور عقیدہ جھوٹ و افتراء ہے۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیز ہے جیسا کہ گواہ مدعی نے کہا ہے کہ جب نازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متعصب بلے صفت نبوت اور منصب نبوت پر ہونا اور بحیثیت نبی کے ہونا اور چیز ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہیں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں خلعت نبوت سے نوازا گیا یہ صفت آپ کی بحال مگر اس امت میں زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مالگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئی بلکہ بحیثیت مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے متعصب نبوت پر نہ ہوں گے۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبیین کے نبی کا بننا اور از سر نو سلسلہ نبوت بند و منقطع ہونے کے بعد کھٹکا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے نبوت ملا خلم ہو۔

احادیث

قال النبي صلى الله عليه وسلم كانت بنو اسرائيل لتوسمهم الانبياء كلما هلك نبي بعد خلف لا نبي وانه لا نبي بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون (الحديث)

بخاری شریعت جلد ۱ ص ۱۹۱ مسلم شریعت جلد ۲ ص ۲۶

حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قوم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔

کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔

(۲) ابن عساکر قال النبي صلى الله عليه وسلم الا ان ابن مريم ليس بنبى بعده نبي ولا رسول الا انه خليفى فى امتى من بعدى۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں خیر دار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریمؑ اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل و غیر تشریفی ہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریمؑ میری امت میں میرے بعد صرف خلیفہ ہوں۔

یعنی یحییٰ عیسیٰ نہ ہوں گے بلکہ بحیثیت امتی و خلیفہ ہوں گے دقتاوی ابن جریر کی۔

(۳) علی بنی اللہ کے بحیثیت امتی آنے کا فیصلہ گواہ دعا علیہ کے سلم بزرگ امام شمرانی و امام ابن عربی رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فاما ما خاتمو الولاية على الاطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بائنبوة المطلقة في زمان هذه الامة وقد حيل بينه وبين التشريع والى الامة فينزل آخر الزمان وادشا وخاتمو لاولى بعده نبوه مطلقة كما ان محمداً صلعم خاتمو النبوة لا نبوة تشريع بعده فيعلم ان عيسى ولو كان بعده ومن اولى السمر وخواص الرسل وقد زال حكمه من هذا المقام بحكم الزمان عليه الذي هو بغيره فيرسل وليا ذ النبوة مطلقة ويلهم بشرع محمد صلى الله عليه وسلم ويفهم لا على وجهه كالا ولىاء والمحدثين فهو منا فهو سيدنا فكان آخر الانبياء كما ان آدم اول من نبيا فتخمت النبوة بمحمد والولاية بعلی۔

یروایت ۲۶ بحث ۴۴ ص ۸۰۔

یعنی بہر حال مطلقاً ہر قوم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں وہ دل میں

اس صفت نبوت کے ساتھ جس کی ڈیوٹی اور منصب اس امت کے زمانہ میں ختم ہو گا پس وہ آخر زمانہ میں وارث نبی اور قائم ولایت ہو کر اترینگے جن کے بعد کوئی کسی قسم کا ولی نہ ہو سکے گا اور اس صفت نبوت پر ہوں گے جس کا حکم و نفاذ و مذہب ختم ہو چکا ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولوالعزم و خواص رسل سے ہیں مگر ان کی نبوت کا حکم اور منصب زائل ہو چکا ہے اور جو زمانہ نبوت غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہذا وہ متصف بصفۃ نبوت مطلقہ جس کا زمانہ و حکم ختم ہو چکا ہو گا۔ اور اولیاء امت محمدیہ کی طرح ان پر شرع محمدی کا اہام ہو گا اور اس امت کے اولیاء میں لہتی ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے۔ پس نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گئی متصل و باللسلسہ و بالہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ۲۴۰ ۲۵۲ س ۲۳۸ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت صفاتی سے تصریح موجود ہے کہ عیسیٰ بحیثیت نبی نہ اترینگے بلکہ بحیثیت ولی و ماتی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق اہام ہو گا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی مشاہدہ نبوہ ہی ہوگی۔ سلب النبوت نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوت نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوت کا حکم زائل شدہ ہو گا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہو گا کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان ہوگی۔ کوئی بھی نبی یا نبی بن سکتا پرانا یا موجود صفت نبوت کے منصب نبوت پر نہیں رہ سکتا۔

اس سے گواہ اس کے فقرہ جرح حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو جی ہوں گے کی بھی شرح ہو گئی۔ نبی تو ہوں گے اور صفت نبوت ان سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم زائل ہو گا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے اور غلیفہ و مجدد نیز ملامعی قاری رحمہ کے ارشاد کی بھی شرح ہو گئی کہ جو صفت نبوت سے انہیں سلب مانا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متصف بصفۃ نبوت مانتے ہیں ہاں منصب نبوت پر جو یہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور قائم البینین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں تو خود مسلمانوں کے موافق کر رہے ہیں کہ ومعناہ عند العلماء اللہ لا یحدث بعدہ بنی کہ علماء کے نزدیک لا بنی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا نبی بنایا جائے گا یا نہ بنے گا لا یحدث کا لفظ ہے جس کے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں اسی کے مسئلہ پر رہے فہو علیہ السلام ان کان خلیفۃ فی الامۃ محمدیہ فہو رسول و نبی علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوت بحال ہے۔

چوں کہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک محسوس مثال سے واضح کرتا ہوں تاکہ نبی ہونے اور منصب نبوت کے حکم پر نہ ہونے کا فرق اچھی طرح واضح ہو جائے

بر شخص واقف ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا اعانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرمان روائے دکن خلد اللہ
ملکہ ہمارے سرکار فرمان روائے ریاست بہاولپور حفظہ اللہ ملکہ کے مدد و مملکت میں تشریف
لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی معائنہ پڑنے پر وہ ہمیں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری
اعانت فرمایا جائے گا تو ہمیں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجودیکہ کہ وہ بدستور وانی ریاست دکن ہیں اور
صفت سلطانہ اُن سے سلب نہیں بلکہ منصب سلطنت امداس کی ڈیوٹی و کمافی بوجہ حدود سلطنت
غیر یعنی ہمارے سرکار عالی جاہ کا کاندہ ہو سکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے
یوں ہی حضرت عیسیٰ نبی ہیں ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقائے
دو عالم نبی آخر الزمان کا ہے پس اُن کا مذہب نبوۃ نہ ہوگا بلکہ تابع اور امتی اور مجدد اور مبین شریعت
و قوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ سلب نبوت کا احترام ہو سکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے
کا نہ نیا نبی بنے گا نہ کوئی اور اس سے،

(۳) ”تیسری تنقیح بھی کہ کیا حضرت عیسیٰ سلوب النبوة ہو کر آئیگی۔“
بالکل صاف ہو گیا اور مدلل بلکہ مسلم والوں سے اس کا قطعی جواب کیا گیا۔
(۴) چوتھی تنقیح کہ کیا انہیں وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔“

اس پر سلسلہ استدلال وحی نبوۃ بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اور سلسلہ فریقین حوالے پیش کئے جا چکے ہیں مگر مسلمہ
فریقین بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے مکرر نقل کرتا ہوں۔
فَلَمَّا الْكَشَفَ إِذَا نَزَلَ وَاللَّهُمَّ كَمَا لَهَذَا الْأَمَّةَ (فتوحات جلد ۳۔ ص ۲۳۸)
یعنی گو مجازاً لفظ وحی بولا جائے گا میں ہر مومن کشف و الہام نزل کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے
وَلَوْ أَنَّ الْوَحْيَ عَلَى لِسَانِ جِبْرِئِيلَ كَانَ بَاقِيًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّيْهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
نَزَلَ لَا يَحْكُمُ بِشَرِيعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّيْهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا يَحْكُمُ بِشَرِيعَةِ الْوَحْيِ بِوَحْيِهِ إِلَيْهِ جِبْرِئِيلُ۔
برائیت بحث ۳۵ ۱۸۹۷ و ۱۸۹۹ منقول از فتوحات باب ۲۴۔

اوپر سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوۃ کیلئے گوند ہو چکی صرف الہام باقی ہے اور عیسیٰ پر بھی الہام ہی ہوگا اور اگر
وحی بواسطہ جبرئیل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوئی تو عیسیٰ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرتے بلکہ جبرئیل کی
لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل الہام عیسیٰ پر اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع
نزول وحی و جبرئیل پر بحث کی ہے۔
محمد اللہ چاروں تنقیحیں مدلل ثابت ہو گئیں اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور مغالطہ آشکارا ہو گیا

لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون كذابون كلهم انه نبی وانا خاتم النبیین لانی بعدی (البراد و ترمذی گشت)
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال و کذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ وزعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ
ہیں خاتم النبیین ہوں۔ لانی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) بخاری جلد اول ص ۱۸۱ اور مسلم ج ۲ ص ۲۸۸ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ
کو خاتم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ خاتم النبیین وانا خاتم النبیین
ملاحظہ فرمائیں کہ خاتم النبیین کے نقطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لانی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص
کے سمجھ رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب یہ دین
وشر برہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص ۱۲۶

(مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی ص ۱۸۱ سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لانی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر اور اسی عمومی نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شراعت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح
جنوری ۱۸۹۹ء ص ۱۲۶

دیکھیں ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شراعت ہے نہ حدیث میں نہ
قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔

بس یہ کس قدر جرأت ہے اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات دیکھ کر کے نفوس صریحہ و قرآن کو
عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے اور بعد اس کے جو دعویٰ نبوت منقطع ہو چکی
تھی۔ پھر سلسلہ دعویٰ نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخ اب کسی اتنی کو حق نہیں کہ لانی بعدی میں اس کے نبی تو نفی عام
کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یا لا فتی الا علی لانیف الا ذوالفقار یا اذا هلك
کسلی فلا کسلی بعدہ وغیرہ کی آڑے ورتہ اپنے نبی کے فتویٰ کی رو سے شریک گستاخ خیالات دیکھ کر پیروی
کرنے والا عمداً نفوس صریحہ قرآن نہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۲) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خاتم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی
کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال الله تعالى ما كان لمومن دلا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون
لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ما بينا.

حدیث لوعاشق ابراہیم نکان صدیقاً نبیاً

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر چکا۔ مگر رفت مدعا علیہ کے پاس صرف یہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے نہ صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد صحیح اور واضح احادیث روکی جاتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی بیجا حمایت میں حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میجر و افہم کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریف کی جاتی ہے۔ لہذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور ان کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاً ذہن نشین کرتا ہوں تاکہ جوابی بحث کی تاویلات نہ لیکر سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو بن نہ آیا پہلو بچا کر منالہ دینے کی ہاکم و لاعامل سعی کی جو مدعی علم کی شایان شان نہ تھی

مختار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ لوعاشق ابراہیم نکان صدیقاً نبیاً
گواہ مدعا علیہ (۱)

استدلال (۱) اگر نبوۃ ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر نبی۔ اے۔ ایف۔ اے۔ ایم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ (۱) مدعا علیہ۔

(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں لہذا اسے نبوت کا اجراء بتانا تھا۔

(۳) خدا کو ایسا ڈر تھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

(حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(الجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے اسکان کے واسطے نص قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث۔ یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے لوعاشق ابراہیم نکان صدیقاً نبیاً یہ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث المونومہ ص ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ

”قال السنوی ماروی عن بعض المتقدمین لو عاش ابراہیم قیاطل وجسارۃ علی الغیب وقال ابن عبد البر لا ادی ماہذ فقد ولد فو ح غیر ہجی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین جو نو عاش ابراہیم مروی ہے یہ باطل ہے اور غیب پر جسارت ہے ابن عساکر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا یہ کیا ہے کیونکہ نور کا بیٹا نہیں تھا، نہ ہر حال ان الفاظ میں حدیث ہی نہیں۔ باقی روایت ابن مایہ لو عاش ابراہیم لکان حسیقا نبیاً۔

اس میں ایک راوی ابراہیم ابن عثمان ہے جس کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کا فیصلہ فن جرح و تعدیل کی کتب میں حسب ذیل ہے۔

(۱) میزان الاعتدال علامہ حافظ شمس الدین ذہبی یہ جرح کی کتاب ہے۔ جسے ۸ مارچ ۳۲۰ھ کی جرح میں گواہ قرار دیا گیا ہے کہ یہ فن جرح کی کتاب ہے۔ یہ راوی ثقہ دینی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ضعیف ہے امام بخاری نے اس سے سکوت اختیار کیا، امام مسلم فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے جس کی حدیثیں ترک کردی گئیں تقریب التہذیب میں بھی یحییٰ ابن عیین فرماتے ہیں متروک الحدیث (۲) مدارج النبوة ۲/۲۸۷ اس کے متعلق سخت جرح منقول ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر حدیث ہے دینی بات ثقہ کے مقابل بالکل غیر معتبر ہے امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث امام ابو حاتم و فرماتے ہیں ضعیف الحدیث۔ ائمہ حدیث نے اس سے اعراض کیا ہے اور اس کی حدیثیں ترک کر دی ہیں۔

(۴) وہ ابن مایہ کے بین السطور میں لکھا ہے کہ وہ یہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔

اب امام بخاری امام مسلم امام جرح و تعدیل بھی ابن عیین امام احمد ابن حنبل جنہیں امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں۔ امام ترمذی امام ابو حاتم رحمہم اللہ جیسے علیل القدر ائمہ کے قطعی فیصلہ کے بعد ماوشما اور شہاب علی البیضاوی جیسے لاکھ بلکہ کروڑ آدمی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہا ہیں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کی برکات الدعا حاشیہ ص ۱۲ سے پیش کر چکا ہوں کہ وہ ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت مستنیر ہوتی ہے، ملاحظہ ہو جرح ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ اور امام بخاری ابن عیین کا امام فن جرح و تعدیل اور بڑا محدث ہونا۔ میزان الاعتدال کا فن جرح و تعدیل کی کتاب ہونا گواہ ملکہ کو مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ اور شہاب کے متعلق جیب گواہ سے ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ کو پوچھا گیا کہ وہ امام جرح و تعدیل یا محدث ہیں، تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں۔ لہذا ان کی رائے تفسیر میں قابل لحاظ ہوتی ہو حدیث کے متعلق محض بیکار قابل رد ہے خصوصاً ائمہ حدیث اور امام جرح و تعدیل کے فیصلہ کے مقابل۔ لہذا یہ حدیث نہ صرف مجروح بلکہ شدید ترین جرح سے پڑ ہے۔ اور مجروح حدیث عقائد میں کجا اعمال میں بھی جیت نہیں بلکہ غیر معتبر ہوتی ہے۔ بخاری و علیہ کے اہمیتان خاطر کے واسطے ان کے نبی کا فیصلہ پیش ہے کہ وہ حدیث بشریکہ جرح سے خالی ہو معتبر

اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہوگی۔

(اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکم)

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب نامکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے
(خلاصہ تاویلات)

- (۱) میزان میں لکھا ہے کردہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔
- (۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں چھوٹا قرار دیا۔
- (۳) شعبہ کی تکذیب کا معنیست میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے۔
- (۴) ابن معین نے اس کا عا دل ہونا یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔
- (۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔
- (۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲
- (۷) اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے، جیسے شہاب علی البیہاقی۔
- (۸) مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے تواقف ہے ان کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں۔
- (۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔
- (۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابن حجر کا قول نوودی کی تردید میں نقل کیا ہے۔
- (۱۱) ابن ابی اوفی کا قول اس کی محنت کی دلیل ہے۔
- (۱۲) انہ کہہ کر یقین نہیں بھی تو مختلف الفاظ کہے۔

(النجواب)

اہمالی جواب۔ عدالت خود مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمائے کیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے راضی فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور انکلیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں خود برابر بھی قابل انکشاف ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گو ہر حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا۔

مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب و غریب مفکرم غیر جواسیب ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی لمعزاد تصنیف ہے، انہیں علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل سے غیر ثقہ۔ منزوک الحدیث۔ ضعیف اور منکر الحدیث۔ وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور وہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں قاضی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے عالم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی امام سے توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔

(۲) شعبہ لے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جو ٹھا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جو ٹھا ہونا یا ائمہ حدیث نقل کرتے ہی یہاں تک کہا جاسکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے ہیں۔ نہ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے اُسے ضعیف۔ منکر الحدیث۔ منزوک وغیرہ لکھ چکے ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً۔ اور نقل کرنے والے امام بیہی ابن مسین امام احمد ابن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے۔ تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے اور شاہد انہیں بھی علم حدیث سے ناواقف بلے بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ مایہ ناز ہستیاں ہیں۔ کہ جن کے متفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء ملکر اسے بھیجی قابل اسناد ثابت نہ کر سکیں گے۔ ابن مسین نے اس کا عادل ہونا یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں اہل ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو معاملہ دیتا تو تھا بھی اور کسی انجینی نادر کتاب کا ہونا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ الشاذلی یزید بن ہارون کا مقابلہ امام بیہی ابن مسین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ سے بسوخت عقل و حیرت نہ اس چہ بالہ عجیب سے وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(الجواب)

اس قدر بڑا احتمال اور لغو تاویل ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ امثل

ہے جو قابل اعتبار نہیں دوسرے اس کے معنی نفوذ بالحدیث ہوئے کہ امام بخاری اور امام مسلم اور امام یحییٰ بن معین امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث امام ترمذی امام نسائی جیسے بزرگ بھی قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے محض ذاتی کا دخل کی وجہ سے کہ وہ قاضی صاحب فنی فیصلہ کرتے تھے دشمنی سے انہیں بدنام کیا۔ اس میں مداخلت ان کی دیانت اور امانت پر جو حملہ ہے وہ عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

انہیں پتہ نہیں کہ وہ قاضی عادل ہی نہ تھے۔

اس وجہ سے محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا غیر ثقہ کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ فنی بجانب فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ بڑا جواب ایسا اچھوتا ہے کہ تیرہ سو سال بھی کسی مصنف مورخ کو تو کیا چکڑالویوں کو نہ سوچھا۔

۷ ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں،

(قابل مراجعت میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۲)

ای بگ میزان الاعتدال میں اس کی تردید میں تمام مسلم ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امیر المؤمنین فی الحدیث بیہوں کا فیصلہ موجود ہے اس قسم کے مداخلے یہاں کارآمد نہیں ہو سکتے کہ اب ابن عدی اور کہاں امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امیر المؤمنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ جیسے وہ کہہ دیں کہ یہ حدیث نہیں وہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے تو متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے صرف کسی شخص کا قول نہیں۔

۸ اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علمائے نے کی ہے جیسے شہاب علی البیضاوی

(الجواب)

ماشاء اللہ شہاب علی البیضاوی بڑے محدث ہیں جن کے متعلق جب گواہ مدعا علیہ سے ۸ راویچ ۳۲۶ کی جرح ہے پوچھا گیا کہ شہاب کوئی امام جرح و تعدیل یا کوئی بڑے محدث ہیں تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں،

نہیں معلوم وہی گواہ مختار ہونے کی حیثیت میں اپنا وہ اقرار کیوں بھول گیا۔ جب وہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں تو ان کا فیصلہ ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں کے مقابل میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ ایک شہاب کیا کہ دروڑی شہاب اور تمام مفسرین ملکر حدیث کے متعلق ایک فیصلہ دیں اور یہ ائمہ حدیث جو اس فن کے مسلم امام ہیں اس کے خلاف کریں تو انہیں کا فیصلہ ناطق ہو گا۔ غالباً مختار مدعا علیہ یہ بھی بھول گیا ہے کہ خود ان کے نبی کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر ایک فن میں اس شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا ماہر ہو۔

قول مرزا صاحب برکات الدعا ماشیہ ص ۱۱،

(۸) اور غالباً مختار مدعا علیہ بیان بھی فراموش کر چکا ہے۔ جو مفسرین کے متعلق ایک مستقل بیڈنگ ہے کہ جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں جو بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تعلیم کر دیا جائے۔

”اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرفِ بروت مان لیا جائے۔“
”مستقین کی تفسیریں عمدہ اور مدی و دلول باتوں سے پر ہیں۔“

”پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔“

مگر چونکہ تنخواہ دار مرزا صاحب کے لازم ہیں جب کہ ان کی طرف داری مفسرین کے غیر معتبر بنانے میں ہوں غیر معتبر کہہ دیا معتبر کہتے ہیں طرف داری نکلے تھی اب یہ کہنے لگے نہ یہ صحیح نہ وہ۔

تعبیر ہے کہ وہ مفسر ہیں۔ ان کا مفسر ہونا مختار مدعا علیہ اور گواہ کو بھی مسلم مگر تفسیریں وہ ناقابل اعتبار اور باوجودیکہ امام حدیث نہیں پھر بھی حدیث کے متعلق ان کی رائے تمام چوٹی کے ائمہ حدیث کے فیصلہ کے خلاف معتبر مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے اس کا نام ہے یہ تعین نہیں ہیں۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے واقفیت کا کیا ثبوت دیا۔ ۸ مارچ ۱۳۳۶ء کی جرح میں انہیں صرف مفسر مانا ہے۔ امام حدیث نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اس کے بعد نام و پتر سے کیا کام چلتا ہے۔ جب کہ اسے بحیثیت گواہ اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ پس ان کی رائے اس فن میں کیونکہ معتبر ہوگی۔ خصوصاً تمام ائمہ دین کے خلاف

۹ ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ۵۹ پر لکھا دو کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے۔

(الجواب)

(۱) مختار مدعا علیہ نے اپنی جرح اور شہادت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور آج اس کے خلاف بحث کر رہا ہے۔ انہیں ملا علی کی نسبت ۸ مارچ ۱۳۳۶ء کو جرح میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا ملا علی قاری حافظ حدیث یا امام جرح و تعدیل ہیں۔ تسلیم کر چکا ہے کہ ملا علی قاری حافظ حدیث اصطلاحاً امام جرح و تعدیل کے بھی نہیں۔

پس حافظ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل کے مقابلے میں ان کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) ملا علی قاری نے کہیں بھی موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا ان پر افتراء اور ہمتان ہے ان کی اصلی عبارت اس حدیث کے متعلق اسی صفحہ سے بعینہ وہی نقل کرتا ہوں۔

و قد اخبر ابن ماجہ وغیرہ من حدیث ابن عباس قال لمامات ابراہیم ابن ابی سلمہ قال ان له موضعاً فی الجنة ولوعاش ابراہیم لکان صديقاً نبياً ولوعاش لا معتق اخواله من القبط وما استنق قبطی الا ان فی سنده ابا شیبہ ابراہیم بن عثمان الوسطی وهو ضعیف ولكن له طرق ثلاثه یقوی بعضها ببعض ابن ماجہ

یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس کی سندیں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی سے جو ضعیف ہے ہاں اس کے تین طریقے ہیں جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ قوی ہو جائینگے۔

لائف فرمادیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بھی ہیں اور اسی لیے افرح ابن ماجہ کے ساتھ وغیرہ کا حفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے جو حدیث نقل کی ہے سب کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے۔ صحیح یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آفریں یہ فرما دیا کہ اس کے صرف تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی صحیح ہونا تو نہ نکلا۔ جب کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے نہ اور اس کے ضعف کا ملا علی قاری نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفع کیا۔ ۸/ مارچ سلسلہ کو گواہ ملے نے بخواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ افرح ابن ماجہ وغیرہ اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ منہجیات کبیر میں ہے نہ کہیں اور بہتہ ہے جیسا کہ گواہ ملے نے ۸/ مارچ سلسلہ میں بخواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔

پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اور جرح کے خلاف ملا علی قاری پر صریح بہتان اور افتراء ہے اور کہیں بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

محل مرقاة میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔ وہاں مرقاة میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ حدیث نہیں۔ ولوعاش ابراہیم لکان صديقاً نبياً بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو کان ابراہیم وجیاً لکان نبیاً صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مکرر مرقاة کا مطالعہ فرمائیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراہیم لکان نبیاً کے متعلق امام نووی سے مرقاة موضوعات کبیر صفحہ نوائل مجموعہ ۱۴۲ پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیاً قال النووی فی تہذیبہ ہذا حدیث باطل وجساد علی الکلام یا لمغیبات مجاذفہ و هجوم علی عظیم وقال ابن عبد البر لا ادعی ما ہذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر دلائل، قاری ابن حجر کی تردید اور نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیرہ جُمعی ۱ ص ۵۸

واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا یفہمہ الا مامات الجیلان مثل هذه العقدة الخ کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبد البر جیسے محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں بہر حال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں روکیا ہے، نیز ثابت ثابت ہونے کے بعد ہی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے۔ اس متنازعہ فیہ حدیث کے وہی تین طرق سب نے حجتی کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف لاوی ہے۔ اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی۔ بہر حال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔

ع۔ ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے،

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک بیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا علیہ نے لکھا ہے کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر تحقیق نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی اوفی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کوئی ربتا ہے یہ محض بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۴۱ ہاشمی

وحدثنا اسما عیل قال قلت لابن ابی اوفی اس بنت ابراہیم ابن النبی صلعم قال مات صغیراً ولو قضي ان یکون بعد محمد صلعم بنی عاش ابنہ ولكن لا بنی بنی اسماعیل تا بنی فرماتے ہیں۔ بعد ۵۔

کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم صاحب زادہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا یاں صغیر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی بنی کا ہو سکتا ہوتا۔ تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لابی بندہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا بنی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہاں اس حدیث ابوہاشم لکان حدیقا نبیہا کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا منالطہ اور صریح بہتان ہے۔

علاء ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جب ہے تو مختلف الفاظ لکھے
(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ و دانستہ یلکوائتہ الزام لگائے۔ یہ تاویل ہی مضحکہ خیز ہے ایک امام سے بھی متفقا و امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف یعوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔ جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دغا باز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے نمازی ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار بن جائے گا۔

یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام مسلم متروک الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ پس اتنے محقق یعوب اور منفع کے بعد وہ معتبر کیونکہ ہو سکتا ہے۔

بحمد اللہ ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت مجروح ہے، جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں چہ جائیکہ صحیح احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔ یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔

حدیث مذکورہ بالا باعتبار متن اور الفاظ حدیث کے بھی اپنے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی دو راویاں تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر منقول اور غلات منقولی معنی لے کر قطعیات کے ذریعہ اور نصوص کو کس طرح رد کیا جاسکتا ہے۔ اور صریح قطعی آیات و احادیث صحیحہ و اجماع خلف و سلف کے خلاف ایک جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس کے قرآن پاک سے متعدد حوالہ پیش کر کے گواہ عا سے ۸/ مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ۔
لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا مؤید ہے۔ لہذا بیان ایک فرضی صورت ہے جس سے امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملینگی۔ اور اگر یہاں ابوہاشم لکانی سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے تو یہ آیت

لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا میں خدا کے سوا اور دوسرے مبودان حق کا بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو ادھر بھی گزارش ہے کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین سا طعہ اس قدر موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرضی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف لینا درست نہ ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض فرضی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لائی بدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعویٰ مسلم ہیں پس یہ امکان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

تاویلات مختار مدعا علیہ

- خلاصہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکھ جواہر بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔
- (۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ جیسے لو انہ صمدوا الایمۃ لو عاشوا لا اعتقت الخ میں ہے
 - (۲) مقام مدح میں محال اور ناممکن الوقوع شئی سے فضیلت کا اظہار عبرت نہیں۔ جیسے ایک ایعت اسے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اسے پاس کر لیتا۔ اس سے ہر مائل و فرزانہ یہ سمجھ سکا۔ کہ بی اسے کوئی درجہ ہے۔ جیسے وفات شدہ طالب علم بوجہ موت عامل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اسے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔
 - (۳) یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی علت نبی نہ ہو سکتا۔ قرار دیا جاوے
 - (۴) اگر بھی درجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کر نبی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارتا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے نہ کہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل و مرتب جواب یہ ہے کہ

تاویل ملے یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

الجواب

کلیہ نہ ہی اکثر یہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحقیقت گواہ مدعا علیہ مسلم ہے۔ لہذا جب کہ عدم اسکان احتمال اکثر یہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے نافی اور نص مرتب نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثر یہ موجود ہے۔ ادنیٰ احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جماع الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال یہ پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ احتمال نہ اکثر یہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک۔ احادیث مجیدہ اقوال سلف و غلت بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدمی مثال میں وقوع بھی مان لیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعی میں نص نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جو اب بن نہ آیا۔ مغالطہ وہی کی ناکام سہی شروع کر دی۔

۲۔ مقام مدح میں محال اور نامکن الحصول شخص سے فضیلت کا اظہار بحث ہے۔

(الجواب)

سبحان اللہ! غالب علم معانی و بلاغت کے غلاف و انداز بات مختار مدعا علیہ نے کہہ دی ہے۔ اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے۔ کہ محمد و مرچ کے اندر وہ کمالات و دیبعت تھے کہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو سب کچھ انسانی فضائل حتیٰ کہ نامکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ جس کا اب حاصل کرنا نامکن ہے۔ مثال کے لیے اسی قبیلی کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحقیقت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔

دلو طائر ذوا قبر قبلہا ،

لطار ت و کنتا لم یطیر

کہ اگر ٹاپیل والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر ٹاپیل والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ فی المدح کے واسطے نامکن الحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کے کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ یہ شمار امتداد اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرنا اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں لو کان بعدی نبی لکان عمو من الخطاب ۱۰۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے مالا لکھ لاینبی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ ہوا اب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل اتفاق ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شعر سے اور ایک مسلم قرعین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ اہلیت اسے پاس شدہ کی موت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضروری اسے پاس کرتا اس لیے اس درجہ کے حصول کا اسکان پایا جاتا ہے۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے، مزید وضاحت کے واسطے مختصر انکشاف ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استدلالی اسے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استدلالی اسے پاس کر سکتی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب استدلال کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے۔

یہی کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجہ اتم موجود تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی بنی دکان حمز بن الخطاب)

مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لا نبی بعدی اور لا نبوة بعدی انقطعت النبوة والرسالة سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا پس لو عاشق ابراہیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ کمالات نبوة ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حق دار ہوتے۔ یعنی اپنی استدلالی وجہ سے ہاں استدلالی نبوة اس کو ضرور مانع ہے اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیض نہیں۔ میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر مختار مدعا علیہ نے بلفظ باوجود جواب ہو جائیکے شہادت سے پھر نقل کر دیا یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے۔

۲۔ نبی کی اولاد کا نبی ہونا کب ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نبی کی امت سے نبی ہونا کب ضروری ہے مگر مرزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں نبی ہوئے ہیں، لہذا اگر ضروری نہ ہو اگر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک حکم کی قطعیت ہے یہی جواب اس کا خیال فرمائیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہونا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ (الکریم ابن الکریم، یوسف ابن یعقوب، ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں نبی کا بیٹا نبی ہونا مذکور ہے۔ (بخاری شریف)

پس گو نبی کے بیٹے کا نبی ہونا ضروری نہ ہو مگر اس میں فضیلت ضرور ہے کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور باب نبوت۔ آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ انہیں قبل سن نبوت وفات دیدی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے تمتع ہونے کا اعلان کر دیا کہ لو عاشق ابراہیم دکان حدیقا نبیاً جس کی شرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ موقوفات

کہ بریں اسی بگڑا سی سفر پر لیل موجود ہے جسے مختار مدعا علیہ نیز گواہاں مدعا علیہ نے قطع و برید کر کے معطلہ دیا ہے۔
 قوله تعالى ما كان محمد اباً أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
 فإنه يوحى إليه بانه لم يبعث له ولد ولا يصل الى مبلغ الرجال فان ولده من
 صلب يقتضى ان يكون له قلب كما يقال الولد من زلا بعد ولو عاش وبلغ ادبيلين وصادقياً
 لازم ان لا يكون نبياً خاتماً للنبيين - (موسوعات کبیر مجتبی ص ۵۸)

ترجمہ۔ دکن رسول اللہ و خاتم النبیین کیونکہ۔ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی لڑکا زندہ
 نہ رہا کہ مرد بالغ کی حیثیت تک پہنچا کیونکہ آپ کا صلبی بیٹا آپ کے قلب کا جو ہوتا تھا جیسا کہ الولد سر لا بیہ کہتے ہیں
 اور اگر وہ زندہ بہت اندر چاہیں۔ حال تک پہنچنے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
 نہ رہیں لہذا

پس اس عبارت سے جواب بالکل کمال اور واضح ہو گیا اور خود مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی یہ مسلم اور
 پیش کردہ چیز ہے فلتدر الحمد۔

۷ اگر یہی وجہ تھی تو پیدا کر نیکی کیا ضرورت تھی جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ نبی نہ ہو جائیں۔

۱۰ الجواب

(۱) یہ خدا تعالیٰ سے پوچھیں کہ انہیں کیا ڈر تھا اور کیوں پیدا کر کے اس وجہ سے مار ڈالا۔

(۲) قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ میں ہے کہ ایک بگڑا حضرت خضرؑ نے ایک نوجوان
 بچہ کو قتل کر ڈالا اور پھر بعد کو اس کا جواب یہ فرمایا کہ واما الغلام فكان ابواه مؤمنین فخشينا
 ان يسهقهما طغيانا وكفرا (آلہ ۱۸) کہتے ملاحظہ
 فرمائیں کہ اس بچہ کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو گمراہ اور کفر میں ملوث نہ
 کر دے۔

بہی اعتراض اہل باطل شیطان اور دجال وغیرہ کی پیدائش پر کرتے ہیں۔

سچو شنوئی سخن اہل دل گو کہ خطا است

سخن شناس نہ دبرا خطا اینچا است۔

مختار مدعا علیہ و چاہئے کہ اس کا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غلام سے پوچھ لے۔

اصل یہ ہے کہ آپ کے اولاد ذکر کر کے نہ ہونے پر کفار کا ایک طعنہ تھا کہ اولاد نہ رہے جو ایک دینی بڑی

برکت ہے اس سے مدعی مجہوریت کیوں محروم ہے اللہ نے اولادِ نرینہ عطا فرمائی۔ پھر ان کی وفات پر بھی لعنہ زن تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدرہ کیونکر ہوا پس اس کا جواب بارگاہ رسالت سے یہ دلویا کہ لو عاش ابراہیم و نکان صدیقاً نبیاً۔

اقد یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نیات و حکم کے مکلف ہیں۔ بحمد اللہ مکمل اس کا جواب ہو گیا اور اچھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت یا خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے استدلال کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔

(معنا بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل دلائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔

مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو وقت وفات صاحب زادہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اذکیہ اداست سے ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ حدیثنا اسماعیل الخ و ابن ماجہ یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ہاں صغیر سی میں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا بیٹی ہو سکتا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ لاجبی بندی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا بیٹی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی روک ٹوک اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) مخفی نہیں ہے کہ فہم صحابی محبت نہیں۔
- (۲) ابن ابی اوفی کا قول تحت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔
- (۳) صحابی فہم القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے (بعض امثلہ برغم خود اس کے متعلق)
- (۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً اولاً یہ گزارش ہے کہ اس کے یہ کہہ دینے سے کہ صحابہ نعم قرآن اور حدیث میں غلطی کرتے ہیں اہل دعائیات نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار دعا علیہ ہو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موبہ تیرہ سو سال میں ایک منتفخ بھی نہیں وہ درست ہو جائے گا اور عباداً باللہ صحابہ تو مطلب بزم مختار دعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار دعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھتا ہوں نیز مختار دعا علیہ تو بزم اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں نہ

فمن دخل في جماعة دخل في صحابته سيد المرسلين - خطبة الھامیہ
کہ ترمذی جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرنے والی جماعت میں شامل ہو گئے۔
علیٰ مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں۔

(الجواب)

یہاں اس بحث میں میں اس دقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے۔ کہاں نہیں اور اس کے کیا معنی ہیں۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواتر اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفی صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی سلم فریقین حدیث لاتی یحدی یا بعدہ کو پیش کیا ہے۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں۔

اور مختار دعا علیہ کا صرف یہ کہہ دینا کہ مخفی نہیں کہ کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا مؤید حوالہ قواعد اصول حدیث سے نہ پیش کریں اور وہ یہ نہ کر سکا۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحب زادہ کی وفات بوجہ انسداد باب نبوت ہے صرف انہیں سے منقول ہے اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا غیر محکم فیہ مضمون کیونکہ حجت نہ ہوگا۔
مزید برآں مختار دعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات دعائیں صریح اور حجت نہ رہا ہذا یہ حدیث ان کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی۔
ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔

(الجواب)

یہ مغالطہ دہینے کے واسطے ہے۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی۔
۲ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کرتے ہیں۔

(الجواب)

مخص غلط ہے۔ صحابہ اذکی امت سے ہیں اور احادیث و نزول قرآن کے معنی شاہد اور مختار مدعا علیہ جس مثال سے
مغالطہ دینا چاہتا ہے، وہ مخص نادان فقی پر ہی ہے۔ نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت
نہ ہونا نہ نکالا اور اگر ان کا قول جت نہ رہے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے کیونکہ تمام دین کے اولین مشاہد صرف صحابہ کرام
ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر معتبر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مخرج کر کے غیر معتبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔
۳ قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

مخص جھوٹ اور افترا اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے
متعلق منقول ہی نہیں رہا ہے کہ مخالف دوافع اگر مختار مدعا علیہ اس سے و قولوا خاتوا النبیین ولا
تقولوا لابی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے ہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا فیصل شدہ ہے اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ بلکہ اس قول میں
اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نیز ان کا یہ قول صحیح سند سے ثابت بھی نہیں نہ کسی حدیث کی مستبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ
میں اس کا وجود ہے نہ اس کے سوائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا لقب قائم انبیسین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان
سے کہہ اور مقام مرح میں لابی بعدی کا لقب نہ استعمال کرو کیونکہ خدائی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لابی بعدی
میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو قائم انبیسین میں ذاتی اور زمانی دونوں موجود ہیں۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گی۔
غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند و مستبر کتاب میں
ابن ابی اوفی رض کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا۔

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اوفی کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے۔
اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح و تعدیل
یا کم از کم حافظ حدیث بھی نہیں نیز قلع و برید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف
فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اوفی صحابی کا ہے۔

اصل عبارت ملا علی قاری و لو عاش و بلغ اد بعین و صادر نیئا نوزمران لایکون نبیا خاتم النبیین

(موضوعات کبیرہ مجتہائی ص ۵۸)

اگر صاحب زادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کر پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں رہا بلکہ وہی مضمون ہے جو مصلیٰ نے نقل کیا۔ یہ تو اگر گزر چکا ہے۔
 بس یہاں قطع دریدہ کر کے صرف مختار مدعا علیہ متناظرہ دے کر ایسے بزرگ پرستان ہاندھنا چاہتا ہے در نہ نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین اور لابی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مرعیر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ نیز مرقات تحت شرح لابی بعدی منفعل حواجیات اپنے اپنے محل پر آئیگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جوئیں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کی وجہ سے ازراہ تعصب سلمان یہ مطلب لیتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی و غیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے ص ۱۸ سے تا ص ۱۹ فلال پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانیکے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں میاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لوعاش ابراہیمو ثکان صدیقاً نبیاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے خاتم النبیین کے معنے مل ہو گئے۔ کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنایا کر سکیں گے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل نہیں تو اجماع کے خلاف رسول کریم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیئے جو ان کے معنے کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرات ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ آتا تو میاں صاحب کو سلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر جسے مگر میاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں » جو بات اپنی ذات میں نالغی ہو اس کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے » سب سے مشکل میاں صاحب کی تحریر کے جواب میں بھی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی بات کے پروا کرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کر لیں کہ یہ قانون کہاں لکھا ہوا ہے بغرض محال یا با فرض تو بیسیوں دفعہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعمال کیا ہو گا مگر جیب میاں صاحب نے کب دیا۔ جو بات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخور دیں مرید کی کیا مجال کہ سوال کرے » قل انی اخاف ان عصیت دبی عذاب یوم عطیہ تو کیا قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ دے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو کیا میاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔

لنا اشکرت ليجعلن عملک اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل حبط ہو جائے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اگر رحمن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہوتا بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیہما اللہ الا اللہ ففسدتا اگر (زمین و آسمان) دونوں میں سے سولے خدا کے مبودہوتے تو ان کا نظام گڑ جاتا تو کیا اور خدا ہونے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس آیت کے مطابق ہیں تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح خدا کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح حدیث میں بتایا کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا میاں صاحب اپنی غور کر لیتے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیم فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیم کی زندگی میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جاسکتا تھا کہ لو بے ان وہ محض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا پس جب وہی ناممکن ہے تو لو کان بیٹا خود ناممکن ہوا اور میاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے کیلئے تو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ وہ امتناع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا سننے وہ لینے جس سے یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں ردی کی گونگی ہیں جھکنی پڑیں۔

بہارم ابن ماجہ نے اس روایت سے بیشتر عبد اللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے۔

قال مات هو صلیہ لوقفی ان یکون بعد محمد صلعم نبی لعاش ابنہ ولكن لا نبی بعدہ یعنی (ابراہیم نے) وفات پائی اور وہ چھوٹا تھا اور اگر یہ منکر ہو نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ الویشیہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت

کو بخاری نے بھی لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح ہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زور دینا اور پھر اس کے معنی بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کرینے ان کے خلاف نکانا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی ہے غلطی تو بلاشبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور اسی کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر میاں عمدہ چالیس احادیث کی شہادت کو چھپا کر سب اٹلی پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کر نیکی کو شمش کی کی گئی ہے جو اجتہاد کی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نووی جیسے امام نے اس حدیث کو جہالت کہا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنی صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود ہیں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو تو اتر کی مذمت پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنی کر کے اپنی مطلب برداری کے لیے اخفاء حق سے کام لیا ہے۔

میں نے کہہ کر حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو معنی صاف ہیں یعنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدم تھا نہ ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنی کی تائید میں بخاری اور خروان مابہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو کان فیہما آلہة الا اللہ لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ تو امتناعی ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنی چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس معنی کے جو میاں صاحب کرتے ہیں باطل خلاف دوسری حدیث پھری ہوئی ہے لو کان بعدی بنی نکان عمو اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر مر ہوتا۔ تو یہ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر مر ہوتا اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمر مر باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوتے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوہ بھی گوی کی طرح فاندانی ورثہ ہوتی ہے تو میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر مر کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے پس ابراہیم کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ممکن تھا تو حضرت عمر مر زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو کان بعدی بنی نکان عمو کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب کھج دیا تھا۔ جواب شاید زیادہ ہو اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد بھی تو حضرت عمر مر ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقویٰ میں حضرت موسیٰ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی،

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بننے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

غالباً یہی دیا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے امکان نبوت ہی نکلنا ہے تو وہ فوراً بعد ہونے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کریں گے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال کو کن منیحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکے رد کرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے یا قائم النبین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی قائم النبین کے نہیں کئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میل صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت حق بجانب ہوں گے جب چاہیں نہ سہی چارہ یہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ ہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ قائم النبین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ لوگ نجات پائیں گے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی درق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی مؤید حدیثوں کی بعد از قیاس تاویلیں کرنا یا ان کی طرف تو یہ تک نہ کرنا دین میں رخصت انداز ہی ہے پہلے آپ نے ساری نظارتوں کو اس قدر تلاش میں لگائیں کہ ایک حدیث کہیں سے قائم النبین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لاؤں جو انہوں نے ایجاد کئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آپ نے اپنے ایمان کی فکر کریں کہ اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیچھے چھینک رہے ہیں۔

”خاتم النبیین کے صحیح معنی“

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالہ منالطہ دے کر بیکار ثابت کر دیکر لا حاصل سہی کی ہے جو اس امر میں نص قطعی تھی کہ اصل و حقیقی معنی خاتم کے خواہ بفتح التاء بڑھا جائے یا بالکسر آخر کے آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنی یہاں زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ -

”ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے“ حاشیہ برکات الدعا ص ۱۱
ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالہ پیش کئے گئے ہیں -
(۱) قاموس (۲) منتقى الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور یکتیب مذکورہ
گواہ ۱ کے سامنے ۸ مارچ ۱۳۲۷ اور گواہ ۲ کے سامنے ۲۷ مارچ ۱۳۲۷ میں پیش ہو چکی ہیں۔
البتہ مفردات امام راغب اصفہانی حرف گواہ ۱ کے سامنے ۲۷ مارچ کو پیش کی گئی اور اس کا یہ
بھی اقرار موجود ہے کہ یہ حرف معلّے قرآن کی لغت ہے۔

یہ دہی کتاب ہے جن کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات قرآن اور اس کے لغات میں روئے زمین پر نہیں لکھی گئی۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتم یا خاتم کے معنی بتا دئے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغت معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۱۳۲۷۔

”بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے اشتہاد پیش کر دیں اور بطور سند پیش کریں۔“

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم، خاتم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر کے معنی بتائے ہیں۔

ان کے ساتھ دو ایسے حوالہ بھی پیش ہیں جن کا سلم ہوتا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی سلم ہے یعنی
لسان العرب و تاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۱۳۲۷
”بڑی بڑی و کثیر الالفاظ لسان العرب و تاج العروس ہیں۔“

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ ”یہ کتابیں جس طرح شہور زیادہ ہیں اسی طرح معتبر بھی ہیں کیونکہ یہ صحیح اور
بڑی ہیں“ کتاب مدعا علیہ ۱۴، باب ۱۲

مرزا صاحب من الرمن ملک حاشیہ مشا پر نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔
”لسان العرب اور تاج العروس جو فقہ کی نہایت معتبر کتابیں ہیں“

پس ایسی مسلم و مستبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے معنی آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملا حظہ ہو
خاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم آخرہم وخاتم النبیین ای آخرہم
قال وقد قرأ خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم کا معنی پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بفتح
جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو گا تو اس محاورہ کی رو سے اُس کے معنی آخر کے ہوں گے اسی محاورہ کی
رو سے خاتم النبیین کے معنی بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بفتح ہو یا بالکسر جماعت کی
جانب مفہوم ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتمہ آخر القوم، الخاتمہ وخاتمہ النبیین ای آخرہم

اس کے بعد گواہ مدعا علیہ یا اُس کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح اثناء کے اصل معنی عربی زبان میں نہر ہے یا انگوٹھی
کے ہیں محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنی آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے
حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

”خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ“

(۱) خاتم کے معنی میں مصاف و مفرد کا فرق ناقابل التفات ہے۔

(۲) مصاف کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائینگے۔

(۳) گواہ عدلیہ نے ۲۹ اگست بہ جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح اثناء مہر کے معنی ہیں
بھی ہے۔

(۴) آپ صلے اللہ علیہ وسلم مہربا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ ویرہ شبہ ہے۔

(۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم و خاتمہ کا لفظ بکثرت مستعمل ہے
اور پھر یک تختم الاولائیتہ اور ع فحج القرین، بخاتم الشعراء و فیات الاعیان سے پیش کیا ہے۔

(۶) وجہ شبہ مہر یعنی تصدیق ہو۔

(۷) قائم کے معنی علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکار ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار
درج ہے۔

(جواب ۱)

مضات و مفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی و مجازی معنی میں سے ایک کی تعیین
ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ
امروا نخب ہے کہ لفظ قائم کے مفرد یا کسی دعوات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنی دیتا ہے۔ مگر قوم و جماعت
کی طرف منسوب ہو کر حقیقتہً آخر کے معنی میں ہوتا ہے مجازاً قائم الحدیث و قائم المفسرین وغیرہ دوسرے معنی میں
بھی متعمل ہے۔

ادریہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنی وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنی متعذر ہوں مگر ظاہر ہے
کہ حقیقی معنی متعذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ یہی آخر کے معنی یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا
اس کے مقابل مختار دعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول
مرزا صاحب ہر فن میں اس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات
ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب ۲)

مضات کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانی سے
ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۳)

مختار مدعیہ نے یہ ہیں کہا کہ صرف ہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد
معنی ہوں۔ تو محاورات و قرآن سے تعیین مراد کرینگے اور لسان العرب و تاج العروس وغیرہ میں محاورات
و قرآن سے معانی کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری
کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر دانگوٹھی کے معنی میں حقیقتہً مختار دعا علیہ بھی نہیں ماننا بلکہ نہایت واحاطہ
وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ باری تعالیٰ کے کلام میں یہاں ہر والا کوٹھی و نقیذین و زینت وغیرہ کے مجازی معنی جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے۔ جیسا کہ گواہ مدعا علیہ ۱ نے ۸ مارچ ۱۳۲۷ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ قائم النہین کے معنی جو زینت کے لئے ہیں۔ اس کے تعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے۔ قائم کے معنی قائم النہین میں ہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے۔ بلکہ مفسرین کے اقوال ہیں بخلاف آخر النہین کے معنی خود سید الانبیاءؑ نے لیا ہے۔

اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي
آخِرُ الْمَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَا آخِرُ النَّبِيِّينَ فِي الْبَعْثِ وَالْهَمُّ مَا خَلَقَ وَغَيْرِهِ جیسا کہ اوپر مفصل
گزر چکا۔

بہر حال حقیقی معنی اور وہ معنی جو تمام ائمہ لغت نے دیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنی دیے
مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکھ کر بالکل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(جواب نمبر ۸)

اظہار کمال کے واسطے قائم کا لفظ یقیناً مجاز استعمال ہو رہا ہے غیر زبانی سے یہاں استدلال مغنول سے عربی
کے یک تختہ الولایہ میں جو قائم کا لفظ نہیں بلکہ ختم ہے اور شعر میں ضرور قائم ہے مگر مجازی معنی میں استعمال ہے
اور ہماری گفتگو اہل اور حقیقی معنی میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا
جاسکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا ہو یہ شعر شاعر جامی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے ان میں سے کسی
کا نہیں بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے جو مؤخرین محدثین میں سے ہے اور اس کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پر ملاحظہ رہا ہے
یعنی ابی تمام حبیب بن اوس غامدی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے۔ ان کا کلام ہی حجت و قایل استدلال نہیں۔
چہ جائیکہ جو ان کے بعد ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو ماشیہ بغدادی شہاب تنجانی جن کا مستحضر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث
لوعاش ابراہیم)

علامہ خطابی شعراء کے طبقات جابی مخفر جی اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وہم من
بعدہم کابی تمام والبحتری و متاخرون لمن حدث بعدہم من شعواء
الحجاز والعراق لا یتدل بشعر مولاہ با لاتفاق۔ (بیضاوی۔ مجتبیٰ ص ۱۸۴)

یعنی محدثون اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے جیسے ابی تمام حبیب بن اوس غامدی

اور تجویز اور فنا خردان جوان کے بعد ہوئے شعراء۔ مجاز و عراق سے ان کے اشعار بالاتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جواہر الادب ہے ادبیات و انشاء العرب کی ہے جس میں جلثانی کے مترادف میں سند اور زبان کے محاورے معتبر و غیر معتبر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۵ پھر صفحہ ۲۷۳ طبقات الشعراء کا مستقل بیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جابلی مخضری طبقات نقل کر کے پورے نمبر پر محمد بن مودبن کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وہم الذین نشاء و من فساد العربیہ و امتزاج العرب با لبحر۔ یعنی محمد بن اور مولکین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اُس کے محاورات یا اُس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار بطور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند بن سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلپی حاشیہ مطول ۲۴۳ ص ۱ پر۔

شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محشین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ رد ولا ستشہاد

بجلا مہلہ کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استنباد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طویل و طویل تاویلات و بحث کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استنباد و استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ و گواہان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استنباد و شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جابلی مخضری اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب اپنی تائید میں نہیں لاسکے۔ بخلاف اس کے گواہان مختار مدعا علیہ نے لغت کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ اور ہر ادھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم مکلف نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعرا لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جاسکے تو اس کے متعلق تمام بحث بیکار و لا فاعل ہے۔ اور اگر یہ لائق استنباد و بقرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گواہان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گواہان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں تمام الشعر بمعنی آخر الشعر اور دلیا ہے گواہان مدعا علیہ ہی جو ہمارا دعویٰ ہے مہربان یا باز نہ است وغیرہ کے معنی برتر نہ مراد نہیں۔ یہ اس قرینہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو۔ ماتا معانتجا و دانی حصرة و کذلک کا ناقبل فی الاحیاء۔

لاحظہ فرمائیں کہ شاعر کبہ رہا ہے کہ شعر اور حبیب شاعر دونوں ساتھ ہی ساتھ ہو کر ساتھ ہی ساتھ قبر میں سو رہے ہوں ہی ان کی موت سے پہلے دونوں زندوں میں تھے۔ گویا وہ شاعر اوعائی طور سے حبیب ان اوس طائی کو آخری شاعر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی موت کے ساتھ شعر بھی مرکز اس کے ساتھ مدفون ہو گیا نہ شعر رہا نہ کوئی شاعر بننے کا اسکان ہذا حبیب سب شعراء کے آخری شاعر رہے۔

اب یہ امر کہ شعر اس کے ساتھ مرا اور قبر میں دفن ہوا اور وہ آخری شاعر فی الواقع ہوا یا نہ اس کے متعلق گزارش ہے کہ شاعر انرا ادعا ہے اور اس کے متعدد نظائر فارسی اردو و شاعری میں بھی موجود ہیں، نظامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

زسم ستوران دراں بہن دشت

زین شش شد و اسلا گشت بہشت

(دوسم فرماتے ہیں کہ)

ز بہت استاد پر کندہ ہو یہ سمرع و سیم -

خانہ دیں بے بنی ملک معانے بے اسیر -

اس وجہ سے حضرت گنجوی رحم فرماتے ہیں کہ کہ

در شعر مسیح کہ در فن رو

بجو اکذب دوست احسن رو

بہر حال شاعر نے خاتم الشعراء بھی یعنی آخری شعراء اس جگہ پر استعمال کیا ہے لہذا یہ بھی اگر مسلم ہوتا تو ہماری تائید تھانہ کہ مختار مدعا علیہ کی۔

آخر میں ہم اس سارے قصہ کو ختم کرنے کے واسطے مرزا صاحب کے متبعین اور مختار مدعا علیہ کے مسلم اعجازی کلام کا محاورہ پیش کرتے ہیں اور محاورہ بھی تمام شرائط کا جامع کہ لفظ خاتم علاوہ لفظ نہیں کے مابہ ان نزاع ہے ایک اور لفظ کی طرف مضاف سے اور یہ وہ لفظ بھی جمع مذکر سالم ہے۔ مگر معنی آخری کے ہیں۔ یعنی خطبہ الہامیہ جن کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بشر کو اس جیسے کلام کی طاقت نہیں اور یہ جیسے الہام لکھا یا گیا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ ملاحظہ ہو ماشیہ متعلق خطبہ الہامیہ مستند

کان علیٰ خاتم الخلقاء لسلسلہ الکلیمہ۔ یہاں کا آخر

اللہم و خاتم المرسلین یعنی جیسے کہ علیٰ خاتم سلسلہ کلیمہ کے تھے۔ اور اس کے لیے مثل آخری زینت اور خاتم المرسلین یعنی آخری۔ ملاحظہ ہو کہ یہاں خاتم المرسلین یا کل

خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عربی اعجازی کلام میں جو مدعا علیہ اور اس کے نزق کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنا کی ضرورت نہیں اب جبکہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم - بفتح التاء کے معنی اصلی و لغوی و حقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے لیے چار وجہ شبہ جو پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں نیز تقریر بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان دلائل و براہین قاطعہ اور مسلم و معتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم - بفتح التاء کا لفظ آخر کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا اور الہ محض ادعا باطل اور دعویٰ بلا دلیل ناقابل انتفات ہے۔

(خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعی نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منہی الارب سے پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخر ہیں مگر ہم نے محاورات و اقوال و استعمالات پیش کئے ہیں۔ ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

حالات خود ہی ملاحظہ فرمائے آٹھ حوالے پیش کئے ہیں جن میں دو لسان العرب اور تاج العروس کے وہ تھے جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت معتبر مان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لسان العرب اور منہی الارب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے۔ ویسا نہیں یہ نعوہ ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور محبت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ نفصل گزر چکا یہ کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض منسوب ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

پھر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش نہیں کیا جاتا۔ لسان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہیں آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا بقال و قولہم وغیرہ کہنا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا فیصل ہے۔ نام بنام محاورہ کے ساتھ اُردو اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولین و محدثین کے کلام کے و محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے وہاں بوقت ضرورت شعروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

بہر حال ہم نے محاورات عرب پیش کر دئے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دفعہیں بلکہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لاسکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کہیں کہ

» لیکن ہر تقدیر محبت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریاقی مخالفت کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ غنائم کے آخر معنی بتاؤ اور محاورہ پیش کرو اور جب متعدد حوالے پیش کر دئے تو اب یہ کہا جاتا ہے کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے کہ وہ من کل متبعی عاقبتہ و احوالہ ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اصل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر غنائم آخر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو غنائم کے معنی آخر دکھانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب نہ آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنہیں مرزا صاحب بھی نہایت معتبر قرار ہے ان محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف لواطت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا۔

شری ودی وشکری من بعید

لا خیر غالباً سداً س بیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دہلوی نے اسے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ دوستی ان نیا دے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے مدیم الشل ہے خرید لیا۔ اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں غنائم انقوم آخر ہم کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت عالیہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی و لغو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں ضرور مستعمل ہو گا۔ پس اسی کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر دھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گواہی دے سہی

مستعمل ہے۔ محض مختار مدعا علیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ چنانچہ اُسی کے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ
 ملاحظہ ہو کہ وہ جو بنی غالب میں آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہے۔

پس جب کہ آخر بمعنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہو اور اگر کبھی اس کے بعد اس کی مثل نہ ہو سکا تو وہ آخری بڑا اور حقیقی
 آخری نہ کہ انفس و اشرف کے معنی میں۔ البتہ شاعرانہ مبالغہ ضرور ہے۔ اور یہ شعر میں ہوا کہ ناب سے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے
 بہر حال لفظ قائم محاورہ عرب میں حقیقی طور پر آخر کے معنی میں استعمال ہونا بوجہ قیاس ثابت ہو چکا۔ اور تا دیلات رکیکہ
 محض انوار ربیہ سود رہیں ایک بھی محاورہ ہمارے غلات پیش نہ کر سکے ہاں اپنے طور پر جو چاہیے چسپاں کئے
 جو کوئی حجت نہیں۔

(خصوصی استدعاء)

عالی جاہ حضوٰر والا نے غور فرمایا ہو گا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں آپ
 کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا کی جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں۔ شریعت نے استعمال فرمائیں
 خاتم النبیین فرمایا۔ لابی بدی فرمایا۔ محل کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا۔ کہ
 میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفا ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء آخرہم فی
 البعث آخر ولدک من الانبیاء کہ آدم کی اولاد میں آخری نبی انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر
 مساجد الانبیاء میں آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں آخری مسجد۔ لفظ آخر بھی مع مکمل تشریح
 کے فرما دیا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اور کس طرح آپ کا سب
 نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے۔ اتنا واضح اور روشن مسئلہ اس میں بھی اس قدر تا دیلات رکیکہ
 کی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اتنی وضاحت کے بعد اگر کسی ایک تا دیلات کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی بجز اللہ مسئلہ کا
 جہان نمک تعلق ہے۔ یا مکمل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں سکتا ہے اور
 بیانات گواہان مدعیہ میں اس قدر حوالہ جات موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کی تا دیلات قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی
 عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نہ فرمایا
 ہو مگر کوئی انکار ہی کرتا جائے۔ اُنہی کا کوئی علاج نہیں۔

(خاتم النبیین کے معنی کا ضروریات دین سے ہونا)

خلاصہ قول مختار مد علیہ -

گویا بان مدعیہ کی طرح مختار مدعیہ نے بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے جس سے بعد اور کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا مجمع علیہ اور ضروریات دین سے بتایا ہے، حالانکہ کسی کے کہنے سے ضروریات دین سے نہیں بن سکتا۔ بلکہ کسی چیز کے ضروریات دین ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے بدرجہ غایت صحت کے ثابت ہو اور اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث شہود اور اجماع متواترہ سے ثابت ہوں۔ شفاء العلیل -

(الجواب)

اس سلسلہ میں میرے ایک حوالہ پر تبصرہ کر کے اُسے غلط ثابت نہ کر سکے میں نے خود اُسے ضروریات دین سے نہیں کہا اور نہ یہ دعویٰ شہادت یا بحث میں بلا دیں چھوڑا ہے بلکہ مجدد اللہ وہاں کافی دلائل پیش کئے ہیں۔ اور ایمان نقل کی، شہادتیں مقول ہیں جو مجدد اللہ بالکل الاجواب رہی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن میں سے بطور نمونہ کے پیش ہے اذالہ یوسف محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشباہ والنظائر ص ۲۹۶ گواہ مدعیہ ص ۲۷۲ رد ۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخر الانبیاء نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے

ہے۔

پس میں نے ضروریات دین میں سے ہونے کی تصریح پیش کی ہے اس کے مقابل مختار مدعیہ نے اس کی کوئی باند حوالہ سے تردید پیش کی نہ اپنی تائید میں کہ یہ معنی ضروریات دین سے نہیں کوئی حوالہ پیش کیا نہ اس پر کوئی حوالہ دے سکے کہ ان کے تصنیف کردہ معنی ضروریات دین سے ہیں۔ اب ایک معنی ضروریات دین کے واسطے قائم کئے ہیں اور شفاء العلیل کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا خلاصہ تین امور ہیں۔ جہاں وہ مجتمع ہوں وہ ضروریات دین سے ہے۔

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہو۔

(۲) احادیث متواترہ یا شہورہ سے۔

(۳) اجماع صحابہ سے۔

یو با گذارش ہے کہ جب میں نے مستند علماء اور ارباب فقہوں سے ضروریات دین ہونے کی تصریح

پیش کردی تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے میاب پر بھی بحمد اللہ ہمارے پیش کردہ منئے خاتم النبیین ضروریات دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے یہ اپنے پیش کردہ منئے اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ و ائمہ محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کو بخوف طوائف مکر نقل نہیں کرنا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ منئے خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ میاب کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) كونه صلى الله عليه وسلم خاتما للنبیین ممانطقت به الكتاب و ثبت به السنة واجتمعت عليه الامة فكيف رمدى خلافه ويقتل ان اصر روح العاني ۸۶ ۲۹ گواہ مدعیہ ۲۲۲۲۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ائمہ سے ثابت ہے اس۔ کہ خلافت دعویٰ کرنے والا کافر اور اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ہر سہ اصول قائم ہوں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل و مفصل آچکیں نیز حوالہ مابقی کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ وبذلك ورد احادیث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے منیٰ حدیث جماعتہ من الصحابة (ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۸ و ۹۹ مدعیہ ۳۲۲۲ و ۳۲۲۳) یعنی اس پر کہ منئے خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ مل کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے۔ پس بحمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکرہ کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ منئے قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار و لغو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام متقلدین دائرہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں مفصل گزر چکا آئندہ بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر متقدم مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل التفات ہے دوسرے اس مسئلہ تنازعہ اور معنی خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع ہے جیسا کہ مختصر اُچھی عرض کر چکا اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔

اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی ترمذیہ کے سلسلہ میں اشاعت السنۃ کے ابھی پیش کردہ ۸-۹-۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

ادرجین بزرگولی پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اُس کا محض منالطہ اور بہتان مرصع ہونا۔ بحث میں مدلل آچکا اور اپنی جگہ پر جواب الجواب میں بھی ان شکوک اشد تنقالتے مختصراً آئے گا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

»یہ معنی قطعاً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے، محض دعویٰ بلا دلیل اور ناقابل التفات ہے اور محمد ائدہ ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تصریحات سے مصرح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔
مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا اور عدالت کی یا دواشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکر دہرایا گیا۔
مجھے مکر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کہ مدلل کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ، صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلاوجہ طوالت دی بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کئے والے کیا کافر ہے میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے۔ متعدد حوالہ بحث میں شفا و شرف رد المحتار سارہ وغیرہ بیات کے حوالہ سے پیش کر چکا۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہونو کتب الکفار الملمدین فی ضوایات الدین، ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا۔ اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا اور جو دیکھ میں نے متعدد مصرح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نور شریف پیش ہے کہ لائنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لانی بعدہ و اخیر
عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین و انتہ اسرسل کافۃ للناس واجتمعت
الامۃ علی حمل ہذا الکلام علی ظاہرہ و ان مفہومہ ہوا لہ
بہ دون قادیل و تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلہا
قطعاً و اجماعاً و سمعنا۔

(شفاعشریف، قاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۱)

میں نے نئی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے خبر دی کہ میں ایسا خانم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی
نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالیٰ سے اپنا خانم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی۔
خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اس کا یہی مدعا ہے کہ نبی
دکھ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی کی قسم نہیں ہو سکتا، بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے اس کے
مخالفان، ان تمام فرقوں کے کفر میں قطعاً اجماعاً و سہماً ذرہ برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خانم النبیین کے وہ
معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے، ان میں کسی طرح کی بھی تاویل جائز نہیں ہذا اب تاویل کی عمومی بحث کے
لابینی سلسلہ میں جائی ضرورت نہیں رہا بالکل واضح ہے۔ اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عداست
وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

(مرزا صاحب کے نزدیک خانم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً صفحہ لکھے ہیں، اور الوصیت، حقیقت النبوة، الحکم چشمہ معرفت، لیکچر
سیالکوٹ، ایک غلطی کا ازالہ، اخبار عالم، چشمہ منی، مواہب الرحمن، خطبہ البامیہ، کشتی نوح، العربین، تحفہ گوڑویر۔
حقیقت الوحی، استفتاء وغیرہ وغیرہ اکثر مدبر حوالے پیش کر کے یو ثابت کرنا چاہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا وہاں
وہ نبی مراد ہیں جو مستقل صاحب شریعت ہو ان
یہ محض منالطہ مرابہ ۱۹۱۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوت کا پتہ ہی نہ تھا نبوت پر پردہ ہی
پڑا تھا۔

لاحظمہم حقیقت النبوة ۱۴۲ھ و ۱۴۵ھ

اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان حکمتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے اور ان کے ایمانوں

کو آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے بعض باتوں کو رفتہ رفتہ ظاہر کرنا ہے۔۔۔۔۔ اگر آپ کو یک نخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کر نیکاً حکم ہو تا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔۔۔ اسی طرح آپ کو براہین کے زمانہ ہی میں بنی قرار دیا لیکن اس پر بھی ایک پردہ حفاظت رکھا۔۔۔۔۔ اور پوشیدہ اس لیے لکھا تا امتلا شیعان مداخلت پر حد سے زیادہ بوجھ نہ پڑ جائے پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تا کہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے حتیٰ کہ ۱۹۱۰ء میں اس پردہ کو بھی اٹھا دیا اور حقیقت مکمل کئی الحو حقیقت النبوة ص ۱۲۵۔

پس ۱۹۱۰ء سے قبل تمام مسلمانوں کی طرح موافق قرآن و حدیث مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا نہ اس میں کوئی تخصیص و استثناء ہو سکتا ہے نہ امکان تخصیص ہے۔ بلکہ خود مرزا صاحب نے تصریح فرمادی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخصیص و استثناء نہیں۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات مندرجہ ذیل میں :-

(۱) ما کان محمد اباً احدٍ من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین
الا تعلم ان الترتیب الترجمہ المتفضل سہمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
الانبیاء بغیر استثناء و فسر نبینا فی قولہ لانی بعدی ببیان واضح
لطلابین و لوجودنا ظہور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا الفتح باب النبوة بعد تغلیقها
و هذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین و کیف یجی نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع
الوحي بعد وفاتہ و ختم اللہ بہ النبیین۔ (حماد بنہ البشیری کلان ص ۶۶ غور ص ۲۸)

ترجمہ مرزا صاحب ہم نے محمد کو کسی مرد کا باپ نہیں بنایا ہاں وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کا خاتم ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس محن رب نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء کہا ہے۔ اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت نے طاہروں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وہی نبوت کے دروازہ کا افتتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے۔ یہی کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کو نہ آئے گا۔ آپ کی وفات کے بعد وہی نبوت منتفی ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (۲) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحم کو جو خط لکھا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ ہر نبوت را بر و شد اختتام (۳) آپ کے بعد اگر دوسرا نبی جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے الخ۔۔۔۔۔ لیکن تم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے، اور پرانے بنائے نبی کی تفسیر کرنا یہ شرارت ہے۔۔۔۔۔ اور حدیث لابی بعدی میں بھی نفی عام (الارایم الصلح

(۱۳۶) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا (ازالہ کلان مسئلہ)
 (۵) اور یقیناً کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر حکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور
 آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا۔ (نشان آسمانی ص ۲۱۱) (۶)
 ماکان اللہ ان یوصل نبیاً الا ۛ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا آیتہ کمالات ص ۳۰
 عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابلِ ملاحظہ ہیں۔

- (۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔
- (۲) آنحضرت نے تفسیر یہ کی ہے ”کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں“
- (۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز نہیں۔
- (۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے گا
- (۵) ہر نبوت را برود شد اختتام۔

- (۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔
- (۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت اور لابی بدی میں نفی عام ہے۔
- (۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا؛
- (۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا۔
- (۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالتِ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثناء عموم اور لفظ کسی اور کوئی نبی اور ہر نبوۃ غرض بس قدر بھی عموم کے لفظ ہو سکتے ہیں۔ یہی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کلاس سے مراد مرت مستقل صاحب شریعت نبی نہیں۔ محض غلط ادبے منہی ہے۔ پھر جس پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان تھا کہ خلیفہ دوم صاحب وہ بھی اللہ سے قبل ملک دی مانتے ہیں۔ جو میں نے عرض کیا لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل خلاف واقع اور ناقابلِ التفات ہے۔

(انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب)

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم - الایۃ

خلاصہ جواب

- (۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکمل دین و اتمام نعمت کا ہے۔

- (۲) اکمال دین و انقطاع نبوت لازم و ملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔
 (۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔
 (۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسیٰؑ کے نبی ہونے کی مشیت میں نزول کے قائل ہیں۔
 (۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنیکو مانع ہے تو اسرائیل نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

الجواب علی ترتیب السؤال

- (۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے۔ کیوں کہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن و حدیث و دیگر اسلاف و اقلان کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ العت و نبوت میں مصرح موجود ہے جس پر ایک بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ عدالت سل سے ملاحظہ فرمائے۔
 (۲) اکمال دین و اتمام نعمت و انقطاع نبوت یقیناً لازم و ملزوم ہیں۔ جمہی تو جس پر یہ آیت اتاری راوی کو قائم النیین قرار دیا خود مختار مدعا علیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراض ہے، لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ تو آپ قائم النیین ہوئے۔ کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سراپا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو۔ اور آپ نے نہ بتایا ہو۔
 پہلا کوئی بھی دین کال و مکمل نہ تھا کسی میں افراط کسی میں تفریط تھی۔ بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی اگر دوجی آہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کال و مکمل ہے۔ جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوجی منقطع ہے۔
 انہ تعالیٰ الدین و انقطع الوحی (بحوالہ سابق) پس کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اشاعت و تبلیغ پہلے آیا کہ کام تھا اور اب ہر عالم سلمان بلغوا عنی ولو آیتہ ولو حدیثا الخ اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دے گئے۔ کہ جو کام بنی اسرائیل میں ترویج و تبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اسی امت میں بوجہ ختم ہوجانے سلسلہ بعثت نبوت کے علماء ربانین کرینگے۔ جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعامل رہا۔

- (۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا۔ خیر یہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ مہمی۔ اب گزارش ہے کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن و حدیث و اقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی بلا کسی قرینہ و ثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا اسی سے انقطاع نکلتا ہے۔ محض نورو ناقابل التفات ہے۔

(۴) عیسیٰ کا منصب نبوت پر نازل ہونا کوئی بھی نہیں مانتا ہاں صفت نبوت اُن سے سلب نہ ہوگی مگر منصب نبوت اور اس کی ڈیوٹی نہ ہوگی بلکہ امتی اور مجدد کی حیثیت میں ہوں گے جس کے مفصل حوالے قنادے ابن حجر اور فتوحات مکہ وغیرہ سے گزر چکے اور احادیث کے سلسلہ میں بعض پر آئیں گے گواہ مدعیہ ۱۲ و ۱۳ نے جرح میں بھی اسے صاف کر دیا ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنکھوں کا نام ہے۔ تو اس سے اسرائیلی نبی ترمذیج دین کے لیے کیوں آئیگا محض مخالف ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بحیثیت نبی آئے تو یہ اعتراض تھا وہ تو امتی اور مجدد ہونے کی شان سے آئیگے پس جیسے اور مجددین سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا یوں ہی ان کے آنے سے بھی کوئی خرابی نہ ہوگی بلکہ اس میں اور شان نبوت مجددیہ کا اظہار ہے کہ آپ کی نبوت ایسی تام ہے کہ نبی اسرائیل کا جلیل القدر نبی بھی اس امت کے شمار میں اگر ایک امتی کی طرح تبلیغ دینی و ترویج سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔

باقی مفصل جواب کچھ اُوپر بھی آچکا ہے۔ باقی سلسلہ احادیث میں آئے گا۔ عدالت پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس آیت کا خاتم النبیین کی تفسیر اور انقطاع نبوت پر دال ہونا قرآن و حدیث اقوال سلف ائمہ و مفسرین سے مدلل ثابت کیا ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اُس کا جواب محض احتمالات عقلیہ اور اپنے ذاتی خیالات اور تاویلات سے دینا چاہا ہے۔ جو قائل اتفاقات ہی نہیں۔ کیونکہ تفسیر یا رائے کو مرزا صاحب بھی جائز نہیں بتاتے۔ ملاحظہ ہو۔ (دروکات الدعا مرزا صاحب) اجفر میں مختار مدعا علیہ نے ایک چٹا نمبر ڈال کر اصل بات کا عنوان دے کر یہ کہا ہے کہ کمال دین و اتمام نعمت ہی چاہتا ہے کہ آپ کی پیروی سے نبی نبیین اور اس پر بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے۔

جو اب انرازش ہے کہ ان تحلیلات اور بلا دلیل تاویلات سے اعتقاد و بات کا ثبوت اور تفسیر کلام الہی تو ہونہیں سکتی کمال دین یا اتمام نعمت کے معنی کسی نے آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علماء سلف و خلف نے یہ نہ سمجھا کہ کتاب کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور تمام آیات ختم نبوت و احادیث صحیحہ و اجماع امت و اجماع صحابہ کے خلاف ہے، لہذا قابل اتفاق نہیں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

لے کر مخالفہ کی سہی کی ہے تفصیل کے واسطے انسان کامل ص ۶۵ ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ پر ص ۳۳ مرجع میں پیش ہو چکا ہے۔ نیز یہ عبارت بمجملہ دلائل قلم نبوت گواہ مدعیہ ۱۷ و ۱۸ نے اپنے اصل بیان میں منقل لی ہے۔ وہیں سے ملاحظہ ہو جس کے بعد یہ مخالفہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے آیت (۲) وما ادسلناک الا کافۃ للناس الایۃ (۳) قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الایۃ وکل قوم ہادئ قل کی ہیں اور اپنے نفلوں میں ایک مطلب گواہان و مختار مدعیہ کی طرف منسوب کر کے مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) ان آیات میں آئندہ نبی آئے نہ آئے گا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) بتصریح حدیث اس میں عموم دعوت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے۔ پھر بھی دوسرے نبی ان کے ماتحت آئے۔ یوں ہی آپ کی امت میں نبی کا آنا عمومیت دعوت کے منافی نہیں۔

(۴) انا ادسلنا الیکم دسولا شاہدا علیکم کما ادسلنا الی فرعون دسولا۔

کی رو سے آنحضرت جب پیش موسیٰ ہوئے تو اس کی تکمیل کے لیے جیسے ان کے بعد نبی آئے یہاں بھی آنا چاہئے اور چونکہ قائم البینین بھی آپ کی مفت ہے۔ لہذا مستقل نہ ہو گا بلکہ آپ کے تابع ہو گا۔

(الجواب)

اجمالاً یہ گزارش ہے کہ عدالت ان آیات کا مدلل مطلب گواہ مدعیہ ۱۷ و ۱۸ و ۲۰ کو سامنے رکھ کر ان روایات اور محض اٹکل کی تاویلات رکیکہ کا مقابلہ فرمائے۔ کہ یہ تاویلات کس قدر بے ربط اور لاجوابی کا ثبوت ہیں۔

(مرتب تفصیل جواب)

(۱) دلائل بیانات میں پیش ہو چکا کہ قیامت تک عمومیت دعوت و عموم رسالت مستلزم انقطاع نبوت

کو ہے۔ اور ان سے راجع تصریح نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا تفصیل کے واسطے بیان گواہ مدعیہ ۱۷ و ۱۸ اور ان آیات کی تفسیر میں تغیر ابن کثیر و ابن جریر ملاحظہ ہو۔ اکثر حوالے بیانات

گواہان مدعیہ میں موجود ہیں۔

(۲) جب کہ اس میں عموم دعوت تسلیم کر لیا تو انقطاع نبوت ہوا اس کو لازم ہے وہ بھی لازماً تسلیم کرنا ہو گا کیونکہ قیامت تک تمام نئی نوع کے واسطے عموم دعوت اور اتمام نعمت کے بعد کوئی دوسرا نبی بن ہی نہیں

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ تمام نبی نوع کے لیے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا ان پر تکمیل دین و اتمام نعمت ہی یوں نہ ہوا۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس یہ قیاس مع الفارق محض لغو ہے۔ صرف عموم دعوت نبی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جیسی تویہ آیات تائیدِ اُپیش کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے خود ہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی جسے کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی ظنی و برزوی نہ اس کے مراد ثابت ہو چکا پس ثبوتِ انصاف اس امر میں ہے کہ جیسے وہ نبی تشریف ہی تھے ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریف ہی ہیں چنانچہ اس آیت انا ارسلا الیکم آلانہ میں تمام ائمہ و مفسرین بلکہ گواہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب و امام محی الدین ان عرونی نے بھی تصریح فرمائی ہے تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳۔

(مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجزی)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ۱ کے بیان سے (۱) سراجاً منیواً (۲) قل لئن اجتمعت الانس والایہ (۳) ہا لحق انزلناہ الذبۃ (۴) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الایہ (۵) آیتہ میثاق النبیین (۶) انا نحت نزلنا الذکر یہ پھر آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

محض تاویلات دیکھ کر بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں۔ ہیں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ عدالت سے ملا کر ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل دلائے سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقل و پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سد باب کر دیا ہے۔ پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد دروہانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ لازم آتا ہے نہ محض لغو اور بیکار ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی سہا ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک ا حدیث نبویہ تمام صحابہ کرام ائمہ دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سخت ترین اور کفرِ عظیم ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیانِ گواہ مدعیہ ۲ و بحث مختار مدعیہ۔
 بعد ازاں گواہ مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات بالکل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ میں اس کا مطلب اڑھال کر بھی
 مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو
 جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔)

(پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

- خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔
- (۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دئے تھے مگر مختار ان مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔
- (۲) مختار مدعیہ کا دوسرا سترہ کہنا منطرح ہے صرف تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔
- (۳) ان تیرہ میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

- (۱) جو قابل اعتناء جواب تھا اس کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اس کے بعد امید تھی کہ مختار مدعا علیہ اس کا نام بھی نہ لیتا مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا یہ ضرور ہے کہ تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کہ ان تمام جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوة بعدی وغیرہ میں نبوتِ بشری مستقل وغیرہ کی تاویل لافتنی الا علی فلا کسی بعدی لاصلوۃ الا بضاحتہ الکتبا وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر غالباً انہوں نے مرزا صاحب کی تعانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تحفہ میں کوشش کرتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نفیِ عموم کے معنی میں یہ لیتے ہیں اور اس کے واسطے امام الصلیحؒ سے تقریباً سترہ سطریں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس حوالہ کے بعد غالباً مختار مدعا علیہ ان جوابات کا ذکر نام بھی نہ کریں کیونکہ ایک اجماعی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات رکھ دہرائیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تشقی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ ہی پیش کر دیا جائے گا یہ حوالہ اسی سلسلہ میں بحثِ ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں لہذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور اختراءِ خالص ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ اسے جواب نہ خیال کریں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ

میں ہے۔ یہ تو زیادہ قابل وقعت اور قابل لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔

(۲) دو تکو اما دیث اس سلسلہ میں ہونے کا قول کثرت اما دیث ہونے کے سلسلہ میں بحوالہ گواہ مدعیہ سے پیش کیا گیا تھا نہ کہ دو تکو اما دیث پیش کی گئی حدالت ملا خطہ فرما لے اصل بحث کے وقت گواہ سے کے اصل اضافہ پیش کئے تھے۔ سترہ کو مخالفہ اور صرف تیرہ پیش کر دہ بتانا بالکل صحیح نہیں ہاں شاید اس سے مغالطہ لگ گیا ہو کہ اما دیث پیش شدہ کو میں نے مطلق حکم نبوت بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ اور تفسیر خاتم النبیین کی علیحدہ اور جن میں آخر الانبیاء یا آخر النبیین کی تصریح ہے۔ وہ علیحدہ بیڈنگ کے تحت جمع کی تھیں۔ اور کل اس سلسلہ کی بیانات گواہان مدعیہ اور مرجع سے (۲۶) نقل کی تھیں میں صرف ان کا حوالہ بلا نقل دیتا ہوں۔

اما دیث (۲) بروایت ابی ہریرۃ بخاری وسلم والوداد و ترمذی۔ از بیان گ مدعیہ مد العت و مد و مد و مد

حدیث (۱) بروایت ابی حازم بخاری وسلم بحوالہ گ مدعیہ مد العت و مد و مد و مد

حدیث (۱) بروایت سعد بن وقاص بخاری سلم مشکوٰۃ مرقات بحوالہ گ مدعیہ مد العت و مد و مد

حدیث (۲) بروایت انس ابن مالک بخاری وسلم وابن کثیر بحوالہ مد العت و مد

حدیث (۱) بروایت جبیر ابن مطعم مسلم شریف ج ۲) بحوالہ گ مدعیہ مد العت

حدیث (۱) بروایت عبد اللہ ابن مسعود (طبرانی شریف) بحوالہ گ مدعیہ مد

حدیث (۲) بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (کنز العمال) بحوالہ گ مدعیہ مد العت و مرجع گ مدعیہ مد و مد

حدیث (۱) بروایت ابی امامہ رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ) بحوالہ گ العت و مرجع گواہان مدعیہ علیہ

اما دیث (۱۴) بروایت مختلف صحابہ بخاری وسلم والوداد و ترمذی و نسائی و کثیر بحوالہ گ مدعیہ مد العت و مد

و مد و مد و مد و مرجع گواہان مدعیہ علیہ۔

یہ کل (۲۶) ہیں جو مفصل پیش کر چکا مگر مختار مدعیہ کو چونکہ (۱۲) کا جواب کچھ نہ کچھ دینا ہے۔ اس لیے اس نے تیرہ بتائیں اور بعض ضعیف بھی کہا حالانکہ ضعف ثابت نہ کر سکا اس کے علاوہ بھی بیانات گواہان مدعیہ میں اما دیث ہیں جن میں بعض کا مضمون مکرر تھا۔ گواہ اما دیث مجدد اہل اس لیے بخوف طوالت بحث میں نہ دہرایا گیا تھا۔

پہلی حدیث کا جواب

قال لعلی انت منی بمنزلة الی قوله لا نبی بعدی

(خلاصہ جواب)

- (۱) بعد کے معنی غیر ماضی کے ہیں یعنی متصل غزوة تک ہیں یا نیکے بعد زمانہ میں کوئی نئی نہیں یا توئی نہیں۔
 (۲) اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی متعلق نہیں رہے گا نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

(جواب الجواب)

- (۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعدیتہ متصلہ کے بھی آئے ہیں اور آیات میں کردہ میں وہی سہی مگر اس حدیث لاجبی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا جو جزئیہ منقول ہے مگر یہ قول "لاجبی بعدی" بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس بلکہ بلکہ آنحضرت علی الشریعہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا خاتم النبیین لاجبی بعدی ویکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بعض روایات میں لاجبی بعدی کے ساتھ ویکون خلفاء وغیرہ بھی موجود ہے جو قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متصلہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مفید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ اہم الصلح ملا پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لاجبی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات سے لے کر اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

- (۲) لاجبی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعلق ہیں جس پر دوسری روایت میں ویکون خلفاء کا قرینہ واضح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت علی الشریعہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں شاکر نامہ تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وہر شبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کہ وہ طور پر مونس نے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ چھوڑا تھا میں نہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ صرف مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ تمام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال الامام غنیانی یا قادمہ کلیہ لاجبی بعدی سے لے کر دفع فرمایا کہ جو شخص میرے بعد کوئی نبی ہونا و بننا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ ملک نہیں۔ اگرچہ اس کے اخیر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے توضیح

اشکھ یا تلویل عبادت کے (علماء نے لابی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

۱۲۔ مختصر جوابات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعۃ نواب صدر بنی حسن خان صاحب بہوپالی۔

(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لاشرط الساعۃ لاسید شریف بزرنجی۔

(۳) دوسرے قولوں کے واسطے بیان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(الجواب)

(۱) اقتراب الساعۃ اور اس کے مصنف نواب صدر بنی حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیسا کہ مفصل اوپر گزر چکا ہے نیز گو بان مدعیہ نے جبر میں صاف کر دیا ہے۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ مزید احادیث کے خلاف ہے بھی غیر مسلم ہے پس اہم ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر عدالت خود فرمائے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش ہو چکا اسی طرح صاحب مکملہ صحیح الحارکہ اور لابی منع شرعاً، بھی بعینہ ہی مطلب اور ہی واقعہ اور تقریباً انہیں الفاظ میں یاد دلایا ہے اور اس کا جواب بعینہ اس کا جواب ہے مکملہ کی ماقبل عبارت کہتے تھے کہ یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ ہوتا یوں ہی اقتراب الساعۃ اور اشاعت کی عبارت اوپر سےلاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح یہاں صرف نزول عیسیٰ کی بحث ہے، جس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیا ہے۔ اور حدیث لا وحی بعدی کو سنداً مجروح قرار دیا اور صاحب مکملہ نے تنبیہ سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے مغیث فی حدیث عیسیٰ ابنہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال یعنی عیسیٰ نازل ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو بعید عن ضرورت ہوگی۔ اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ وہی بیزید فی حلال نفسہ بان تیزوج وبوللہ وکان

لم تیزوج قبل رفع الی السماء فزاد بعد البوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اهل الكتاب بالیقین بانہ بشر۔ یعنی حال میں زیادتی سے کوئی نئی ملت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہوگی۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی نہ کی تھی اب زمین پر اترنے کے بعد شادی فرما دیں گے جس سے اہل کتاب ان کی بشریت کا یقین کر کے ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالفت تھے)

پھر اسی نزول عیسیٰ پر قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا ہے اُمس کے بعد یہ لفظ ہے کہ

وہیہنا لاینا فی حدیث لابی بجدی کہ یہ حدیث لابی بجدی کے منافی نہ ہو اگر کیونکہ اس زیادتی حصول سے
 توشادی کہ نامراد ہے اور لابی بجدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے یہاں تو اسی کے مطابق
 عمل کیا۔ پس وہ نبی نہ بنت بلکہ عال باشرع الحمدی ہے عدالت خود اس خیانت کو ملاحظہ فرمائے کہ وہاں لات ہارادہ
 ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے لافہ کا حفظ نہ کر کے صرف ارادہ الخ سے عبارت لی تاکہ قابل سے
 ریلہ نہ معلوم ہو سکے پس اس قسم کے قطع دیرید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ لہذا دراصل وہ عبارت اسلامی
 عقیدہ کے منافی نہیں نیز وہ تو صرف نزول علیہ من السماء کے متعلق ہے اور جو اس کا قائل نہیں ان سے کتنا ہی
 اُس کا فاعل ہے اسی جگہ نبی تشریحی کی اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ الخ اور
 لا فٹی الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق
 سے بھی منافی ہے۔ جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی لابی بجدی میں نفی عموم کی ہے اور
 تخصیص کرنا شرارت ہے۔ ایام الصلح ص ۲۶۔

بھریہ بھی ملاحظہ ہو کہ اعتقلہ مذکورہ یا ان میں اور چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ
 کیونکہ لازم آتا ہے کہ وہ لابی بجدی میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے جیسا کہ کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد
 ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ کہا معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ ہی گیا۔ تو کوئی وجہ
 نہیں کہ لانا لا اللہ یا اللہ لا الہ الا هو یا لا دیب فیہ ہر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ
 جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی
 نفی کمال ہے یعنی کامل معبود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر متعلق اور غیر شارع معبود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام
 بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لا رب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کامل رب
 اور شک قرآن میں اگرچہ بعض اقسام رب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اُس مخالفت بت پرست کو
 نفی کمال مراد لینے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی رہ لابی بجدی میں نفی کمال مراد ہونے
 پر تصور فرما لیو بی پس جب کہ تمام قرآن و حدیث و اقوال سلف ختم کے مرزا صاحب کے ایام الصلح ص ۲۶
 کی تصریح ثابت ہو گیا کہ لابی بجدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص شرارت اور گستاخی ہے۔ پس یہ
 تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

ایک مخالفہ کا جواب

اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ ، واذہلک قیصر فلا قیصر بعدہ

تخصیص کے لیے عجیب و غریب تقریر تصنیف کی ہے۔ اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کسریٰ اور قیصر خاص دونوں کے نام نہیں بلکہ ہر بادشاہ فارس کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ ان دونوں ملکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کوئی مذکور بادشاہ ہی ہوتا رہے ہیں پس سنی یہ ہیں اگرچہ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگین۔ یوں ہی یہاں نبی تو آئیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

مگر یہ بنا فاسد طے الفاسد ہے۔ خود ایک مطلب تصنیف کیا۔ اور اس پر بنیاد رکھ دی۔ بعض غلط ہے کہ کسریٰ اور قیصر اب تک موجود ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں حضرت امام شافعیؒ اور تمام علماء سے نقل فرماتے ہیں فلا کسریٰ بالعراق ولا قیصر بالشام یعنی ان دونوں اقلیموں میں ان کی سلطنت نہ رہے گی چنانچہ بلا شک اس طرح ہوا کہ کسریٰ اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لی عرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ اور قیصر نہ رہے اس لیے سوال اس پر ہے خود یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں مستعمل نہیں رہتے کہ اس پر لابی بعدی کو تیناں فاسد کر کے تحریک کریں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے بفرض محال اس حدیث فلا کسریٰ میں کسی نہ جی دہ سے کوئی تخصیص مرزا صاحب کے متبعین کی طرح فرض کر لے تو اس سے یہ یک لازم آیا کہ لابی بعدی میں بھی تخصیص کر دی جائے۔ کیا کسی ایک حدیث کا کسی وجہ سے ٹول بوجا اس کو مستلزم ہے کہ تمام احادیث مزین کو بگاڑ کر اس کے مطابق بنایا جائے۔

اور ایام الصلح ملا کی تصریح کے بعد مرزا صاحب کے مسلک پر بھی اس حدیث لابی بعدی میں تخصیص نہ رات اور گستاخی ہے۔

یہ شخص غلط ہے کہ ان احادیث کے جواب کا جواب ابتدائی بحث میں نہ آیا۔ کیونکہ ابتدائی بحث میں التزام تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ جس سلسلہ میں گزر گئی۔ اعا وہ کسی رنگ میں نہ کیا گیا۔

صوفیائے کرام کے حوالوں کی تشریح کے تحت اصل بیانات اور بحث میں شیخ محی الدین ابن عربی کے قول انما ارتفعت نبوة التشريع فہذا معنی لابی بعدی

اور بل اذا کان یکون تحت حکم شرعی کا مکمل جواب۔

اور لفظ تشریع کی شرح وغیرہ ربط و تفصیل سے گزر چکی۔ اب یہ کہنا کہ اس کا جواب نہ ہوا۔ صحیح نہیں۔ اور چونکہ جواب الجواب میں بھاٹے کسی جواب کے کچھ کی زیادتی اور جوابی رنگ کے سکور پیش کیا ہے۔ لہذا مختصر جواب بھی عرض کرنا ہوں اگرچہ اس اصول تحقیقی کے بعد ضرورت نہ تھی۔

اصولی تمہید

(۱) عقائد میں قطعیات کتاب اللہ والرسول یا بتوں گواہ مدعا علیہ دوجی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ بارچ ستمبر لہذا نہ باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے ملائی گئی ہے۔ لاحتہ ہو۔ براقت مک و جمیع ما عارض من کلامہ ظاہر هو الشریعة و علیہ الجمہور فہو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر الشریعت اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بزرگوار (مجدد الف ثانی) مکتوبات جلد ۱۰ و فتاویٰ مکاتیب میں تصریح فرماتے ہیں جو یہ خوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

از عجائب کار باراست شیخ محی الدین ابن عربی۔۔۔ تا بہ نہ اگر مراد اس سے ناواقف ہو ملاحظہ سے پہچانے کے یہ شامی ج ۲۹۲ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم یحرم النظر فی کتاب کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لئے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

(اصل جواب الجواب)

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے لکن ان اصطلاح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۶/۲۶ بارچ ستمبر ۱۳۲۲ نیز روایت مسلم فریقین مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ والا یجوز الانکار علی التقدم معرفتہ مصطلحہم فی الفاظہم اذا دأبنا بعد ذلك فی کلامہم مخالفاً للشریعتہ

یعنی صوفی کرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصی الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور قبول نہ کریں گے اور گواہان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ قصود الحکم و فتوحات بالاستیاب مطالعہ نہیں کیا اور اصطلاح صوفیہ میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ بارچ ستمبر ۱۳۲۲ مدعیس انہیں ان عبارات

میں ملاحظہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں صرف شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف میں منجملہ ان کے گہریت احقر بنی علوم الشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق برہنہ در اہل ان النبوة ہی الاخبار عن شیخ سارثۃ فی کل موجود عند اہل الکشف والوجود لکذا لا یطلق علی احد منهم اسمہ نبی ولا رسول الا علی المثلثۃ الذین ہو رسل فقط۔

خبر دینا اور یہ نبوت تمام موجودات میں موفیاء کرام کے نزدیک موجود و ساری ہیں مگر اسم نبی رسول اللہ صوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ دس سالہ فیما بینہ تعالیٰ و بیلین الانبیاء و رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق نبی دینے کے کسی قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریع بھی شریعت کی اصطلاح مراد دیتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ کے نزدیک رسالت بمعنی تبلیغ متحمل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۲ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل برابر فتوحات فصص احکم میں مستعمل ہے۔ البتہ لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی تشریع کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ملاحظہ ہو فتوحات کبیرہ بحوالہ بیانات۔ "وہذ کلہ موجود فی دجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ البیہ و النولی والوہی التشریع ولا یشروع الا البیہ ولا یشروع الا رسول کہ یہ کل مروان خدا اولیا اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو صوا ولی کے نبی کے ساتھ مختص ہے وحی الشرعی یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی مشروع ہے۔ ملاحظہ فرمادیں کہ تشریع یا شرعی وہی اصطلاحی نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیا اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریع یا مشروع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں مستعمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا نبی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید برآں مختار مدعا علیہ و گوایمان مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و برید کر کے نہ پیش کرتے تو اس قدر ملاحظہ کبھی نہ لگتا صرف اس خیانت نقل سے یہ ملاحظہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوة التشریع کا ابتدائی لفظ ولہذا اخلنا کو کاٹ کر پیش کیا گیا تاکہ کوئی اس کا ماقبل سے ربط نہ سمجھ لے جس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اس کل عبارت ملاحظہ ہو۔ اولیٰ ما بیدی بیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوقی الرویا فان لا یدری رؤیا الا اخرجت مثل قلقلی المصباح وہی الی بقی اللہ علی المسلمین وہی من اجزاء النبوة فمما ارتفعت النبوة بالکلیمة ولہذا قلنا انما ارتفعت النبوة التشویع فہذا معنی لا بنی بعدہ یعنی وحی یوسب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو وہ روایا تھی پس آپ کوئی روایا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح بچا ہوتا تھا اور یہی صرف پس کے خواب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے باقی رکھا ہے اور یہ اجزاء نبوت سے ہیں اس لیے نبوت بکلی نہیں اٹھا لی گئی اور اس لیے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشویعی (یعنی علاوہ خواب شریعت کی اصطلاح والی) اٹھائی گئی اور یہی معنی لانی بعدی کے ہیں

ملاحظہ فرمائیں کہ کس صفائی سے یہاں شیخ اکبر رحمہ نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رؤیا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے لکھا ہے :-

اسما البنی زوال بعد رسول اللہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے بنی کا نام زائل ہو گیا یعنی اور کوئی شخص بنی بن کر نہیں کہلا سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ مع ہذا

الا یطلق اسم النبوة ولا بنی لاعلیٰ المشورۃ خاصۃ یعنی نبوت اور بنی کے نام کا اطلاق سوائے مشروع یعنی سوا شرعی بنی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور بنی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبر رحمہ اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں و ہذا کلمہ یعنی یہ سب کچھ درج کا آنا، اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے بنی کو خاص کیا جاتا ہے اور وہی سے متنازع کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی وحی ہے پس سوا بنی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سوا رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبر رحمہ شارع اور بنی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریح سخت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشویعی ہی ہے غنائم دعا علیہ نے محض مطلب برآری کے لیے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے وہ قول ان کا صاف ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبر رحمہ کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرم میں آپکے ہیں۔ اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتا وہیں سے مفصل ملاحظہ فرمائے جاویں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف اول و آخر یہ تہہ کے لیے

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فہم و دشت الانبیاء ... تا لایکون مشرعاً (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت الکنوہ الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) و هذه بنوة سادية في الحيون الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وكذلك تنقطع في الآخرة بعد دخول الجنة والثالث بنوة التشريع لانبوة العامة

(۵) ولذا كان يوليه تابين جنه (لواقیت)

(۶) وادعاء بنوة قد انقطعت الخ

کے ہر قسم کی ذیلی و پروری منتقل وغیرہ منتقل) کا دعویٰ منقطع

ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبرؒ کا آخری مصرع اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبرؒ محمدی الدین ابن عربیؒ اپنی سب سے آخری تصنیف فصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ
اعلم ان الولایہ تا والسنۃ
علیہ السلام (مارچ ۱۳۲۳ء)

اس حوالہ میں مشروع اور مشروع نہ دونوں قسموں کے نبی کی تصریح نافذ ہو رہی ہے یعنی نہ امتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر۔

نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف ہوا و امر

نہ نبی کا دعویٰ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گویا اصطلاح شرع کی نوبت کا دعویٰ ہے "سواء و افق"

شروعاً و خالف خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور مستقل ہو یا غیر مستقل فامکان مکلفاً

ضررنا عنقہ والاخر بنا عند صحفہ کہ اگر وہ مجتہد نہیں تو اس کی گردن مادی بائے گی ورنہ اس سے اعتراض

کیا جائے گا یہ حوالہ بیانات اور جرح میں لواقیت جلد ۲ مبحث ۳۵ ص ۴۸ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹/ مارچ

کی جرح گواہ مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائی جاوے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع

و برید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آسکتا ہے

اور صرف منتقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم

ہے۔

دوسری حدیث

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء الخ
خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

- (۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناقص چھوڑ کر وفات پا گئے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ خلفاء ہر کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہ انتی نبی نہ آئے گا۔
- (۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہ انتی نبی نہ آئے گا لکن اس میں واسطہ لابی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم انتی وغیر امتی علی ویروزی نبی بننے کی نفی ہے اور لابی جنس نفی عموم ہی کے لیے حقیقتہً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لابی بعدی میں نفی عام مانا ہے ایام الصلح ۱۴۱۸ پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور صرف علماء دائمہ واسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تفسیر صحیح کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا بلا وجہ حوالہ دیا اس میں بعدیتہ متصلہ بلا کی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گز چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیتہ متصلہ نہیں درجہ ضابطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز وسیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث معہ تشریح بیان گواہ مدعیہ دالت و دلائل ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی التیوۃ کا جواب)

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

اگر ختم کے معنی بھی ایسے جائیں تو اذلت و لام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحم نے تہہیات الہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

الجواب

(۱) اہل الف و لام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ حقیقتہً جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مسادر پر داخل ہو لہذا یہاں کی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارع حدیث نے اس کی تخصیص کی۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی ذاتی رائے سے تمام شارح حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص برقم کی نوبت کو ختم کرنے والے ہیں اکثر حوالے بیانات میں بلسانہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح و صحیح احادیث کے بالکل محارض ہوں گے لہذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

(۲) شاہ دلی اللہ صاحب رحمہ نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا وہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ ای لا یوجد من یامرہ الا سجدہ یا لئلا یشریع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ امر فرمائے لوگوں پر شریعت بیان فرمائے۔ نیکاً تشریح کے معنی سخت عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرنے کے ہیں۔ شارع بنانے کے ملا حظہ ہو منہجی الارباب۔

پس حضرت شاہ دلی اللہ صاحب رحمہ کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت بنی آئے غیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعت بیان کرنا ہو وہ بھی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مؤید ہے صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختلف کر دیا تھا اور یہ مطلب بالکل واضح ہے۔

اور اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک مخالطہ یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کرنا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد سے ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بننے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مراد ہونا علاوہ بدیہی ہونے کے فتوحات یکہ سے بحث و جدی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشروع الا البنی ولا یشروع الا الرسول خاصۃ (فتوحات یکہ بحوالہ سابق) یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع یعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعت ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت بدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت بدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات یکہ بحوالہ گذشتہ)

لہذا حضرت شاہ دلی اللہ صاحب رحمہ کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا مشبہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

(پہوتھی حدیث انا العاقب الخ)

اس کے جواب میں صرف لابی بعدی کو درج اور راوی کا اضافہ بتایا ہے اور میں نے بوزندی سے پیش کیا تھا سے بحوالہ ماشیہ بخاری فتح الباری مظاہر الادراج سے رد کرنا چاہا ہے مالاکنکہ یہ صرف منطاط ہے لابی بعدی ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ۲۷۱۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی ص ۲۰ پر جو لفظ میں نے پیش کیا ہے کہ قال ان العاقب والعاقب المذی لیس بعدی نبی کہ میں عاقب ہوں اور غم ہی نبی کو مسلم علی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب یعنی بالکل پھلنا ہی ہوں۔ اس کو کسی نے درج نہ بتایا بلکہ خود امام ترمذی ۱۷ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ”ہذا حدیث حسن صحیح“ کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

پس جب کہ ہم صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے ماشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بنانا منکلم کی تصریح کے خلاف ہے۔ دوسرے وہاں ص ۱۷۱ بخاری ۲۷۱۱ کے ماشیہ و تطلاتی نے لغوی معنی اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد منکلم قرار نہیں دیا رہتی کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیر میں متعارض نہ سمجھا گو الفاظ میں فرق ہو۔

پانچویں حدیث لهم یبق من النور الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ بہر حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے پس نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد سن کی کتاب کو اکب در یہ ص ۱۳۸ و ۱۳۹ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب ہی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوة سے صرف ابھی خواہیں دیکھنا مراد دیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات و ولایت پیش کر چکا ہوں۔ اس میں لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعویٰ نبوة کسی قسم کا جائز نہیں۔

کو اکب در یہ باوجود غیر مسلم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرمادیں وہ وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریفی جو منہم ہوئی دوسری نبوت مبنی خبر دادن ہے اس کو مبشر کہتے ہیں اسے اقسام کے ساتھ جس میں روایا ہے باقی ہے (کو اکب در ص ۱۳۸)

نبوة تشریفی کو بند اور نبوة لغوی یعنی خبر دادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بتاتے ہیں۔ اس میں کسے خلاف ہے نبوة حقیقی تو باقی ہیں۔

چھٹی حدیث: اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَمَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ

ایسی روایت سے ابن ماجہ اس کے دو راویوں کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کلام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آفری فیصلہ اس کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی مخرج ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید بلکہ روایت ابن ماجہ کے علاوہ آفری انبیاء باآخرہ کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ و)

(۲) جَعَلْتُ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ كُنْزَ الْعَمَالِ (مدعیہ)

(۳) آخِرُهُ فِي الْبَعْثِ كُنْزُ الْعَمَالِ (الف مدعیہ) وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ سمجھے میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہیں۔ چہرے آخر اساجد کی شرح اسی کنز العمال کی دوسری روایت اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ سے پیش کر دیا تھا کہ پہلی روایت میں راوی نے انتشار سے کام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آفری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی نیار کردہ۔ سید سے آفری بت نہ کوئی نبی آ سکتا ہے نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی۔ یہ تمام احادیث لا جواب ہیں صرف مخصوص الی امامہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے کچھ لینا صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

ساتویں حدیث

مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي الْحِ

اس کا کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ کلمہ ٹال دیا۔ کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دو امر۔

(۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

(۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ تخصیص محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آخضر ت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قہر نبوت کی اپنی آپ کو آفری اینٹ اور قائم البین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیرہ صاحب شریعت تشریف دے بغیر تشریف دونوں شامل ہیں اس کی آفری اینٹ کے بعد کوئی بھی گناہش نہیں۔ اصل استدلال اَنَا ثَلَاثُ الْبَنَاتِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفری اینٹ قہر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص ۶۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوت اور ان کے بعث و ارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی۔ وہاں کہیں بھی مستقل و غیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سہی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور صریح ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے۔ اصل حدیث معہ توضیح و تشریح بیان گو لامدعیہ رائف و راور ۲ و ۳ سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

اٹھویں حدیث۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر

کہوئے کہ اس سے انسداد و نبوت پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور وہی بتی کیا گیا تھا جوابی بحث میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر ٹالا اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوت ہے جو مستقل طور پر براہ راست ہے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے۔ اور نہ وہاں اصل حدیث معہ تشریح و توضیح بیان گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳ سے ملاحظہ ہو۔

نویں حدیث سیکون فی اُمّتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلق بلا تفصیل محدود جملوں اور تقریباً من الثلین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعدد نہیں بلکہ تقریباً اور اندازاً یا شوکت مدعیان کا ذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بحث میں اس میں لے کر بات اور قابل غور ہے۔ اسے یہ نیا امتافہ کیا کہ تیس کا عدد میں فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہو گا۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زائد اور تقریباً من الثلین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا باشوکت مدعیان کا ذب کے لیے ہے۔ جیسا کہ اصل شہادتوں میں حوالوں سے گزر چکا اور گواہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی رشتہ ڈال دی ہے۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت منیع حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں۔ اور ہم اُسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنی کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے کہوئے کہ الامن شائد سے صرف نزول عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ کیا جائے۔ وہ بحیثیت ایک مجدد اُمّتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گو ان میں صفت نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفضل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر مرزا صاحب کی براہین حصہ پنجم ص ۱۴۶ و ص ۱۴۷ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا حجت ہے جب کہ دعویٰ نبوت بلکہ اُس سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اُس کا سن تا بیعت پر میل ۱۹۰۵ء ہے جب کہ تمام قرآن و احادیث کے سن بدل کر تخریفات کر چکے تھے۔

اپنے دعویٰ کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جس کی حقیقت اوپر پیش کر چکا ہوں، ان میں سے بھی لاجواب ہیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا بقیہ ۱۳ بھی لاجواب ہیں۔ پس سترہ احادیث تو ایسی لاجواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ **خَلَّتْهُ الْحَمْدُ**

۱۳

اجماع کی بحث

تھمار مدعا علیہ کی جوابی تقریر کا خلاصہ

- (۱) ان سترہ پرہ صحابہ کا اجماع ہوا زمان کے بعد ثابت ہے۔
- (۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثابت کیا۔
- (۳) ایسے مسائل جو نفیم و اختصار سے تعلق رکھتے ہوں اُس کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے
- (۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کا انکار کرتے ہیں۔
- (۵) لا یختل فیہ الثمان سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔
- (۶) گواہ مدعیہ نے ۲۸ اگست کو اصولی حنفیہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور مابعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بنایا ہے۔

- (۷) کتاب الابانتہ میں **اجتمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عینی الی السماء** ہی پر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ نے ۲۹ اگست کی جرح میں اُس کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عینے کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔
- (۸) امام رازی کے قول کا جواب فرائع الرحموت سے دیا گیا حالانکہ اُنہی پیش کردہ کتاب کے حاشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

- (۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

- (۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام امت کا اجماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیڈ ٹنگ "اجماع

امت جہاں شفاء تاقی میانش بلد ۲۴۱ و ص ۳۶۲ بحوالہ گواہ مس لا شئ اخبرتنا اجماعاً اسمعاً
نیز حوالہ روح المعانی ج ۸ ص ۳۹ مناققت بہ الکتاب الخ وغیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کر سکے ہاں قطع و برید اور ادلی و آخر و درمیان میں
عبائیں تراش کر کے غلط ترجمہ کر کے خلاف تصریح اور مراد منکلم کچھ حوالے پیش کئے تھے۔ جن کا مدلل جواب
اور خیانتوں پر تنبیہ پیش ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ ہم و اجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دینی سے ہے اس معنی کے انکار و اقرار
پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے جیسا کہ اشیاء وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے
اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اُس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا
وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نور الانوار ص ۲۱ حکمہ نے الاصل الخ و ص ۲۲ کوئندہ من الصحابہ او
نعتہ لا یشترط الخ اصل بحث میں بسلسلہ اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اشیاء باوجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس
کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا بلکہ تصریح
اجتمعت الامۃ کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء۔ دروح المعانی۔ وابن کثیر
وغیرہ نقل کیا اس لفظ و مختلف فیہ اشیاء میں تامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ صریح لفظ و علیہ الاجماع
واجتمعت الامۃ میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل بھی نامذہب کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ مسئلہ جن بعد و اسے اجماع کے منکر کو فاسق و مبتدع بنایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص
شیء پر ہو نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو حمایت کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہذا یہ بحث ہی فضول ہے۔
(۷) کتاب الابانتہ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت (صحابہ
وائمہ مسلمین) کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رحمہ کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک پر گزشتہ وفات
کے قائل نہیں اسی جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بموتہ خود جو من عالم الادھن الی عالم السماء
(اکمال ص ۲۱۵) یعنی اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔

وفات پر گزر مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ مدعیہ۔ جرح میں اس کے خلاف نہ پیش کر سکا محض افتراء ہے اسی
وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق اٹھ کر ص ۲۶۶ و ص ۲۶۸ سے
تصریح امام مالک رحمہ جیادہ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرمادی تھی۔ اور اسی بقیہ کے حوالے سے

اول و آخر ملاحظہ ہو۔ وفي العقبية قال مالک بينا الناس تالا هل الادفـ (ص ۲۶۶)۔
ایضاً قد تقدم — تا فاذا عیسیٰ قد نزل (ص ۲۵۸) اہانت صفحہ جرح سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔

عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے تاکہ غلط بیان معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات
مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا صرف قلعہ دہرید و الہام ہے۔ موضوع بحث
نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجبر ص ۲۱۹) اور فتح البیان ج ۲ ص ۲۴۲) اور بحر المحیط
ج ۲ ص ۲۴۲ نہر الماد ج ۲ ص ۲۴۲ و جیز ص ۵۲۔

اور مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم بزرگ امام شجرانی کی لواقبت ج ۱ ص ۱۳ جس میں مفصل تمام صحابہ
و ائمہ مسلمین سے تصریح ہے کہ یہ علیہ السلام عندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی
خلافت نہیں۔

(۸) امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی ترویج نقل فرمادی ہے کہ وہ
صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود
ہے محض غلط اور ناقابل انتفاع ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مطبع دریافت کیا۔ بتائے سکے۔ صرف
یہ کہتے رہے کہ جو کتاب مختار مدعیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا کہ وہ متحرکی
تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوگا کہ یہ یونہی غرضی اور غیر
معتبر بات ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت
قرآن از مر ۲ تا ص ۲ ملاحظہ فرماوے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔
”تو اتر بھی اس تو اتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔“

”اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تو اتر سے انکار کیا جاوے۔“
”ان کی تعلیمات اور لواثری لپیٹ کلام کرنا تو درحقیقت نبوت اور دیوالگی کا ایک ضعیفہ ہے۔ اور یہ ایک
حدیث نزول سے اتر کے تو اتر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔“

(۱۴)

(مسئلہ گذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسئلہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہ ملے کے نہ پیش کر سکا ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو نیز ملاحظہ ہو مرجع گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۳ گواہ مدعیہ ۳ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ بسیار مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی تصریح ہے۔ اصل کلی جواب ملاحظہ فرمایا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ کہ وہ مستقل نبوت کا دعویٰ نہ کرتا تھا۔ بلکہ اتباع میں اور آذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ ہی کہلاتا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۱۷/۹ مارچ ۱۳۳۷ء و ۲۸/۹ مارچ ۱۳۳۷ء

(۱۷)

(علمائے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے ۴)

خلاصہ تاویلات -

(۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجتہ نہیں۔ مفسرین تو کجا رہے صحابہ رض کا فہم بھی حجتہ نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔

(۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقدا جمید سے نقل کئے ہیں۔

(۳) آخر میں یہ کہ اگر مفسرین کے اقوال کا نہ نہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۷۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے کرہ نہ کر کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں۔ میں بوجہ خوف طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرنا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

(۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے بلکہ صحابہ کرام رض اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات

درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے

نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی شک نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں

مرزا صاحب نے بھی رئیس المفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے ذوق

سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۸۸ اور مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/۹ مارچ ۱۳۳۷ء جس کا

مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں

(۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور اباب بعیرہ توفی کے متنی آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا

حقیقت دریا یہ ہے کہ اس تفسیر کو توڑ سکے۔ (اربعین ص ۲۸۵ ملخصاً)

”تو ان تفسیر کو نہ مانے وہ درحقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گویا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نودبات
منہ (اربعین ص ۲۸۵ ملخصاً)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں یہ اگرچہ پہلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔
زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی بر تقدیر تسلیم گزارش ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات و عقائد میں کسی ایک شخص نے بھی
صحابہ کرام کو غلطی پر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رحمت سے رحمت فرمایا اور
ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اصحابی کا لنجوم با یہمو اقتدیہم اھتدیہم کلھمو علی ہدلی
سے فرمادی۔ پس اس مسئلہ نبوت و ختم نبوت میں ان کی توقعات کے متعلق خصوصاً جب کہ وہ بالکل قرآن پاک و احادیث
مجھ مرتج کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے، ایک شخص کی رائے بھی نہیں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا
مسئلہ تقلید کو رائے کا سوال یہاں بے محل ہے نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے و نہ اصل وجوہات پیش کردہ کی تشریح و دیگر وجوہات
پیش کرتا یہاں تو اس قدر گزارش ہے کہ وہ تقلید یا دلیل قرآن و احادیث و اجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔
جو جاہلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علماء نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن
پاک و احادیث دائمہ ہدای و اجماع صحابہ و مسلمین کے سر مو خلاف نہیں اس لئے اس کا بھی جواب ہو گیا۔

(مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو۔ تو ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ۔ جو بیان عدالت میں داخل ہوا
ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں۔ سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور منسلک
کے طور پر بیان کا حوالہ دیدیا۔ یونہی متعدد دیگر غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے۔ جو ریکارڈ مشمل پر نہیں۔ مگر بطور
جہ ہے۔
ریبلا حوالہ ابن کثیر ص ۸۹۱ و ۹۲۰

اں کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔ ایک تاویل کر کے صریح یہ کہہ دیا کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عاقلانہ کثیر
کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد متنت ہے جو سیدہ و اسود غنی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں
اور پھر مرزا صاحب کی حد اقل پر بحث شروع کی۔

”جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اقد نہیں ہوتا جو مختار بیان کر تے ہیں مرزا صاحب
کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لیے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔
بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت خود اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۲

دوسرا مسئلہ پر ملاحظہ فرمائیے کہ کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمانت کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں مختصر نہیں ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعت السنۃ ۱۲۷۹ء سے براہین کا ریو یو نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعت السنۃ سے میرا پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب لائحہ مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرمایا جاوے۔

دوسرا حوالہ

روح المعانی ۲، ص ۵۸۷ و کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
خلاصہ تاویل۔

(۱) منیر کا مرجع یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوت کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کر کے وہ کافر ہو گا۔

(الجواب)

عدالت خود اس حوالہ کو گواہ مدعیہ بدعت و دوسرا و دوسرے کے بیان سے ملاحظہ فرمائے اور خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہو گا۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا۔ مرجع منیر خاتم النبیین یعنی مذکور ہے نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسے کہ اوپر گزر چکا۔

تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملا علی قاری ۲، ص ۵۱۸ و ۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس میں مسیحہ اسود عیسیٰ اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس متقل اور حقیقی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

- (۲) اخیر عبارت میں لکھوا ہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں۔ درنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔
 (۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵ اور انجام آقہم ص ۲۸۶ اور سراج منیر ص ۲۰۲ میں ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ۔

(الجواب)

- (۱) یہ تخصیص تاویل محض بے محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۲۰۲ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں رہا تو مکمل مطلق دعویٰ در نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ کسی ایک مثالی سے وہ قاعدہ کلیہ اسی جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔
 (۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت بھی بشرات وغیرہ میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادعى النبوة۔ بلن جبکہ جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں پھری یا دعویٰ منی نبوة کے بمعنی حصول ذن جیسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادہ فی الجیوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔
 (۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کوئی شہدہ کی کوئی گسی اور کسی کی جو مختلف پیش کر کے یہ چاہا ہے کہ وہ مجازی نبوة کے مدعی نہیں مالاںکہ ان کے تحقیقی ادعاء نبوة پر گواہ مدعیہ مداعت نے بہت سے حوالہ اور گواہ مدعیہ ص ۲۰۲ مختلف واضح تصریحات پیش کر دی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“ حقیقۃ النبوة ص ۱۶۲ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱

۱۸۔ ابن حجر مری (۲) ابن کثیر ۳۶ (۳) ابن کثیر ۴۶ (۴) تفسیر کبیر ۶۶ (۵) بیضاوی شریعت (۶) ابی السود (۷) شفاء قاضی عیاض ۲۶ (۸) شرح فقہ اکبر ص ۳۵ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لایئہ (۱۱) صبح الاضحیٰ (۱۲) عقیدہ محمدی (۱۳) غنیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفضل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصائم السلوی (۱۸) تل فاضل (۱۹) یو اقییت بحث ۳۵ (۲۰) انسان کامل ج ۱ ص ۲۱ (۲۱) استیفاء والفقائر (۲۲) شرح عموی لاشیاء (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحر الرقائق (۲۵) رد المحتار ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ۔
یہ چھ والے جواب ہیں جن میں ابن حجر مسلمہ فریقین رئیس التفسیرین اور یو اقییت و بحر الرقائق مسلمہ فریقین کتاب ہے۔ نیز غنیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے۔

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوقی کی تحذیر اناس کا حوالہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ دیکر کہیں تطویل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل بواب تجماع الحرمین اور دیوبندیوں و دیوبندیوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصر آریہ گزارش کر دوں کہ یہ مولانا پر بعض افتراء مختلف مقامات سے مجھ مرتب فقرہ لٹ کے یہ کفر یہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زبانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی ہو اس حوالے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔

اسی پیش کردہ مسئلہ کی عبارت بنائے قاضیت سے تا۔ ہو جاتی

سو اگر اطلاق تا۔۔۔۔۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہو گا منہ اور قاضیت زبانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی گئی ہے لکھتے ہیں۔

”اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔“

(مناظرہ عجیبہ مسئلہ گلازہ ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۲ کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالفت کے قول سے اگر صحیح ہو تا یوں کہتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تائید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے۔
تائید از محمد علی صاحب ایم اسے جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ۔

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نافوقی کی ہے۔ تا۔۔۔۔۔ نہ منہ تھے۔ (آفری نبی ۲۶/ ۲۷)
نتیجہ نکال لایا ہے کہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفری نبی ہونے کا

فائل نہیں پرے درجہ کی حق پرستی ہے۔۔۔ تا۔۔۔ یہ نتیجہ اند نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آفری
 نبی نہ مانتے تھے (صفحہ ۲) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۷ء اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۴۲
 صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص قطع و برید کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تحذیر اناس نہیں پڑھی
 بلکہ اکثر حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۷ء۔
 اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معافی میں ملاحظہ دینے کی سہی کی ہے اور کچھ قطع و برید بھی یہاں کوئی
 خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو لائق جواب ہو شرح فقہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے
 جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخوف طواست مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظنی و بروری)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ۲ و ۳ کے حوالہ پر قناعت
 کرتا ہوں جہاں پوری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں ہونگی نہ اس پر کسی افتادہ کی ضرورت ہے۔
 پھر حضرت خواجه غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز اشادات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ ص ۱۱۲ و ۱۱۳
 نقل کیے ہیں۔ مگر یہ برور بمعنی خبر و بنا جس کے مرزا صاحب فائل ہی عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ
 مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ دوست و وحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا
 صاحب فائل نہیں نیز نخل السد وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کیا مرزا صاحب تنازع کے بھی فائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کر دیا تھا لہذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا)

اولاً تقریباً (۱۴) مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کر دینی سہی کی ہے
 مگر کسی تفسیر کے بعد ہم عبارت اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

متعارض اقوال کی ہے لہذا حسب ضابطہ سابق ایک دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتے اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت بیان گواہ مدعیہ مدوحت مختار مدعا علیہ ملائی مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب سے ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ دعویٰ اس قدر مصرح ہے کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔ جو تھے حوالہ کے جواب میں منصب امانت ملا و متذکرہ پیش کیا ہے اور حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تبرہ صریح صدی کا مجدد و بحوالہ حج الکملانہ مشکلا بنایا۔ لیکن وہاں امام وقت کی طاعت کا بیان ہے نہ کہ کسی دعویدار نبوت کے تعظیم کے مدارجات ہونے کا یہ اس سے بالکل ہی تعلق نہیں کھتا دانت یہ عبارات اصل بیان گواہ مدعیہ ملا سے مقابلہ فرمائے دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

آٹھویں حوالہ کے سلسلہ میں فتاویٰ رشید یہ رفیع المبین سے بعض اسلامی فرقوں کے اشخاص کے پیچھے نماز ناجائز یا مکروہ ہونے کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ طہری کے معنی کوئی پناہ کم نکالنا نہیں بلکہ قرآن و حدیث و فقہ کی تصریحات نقل کر کے حکم ثابت کرنا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اور ائمہ دین کی تصریح کے خلاف ایک باکم جو صرف انہیں کو بتایا گیا۔ اور حلفت و حرمت سے متعلق ہے فرما ہے ہیں یہ اصناف شریعت محمدیہ رہے اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے اور طہری حرام ہے کہ کسی مکلف و مذنب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو“ (تحفہ گولڑیہ کلاں ص ۱۵)۔

بیان گواہ مدعیہ ملا، ملاحظہ فرمایا پیش شریعت کا کوئی سابقہ ثابت شدہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں بلکہ مستقل خدا سے ماز حرام ہونے کے حکم کی اطلاع کا اعلان فرما رہے ہیں یہ حرمت کا حکم براہ راست خدا سے جدید علم نہیں تو اور کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ملایا جاوے کہ مرزا صاحب کا مندرجہ فری قول کہاں تک درست ہے نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کچھ کم کرتے ہیں ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

(نور الحق حصہ اول ص ۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عبارات خلاف حقیقت واقع ہے۔

(مسئلہ جہاد)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) یہ حکم ان کا خود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو مسیح موعود کے حکم میں فرمایا کہ جب وہ آئے گا تو دینی جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔

(۲) کچھ مسلمانوں کے عقیدہ پر اعتراض کیا ہے۔

- (۳) چونکہ اس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو مرام قرار دیا اجماعاً احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید پر محمول کر لیا حقیقت المہدی تحفہ گوٹو بیہ کج وقت گزرنے پر محمول کیا۔
- (۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالیغ قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔
- (۵) جہاد یعنی کی حقیقت اور وقت وجوب قرآن و حدیث سے بتایا ہے۔

(مرتب تفصیلی جواب)

- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد بالیغ اور قتال کی قیامت تک باقی رکھا ہے۔ اور آخر قتال جہاد بالیغ کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال سے قتال بالیغ کریں گے۔ وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔
- (۱) الجہاد ماضی الی یومہ لقیامۃ (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔
- (۲) من یدوم هذا الدین قائماً یقاتل علیہ عصابہ من المسلمین حتی تقوم الساعة مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالیغ کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
- ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تفسیر ہر جہاد کا یہی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کا لگ رہا ہو۔

(وہ حوالہ جس میں مسیح کے قتال کی تصریح ہے)

- (۱) لا تنزل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی نادہم حتی یقاتل اخرہم المسیح المجال۔ (البدایہ مشکوٰۃ ص ۲۹۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا اور حتیٰ پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آخری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے قتال دینی لڑائی کرے گا۔
- یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

- (۲) عن ابی ہریرۃؓ.... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیض علیہ المسلمین۔ (البدایہ ص ۲۹۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی جی نہیں۔ اور وہ تم میں اترینگے جب ان کو دیکھو تو پہچان لو کہ ان کا درمیان ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کریں گے پانی چکنا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے لڑینگے کہ سرحدیں اور قتل خنزیر کرینگے اور جزیرہ نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو بخیر دے گا وہ دجال کو ہلاک کرینگے انہو خصوصیت سے ”فیقتال علی الاسلام کہ لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قابل خود ہے اور مختار۔ دعا علیہ کہ کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ“ حدیثوں میں ہے کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا فاتحہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جاسکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا فاتحہ کر دیں گے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جواب ترک بن کر نہیں دیتا عدالت خود ان کی سخت کلامی پر غور فرمائے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور امام کا ہونا نیز قدرت ہے کفار تو موجود ہی نہیں امام ہونے کے مرزا صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہوتے ہوئے حکم پر عمل نہ ہو سکتا اور جزیرے مگر نہ ہونے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہنا کہ اب سے کوار کے جہاد کا فاتحہ ہے۔ ”دکونٹ انگریزی اور جہاد“ پھر مسیح موعود کے وقت قلعہ جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا اور بعینہٴ مسیح (عاشیہ) دین میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع مسترد کرنا ہے جو بالافتقار کفر ہے پھر مسیح و مسیحین یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یا وقت گزرنے پر محمول ہے۔

اور ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد باسیت قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۱) بل صارت ہذہ الامر کشریعتہ نخت تا در قیام مقام ہذا تمام حجت بالدلائل واضحہ الخ یعنی جہاد باسیت کا حکم شریعتہ منسوخہ اور طریقہ متبدلہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محاربہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضحہ اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثبات کرنا قرار دیا گیا۔ (تحقیقۃ المہدی ص ۲۵)

لاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد یعنی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لعلت یہ کہ لفظ بھی ”نخت“ منسوخ ہونے کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو صراحتہً مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(تحقیقۃ المہدی ص ۲۵)

- (۲) دیکھیں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے انجو گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کبھی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سنا تا ہوں۔
- (۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا دارالبعین ملامہ ماشیہ مختار مدعا علیہ تو اس کی عدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صرت امانت گورنمنٹ برطانیہ اور انکی خوشنودی قرار دیتے ہیں

ملاحظہ ہوں خواجہات فریل

- (۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے انجو (اعجاز احمدی ص ۲۲)
- (۲) درجہ کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر تین سو سال تک بنا کر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی یہ بھی غیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلا و شام اور روم وغیرہ بلا و اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی۔
- (کتاب البریہ ص ۶)
- ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی غرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی یہ بھی غیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے۔ مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ جو فت لوائت اسے طویل نہیں دیتا۔
- (۴) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرنا اور پھر حدیث الکلمۃ حق عند سطات جاثو الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح السعانی ۱۰۱۱ سے لانا اور پھر من جہاد من جہاد الاصح والی جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سائل حق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ اور اس کا موقوف ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہے۔

پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں جب کہ اسکے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفایہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ہوئی قرار دیں و ذرورۃ سناہ الجہاد و مسلم کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک ملکی آیت سے جو حکم جہاد بالیعت سے پہلے نازل ہوئی اور آیت سیف نے ان سب کو حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اسے چھپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اعاذہ اللہ عنہ۔ اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد قرآن پاک اور احادیث میچھ میں اس جہاد بالسیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت و ریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دی گئی اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی لڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا کہ الجنة تحت ظلل السيوف۔ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ حدیث حضرت ابی ہریرہ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ قرآن ایک معمولی ہیئت کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تلوار اٹھائی اور میان کر توڑ کر لوگوں کو اتھری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت پایا ہو چکا۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے لطیف ذخیرہ کہ چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث میچھ متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں شیاطین الانس کا خوف ان کے رگ و پے میں اس درجہ اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے بلکہ نہیں۔ بلحشون الناس کخشیتہ اللہ وانشد خشیتہ اور جنہیں ابھی بڑے کی طاقت مائل ہے وہ اسے جہاد بالانفس پر محمول کرتے ہیں اور رجحنا من جہاد الاصفہانی جہاد الاکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس غافل و غافلہ اعتقاد کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء کو اپنے اعمال شیطانی کے لیے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کامیاب ہو سکتا ہے قرآن حکیم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان اللہ یحب الذین یقاتلون
فی سبیلہ صفا کانتہ ذین موصومہ
بے شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے
جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ
ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔ (سورۃ صف)

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات رد و ابلہ منقطع کیے گئے وہ وہابی بن علی الفند مجاہد تھے جو کابلی کی بنا پر جنگ خجوک میں شامل نہ ہوئے۔

و علی الثلثة الذین خلقو حتی
اذا ضاقت علیہم الارض بما دحبت
وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا
ملجاء من اللہ شو تاب علیہم لیتوبوا
ان اللہ هو الثواب الرحیم۔

اور ان میں پر بھی جو با منتظار ہر خداوندی ملتوی
رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمیں با وجود فراخی
ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے
اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں
پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ آئندہ
کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ
قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ نہ صرف یہی سمجھتے ہیں اور تکلیفوں کا نشانہ نہیں گے بلکہ
ان کی وجہ سے تمام قوم مبتلا کئے آلام ہوگی۔

و تمقوا فتنۃ لا تقیبن الذین
ظلموا منکم خاصۃ و اعنمو ان اللہ
شدید العقاب۔

اور اس بلاء سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر
نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سر تابی کی ہے بلکہ
سب اس کی زد میں آ جاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی
مار بہت بُری ہے۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقاء و قیام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن
یکم نے تمام مسلمانوں پر ریاضات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو لازم الیوم قرار دیا۔
واعدوا الہم ما استطعتم من
قوة و من دباط الخیل ترہبون بہ عدو
اللہ وعدوکم

اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے
جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے ساز و سامان
ہیما کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور
اپنے دشمنوں پر اپنی ذہاک بٹھائے رکھو گے۔

پھر نبوت کے اعمالِ مہمہ میں سب سے اشرف و اعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔
یا ایہا النبی حرم المومنین
علی القتال۔

اسے نبی مسلمانوں کو جنگ و قتال کرنے کے لیے
ابھارو۔

عالمِ انیب و السرار کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بد عملی اور جہد
نہاردی کی تھی ہوگی جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے چیلے تراش کر نفسِ قادح کے قریب ہیں
بتلا ہو جائیں گے اور قتال فی سبیل الحق و المحرم ترک کر دینگے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عقدہ لنگ

کوبیان کیا ہر ایک کی حقیقت آشکارا کر دی اور بتایا کہ تمہیں کسی طرح بھی اس فرضِ اہم و اقدس سے نجات نہیں مل سکتی یہ فوجی خدمت ہر مسلم مرد و عورت ایسے و غریب بادشاہ و فقیر آقا و عظام پر لازمی ہے اور اس سے کسی کو تفریق استثناء حاصل نہیں ہم اس وقت صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔

«الفت» مخالفین و معاندین اسلام نے اپنی مجتہد قوت سے اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ہے مسلمانوں کے تمام بلاد و اموال تباہ و برباد ہو رہے ہیں اندیشہ ہے کہ جیت مذہبی کی وجہ سے مسلمان مفالیہ کے لیے ڈانٹ کھڑے ہوں دشمنانِ دین فوراً اپنے مواعید کا ذبح اعلان کر دیتے ہیں کہ فرزندِ انِ اسلام کے تمام حقوق کی حفظ و نگہداشت کی بجائے ان کے مقدس مقامات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مذہبی و سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت روا نہ رکھی جائے گی۔ اس قسم کی دل فریب باتیں سن کر اکثر جلد پر طبعیتیں پکا ر اٹھتی ہیں کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا حد درجہ کی سفاقت و بد اخلاق ہے یہ تو پیکرِ فرشتگی و ملکیت ہیں قرآن کہتا ہے کہ ان پر اعتماد کرنا جہل و نادانی ہے وہ اپنے وعدے پورا نہ کریں گے۔

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ
شہدین علی انفسہم بالکفر پارہ ننا
مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں اور
اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں۔

(ب) مسلمان اپنے گھروں میں میک کام کرتے ہیں علماء کرام قرآن و حدیث کے درس میں مصروف ہیں گزشتہ صوفیہ خانقاہوں میں اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ ترکیبِ نفس حاصل ہو نہرا روں لاکھوں انسان ہیں جو ان سے اپنی نشانی کو دور کرتے اور سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں یہ لوگ ان اعمالِ صالحہ کو پیش کر کے اپنے آپ کو قتال فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سان الہی انہیں ظالم قرار دیتی ہے۔

اجعلتم سفایۃ الحاکم و عمایۃ
المسجد الحرام کم من امن باللہ
والیوم الآخر و جاہد فی سبیل
اللہ لایستون عنہ واللہ لایہدی القوم
الظالمین۔
کیا تم نے حاکموں کو پانی پلانے اور غارِ کعبہ کے
آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں میں سمجھ لیا ہے جو
اللہ اور ذرا آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے راستہ
میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں
اور اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین ماہ تجارت کرتے تھے تین ماہ
درسِ حدیث میں مصروف رہتے تین مہینوں میں حج کرتے اور باقی ایام جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کرتے انہوں نے
حضرت فضیل بن عیاض کو خط بھیجا جو اس وقت بیت اللہ میں متکث تھے اور حضرت عبداللہ مصروف جہاد اس
خط کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

یا عابد الحرمین لو ابجرنا

لعلمت انک بالعباد تلعب

فیصل رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمن سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی فرقتیں مالِ باپ کی محبت رشتہ داروں کی خبر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی مخالفت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبہ دار مال جو تم نے کمائے ہیں سودا گری جس کے مندا پر بیٹے کا تم کو اندیشہ اور مکانات جن کو تمہارا جی چاہتا ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو صبر کرو وہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارا سامنے لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو سرتابی کریں۔

قل ان کان اباؤکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموالکم تفرقتوہا و تجادۃ تحشون کسادھا و ملکن ترضونہا احب الیکم من اللہ و رسوله و جہاد فی سبیلہ فترکوا حتیٰ یأتی اللہ بامرہ و اللہ لا یہدی القوم الفاسقین ۛ

(پادہ - ۱۰)

(د) قلت تعداد نقدان اسباب اور صنعت ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور جنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیچھے پھیر کر جنگ نکلی

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبکم کثرتکم اذا عجبکم شیعنا و ضاقت علیکم الارض بمارحبتکم و لیتم ہدیرین ۛ

(۵) تاجرانہ تعلقات اور ملازمت کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا اور یہ خیال نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام فرائض مسدود ہو جائیں گے۔

مسلمانوں - مشرک تو گندے ہیں تو اس برس کے بعد صرمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر ان کے ساتھ لین دین بند ہو جائے تو تم کو

یٰۤایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقرءوا المسجد الحرام بعد عامہم طہا۔ پادہ - ۱۱

مغلی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گویائی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام مجتہدین اور چاہنے والوں پر اس کی شہنشاہی و طاقت غالب ہے اسی کا سودا سیریں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو کہ یہی احیاء اعمال الی اللہ ہے یہی سناسم الاسلام ہے یہی مضارہ ایمان اور مغتر جہاد ہے۔

و جاهدوا فی اللہ حق جہادہ
هو اجتباکم وما جعل علیکم فی الذین
من حرج ملۃ ابراہیم
هو سئکم المسلمین من قبل و فی
ہذا لیکون الرسول شہیداً
علیکم و ستکونوا شہداء
علی الناس فاقیموا الصلوۃ
واتوا الزکوۃ و اعتصموا باللہ
هو مولکم فنعمر المولی
و نعمر النصیر۔

(پاۃ - ۱۷)

ہے اور کیا قوی مددگار۔

امادیت نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھولی کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
والذی ففس مجیدہ لو و روت
ان اقل فی سبیل اللہ شہد اچھا شہد
اقل شہد اچھا شہد قتل شہد اچھا
شہد اقل

دوسری حدیث میں ہے۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من
الدینا و ما فیہا۔
ایک دن اللہ کے راستہ میں جو کیداری کرتی بہتر
ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

جی شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مر گیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرا ہے۔

ومن مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شذوثة
جو شخص مر گیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا
اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ
منافق کی موت مرا۔

ایک موقع پر یوں ارشاد ہوا۔
ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف
جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے
نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی مدقام نہ فرمائی۔

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله
مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد فاضل
الیوم القيمة قیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی
شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے گمراہ جہاد کے (عیاذ باللہ)
بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف۔ سبھی خیر خواہی
گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا
خاتمہ ہے۔ باری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بنیادوں کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ
قیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ نہ ہوا الا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہو گیا قرآن
پاک کی قطعی آیات اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب جو دھوسیں مدی کے ایک شخص کے حکم
سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفریہ ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکتا
اور امر ہے اور اس سے انکار کر کے اسے ختم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدلنا انکار
و منسوخ کرنا صریح کفر ہے جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

(جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے)

اس سلسلہ میں کئی زندگی اور کئی منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی ناز و شکلی سے متعلق
تھے۔ غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

و ادیش میں مصرح موجود ہیں مدافیانہ بھی اور بارعانہ بھی ایک قسم کو مستقل مذمت کر دینا بھی دین میں کمی کرنا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل ضروری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے منسوخی و خاتمہ کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے خاتمہ کا اعلان و حکم کیا جاسکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کا اعلان بلا عرب و شام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی مختار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ مث پر صاف اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور خاتمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی و سچی خیر خواہی گورنمنٹ برطانیہ کی ہرزہ نہ تھی (ملخصاً)

(بزرگان دین پر بہتان عظیم)

پھر حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا۔

ماشاء اللہ ان کا رسالہ جہاد یہ و حیات طیبہ ملاحظہ ہو۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے، نقل عبارت میں طویل ہو گا کہ کیا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے۔

اس میں جب کہ وہ خود جہاد بالیغ میں مصروف ہیں تو جہاد کے مسئلہ کو فراب اور اس کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور منسوخی کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں یہ کیا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا اس سلسلہ میں بلا وجہ گورنمنٹ برطانیہ کے محاذ اور ادنیٰ کا سایہ رحمت ہونا بھی زبردست لایا گیا ہے۔ اور باوجودیکہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک سلسلے اس کے مظالم اور مداخلت فی الدین کرنیکی دوں گا۔ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر برکینے اور کسی قدر عظیم الشان جملے کئے ہیں۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اس لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں۔

بہر حال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرنے میں مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اس کا جواب تائیداً ناممکن ہے۔ عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالجات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

تیسری وجہ تکفیر (دعوی نبوت)

اس سلسلہ میں مدعیہ کی جانب سے کوئی بھی نبوت اس بیڑنگ کے تحت پیش نہیں کرتا ہے کیونکہ بوضاحت بسلسلہ ختم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ مجھ احوال صحابہ، قرآن سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریباً (۵۰) سے زائد بالکل لاجواب جن کا جواب میں تذکرہ تک نہ آیا گذر چکے۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے مصراحتہ ثابت ہو گیا کہ کسی قسم کا غلطی۔ بروزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء باجماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ دشمنی میں تحریف و تاویل کر کے دہرائیں۔ جن کا غیر متعلق اور سرے سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارہ و کنایہ بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم اس کی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گزارش کرتا ہوں۔

(قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ (۱) یا بنی آدم الخ (۲) اللہ بصطفی الخ (۳) اذکودالنعمة اللہ الخ
ظہر الفساد الخ (۵) صراط الذین انعمت علیہم بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲ (۶) واذ
ابتلی ابراہیم (۷) آیتہ میثاق (۸) ومن یطع اللہ والرسول (۹) ماکان اللہ لیزد (۱۰) کلا
ہدینا (۱۱) آیت استخلاف (۱۲) وسبق الذین کفروا الی جہنم ذمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و (۱۱) کا جواب بحث میں تذکرہ کیا۔ اور پوری پھر بیغہ نصفت درجی کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لانے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سہی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

مُتَّاب ہے۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ)

- (۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدمؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہوتا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔
- (۲) سیاق و سباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
- (۳) اس سے پہلی آیت یا بنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
- (۴) اور بعد کی آیات ہمارے معنوں کو مؤید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
- (۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
- (۶) روایت ابن جریر میں آدم اور ذریت دونوں کا ذکر ہے اور آیت میں صرف بنی آدم کا۔
- (۷) قرآن میں حکایت عن المصنفی کا اشارہ تک نہیں۔
- (۸) عبدالرحمن بن زیاد اور بیاض ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
- (۹) اقوال تابعین و مفسرین مجتہدین نہیں حوالہ اتقان ابن خلدون۔
- (۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
- (۱۱) یا بنی آدم یا ایہا الناس کے فرق کا جواب۔
- (۱۲) بدیۃ الشیعۃ۔
- (۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
- (۱۴) انا کی بحث۔

(الجواب)

- (۱) ہرگز سیاق و سباق اس کے خلاف نہیں میں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق و سباق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جب بھی کہیں تخصیص پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً خارجی قرآن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے درنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ
- (۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آ رہا ہے۔

(۳) اس پہلی آیت میں یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ میں خطاب عام اولاد کو ہے اور تخصیص خارج سے شان نزول کی مدد سے جو پیش کی ہے وہ اصل عموم الفاظ کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوصی مورد کا تعجب ہے کہ دوسرا شان نزول پیش کرے تو اسی ضابطہ سے مختار مدعا علیہ اسے مسترد کر دیتا ہے اور اپنے لیے اسی سے دلیل لاتا ہے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا بنی آدم الخ سے عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ یا زمانہ محمدیہ کے لوگوں کے مراد ہیں البتہ حکم اس قسم کا ہے کہ ختم نہیں ہوا اب تک اس امت میں موجود ہے پس یہ ماسبق کی امت خلاف ہمارے مدعا کے نہ ہوئی بلکہ اسی کو مؤید رہی۔

(۴) بالبعد ایک آیت بھی مختار مدعا علیہ کے معنی کی مؤید نہیں بلکہ تائید کا اشارہ تک نہیں دراصل مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ معنی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں ازل کا ذکر تھا اور اس میں ابد و آخرۃ یا قیامت و وقت دخول جنت کا وہ حکایتہ حال ماضیہ تھی یہ حکایتہ حال آیتہ دوسرے سیاق و سباق کی نگرہ مختار مدعا علیہ کو فضول ہے جب کہ وہ خود اقراری ہے کہ در اور حضرت آدم کا واقعہ ضمنی طور پر درمیان میں آیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس میں ضمناً پہلے منترضہ بھی ہیں جن کا ماقبل و مابعد سیاق و سباق سے حل کرنا اسی کے قول کے مطابق نہیں ہو سکتا ورنہ میں نے تو اس کا حل مختصر یہاں اور مفصل اصل بحث میں پیش کر دیا ہے نیز گواہان مدعیہ نے بحواب جرح بھی اسے ایک حد تک صاف کر دیا ہے۔

(۵) یقیناً یہ کہنا صحیح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی اور ہمارے اس قول کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غلط بیانی ہے کہ اس نے آیت متنازعہ کے متعلق اتفاق کا حوالہ پیش کیا بلکہ ماقبل کی آیت خذوا زینتکم الاینہ کے متعلق اتفاق کا حوالہ پیش کیا تھا اور اسی پچھلی آیت کے تحت سے ایک ضابطہ عام نقل کیا تھا مگر اس کا غیر متعلق ہونا اچھی طرح ابتدائی بحث میں واضح کر چکا ہوں اور واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ایک عام قاعدہ کی اتفاق میں ایک مثال دہی ہے یہ ہرگز نہیں کہ اس آیت متنازعہ میں یا جہاں بھی یہ لفظ آئے یہی مطلب ہوتا ہے ملاحظہ ہوا اتفاق ۱۶۴

(۶) جس طرح روایت ابن جریر میں حضرت آدم اور اس کی ذریتہ دونوں کا ذکر ہے یوں ہی آیت میں اولاد

آدم مع آدم کے مراد ہیں اور ایسا قرآن پاک میں جا بجا ہے اعملوا ال دؤد شکر الخ ادخلوا ال عین اشد العذاب یہاں آل داؤد میں داؤد اور آل فرعون یا عیون یا لا اتفاق شامل ہے اسی طرح اس متنازعہ آیت میں بھی بنی آدم کے ساتھ آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور یہ خاص اس کلام بلاغت

نظام اسلوب اداسے جسے کثافت و بیضاوی اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے۔

(۷) قرآن میں حکایتہ حال ماضی کا اشارہ کیا تصریح موجود ہے کیونکہ یہ آیت گویا قدرے تفصیل ہے
فاما یا تبیتکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔
کی اور یہ ہر حال سلسلہ ہدایت و تیان رسل شروع ہونے سے پہلے کی ہونا چاہئے ورنہ رسول آپکے
کے بعد اس کا کہنا ہی محض عبث و ضلول ہوگا۔

جسے ذرہ سی بھی قرآن دانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل و انزال کتب
سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم کے قصہ اور اون کے جنت
سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال ماضیہ
بیان ہوا ہے۔ اور ایسی مثالیں حکایتہ حال ماضیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں۔

(۸) مختار مدعیہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبد الرحمن ابن زیاد اور بیاج ہرگز
ضعیف نہیں ان کے ضعف کا فیصلہ ہے صرف ایک قول ان کے متعلق بلا سبب و علت بیان کئے
ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو ارفع والتکیل فی الجرح والتعلیل
مکۃ القول الاول انه یقبل التقدیل من غیر ذکر سببہ - - - - -

”واما الجرح فانہ لا یقبل الا مسقراً بیناً یسبب الجرح الخ“ یعنی پہلا قول
یہ ہے کہ کسی کی تعلیل و توثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک
اوس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ و تاقیدین ماہرین حدیث بخاری و مسلم وغیرہ
کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو
کتاب مذکور مکۃ

”وقد أکتفی ابن الصلاح فی مقدمته علی القول الاول من هذه الاقوال وقال ذکر
الخطیب المحافظ انه مذہب الأئمة من حفاظ الحدیث و نقادہ مثل۔
بخاری و مسلم

”وقال الزین العراقي فی الشرح الالفیة فی القول الاول انه صحیح المشہور۔“
پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی بنصرہ ماہرین فن جرح مجروح نہیں کر سکتی مزید برآں

اُسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو، حافظ شمس الدین ذہبی اس عبدالرحمن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور عہد صالح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابو داؤد امام احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجتہ ہے۔ یہی ابن قطان جی سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے اسناد و امام اسحاق ابن راہویہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قطان سے سنا کہ عید الرحمن ابن زیاد ثقہ (معتبر) ہے اور ضعیف ہیں۔ وقال اسحاق ابن راہویہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عید الرحمن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ۲۴ ص ۹۱) باقی رہا یحیاء ابن بسطام خراسانی۔ یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں، سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے سہاج سے زاید کوئی فیصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ میں میں ایک لاکھ آدمی مجتمع ہو گئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ یحیاء ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا کو بار بڑا فقیہ بڑا شجاع بڑا سخی ورجیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہندی ج دوم ص ۵۵۵)

اِس گزیدہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید انس کے معاملہ میں متردد ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ یس بنی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ یس بنی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مرۃ کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مرۃ نے کہہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مرۃ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کبھی یہ کہا کہ یس بنی غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعیف پیدا نہیں جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۵۵۵)

لہذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح ہے اعتبار ہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی یسار سلی وبال اتفاق ثقہ نہایت معبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں موجود ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جس سے ہم نے نقل کیا ہے وہ ابی یسار سلی معتبر ہے۔ مرثیہ گزراش کر دوں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان مکتبہ شیعہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تفسیروں کے متعلق جو اتقان کا حوالہ نقل کیا ہے اُس میں شریک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے وہیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرما رہے ہیں۔

اور سوائے بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً یہ ابن جریر وغیرہ کی اسی اتقان میں شہود کے ساتھ تو ثبوت ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر قرار ہے ہیں اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔

دلائل ہو اتقان طبقات المفسرین ج ۱ ص ۱۸۹، باقی رہا حوالہ ابن خلدون اُس میں بھی خیانت ہے۔ جو اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیے ہیں در تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین، یہ الفاظ ہر دو بیانوں سے کہ مطبوعہ کاپی میں قول ابن خلدون کر کے موجود ہیں۔ حالانکہ متعدد ادیلریشن بحث میں پیش کر کے دکھا چکے ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبہم دا قوا لہم قشطل) اس کے متعلق گزارش ہے کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، ماریج اور یہ ہے مسلم کہ ہر فن میں اُسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ جیسے کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب دیا پس اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں نہ کہ لوگ گمراہ نہ ہوں اُن کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پرزینہ فراب و خندوش نہیں ہوتا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، ماریج ص ۱۹۳ اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۲۵ تحت آیت لقد ہمت الی سے پیش کی ہے علاوہ اس کے ابن خلدون کی یہ رائے صرف قصص و حکایت میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مشتقی کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل نہ کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۸۰ کا حوالہ دیا ہے وہاں رئیس المفسرین کا لفظی لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہیں قال النووی اجمعت الامتہ لہم یصنف مثل تفسیر الطبری، امام زوری فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حاد اسفرامنی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک بین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۸۰

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے معتبر و قابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اُس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہئے۔

(۱۱) یا بنی آدم سے اہل نبی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص امتہ محمدیہ اور یا ایہا الذین امنوا سے صرف

مومنین امت اور یا یہاں الذین کفروا سے کفار مکہ اور خطاب میں لیا گیا الناس آتلبے اسے اصل بحث میں قرآنی مسئلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود مقابلہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو دیگا صرف الفاظ بدلائے ہیں۔

(۱۲) ہدیۃ النبیہ کا حوالہ جو ڈیٹل اصول پر غیر مسلم اور جدید بے نیرو ہاں اس آیت کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث بے جت بلاوجہ یہاں چھیڑا جاوے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجے گا روزانہ و وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کر وعدہ پورا فرما دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلافت وعدہ خلاف ہوتا۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو ناسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ بطرحہ پورا ہو گیا اور حکم علیحدہ ختم نبوت اور انسداد سلسلہ نبوت و باب نبوت علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ انما کی بحث بلاوجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ آما جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس سے صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت سے صرف بنی آدم سے انزال میں رسول آئندہ بھیجے گا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق لفظی بحث چھیڑ دی۔

بحمد اللہ ثابت ہو چکا کہ اس آیت کے متعلق جو تاویلات مختار مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لا جواب ہی رہے۔
(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعویٰ پر رروح المعانی ج ۲ ص ۱۱۱ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لا جواب رہا۔

(دوسری آیت)

انی جاعلک للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سلف و خلف سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے قابل نہ تھا اور جو کچھ اصل بحث میں اوس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار نقطہ جواب الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

- (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہیگا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس یا سب کو ظالم مانو یا نبوت کا امکان۔
- (۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریتہ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جمائی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے۔ لغت عرب کا حوالہ چھوڑ کر ہدایتہ الشیعہ دیکھو۔
- (۳) مرزا صاحب بلا ریب ابراہیمی نسل سے ہیں استغنا صحت (جواب الجواب)

جواب ہونہ سکا صرف ماننا چاہیے۔

- (۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بھینغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنی میں ہے وہ پورا ہوا اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے معنی زاد ہیں جن پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک سلف و خلف یلتے چلتے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کوئی ظالم مانا پڑتا ہے نہ اجراء نبوتہ بدینینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر یہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو سادھے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاذ باللہ ظالم ماننا پڑے گا جس میں تمام فتن رونما ہووے مگر نبی نہ بنائے گئے حالانکہ ابراہیمی نسل میں اب تک کس قدر صحابہ ائمہ قطب ابدال غوث صلحا آئے امت گزرے۔ یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف قطس کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض استمراری معنی محض تفسیر بالراے ہے جو حرام قطعی ہے۔

- (۲) یقیناً ذریتہ کا لفظ عربی زبان میں صرف جمائی ذریتہ پر بولا جاتا ہے اور انسان کی نسل و فرزند ان پر اطلاق پاتا ہے۔ لغت کی مختصر تیب اس تصریح سے پر ہیں قرآن و احادیث و محاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں تعلی کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم وغیر مسلم حوالہ نہیں کر سکا اور اپنے عجز کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ ”یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑنا ہوں۔ باقی مدرسہ دیوبند کی ہدیتہ الشیعہ پیش کرتا ہوں۔“

واضح رہے کہ ہدیتہ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریتہ نہ معلوم کس قدر معنوں پر آتا ہے عربی لغت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا اور میرا دعویٰ محمد اللہ جواب رہا۔ منغل اہل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) مرزا صاحب کا شی فارس یا اولاد فاطمہ سے ہونا کوئی علم الانساب کے اموں پر نہیں بلکہ ان کا کشفی والہامی ہے جو کسی پر بحث نہیں۔ ہاں اون کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اسکی تردید فرماتے ہیں کہ اللہ نے میر سے پردہ بھیجی کہ میری آباء اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفقا مٹے)

پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا بنی فاطمہ ہونا ہی طے نہ ہوا اور سب کا سب خلافت نسب نامہ مشہور کشفی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الہی نے بزع اموں کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد برابر اسی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ ہوا۔

خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

(۱) یصطفیٰ میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منجد اور جرح گواہ مدعیہ کا حوالہ پیش ہے۔

(۲) مشترک کے دونوں معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ روایت عینہ میں لیتے ہیں۔

(۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔

(الجواب)

(۱) میرا اعتراض دونوں حال و استقبال کے معنی یکدم حقیقت مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے لا عموم لہ ای المشرق لک کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص ۸۷ جرح گواہ مدعیہ کا (۱۱ مارچ ۱۳۲۲ء) سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منجد اور گواہ مدعیہ کا کہ جرح سے پیش کیا کہ مفارغ وہ فعل ہے کہ حال و استقبال دونوں پر دلالت کرے۔ مگر میرا اعتراض مفارغ کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقت ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ مجدد اشرا لاجواب ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

- (۲) نایت عینہ اپنی طرف سے مثال گروہ کو میرا پیش کردہ حوالہ فوراً انوارِ معلوم مشترک کا نہیں توڑ سکتے بہر حال ایک ہی معنی مراد دے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔
- (۳) مشارع میں استمراری معنی تحقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی تفسیر صارتہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کفریہ مضمون بنانے کے واسطے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی یہے بنائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر نہ ان پٹو بے بس ہیں پیش کر چکا اور خدا کی طرف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استمرار مراد ہو بلکہ حالی یا استقبال ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور مختار مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ ص ۱۰۷ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجزاء نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم جیسا تھا رسول کیسے بنایا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ وہ یکسی نہیں کہ کوئی میثار ہو بلکہ اللہ کے نظروں انتخاب پر موقوف ہے جسے چاہے برگزیدہ کرے وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چنتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لا جواب ہی رہا۔

د چوتھی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

- اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور مختص یہ تاویل کی کہ۔
- (۱) ایام الصلح سے جو اسی آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔
- (۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔
- (۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابقت ہے جو اس آیت میں ہے۔
- (۱) الجواب

- (۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعویٰ نبوت کا دہم و گمان بھی مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سہ تالیف یکم جنوری ۱۸۹۹ء ہے عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرمائے تفصیل اصل بحث میں ہے۔

(۲) کشتی نوح ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعویٰ نبوت اور نبوت سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات و احادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔

(۳) آیت اھدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ ”ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا“ محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعویٰ ہوگی یہ بھی غلط ہے دعا مانگنے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے ”ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا“ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر رہے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔
باقی جوامع اس آیت کے بحث میں دیئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور وہ لاجواب ہی ہے۔

خلاصہ تاویل

(پانچویں آیت ومن یطعم اللہ والرسول)

(۱) مختار مدعا علیہ نے معصی سے نبی ہونا مراد لینے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعم علیہم اور حدیث التاجر الصدوق بحشمہ مع الانبیاء پیش کی اور اگر غور سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الٰہ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں

(۳) تو فنامع الابراہ اور فاکتبنا مع الشاہدین وغیرہ میں متبعی من ہے کہ ہمیں ان کے زمرے سے کر دے۔

(۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

(۱) اس استعمال سے صرت میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بننا مراد ہوتا تو اسے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی مولیٰ پر ہر تاہر صدوق نبی بن جاتا یا بن سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفسیل اصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر اُدھر مُلا شروع کر دیا۔

(۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الٰہ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گزارش کرتا

ہوں کہ آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف تو یہی سختی کرتے چلے آئے۔
اب مختار مدعا علیہ انہیں جو چاہت کہے اور جو چاہت سمجھے رہیں نے تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے
روایت مرزا ماسیب کے رئیس المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ ملا وج ۵۹ سے پیش کر دی تھی۔ جسے لا جواب
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا۔ اصل بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ملا دجھا۔ بخاری
۲۷۱۱۔ اصل بحث ملاحظہ ہو ان درجوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اور اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا
بہر حال یہ بھی لا جواب رہا۔

- (۳) ان ائمہ میں سے بمعنی مجازاً مراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ مراد ہو۔ چنانچہ جن لوگوں نے
ان ائمہ میں یہ معنی ایسے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے یہ مراد نہیں لیتے۔
- (۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان ائمہ سے اگر مع کے واسطے یقعدہ نکلا بنا لیا جائے جیسا کہ گوامان
مدعا علیہ نے بنالیا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بنایا خدا بننے کی دعا کرنا لازم آئے گا۔ جواب
نہ ہو سکا مخالف کی کسی کی۔ باقی اہل جو جواب تھا اور اس کا ذکر تک نہ کیا۔ اس آیت میں مع سے معیت بمعنی
رفاقت مراد ہے اور اس کا ثبوت اسی آیت کا آخری حصہ مصرح موجود ہے کہ وحسن اولیاءہ و ذلیقہا
یہ انبیاء و صدیقین و صلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے نبض قرآن اس استدلال کا ناتم ہو جاتا ہے اس کا
جوابی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل
لا جواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔

(پچھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

- (۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے۔
- (۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت روحانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے۔
- (۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرتا ہے اور چند ائمہ
- (۴) جسمانی بادشاہت تو غیر مؤمنین اور غیر صلحاء کو بھی مل جاتی ہے۔
- (۵) تفسیر کبیر کے دو حوالے۔

الجواب

در اصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے۔

(۱) الحمد للہ کہ جواب کے قابل انتہات نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراض کر لیا۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونوں مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں

بلکہ دارث علوم نبویہ ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ بیٹا باپ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری

دلیپمکنہم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی بھی جواب

نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ منکم سے خود ہی

تخصیص فرمادی ہے اور تمام امت ائمہ سلف و خلف۔ آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل و خصوصیات

سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۴) صرف جسمانی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی اور درانت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں لگانے سے تغیر بالآیات جو میں نے

پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا

ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول منبر

نہ ہونا مسئلہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہر حال اس کے قابل انتہات ہونے

کا اعتراض ہے اور تاویل جو کی ہے۔ وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر

ملاحظہ فرمائے۔

باقی آیات کا جواب ان جواب رہا۔

(احادیث امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث تو اس بن سہمان جس

میں نبی اللہ کا لفظ ہے اس کی تضعیف ازالہ مسئلہ ۳۳ سے اور نبی اللہ سے جہازاً نبی ہونا سراج منیر ص ۱۰۰

میں پیش کیا تھا جس سے اجراء نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ وہ ہے

عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمائے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث والی میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے میں غیر ان یکونوا انبیاء الخ کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہذا اس سے بھی

اجراء نبوت نہ ثابت ہوا۔ البتہ خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال) اولاً تو کنز اعمال

ہیں لان یکن نبیا بھی ہے کہ البکر بنی نہ ہوں گے۔ باوجود افضل الناس ہونیکے۔ یہ صحیح ہے اور ایسے بکثرت محاورات ملیں گے۔

مرزا مظہر جان جاناں رحم کی مدح میں کہا گیا ہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔ وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بجدا اللہ ایک دلیل سے بھی اجراء نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ فلن الحمد
ختم نبوت و دعوی نبوت کا مسئلہ ختم ہوا۔

تیسری وجہ تکفیر کا اثبات وجواب الجواب

انکار حشر اجماد و نفع صور

گوہان مدعیر نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب حشر اجماد و نفع صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حوالہ جات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواد مدعا علیہ کے بیان و بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجماد و نفع صور کا انکار کرنے والا قرآن اسلام کا کذب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور مقرر جانتا ہے لہذا اس وجہ کی بنا پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیر کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقالات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور جمالی ہے۔ اور یہاں انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد قرآن کی نیت محض نفی رہ جاتی ہے و جمیع۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اِذَا جَاءَهُ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَشَهَادَةُ لِرَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَاللَّهُ
يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ اتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اِنَّهُمْ
سَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - (سورۃ المنافقون ۳) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَدِّعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ فِى قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ - (الایہ

ماصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے کہ کسی شخص کا اقرار جب کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر
دلائل کرتا ہو۔ کوئی وقت نہیں رکھتا۔ بس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں۔ جن سے
لازمی اور ضروری طور پر حشر اجماد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان حشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے
اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے اعداء اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو محض بے سود ہونے کی وجہ سے کالم
خراہ دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا و ابجا دیا کہ انسان مرنے کے بعد فی "نورجنت" یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سائے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو۔ دینیے اعلیٰ درجہ کے لوگ صدیقی شہید انبیاء جو سائے وجود اور قویٰ کے ساتھ داخل جنت ہو جلتے ہیں۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سائے وجود اور قویٰ سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں۔ یہاں بعض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے۔ جیسا عامہ مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ یہاں ان کے مقابل عامہ کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب الزالہ اہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جس کو گواہ نمبر اپنے بیان میں پیش کیا تھا۔

نیز مرزا صاحب کی کتاب حمائم البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ وقد علمت انفا ان اهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مكث ولا ينظرون القیمة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فقد قامت قیامته۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلا تاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ قیامت کو دیکھیں گے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو مر گیا۔ اس کی قیامت ہو گئی (۲) جو لوگ سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سرورست نہیں جاتے۔ وہ بھی یوم الحشر اور یوم الحساب سے پہلے پہلے ترقی کرتے کرتے اپنی اعلیٰ درجہ میں آجاتے ہیں۔ اور صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر ۱ کی محولہ عبارت الزالہ اہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت "ہاں جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے۔ تو ادنیٰ سے اعلیٰ میں آجاتا ہے اس ترقی کی ایک سیر بھی صورت ہے (۳) آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہیدوں اور صدیقیوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جائے۔ (۴) الزالہ اہام صفحہ ۳۶۱ میں ہے "اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ اور وہی الحشر ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔"

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھر ایمان عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کتاب الزالہ اہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمائم البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ بالا عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے۔

لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ مومن کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی ترقی الٰہی اقصیٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کوئی بہشتی اور کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ اس درجہ بہشتی ہو۔ ہاں ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۰ ازالہ اوہام باب حاصل کلام یہ ہے۔ (سے) تو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجائے رنگ، اب جب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے اپنے سائے وجود اور نمای قوی کے ساتھ یا بہشت میں ہوں گے۔ یا جہنم میں۔ اور بموجب عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت اور دوزخ سے نکالا نہیں جاسکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حشر اجساد باطل ہے۔ یعنی مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۰ بسلسلہ عبارت محولہ گواہ نمبر امدعا علیہ کفر کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ (سے) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت میں بھی ہوں گے۔ رنگ

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ حشر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر حشر جسمانی کو یہودیہ یا نہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو یہودیہ سرشت قرار دیا جو آج تک حشر جسمانی کی معتقد چلی آتی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ د ۳۵۱ ملاحظہ ہو۔ اور قیامت کے دن حضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (سے) گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کرے گی۔ (رنگ)۔

مرزا صاحب نے اس مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی بنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الٰہی کی تجلی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر قہر الٰہی کی تجلی ہوگی۔ اور اس طرح پر جنت والوں کو جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں اور یوم الحساب کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵ میں ہے۔ فی مثل اللہ الجنة فی اعین اہلہا بصودۃ ما راء تھا اعینہم قط کما وعد فی کتاب للمسلمین فی کون لہم ذلک الیوم یوم المسرة العظمیٰ والسعادة الکبریٰ فیدخلونہا فرحین امتین۔

و کذلک تمثل جہنم فی اعین اہلہا فی صودۃ ۱۰ یفجعہم و یتھا ۔

یہاں سے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ثابت ہوا۔ کہ یوم الحساب کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل ہونا صرف تمثلی اور محض دکھانا ہے اور تحصیل حاصل جیسا سینا کا کھیل مرزا صاحب کے اس عقیدہ سے اسلام کے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ بعض مومن اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جو اپنے اعمال کی سزا بھگت کر یا شفاعت سید المرسلین و دیگر انبیاء علیہم السلام یا شفاعت صالحین سے یا محض رحم رب العالمین سے دوزخ سے نجات پا کر داخل جنت ہوں گے۔ کیونکہ موجب عقیدہ فاسدہ مرزا صاحب دوزخ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا۔

نیز اصحاب اعراف کا بھی انکار ہو گیا۔ جو نصوص قطعیہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات بھی غفی نہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ عقیدہ محض کسی غلط فہمی سے ایجاد نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس کے ملحدانہ نتائج سے بے خبر تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اس سے اسلامی عقائد میں سخت انقلاب پیدا ہوگا اور معتدات اسلامیہ زیر و زبر ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ ان کی ایک خاص غرض اس عقیدہ سے وابستہ تھی اس لیے انہوں نے نصوص قرآن و احادیث کی کچھ پروا نہ کی اور یہ عقیدہ تراش لیا کہ جتنی لوگ مرنے کے بعد اور جہنمی فوج جنت اور جہنم میں چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکتے اور اس پر بعض آیات اور احادیث کی غلط تاویل کر کے استشہاد و استدلال کیا۔ اور یہ ظاہر کیلئے کہ گویا وہ اسلام اور مسلمانوں پر قرآن کی باہمی مخالفت آیتوں میں تطبیق اور توفیق دیکر تعارض کو دور کر کے احسان کر رہے ہیں گو ادعائے مدعا علیہ نے بھی اپنے بیدہ امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کفریہ عقیدہ کا ہمیں احسان بخلا ہے۔

مختار مدعا علیہ اپنے جواب بحث میں کہتا ہے کہ (مرزا صاحب نے) جو آیات اور احادیث ان مسائل کے متعلق پائی جاتی ہیں محدین کے اعتراض کو ملحوظ رکھ کر ان میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر جو ازالہ اوہام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حدیثوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے چند آیات اور احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ۔

”پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعا علیہ ان آیات اور اپنے عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اٹھیں گے تطبیق کر کے دکھائیں۔“

مختار مدعا علیہ کی اس تحدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے زعم میں یہ ایسا عقیدہ تھا جس کو مرزا صاحب کے سوا کسی نے حل نہیں کیا اور اگر مرزا صاحب تشریف لا کر یہ عقیدہ حل نہ کرتے تو اسلام اور مسلمان محدین کے اعتراضات کے بارے میں قیامت تک دبے رہتے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیات و احادیث جن کی باہمی تطبیق کے لیے اس نے تحدی اور چیلنج کیا ہے یہ ہیں۔

(۱) اَعْرِضُوا مَا دَخَلُوا نَارًا ۱۔ (نوح) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔

(۲) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا۔ کہ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔

(۳) یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارجعی الایۃ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو نفس خدا کی طرف تسلی پا گیا ہو اُسے دیگر بندگان الہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک مومن کو ملتا وقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

(۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَبِلْ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں قصصِ تو جنت کو دیکھا اور اس میں اکثر ضعیف تھے۔

(۶) شہداء کے متعلق قرآن میں وارد ہے کہ ان کو مردے مت کہو بلکہ اَحیاء عند ربہم یُدْعَوْنَ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق رکھتے ہیں۔ پھر کتاب الفصل ۳ ص ۱۲۴ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کے ارواح جنت میں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء کے ارواح بھی بلا شک جنت میں ہیں یہ قصص وہ مشکلات جن کی بنا پر مرزا صاحب نے سینکڑوں آیات اور احادیث سے ثابت شدہ عقائد حشر اجتہاد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور یوم الحساب کے احوال و احوال اور واقعات بعثت حشر وزن اعمال وغیرہ کا انکار کر دیا اور مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ان آیات و احادیث کے درمیان اور اپنے عقیدہ قبروں سے مردوں کے اٹھنے کے درمیان تطبیق کر کے دکھاؤ گویا مختار صاحب کے نزدیک ان میں تطبیق محال ہے اسی لیے انہوں نے مردوں کے قبروں سے اٹھنے کا انکار کر دیا ہے جس کا دوسرا نام حشر اجساد ہے یا بعثت من فی القبور مختار مدعا علیہ نے اپنی مجبوری ظاہر کر دی جس نے ان کو حشر اجساد کا منکر بنایا ہے اور اضطراری طور پر وہ بات انہوں نے مان لی جو ہم منواتا چاہتے تھے اور وہ بڑے اصرار سے انکار کر رہے تھے۔ مرزا اپنی کتابوں میں اور مختار مدعا علیہ نے جواب اور بحث میں آیات و احادیث مذکورہ کی دستاویز سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو انسان مرتل ہے وہ فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور مختار مدعا علیہ نے ان آیات اور عقیدہ حشر اجساد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھانے کے درمیان تطبیق کا مطالبہ کیا ہے جس کو ہم بفضلہ و توفیقہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات و احادیث بلکہ کسی آیت و کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے بلکہ وہ تولد جنت یا جہنم بعثت حشر وزن اعمال حسب کتاب کے بعد ہوگا البتہ وہ دار دنیا اور یوم البعث کے درمیان فی زمانہ جس میں کا نام ہرزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”من دناہم ہرزہ الی یوم تبشرون“ حسب مراتب ثواب یا عذاب جو تا ہے قرآن سے مجنی بات ثابت ہوتی ہے اور احادیث میں اس کی ہمت قہر عاقر تفصیل آتی ہے نیک انسان جنت کی خوش ہوا روح و ایمان بخیر و مسرت سے متع ہوتا ہے اور جہنم کی طرف سے اس کے لیے کمر کی گھول دی جاتی ہے۔ بد انسان

دورخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوگا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر منتہی ہوتی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع میں پیساکر احادیث میں مصرح ہے کہ ان امور میں کس طرح قیاس و گمان کو دخل نہیں ہو نصوص سے ثابت ہوا اس کا ماننا ضروری ہے۔ یہ بھی کیلئے القبر و وصۃ من ریا عن الجنة و احضرة من حضور النبیان لیکن یہ باخ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ وہ جنت ہو یوم الحساب کے بعد عطا ہوگا جس سے کوئی نکالانہ جائے گا جس کا نام دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین و آسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ و رنج کا نام نہ رہے گا۔ جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعددت لعبادہ فی ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ وہ جہنم میں جس میں سے اہل کبار و نون کھلے جائیں گے اور کفار لا یقفی علیہم فی موتوا ولا یخفف عنهم من هذا البھا کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرۃ فی القرآن والاحادیث الحدیث)

اس تہمید کے بعد گزارش ہے کہ عقائد مدعا علیہ نے آیت نمبر پیش کی ہے کہ "نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کئے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ بعثت من فی القبور اور حشر اوصاف کے مخالف ہو بظاہر معنی ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلاوجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سچی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ نذر دنیا اور نار برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اوصاف کے قطعی اور حکم عقیدہ سے اس کو نکال دیا جائے کیونکہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی ملو لیا جائے تو بھی تو جیمہ بخوبی ہو سکتی ہے اور حشر اوصاف سے قطعاً کوئی زحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاطوں سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہوگا اور نہ ہی عقائد مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی و اطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاھم اللہ شردک الیوم ولقاھم نضرة و سردا و

جناھم بہا صبروا جنة و حربوا الایة

اس جگہ تین بصیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو جو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی وقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات میں وحلوا اساور من فضة و سقمھم ربھم شربا طھروا میں بصیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

تعالیٰ نے ان اہرار اور نیکوں کی جزا کا بیان کیا ہے جو دنیا میں نیک کام ایفاء نذر اور مساکین کو طعام دینا وغیرہ اعمال صالحہ کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک دن سے ڈرتے ہیں صرف مردوں کا ذکر نہیں بلکہ جو عہد نبوی میں تھے یا بعد میں ہوئے اور ہوں گے ان سب کے ثواب کو جو انہوں نے ان کو ملنے والا ہے بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے تفسیر جیسا کہ وہی میں فائدہ لواتا ہوں کے ماتحت لکھا ہے المراد عذاب القبر یعنی اس اذغال نار سے مراد عذاب قبر ہے یعنی برزخی نار مراد ہے پھر دوسرا احتمال ذکر کر کے اس کی بھی توجیہ کر دی ہے اوعذاب الآخرة والتعقيب لعداء الاعتداد بما بین الاعراق والادخال اولاده المسبب كالمستحقب للسبب وان تراخي عنه لفقد شرط الوجود مانع يقر باعذاب تحرق عذله المتعقب في صورت میں تعقیب یعنی اغراق کے پیچھے اذغال نار کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ درمیانی زمانہ برزخی کو نظر انداز کیا گیا ہے یا اس لیے کہ سبب موجود ہونے کے بعد وجود سبب گودہ کسی شرط کے نہ موجود ہونے یا کسی مانع کی وجہ سے پیچھے آئے نمونہ مستقب ہی کے ہے کالین حاشیہ جلالین میں ہے الام اذ باء دخلهم النار اذخالهم فیہا فی البرزخ قال المنحالك یغرقون فیہا من جانب ویحرقون فیہا من جانب وقال مقاتل فادخلوا نارا فی الآخرة والتعقب علی ذلك لعدم ارساد او ادبہ بین الاعراق والادخال كانه نومة - یعنی ان کو آگ میں داخل کرنے سے برزخ کی آگ میں داخل کرنا مراد (جیسا کہ) منحاک نے کہا ہے کہ وہ ایک طرف غرق کیے جاتے تھے دوسری طرف جلائے جاتے تھے مقاتل نے کہا ہے کہ نار آخرت مراد ہے اس صورت میں تعقب اغراق اور ادخال نار کے درمیانی زمانہ کے اعتبار نہ کرنے سے اور نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہے گویا وہ ایک نیند ہے میں کہتا ہوں صاحب کمالین کا یہ قول کہ گویا وہ ایک نیند ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قبروں سے نکلنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے یویلنا من بعد ثنا من مرقدنا۔ (یسین) اے افسوس ہماری خواب گاہوں سے ہیں کس نے جگا دیا۔ پھر خود ہی کہیں گے یا انہیں کہا جائے گا۔ ہذا اما وعد

الرحمن وصدق الرحمن مسنون

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نار سے مراد نار برزخ ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے ہم نار جہنم کو لینے پر مجبور ہو جائیں اور اگر نار آخرت اور عذاب جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی بلا تکلف توجیہ ہو سکتی ہے جیسا کہ مفسرین کے حوالے سے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور امور مستقبلہ میں ماضی کا استعمال کلام اللہ میں بکثرت ہے لہذا عقیدہ اہل اسلام بحث من القبور یا شتر اجساد سے اس کا کوئی تعارض و تضام نہیں ہے اور مرزا صاحب کا اس تعارض و تضام کا بہانہ سے کفریہ عقیدہ کا اثر نشانہ الی داد اور ہوس خالص ہے۔

دولہ اشکال اور اس کا حل

آیت جس کو مختار مدعا علیہ نے اسلام کے قطعی عقیدہ کے متعارض سمجھ کر اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونوں کے متعلق سورۃ مومن میں ہے۔ النار بیعوضون علیہا عذوۃ و عشیۃ و یومہ یقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔

اس کے ماقبل ہے فوقہ اللہ سببات ما مکروہ و معاق بال فرعون سورۃ العذاب النار بیعوضون۔۔۔ الخ یعنی آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے منصوبوں سے بچا لیا۔ اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا (غرق کئے گئے پھر) صبح اگلے پہر اور پچھلے پہر اگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علامہ نے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک اگلے پچھلے پہر اگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً اخف العذاب ہے دوسرا قیامت کے بعد اشد العذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔

اگلے پچھلے پہر اگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبر میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرنا ہے تو اگلے پچھلے پہر اگ پر اٹھ کھانا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا اٹھ کھانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور ایسے کہا جاتا ہے کہ تو شادی شدہ کی طرح راحت سے سو جا یہاں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھا دے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب پہنچا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کر اکرے۔

یہ حدیثیں اور آیت محمولہ بالاتفاق عذاب کی مثبت ہیں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہوگا جس کی تفصیل اور آیات و احادیث میں آئی ہے سورہ یسین میں ہے و دفعتہ فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ینسلون یعنی قرنا پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے

سورہ قمر میں یخرجون من الابدان کا نام جزا د منتشر۔۔۔ قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پراگندہ مٹی کی دلی ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفع صورت کے بعد مردے قبروں سے نکل کر مہلک عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور عجل بالآیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ عذاب و عذاب ہو انشد العذاب آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثواب ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العالمین ہوں گے۔

الغرض یہ آیت سہر سہر ہمارے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکار حشر اجماد کی بچکنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فوراً جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سانسے وجود اور تمام قوی کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت نے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعون بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور انشد العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پچھلے پیراگ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذاب القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیث محمول بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر یکجا لی نظر سے دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف و ایمان سے خالی نہ ہو قطعاً و یقیناً سمجھ لے گا کہ عذاب قبر و برزخ کے بعد حشر اجماد بالکل حق اور عین الحق ہے اور مرزا کا مذہب قطعاً باطل ہے۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہمارے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تحدی کرنا سخت حیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے چلے جائیں خواہ وہ بدایہ باطل ہو اور علی خود واری اس کے کہنے سے صراحتاً روکتی ہو۔

تیسری آیت

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔
(سورہ فجر پ)

اس آیت میں حشر اجماد و بعثت من القبور کے خلاف اور متعارف کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دہو کہ ہوتا ہے کہ ہر نفس مطمئنہ کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فوراً بلا توقف جنت میں داخل ہو جا اور جنت سے نکلتا محال لہذا حشر و بعثت اجماد محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم داخل جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالغرض

جنت بشارت و اکرام اور اذن کے لیے ہے نیز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مورا بعد الموت میں نیک ناس و گمان سے کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی جس قدر نص سے ثابت اتنا مسلم لیکن زیادتی ناقابل تسلیم ہے پس اس سے یہ خیال کر لینا کہ ہر شخص بلا توقف جنت میں چلا جاتا ہے قطعاً نارو ہے۔

نیز شہداء کا داخل جنت ہونا یوم الحساب کے بعد داخل ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا البتہ ان کو جنت میں سیر مفتوحہ کا اذن حاصل ہے اور یوم الحساب کے بعد وراثت اور سکونت ہوگی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي ادْخَلَكَ فِيهَا مِمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور سورۃ بچ میں ہے وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَدْخُلُنَّهَا اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ خَيْرُ الْمُرَاقِبِينَ لِيَدْخُلُنَّهُمْ مِمَّا دَخَلُوا بِهِ وَتُؤْتِيهِمْ مِنْهُ مِنْ فَسْحٍ مُبِينٍ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے مہاجرین شہید شدہ لوگوں کو یا جو اپنی موت سے بغیر قتل کے مر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ مقام یعنی جنت میں زمانہ مستقبل میں فرمائے گا کہ ان کو داخل کر دیا ہے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ قطعاً صیغہ استقبال ہے۔ شہداء اور انبیاء سب کے سب میدان حساب میں بحث و مشق کے بعد حاضر ہونگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نَفَخَ فِي الصُّورِ فُصْفَقٌ مِّنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِمْ اٰخِرٰى فَاذْهَبَ قِيٰمٌ يَنْظُرُوْنَ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بَنُوْرٍ رَبِّهَا وَجِئًا بِالْقَبِيْرِ وَالشَّهَدَاءُ وَتُضٰى بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ (زمر) الٰہیات ماحصل یہ ہے کہ نفع ثانیہ کے بعد انبیاء اور شہداء بھی قضاء رب العلمین لے لیے پیش کئے جائیں گے پھر فیصلہ الہی کے بعد دوزخی دوزخ کی طرف اور جنتی جنت کی طرف چلائے جائیں گے جیسا کہ ان سے بعد کی آیات میں مذکور ہے۔ غرض بعث و حشر ایک ایسی ضروری (اور لابدی) چیز ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوگا معلوم نہیں کہ ایسی صاف اور قطعی چیز کے انکار کے لیے کیوں سیدھے حوالے کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جن صفاتی اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اس میں کسی شک و تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں علما کا جواب بھی ہو گیا جو مختار مدعا علیہ نے شہداء کے متعلق بیان کیا ہے غرض یہ امور بھی کسی طرح اسلامی مسلم عقیدہ کے مزاحم اور متعارض نہیں ہو سکتے۔

یہ جواب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ اس شخص کو شہید مانا جائے لیکن قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بحالت حیات ہی اس کو دخول جنت کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

اِنَّ اٰمَنَتْ بِرَبِّكُمْ فَاَسْمَعُوْنَ قَوْلِیْ اَدْخُلْ الْجَنَّةَ۔

یعنی اس شخص نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی رسولوں کا اتباع کر دیا اور شرک سے ہمیشہ رسی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں اپنے رب پر ایمان لاتا ہوں

تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور کمال زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنایا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں چلا جا بلکہ یہ مطلب ہو گا کہ اپنے وقت پر جنت میں چلے جانا میرے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہٴ مرسلات میں مکذبین کو حکم دیا گیا اِنطَلِقُوا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِہٖ تَكْذِبُونَ آیات یعنی جس جس غلب کو تم جھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکذبین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ اللہ مَخْلَقُكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ۔ الایہ کے خطاب سے جو ماقبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الفرض اللہ تعالیٰ اموء مستقبکہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہو نہا ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرما دیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ ان کا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب :-

اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے، اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرغولے فرابجنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و لعنت کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو وہ کد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل ثمر سے فرمایا اسے ثمر ثمر جاکو نکھڑ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہ کر شہید ہوئے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۴ ابوبکرؓ فی الجنة و عمرؓ فی الجنة و عثمانؓ فی الجنة و علیؓ فی الجنة و طلحہؓ فی الجنة و الزبیرؓ فی الجنة عبد الرحمن بن عوفؓ فی الجنة و سعد بن ابی وقاصؓ فی الجنة و سعید بن زیدؓ فی الجنة و ابوعبیدہؓ بن الجراحؓ فی الجنة یعنی آنحضرت نے ان دس بزرگوں کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جنت اسمیہ کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھنا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ظہر اور زہیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے اگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت کو دیکھا اور اپنے اگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔

اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہو گیا جو اس نے آنحضرت کے جنت و نار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ ”دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے“ سے کیا تھا کہ انسان مرکز فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث و حشر احسا کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متحدانہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور طہرین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو الحاد کا دروازہ کھولا ہے درجن خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی لہجہ یا اعتراض کا اعتراض جیسا کہ جمائے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مورد وحی الہی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعاوی کئے تو اس وقت بمخملہ ان دعاوی کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مسیح بن مریم بنادیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جعدناک المسیح ابن مریم۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں بوجہ مشابہت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۸ و ۵۰ و ۵۱ و حاشیہ ۳۶۱ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نروکا اور نہ اس غلطی پر مشتبہ کیا بارہ سال گزرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر دعدہ کے مطابق کوآیاسے دکان امر اللہ مفعولاً یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ ابہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل دھڑا دھڑا قرآن سے پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بزرگ خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبید دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیر علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس ناکہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان مرکز فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ ہے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملحدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آئیر کریمہ و یحییون ان یحمدوا باموالہم یفعلوا الا یہ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سابق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازال الہام صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۵ پر لکھتے ہیں ”اب ظاہر ہے کہ جب مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا“ پھر اسی صفحہ ۳۸۵ پر لکھتے ہیں ”ما سوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یا ایہذا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک فادخلو فی عبادی وادخلو جنتی لہ جنت میں داخل ہو چکی اب کیونکہ وہ اس غم کدہ میں آجائیں“ پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں ”سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت و ما صہر منها بمعدو جین ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے“

ان حوالہ جات سے یہ ثابت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دعوئی مسیحیت کی حفاظت اور بزرگ خود حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات

قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بحث و نشر و نشر و نشر میزبان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاسیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مشحون ہیں اور جن پر منتقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہو اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منقطع نہ ہوئی ہو اور یہ کفر عمدہ نہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تفصیل و تکفیر سے اعراض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمدہ محض خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے معتقات

اسلامیہ فطیہ پر انقلاب عظیم اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب ہیں کہ باوجود متنبہ ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے نیکٹروں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو ٹھکراتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب ترخیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور انباز ہوئی اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور اپنی جہٹ اور انکار پر بہ سستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جدوجہد و سعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازلاواہام بعض صفحہ ۳۵۱ ر ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت و ماہم منہا بمخرجین۔ ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عزیر نبی کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مفروضہ بالا زندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں آنا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنی کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکلتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مختصرہ کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سبکتزووں آیات و احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے غائب نہیں ہوتے رجوع نہیں کرتے اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات اور مسلمات اسلام کو نکالتے ہوئے بزبان حال یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

ہم تو مانیں گے وہی جس میں تو طلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن
(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

صاحب اور مختار صاحب کے مغالطوں اور استدلال کی کیفیت واضح ہو چکی ہے بہر حال مرزا صاحب نے اپنا وہی عقیدہ قائم رکھا اور تحریف معنوی قرآن شریف میں کر کے بزم خود اس کو ثابت کیا اور نصوص حکمہ قطیعہ قرآن و حدیث کی تحریف کر کے بہت بڑے الحاد کا دروازہ کھول دیا اس پر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم سب کچھ مانتے ہیں حشر اجماد مانتے ہیں یوم الحساب مانتے ہیں یہ مانتے ہیں وہ مانتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ و من الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الآخر و ما ہم بمؤمنین یخدعون اللہ و الذین اٰلہمنا اسی طرح مرزا صاحب سب کچھ مانتے ہیں اور درحقیقت کچھ بھی نہیں مانتے لفظ مسلم لیکن معنی و مفہوم کا انکار جب کسی چیز کے لوازم کا انکار صاف صاف ہو تو ملزم کا انکار خود بخود ہو جائے گا بھلا جب حشر اجماد ہوگا تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس کے لوازم کیا ہیں؟ کیا اس کے سوا کوئی صورت متصور ہو سکتی ہے کہ انسان جہاں ہوں جس حالت میں ہوں درندہ لھا گیا ہو جل کر راکھ ہو گیا ہو دیا میں دُوب مرا ہو اس کے ذرات ہوائیں ہوں مٹی کی قبر میں ہوں پونے کی قبر میں ہوں۔

”کہا بد انا اول خلقی نعیدہ“ کے ارشاد خداوندی کے ماتحت نفیہ ثانیہ کے دقت کھڑے ہو جائیں جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ ہے **ثُمَّ نَفِخُ فِيهِ اٰخِرٰی فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّظُنُّوْنَ** (زمر) پھر جبرائیل مقرر کی طرح پکائے والے کی آواز پر حشر کی طرف روانہ ہوں جیسا کہ ارشاد ہے **يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاٰنْهُمْ جُرَادٌ مُّنتَشِرَةٌ** منظر مہمطین الی الداع یقول **الکافرون** **هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ دَقَمٌ** (اشرفت الارض بنور ربھا و وضع الکتاب و سجی بالنبیین و الشہداء و قضی بینہم بالحق و وفیت کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون و سبق الذین کفروا الی جہنم ذمرا الایات زمر) و نفخ فی الصود فاذا هم من الاجداث الی رہم یسلوک (الایات ریسین) و عر ضوا علی ربک صفا **لَقَدْ جِئْتُمُوْا کَمَا خَلَقْتُمْکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَنْ لَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ مَّوْعِدًا** و وضع قاتری المجرمین مشفقین منافیہ و یقولون یاویلنا ما لہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا حصاھا و وجد و ما عملوا احاداً و لا اظلمہ

و بات احدا کف ہیکل و آیات قرآن مجید مقتضی بغیر اس کے کہ جو کر پورا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے اپنے مقام قبروں سے نکل کر میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں پیش ہوں لیکن مرزا صاحب کسی کو دوزخ اور بہشت سے نکلنے نہیں دیتے بلکہ ان تمام واقعات یوم الحساب کو یہ کہہ کر ختم کر دیتے ہیں کہ جنتیوں پر جنت میں ہی رحم کی تجلی اور دوزخیوں پر دوزخ میں تہری تجلی ہو کر قصہ ختم ہو جائے گا عرش رب العالمین کا آنا و جاؤ ربک و الملک صفا صفا و عر ضوا علی ربک صفا ۲۔ بلا ترحمان حساب ہونا وغیرہ مسلمات عقیدہ اسلام یہ سب یہودیت الغرض مرزا صاحب تمام لوازم بعث و نشر و نشر و ذرہ واقعات مسلمہ قطیعہ کے منکر اور اپنے ملحدانہ عقیدہ پر جس سے قرآن کریم کے اکثر حصہ اور بے شمار احادیث صحیح مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے قطعاً

اسلام سے خارج ہیں اور تاویلات رکیکہ باطلہ جو سراسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے بٹا نہیں دی سکتیں۔ اول اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب علی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے ہی جس میں ہم مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن
(الغیابا نشد)

نفع صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفع صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفع صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفع صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام، وہ نفع صور کے فائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادت القرآن سے پیش کئے ایک ۲۵ سے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت و نفع فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ما شاء اللہ قرآن میں من شاء اللہ ہے ماشاء اللہ نہیں، ثم نفع فیہ اخری فاذا هم قیام ینظرون کے ماتحت نفع صور کی دو قسمیں نفع اضلال و نفع ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجوہ ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجوہ قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفع صور بمعنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہوگی اقرار ہو گیا تو گویا نفع صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے حقیقی نفع صور اور مجازی نفع صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عریض کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام کے بیک وقت حقیقی اور مجازی معنی مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجوہ کہنا بھی ذوی الوجوہ ہے اسی کتاب شہادت القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفع صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الہی میں نفع صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ قرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفع صور مزید برآں یہ کہ نفع صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پر بیان کی ہیں۔

(۱) نفع اضلال۔

(۲) اور نفع ہدایت نفع صور متعارف اسلامی کا نام تک نہیں یا اگر مرزا صاحب اس کے فائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انہوں نے نفع صور سے مراد نفع اضلال اور نفع ہدایت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفع صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذہنی الوجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا بعض حصہ نفع صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کی طور پر اس عالم پر منطبق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الكتاب وجئ بالنبیین والشهداء وقضى بينهم بالحق ووفيت كل نفس ما كسبت دهم لا یظنون وسيق الذین کفروا الی جهنم الاکیات (زمر) پتا نچرہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت و نفع فی الصور فجمعناهم جمعاً وعرضنا جهنم یومئذ للکافرین عرضاً الذین کانت اعینهم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یمتیعون سمعاً کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ نہ کہہ را لی۔ بلکہ قیامت کو ہو گا:

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفع صور کا قائل ثابت کرنے کے لیے شہادت القرآن صفحہ ۴۴ سے پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے ”کیونکہ نفع صور جسمانی اشیاء اور امانت تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی اشیاء اور امانت بھی نفع صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے“ مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی اشیاء و امانت کو نفع صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہذا نفع صور بمعنی مقارن اسلام کا اقرار کیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح کی گئی کہ اشیاء اور امانت اخروی بھی نفع صور سے ہوگی اشیاء و امانت جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہونا ہے گائنحت تو اخروی اشیاء و امانت میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منتقل ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں ”نفع صور سے مراد قیامت نہیں ہے“ اور عبارت محولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں ”اور جیسا قرآن میں نفع سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے“ اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے ”وہاں ہوں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے“ ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لیتے ہیں لیکن نفع صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ و نفع فی الصور فجمعناهم جمعاً۔ الا آیات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ لم یظن سباق و سیاق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکور بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفع صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفع صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سباق و سیاق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر غلط ہے بلکہ سیاق آیت نفع صور اخروی کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو و نفع فی الصور فجمعناهم جمعاً و عرضناهم یومئذ للکافرین عرضاً الذین کانت اعینهم فی غطاء

عن ذکری دکا نوا لا یستطیعون سمعاً - یعنی صور چھوڑ کا جلسے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے
 اداں دن (یعنی قرنا چھوٹک کو اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے الخ پس یہ نص قطعی ہے کہ اس
 جگہ نفعِ سعادت سے مراد قیامت کا آئندہ نہ مسیح موعود وغیرہ۔

توہینِ انبیاء

آنچہ واداست ہر نبی را حسام
 داد آں جام را مرا یتام

مرزا صاحب کی نقلی انہی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تقاضہ
 ذاتی کے کلمات ان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ انبیاءِ اہل العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں شوجی اور گستاخی اس قدر
 ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستند ہے۔ یہ اشعار جو مختار مدعیہ کی طرف سے میانوں اور بحث میں پیش کئے گئے اگر ان کو
 تاویل و تفسیر سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر کجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو
 جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف
 ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے جام کے حصول
 کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہوئے اس
 سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی۔

مختار مدعیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا
 جام پلایا بظہیر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و تحقیر
 اگر ان کو ادعا افضلیت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ۔

انبیاء گر چہ بودہ اندے
 من بعرفان نہ کمترم ز کے

یعنی میں عرفان میں کسی شے سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی نہ کہتے کہ۔

واردت مصطفیٰ شد م یقین
 شدہ رنگین بزرگ یار سین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے۔

لیک آئینہ ام نذوب غنی
 از پئے صورتِ مہ مدنی

شعر کا مطلب شعر کے لفظ کے علوم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیے دوسرے شعر جو مختار مدح علیہ نے بیان کئے ہیں وہ شعر کی شرح نہیں ہیں اور نہ کسی کو تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے۔ لہذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار دیا جائے تو یہ نہ ان فائدہ نہیں اصل شعر کا مفہوم کیا ہے۔

اس شعر میں الفاظ - آنچہ - ہر نبی - اور جام - بنام قابل نور ہیں یہ سب الفاظ عموم اور استقرا پر دلالت کرتے ہیں۔ جام سے کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد انعامات حق سبحانہ ہیں آنچہ کا لفظ عام ہے اور ہر نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہونے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی بکتے، ہم علیہ السلام عرفان نبوت کا انعام دیا نوح علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا ابراہیم کو مزید برآں خلعت کا انعام بخشا دینا بھی مجھے دیا گیا موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریفی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو دیکھئے ملا علی ہذا الفیاس تمام انبیاء علیہم حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریفی ابدی ناسخ جمیع شرائع سابقہ اور ختم نبوت کا انعام بخشا گیا وہ بھی سب مجھ کو دیا گیا ان کمالات اور انعامات کے ماسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور انعامات بھی عطا کیے گئے جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہ ہوئے اور نہ یہی انعام دیکھو جو مختار مدح علیہ نے چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل اشاعت کے سامان نہ دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو گئے تو مرزا صاحب جو کہ بقل خود جامع جمیع کمالات انبیاء مدہ اپنے کمالات خاصہ کے ہیں لہذا وہ بحکم قاعدہ الكل اعظم من الجزء سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے ہے

زندہ شد ہر نبی بہ اندنم

بر رسولے نہماں بہ پیر ہنم

ہر رسول کا لفظ تمام رسولوں کو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا صاحب کو پیر ہیں اتنا وسیع ہے کہ تمام رسول اس کے اندر سما جاتے ہیں اور وہ سب کو محیط ہے ظاہر ہے کہ محیط محاط سے بڑا ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس الہام کے کہ آسمان سے بہت تخت اتارے برتیرا تخت سب سے اونچا پچھلایا کیس کی مختار مدح علیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ میاں اولیاء امت کے تخت مراد ہیں لیکن مختار مدح علیہ نے مرزا صاحب کی اس تاویل سے سخت توہین کی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کو مقام نبوت گرا دیا اور مقام ولایت میں ان کے لئے تخت پچھلایا اگر وہ نبی ہیں تو ان کا تخت مقام نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور انشاء ہے تو مقام ولایت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی پھر مقام مدح میں وہ تخت پچھلایا جائے گا اور سب سے اونچا۔

مختار مدح علیہ کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمہری کا دعویٰ ہے اور۔

ایک آئینہ نام نہد غنی

انپے صورت مہ مدنی

میں آنحضرت صلی اللہ سے برابری کا اعداد اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

در برم جہمہ ابرار

آدم نیز احمد مختار

اس شعر میں انبیاء کا اول و آخر بیان کر کے تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہونے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔

جلد ہمہ ابرار سے ظاہر کے کپڑے تو مراد نہیں ہو سکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح سوسین رضی اللہ عنہ گریبان میں۔

گر بلا جست سیر ہر آنم عدسین است در گریبانم
اعتراف یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔

زندہ کشد ہر نبی با دم نم،

ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آگے سے ہر نبی اس وجہ سے زندہ ہو گیا کہ اس الحاد اور ہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی بتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دھوکے میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیاء کی وحی اور نبوت کے قائل تھے ان سے استہزاء اور تہنیتی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر وحی کا نبوت دیا اور بتا دیا کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہلے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون کو ادا کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا محال؟ برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا دقتار جو کھو یا جا چکا تھا از سر نو قائم ہو جائے کیا منکرین نبوت انبیاء اور مستہزئین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی دنیا میں سے اٹھ گئی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی رد رشتی نے منکرین کی آنکھوں کو خیر کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت اور لامذہبی کی ویسا ہی پھیل گئی جو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدلی

لامذہبی کا مرثیہ بھیل رہا ہے دوس نے قانونی طور پر مذہب کو ملک بدر کر دیا ہے۔ مذہبیت اور ہیبت ملکی قانون ہو گیا ہے تو ان واقعات کی موجودگی میں یہ کتنی فضول اور بیہودہ لاف زنی ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے تمام انبیاء کی صداقت کے دلائل پیدا ہو گئے بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کئی ایسے دلوں سے بھی انعام نبوت اٹھ گیا ہے جو نبوت کو ایک جیل القدر منصب خداوندی جانتے تھے اور اکثر غیر مسلم بھی ایسے نبی بن کے دل پر اسلام کا اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تقدس اور وقار تھا لیکن مرزا صاحب نے اگر وہ سب دودھ کر دیا مرزا صاحب نے اعجاز معجزات کے بلند بانگ دعاوی کئے ہندوؤں عیسائیوں کو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کیں کیونکہ لے دیکر بھی آپ کے پاس سر پایہ اعجاز تھا لیکن وہ جھوٹی نیکیں تو مرزا صاحب نے لایعنی تاویلوں اور عذرات لنگ سے ان کی مرمت کرنی چاہی لیکن ہندو مسلمان عیسائی سب نے مرزا صاحب کو ان معجزات میں جھوٹا جانا یہاں تک کہ مرزا صاحب کی بدولت آریوں اور عیسائیوں نے اسلام کا مسخہ اڑایا مسٹر عبداللہ آفتم کی پیشگوئی اس کی زندہ مثال ہے محمدی یکم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے معجزات کی ایک جیٹی جاگتی تصویر ہے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا اور مرزا صاحب کا الہامی جنگ اور مرزا صاحب کی ہلاکت کیا نبوت کی عظمت کو قائم کرے تو اللہ ہے اگر مرزا صاحب نبی تسلیم کر لے جائیں، نہیں ہرگز نہیں پس اگر مرزا صاحب ہی انبیاء کے محی اور میت ہیں تو پھر موت ہی میتیں ہے نہ حیات اس صورت میں مرزا صاحب کے بلکہ کتنا ہی موزوں ہو گا مردہ شدہ ہر نبی بآدم - (العیاذ باللہ)

یہ نادرل اور مضمون لطیف سراسر باطل ہے اور اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان کر چکے کہ مرزا صاحب نے اس شعر اور اس کے ہم مثل اور اشعار میں انبیاء سے افضل اور برتر ہونے کا دعویٰ اور انبیاء کی تحقیر اور توہین کی ہے۔

ردضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب ملک

میرے آنے سے ہوا کامل بجلد برگ و بار

مختار مدعا علیہ نے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا کہ مرزا صاحب کی مراد اس سے صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخری زمانہ میں آنا مقدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیل اشاعت اسلام موقوف تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہو گئی یہ بھی کہا ہے کہ ردضہ آدم سے مراد نسل انسانی ہے اور مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قومیں دین اسلام کو قبول کر لیں گی اس شعر کا یہ مطلب جو بیان کیا گیا ہے شعر کے الفاظ سے تو سمجھا نہیں جاتا کیونکہ نہ اس میں اسلام کا نام نہ اشاعت و تکمیل کا ذکر - ردضہ آدم سے نسل انسانی مراد ہے جس کو مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے افراد انسانی اس باغ کے درخت مرزا صاحب بھی اس باغ کے درخت اور زید عمر بکر مسلم غیر مسلم سعید شقی بھی مرزا صاحب کی طسریں اس باغ کے درخت جو اپنے اپنے وقت پر اس باغ میں پیدا ہو رہے ہیں مرزا صاحب کے وقت بھی پہلے بھی اور بعد بھی۔

پہلے مصرعہ کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے در باغ بچلہ برگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہوگا اور نسل انسانی منقطع ہوگئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بدایہٴ باطل ہے لہذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا یہ سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو انشرف اور اعلیٰ قسم ہے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہذا وہ قسم بھی معین ہوگئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں ختمت بی البنیان و ختمت بالنبیین میرے ساتھ عمارت ختم ہوگئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہو گئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے ادعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس آخریت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہوگا وہ افضل بھی ضرور ہوگا اس طرح پر مرزا صاحب بزم خود افضل البنین اور خاتم النبیین بنے۔ العیاذ باللہ

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشند

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروز مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا کہ آدم نیز احمد مختار الہ کا جواب بھی ادا ہو چکا ہے سے نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الہ کا جواب بھی دیتا آگیا۔

ادعاء عینیت

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ گواہان نے مدعی نے مرزا صاحب پر یہ الزام لگایا کہ مرزا صاحب نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے جواب دیا تھا کہ مرزا صاحب نے جہانی طور سے محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بلحاظ روحانیت کے مرزا صاحب کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ عبارت ایک غلطی کا ازالہ سے ظاہر ہے۔

بھرا کہا ہے کہ مختار مدعیہ کہ وہ اعتراض جو اس نے اتحاد کی بناء پر کیا ہے ورنہ اگر ایک روح تھی تو تناسخ لازم آیا ورنہ نہیں تو مرزا صاحب کی روح اگر نبی تھی تو ختم نبوت ٹوٹ گئی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبی تھی مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہ ہونی، ہمارے جواب پر وارد نہیں ہو سکتا اس لیے میں گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرح اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اتحاد رد مائیت کے دعوے پر جو اعتراض مختار مدعیہ کی طرف سے کیا گیا ہے وہ اہل ہے اور لا جواب گواہان مدعا علیہ کا بیان ان کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جواب البحث میں کوئی جواب مختار مدعا علیہ نے دیا ہے بلکہ بیان کا حوالہ دیکر پہلو تہی کی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے عین محمد کے الفاظ اپنے لیے نہیں فرمائے۔ صرف یہ کہا ہے کہ مجھے بروز ہی طور پر محمد اور احمد کا نام دیا گیا۔ یہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان استناد و تنازعہ کی نسبت ہے اور نقل اور اصل کی۔

بھرا تحفہ گولڑویہ - فقرہ ۱۰۱ کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ جو گواہ مدعا علیہ کے بیان مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلافت میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور احمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔“

اس کے بعد کہہ رہے (جواب البحت میں) میں حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمد نہیں جو آج سے بقول محمد علیہ علیہ چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد واحد تھے تو جس غرض کے لیے یہ ہیر پھیر اور دعاوی بے دلیل کئے تھے وہ باطل ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور وہی کا ثابہ نہ رہ جائے تو بہر حال یا مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہوگی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ تینوں باتیں ناممکن اور محض ار مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں دو تو اس کے مذہب کے نزدیک محال تیسری عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اعداء عینیت سے جو توہین و کفر اور استحالة لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لیے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لیے (جو درحقیقت بجاہت عقلی اور شرعی سے باطل ہے) بڑے بڑے فضول اعداء کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے پلایا میٹ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) کیونکہ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یدحضوا جہد بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (نا) مجھے آنحضرت کا بھی وجود قرار دیا ہے۔

(تفصیل کلام ”ایک غلطی کا انزال“ صفحہ ۵)

(۲) اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

دعویٰ کیا (بحوالہ صدر)

(۳) لیکن آنحضرت کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔

(بحوالہ صدر)

(۴) کیونکہ بردزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنی اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہوگی چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لیے سرزدی ہے کہ تصویر بردزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

(بحوالہ صدر)

(۵) تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بردزی اپنی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بردزی طود پر محمدؐ اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بردزی طود نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بردزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بردزی میں وہ نبی نہیں ہوتی۔

(بحوالہ صدر)

(۶) غرض خاتم النبیین کا غلط ایک الہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دن بلکہ ہزار دنہ بردزی رنگ میں آجائیں اور بردزی رنگ میں اور کلمات کے ساتھ اپنی نبوت کا یہی اظہار کریں۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

(۷) اب نبوت پر فیصاحت تک مہر لگ گئی ہے اور بحر بردزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے اور چونکہ وہ بردزی محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں ایک بردزی محمدی جمیع کلمات مجاہدہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔

(بحوالہ صدر)

(۸) مورد بردز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔

(بحوالہ صدر)

(۹) اب اس تمام تجربہ سے مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جوہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے بر شراعت سے

مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال معاملات معقّدات معجزات آپ کی کتابوں سے عیاں آنجنا ب نے کنجروں کا مال لے کر کھایا اور اس کو حلال بتایا ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ان جملہ امور کے باوجود آپ محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے خلق روحانیت تمام اور تمام کمالات کے جامع خالی اللہ المشتکی اگر کوئی سیاہ فام بد صورت کریمہ المنظر جشی یہ کہے کہ میں جن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام جن میں برابر ہیں تو تب بھی اتنی توہین بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی جتنی اس حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیاں سے کی گئی ہے خیر اب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر گذارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور دیکھنا چاہیئے ۔

سے دھا انتفاع اخذی الدنيا بنا ظوره اذا استوت عندہ الانوار والظلمہ۔

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے جب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عنایت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب کے ارتقاء کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون ”سید الانبیاء اور مرزا صاحب“ کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری نتیجہ ان اقتباسات کا بیان کرنا ہوں جس کو اس مقدمہ سے بنیادی تعلق ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو ”ایک غلطی کے ازالہ“ سے پیش کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان دعویٰ نبوت کرے تو مہر ٹوٹ جاتی اقتباس ۷ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صرف یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار کریں ۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس استہوار ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں اور بھی سچی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹی محال ہے جس سے واضح اور صریح طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس سے ختم نبوت اور اجراء نبوت کی بحث کا توفیض ہو گیا ۔ فللہ الحمد ۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار فرمادیں جیسا کہ بزرگ مرزا صاحب قادیاں میں تشریف لاکر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹی یہ ایک الگ بحث ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور ہمیں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہندو کا یہ مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے ما تعبدون من دونہ الاسماء سمیتہا انتہ وابتہ وکھ ما اتزل اللہ بھا من مدطن ان الحکم

الاعتقاد والآية ذلك الدين القيع ولكن أكثر الناس لا يعلمون -
 جائے عبرت ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ آنحضرت کا لحاظ فطرت جیسا کہ ارنج مقام ہے
 ایسا ہی خارجی طور پر بھی ارنج داعی مرتبہ دمی اور اعلیٰ وارفع مقام بحسب کا آپ کو عطا ہوا یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح
 دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت نامہ ہے (ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۱۲ و ۱۳)
 ایڈیٹن دوم تیسرا درجہ بحسب کا وہ ہے (الحی) وحدت نامہ ہے۔
 لیکن اب آپ محمد مصطفیٰ اور جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن اجمعی بس نہیں
 ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے اپنی روحانیت کو اکمل اور برتر ثابت کر رہے ہیں۔

(الیاذ باللہ)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء اور محمد مصطفیٰ ہونے کا وادہ پر مذکور
 ہو چکا ہے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ مبعوث ہوئے ہیں ایک دفعہ الف خامس
 یعنی پانچویں ہزار میں دوسری دفعہ الف سادس کے اخیر میں یعنی چھٹے ہزار میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں۔
 لیکن پانچویں ہزار میں آپ کی روحانیت کا مل نہ تھی بلکہ کمالات کی سطح پر پہلا قدم تھا پھر جب آپ چھٹے ہزار
 میں مسیح موعود بن کر آئے تو آپ کی روحانی قوتیں کمال کو پہنچ گئیں جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے ملاحظہ ہو
 خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷

”فَكَذَلِكَ طَلَعَتْ رُوحَانِيَّةُ نَبِينَا صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَلْفِ الْخَامِسِ بِاجْمَالِ صِفَاتِهَا
 وَمَا كَانَ ذَلِكَ الزَّمَانُ مِنْتَهَى تَرْقِيَا تَهَا بَلْ كَانَتْ قَدَمًا اُولَى الْمَعَارِجِ كَمَا لَا تَهْتَا شَرْ
 كَمَلَتْ وَتَجَلَّتْ تِلْكَ الرُّوحَانِيَّةُ فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ اَعْنَى فِي هَذَا الْحَيَينَ“
 ص ۱۷۸ وَأَعْلَمَانِ بَيْنَنَا صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا بَعَثَ فِي الْاَلْفِ الْخَامِسِ كَذَلِكَ بَعَثَ
 فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ بَاتِّخَا ذِهِ بَرُونَا الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ وَذَلِكَ ثَابِتٌ
 بِنَصِّ الْقُرْآنِ فَلَا سَبِيلَ اِلَى الْحُجُودِ“

ص ۱۷۸ ”وَمَنْ أَنْكَرَ مِنْ أَنْ بَعَثَ النَّبِيَّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْاَلْفِ
 السَّادِسِ كَتَعَلَّقَ بِالْاَلْفِ الْخَامِسِ فَقَدْ أَنْكَرَ الْحَقَّ وَنَصَّ الْقُرْآنَ وَمَنْ الظُّلَمِيْنَ
 بَلْ الْحَقُّ أَنَّ رُوحَانِيَّتَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ اَعْنَى فِي هَذَا
 الْاَيَّامِ أَشَدُّ وَأَقْوَى وَأَكْمَلُ مِنْ تِلْكَ الْأَعْرَافِ كَمَا لَبَدَا
 التَّامَرُ“

مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درسانی قوتیں جب آپ پابانجیوں ہزار میں مکر کے اندر مدعو ہوئے اجمالی اور ابتدائی تھیں کامل نہ تھیں بلکہ وہ کمالات کی بہرہ میں پر پہلا قدم تھا گویا اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھٹے ہزار کے اخیر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیان کے اندر مدعو ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت زبردست بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ محمدؐ کی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور برزخ مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً)

اس مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اس طرح پر نظم کر دیا ہے۔

مستند ہجر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی مثال میں
نہ دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شونیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور عینیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افضلیت کے دعوے کر کے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ و انکم لعلی خلق عظیم اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی تھی لیکن حکم آیہ کریمہ شہد کان عاقبۃ الذین اساءوا السوء ان کن بواً بآیات اللہ - (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جہنم ہے) ایسی برائیوں کی تھیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی) ان گناہیوں اور شونیوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے ملتے ہیں کہ اکمل اور اصفی دینی پانوالوں پر حسب خدا کا کلام فصیح و لذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلا ہوتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو

حقیقۃ الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔

(۲) اس سے زیادہ صاف اس مسئلہ کو جو دجی الہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔

مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بکرات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں ”کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور پیکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں..... (الی).....“

یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور مجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بجائے خود معجزہ قرار دیتا ہے۔“

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں۔“

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں ”مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے؟“

(۵) صفحہ ۱۱۵ پر فرماتے ہیں ”اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی کوئی نشانیاں میں (۱) اول یہ کہ الہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ لینی ہوتی ہے کہ

اگرچہ اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے بتلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہلم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنالیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا نفی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔“

یہ تو بہن وحی الہی اور مورد وحی الہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ اس نور اور قوت اور جوش اور الہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام اور

وحی کے ساتھ اترتے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آئیں گے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا

کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو ظنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا۔

اگرچہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود بخود بچھا جاتا ہے کہ یہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ہلم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردد اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہوگی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی غبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزوں ہے ۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۱۱۱ کے اوپر متصل لکھتے ہیں ۔

اُس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہوا الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو ہمہ پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسہ کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں مانو دے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے ۔

(۲) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں ۔ اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ۔ (یعنی حوالہ ۱۱۱ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے ۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسئلہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو محال مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ الیاف بالہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں کل کفر کفرنا شروع کرنا پھر مرزا صاحب ختمہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۱۱ اوپر لکھتے ہیں ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا بلکہ نفرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو“

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقرآن کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اقرآن باسمہ دہک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرآن و دہک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا (علی الصبح) اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسئلہ مذکورہ معیار کے ساتھ ادریکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطان قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا یہی حکم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحبِ قرآن ہی معاذ اللہ موردِ وحی شیطانی ٹھہرا تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ پہلی آیتیں بلکہ کل کا کل الہامِ شیطانی ہے اب ایک اور بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الہی شیطانی دی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا صاف اور کھلا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شائد واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتداء میں اشارہ کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کبھیج کر اس مقام پر لاکھڑا کیا جن کا ذکر اجمالاً و مثلاً اوپر گذر چکا ہے درنہ اس واقعہ میں جو خشیت علی نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا نے محض تکلف اور تحریف اور انفرادے سے معنی کئے اور کلمہ آیت کریمہ حق من کان فی الضلالة فلیمد دلہ الرحمن مذاط و بحکھ نولہ ما تولى ونصلہ جھنہ شد کان عاقبة الذین اساءوا والسوء ان کنوا بآیات اللہ - اور کتاب کفرِ نیکم کی سزا پائی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک تو دفعۃً اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی حد تک پھینچنا اور دہانا جس سے آپ کو جسمانی طاقت پہنچی یہاں تک کہ بوجہ جاڑ لگنے کے گھر جا کر فرمایا زمٹونی زطونی دوسرے عظیم الشان باریبوت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہوا کہ واللہ علم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علی نفسی فرمادیا تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی آنحضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما داهأ ک انھا جان

بی مدبراً ولھ یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الایمنین - پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا خطرہ پیش کیا دبا فی قتلتم منهم نفساً فاحذوا ان یقتلوا - (سورہ قصص) اے پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی (غلطی سے) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھے زیادہ صاف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ آگے اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداءً اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بقضائے بشریت زیادہ ہو کر تا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہی اسباب کی بنا پر اندیشہ کا اظہار فرمایا یہ کہ معاذ اللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام در مکر خیال کیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی نعمت یقین و ایمان حاصل نہ تھی تو بھلا اور کس کو ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ

فرمائیے اَمَّا الرِّسَالَةُ فَبِمَا نَزَّلَ إِلَيْهِ مِنْ دُونِهِ وَالْمُؤْمِنُونَ بِبَنِي رَسُولٍ هَرَّاسٍ كَلَامٍ بِرَأْيَانٍ لَا يَأْجُو اسَ بِرِ
 اس کے رب کی طرح آداری گئی اور مومن بھی لیکن مرزا صاحب کے نزدیک تو رسول کریم کو یقین یعنی ایمان حاصل نہ ہوا
 تو بھلا مومنوں کو کیونکر ہو گا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُودِ بَعْدَ الْكُفْرِ مرزا صاحب نے بڑا ظلم کیا کہ محض افتراء اور
 بہتان سے آنحضرت پر ناپاک حملہ کیا اور قرآن کی تکذیب اور اسلام کی تکفلی کا سامان اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور محض جھوٹ
 اور افتراء پر دازی کے طور پر یہ طوفان اٹھایا اور نہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور اگر بالفرض کوئی
 ایسی روایت موجود بھی ہوتی جس کا صاف یہ مفہوم ہوتا تو وہ نصوص قطعہ کے سامنے بالکل واجب الرد یا قابل تاویل
 ہوتی تو تاویل کی جاتی خصوصاً جب کہ وہ اپنے الہام کے مخالف حدیثوں کو بھی ردی میں پھینک دیتے ہیں تو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ابطال پر جو حدیث دلالت کرتی ہو اس کو بطریق اولیٰ باطل اور غلط سمجھ کر رد کر دینا چاہیئے تھا
 لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کوئی حدیث بھی نہیں ہے اور محض افتراء پر دازی اور بہتان طرازی سے قرآن اور نبوت نبی
 کریم کے ابطال کی سعی کر کے اپنے کفر اور دشمن اسلام ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہاموں کی نسبت
 لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں، اپنی مرعومہ الہاموں پر یہ وثوق اور
 ان کو کلام خدا نہ کہنا بہت بڑی بد ذاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا کہ ان کو جبرئیل اور کلام الہی کی
 نسبت یقین نہ تھا اور شیطانی مکر کا اندیشہ ہو گیا تھا کتنی بڑی بھاری بد ذاتی ہوگی۔

الغرض مرزا صاحب نے اپنی تحریروں کے رد سے اسلام کی جنگی کا پورا مواد ہم پہنچا دیا ہے دشمنان اسلام اگر ان
 دستاویزوں کی بنیاد پر اسلام پر حملہ آدرہوں تو کتنی بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو مجر۔ اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے
 کہ مرزا صاحب کی تحریر قطعاً کفر ہے افتراء اور بہتان ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی سراسر بہتان کفر اور قرآن اور بانئے
 اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس پر ناپاک اور خطرناک حملہ (اعاذنا اللہ عن امتثال ذلک)

حقیقی خاتم

مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ مختار مد علیہ نے قطعہ الہامیہ ص ۱ کے حوالہ سے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب
 نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے
 حقیقت کے مقابلہ میں مجاز ہوتا ہے تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی خاتم النبیین ٹھہرے اور یہ صریح
 کفر والحاد ہے۔

اس کے جواب میں مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ یہ الزام محض افتراء اور بہتان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں بھی
 اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیین نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی خاتم النبیین کہا ہے۔

- (۱) اس انکار کے بعد خود مانتا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔
- (۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت ولایت نہ ختمیت نبوت۔
- (۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہوا اتباع سے ہو بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا ولایت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے پیر اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر والحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیا ہے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے غرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعویٰ بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا یہی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ”کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین فیہ لیسما یحقواہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں“

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محمول عبارت بھی صحیح ہے وقد ختمت النبوة علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضر نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں۔ مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد ہے ختمیت حقیقہ کا لفظ موجود ہے ”فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقددۃ فی الالف السادس الذی ہو یوم السادس من ایام الوجلین لیشاہ ابابشر من کان ہو خاتمہ نوع الانسان“ یعنی پس ختمیت حقیقہ چھٹے ہزارین (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدّر تھی جو ایام رحل کا چھٹا دن ہے تاکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتمہ ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔

پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقت کی صفت بیان نہیں کی اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں اور بالقابل اپنی خفیت کو خفیت حقیقت کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعویٰ تھا کہ حقیقی کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر والحاد ہے۔

”مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے“

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلہ کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضل کے مفہوم اعتنائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضل کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولی کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اڑھائی ہزار برس کے بعد عبد اللہؐ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا ”آئینہ کمالات“ ص ۳۳ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اس طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو خفیت حقیقہ کا مصداق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرانا صاف توہین اور کفر ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی عملاً توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گزر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معتقدات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی گتائیوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر جملہ بازی چالاکی دروغ گوئی نگاری معاملات اور اخلاق کی کجروی کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بردواران کی صفات کاملہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی حرمت اور شکست و زحمت کرنے آئے ہیں آپ محمدی آئینہ ہیں اور بروز محمد اور مظہر روحانیت محمدی بلکہ وہ روحانیت جو اصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بروز یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بڈرین کرپوری آبِ ناز سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں -

زندہ شد ہر نبی بآئینہ

ہر رسول نے نہاں بہ پیر ہستم

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ دہریت کو چھوڑ چھوڑا کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آلود ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت مقتدرہ معجزات اور خلقِ عظیم کو اور آپ کی نبوت اور جملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کر کے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دندان شکن آسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے مثلاً ایسے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اخلاق قدسیہ اور سوانح زندگی کا مبیار مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان منہ دکھانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام الانبیاء کے بردار ہیں امدان کو زندہ کرنے والے کبجروں کا مال بھی لے کر کھایا ہے اور آئینہ کمالات کے اخیر میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال دجان اس کے ملک سے نکل کر مالکِ حقیقی کے قبضہ میں آ جاتا ہے اور مالکِ حقیقی کو اختیار ہے کہ اس کو دیسے ہی ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ نجی تہری نازل فرما دے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اس کی ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جائے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالکِ حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ دسل نافرمانوں کے مالوں کو تفت کرے اور ان کی جانوں کو معرضِ عدم میں پہنچا دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ نجی تہری فرما دے بات ایک ہی ہے۔“

(آئینہ کی کمالات اسلام صفحہ ۴۰۱)

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ نگرانِ کا تو یہ حکم ہے یا یہاں الوسل کلا من الطبیات واعملوا صالحا الایۃ

یعنی اے رسولو! پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہوا کہ چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز ہیں اور ان کی شان تقدس کو زندہ کرنے والے کبجروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھلیا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔
(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لٹا سب جائز ہے جیسا کہ محولہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشاء اور مفہوم ہے اور خواہ مخواہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو ایسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کے شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروزی محمد اور خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

.. مرزا صاحب کے تشریحی نبی ہونے کا یہ یقین ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زبانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔
حوالہ مذکورہ بالا آئینہ کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کبجروں و نجروں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب ”قولہ“ اور ”قول“ کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں ”قولہ“ سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور ”قول“ سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۵ ص ۱۵ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق پچاس سوالات جرح کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے آٹھویں سوال جرح کا جواب ہے جو اشاعت السنۃ نمبر جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر بدی عبارت ہے۔

(سوال ہشتم)

ایسا شخص اگر اکثر بھوٹ بھی بوتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لانا ہو ظلم ایذا رسانی ہے رھی بد خلقی بد گوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی پکی نکل اُسے اس پکی پیشگوئی میں ہم ولی حدیث د مجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔

اس کی مزید توضیح سوال نمبر ۱۳ میں صفحہ ۳۷ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کتے ہیں ”سوال پہل دہبارم میاں الدیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یکم ویش منگوا یا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور آیا وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟“

یہ اللہ دیا کنج تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوا یا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۴ میں مولانا موصوف میر ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی ”مثنوی در حالات مکاری اہل زنا“ مندرجہ نمبر بدکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جلی بیرون خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے۔

بد معاش اب نیک از حد بن گئے یوسلیم آج احمد بن گئے
بیسے دوراں بنے دجال ہیں ہر طرف مارے انہوں کے جال ہیں
اسی مثنوی میں کچھ اوپر یہ شعر ہیں۔

قرن سے اک دفعہ ہو جائے نجات گوٹے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
ہو تیمول ہی کا یا رائیڈوں کا ہو رنڈیوں کا مال ہو یا بہانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے ”جیسا کہ الہ دیا نامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کا دیانی نے منگوا یا“

غرض سوال ہشتم کا منشا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ دیا کنج انبالوی سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوا یا اور استعمال فرمایا۔
مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قول کے عنوان سے نقل کر کے اقول کہہ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجب چالاکی کی ہے تین چار سطریں عبارت میں سے اول دائرہ کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پر حصے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعت السنۃ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شیعہ مخفی ہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پسے درجہ کی بزدلی ہے۔

غیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اس خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

انکار نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے ہاں یہ کر دیا اور ثابت کیا کہ یہ طلال ہے طیب ہے لیکن رسولوں کو پس اگر توفیقہ مرزا صاحب رسول مان لیے جائیں اور انجناب کی رسالت ہی تمام رسولوں کے لیے میزان قرار دی جائے تو نبوت اور رسالت ایک نہایت ہی ذیل چیز ہوگی جس کو کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا۔

پس درحقیقت مرزا صاحب نے اپنی عملی اور اخلاقی اور اعتقادی حالت سے نبوت اور انبیاء کی سخت توہین کی ہے اور اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب خارج از اسلام اور کافر ہیں۔

اس قسم کے کئی واقعات میں کیکن بطور مشنت نمونہ از خردارے ای پرکتھا کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ۹۔ اکتوبر کی بحث میں کہا تھا کہ جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین خیال کرتے ہیں جو مرزا صاحب سے ان کے رعم کے مطابق گھنیا نبی ہیں تو جو ان سے بڑھیا نبی ہیں یعنی مرزا صاحب ان کی نبوت سے بطریق اولیٰ بہت زیادہ توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بربادی اسلام متصور ہے۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ یہ مغالطہ ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یا نبوت مستقلہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نامنی پڑے گی جو متنع ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا اور یہ بھی محال ہے کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ استدلال اور فرق بالکل غلط ہے اور امتی کی یہ تعریف خود غرضی سے گھڑی گئی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں نہ قرآن سے نہ حدیث میں اور نہ علماء اسلام میں بلکہ سراسر قرآن کریم اور تصریحات اکابر کے خلاف ہے۔

۱۰۔ مختار مدعا علیہ کے مسلم امام عبدالوہاب شعلانی یواخت والجواسر بحث ۳۲ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح کا قول فتوحات میکہ کے باب عاش سے حدیث انا سیدہ ولد آدم۔ ولا خیر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزل عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سیدہ ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پھر اس پر یہ شہادت بھی پیش کی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عامل ہوں گے جس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور امتی ہیں اس میں کوئی امتناع کسی قسم کا نہیں ہے۔

(۲) صحیح حدیث میں آیا ہے لو کان موسیٰ حبیباً لہما دعتہ الا ابتاعا عی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ادلی العزم نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور تبع ہو سکتا ہے لہذا امتی کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے

قطلاً باطل ہے۔

(۳) نبی امام محمد الوہاب شہرانی یواقیت والجمہر صفحہ ۶۲ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والتبعین سے نقل فرماتے ہیں اعلیٰ اللہ لیسر فی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم من هو افضل من ابی بکرؓ وغیر عیسیٰ علیہ السلام وذلک انه اذا انزل بین یدی الساعة لا یجکم الا لیسوع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون له یوم القیمة حشران حضرة فی زمرة الرسل ملواء الوسالة وحشر فی زمرة الاولیاء ملواء الولایة۔ یعنی اس امت میں جسے عید السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسٰی جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک لواء رسالت کے ساتھ رسولوں کے زمرہ میں اور دوسرا شہداء ولایت کے ساتھ زمرہ ادویا میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں کچھ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں بسکن بھی کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سینے۔ بحقیقہ الوہی صفحہ ۱۳۰ پر آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ہا انیتکم من کتب الایۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (ملخصاً) ہاں گمان ہو کہ تمام رسول حضرت مسلم کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشری صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔ وما اختلف اثنان من علماء هذه الامة فی ان الغضائل انطیة الحق توجد فی هذه الامة قد تفوق بعض الغضائل التي توجد فی الانبیاء بالاصالة ولذلك قيل ان الانبیاء السابقین كانوا ینظرون الی هذه الامة بعین الغبطة ونفی اکثرهم ان یكونوا منهم فلعل لعل فی هذه الامة شیء من الغضائل التي لم توجد فی انبیاء بنی اسرائیل فخلصنا لهم ان یجعلهم من هذه الامة۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض ظلی فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں اسی سے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غیظ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر امنی کا یہ مفہوم ہو تاکہ وہ بغیر اتباع قرآن و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دینی

اور ناقص محض ہو تو انبیاء نبی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت اور رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی؟

اور حسب اقرار دتلم مرزا صاحب انبیاء نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہر میں امت بنادے۔ نیز تاکہ وہ میثاق انبیاء اور نصرت کا عہد اس دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرمادے لہذا اس سبب الدعوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر عبادت و شہود امتی اور مؤمن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید اشتباس تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لہد یکن بیخی و بیئہ بنی و انسہ فانزلہ۔۔۔۔۔ یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں یعنی بن مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح مع اثبات اشتباس ائمہ کمال اسلام صفحہ ۳۳ پر ہے۔

اسوا اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا ہونے کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم اربعہ کے صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے ”موجود حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تیشیل طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور اپنے لیے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے اور پھر تیسرے درجہ قرب کا تو مظهر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے مائے جانے کے بعد آئے گا جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں ”بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم سیدہ بقیۃ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زود درجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ تب عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی۔ منہ“

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت یسے علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب تصریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے۔ لہذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے۔

اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ صَدَقْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ الَّذِينَ

آئینا ہمہ الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون و اذا یبلی علیہم قالوا ائمانا بہ انہ الحق من ربنا انا کننا من قبلہ مسلمین اولئک یتوبون اجرہم موتین بما صبروا الایۃ ۔

یعنی ہم نے پے درپے ان کے لیے اپنے کلام کو اقرار کیا کہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو ان سے پہلے ہم نے کتاب ہی پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری امتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دہرا ہوا دیا جائے گا الخ ۔

اب بتلائیے وہ مؤمنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مؤمنین تھے اور امتی بن کر دہرے ابد کے مستحق بنے ۔

(۷) احادیث صحیح میں آیا ہیں کے سوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تین شخصوں کو دہرا ہوا ملے گا ۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا ۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی ۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ اسی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط اور باطل اور اتباع ہوائی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دربارہ توہین و تنک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعیہ کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب کا مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا ۔

قول مختار مدعا علیہ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیہ النشی بما یشوہ الیہ کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعیہ کے اعتراض کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی نیموڑا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی برخلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور محکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے ۔

(الا متقنا و مسلمہ) پر لکھتے ہیں ۔ والله نین یجمعہ حیات هذا الدین و حیات ابن مریجہ یعنی قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھئے کس تاکید شدیدہ اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور غمیمہ براہین الحدیدہ حصہ پنجم کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ ”افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا“

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نقیض یا اسلام کی موت بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں تسمیۃ النبی بحدوث الیوم کی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی باقی رہا معتادہ عابد علیہ کا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استنباط اور ان پر قیاس بالمثل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے نثار ڈالنے اور بت کو سجدہ کو غوالے کو مشرک کہا ہے اور دیا کار یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گوان افعال کو بھی شرک کہا گیا ہے لیکن قابل تاویل اور شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نقیض اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصف قرار دیا ہے لہذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب و حسب فتویٰ گنگوہی قدس سرہ شرک بت پرست ہو گا۔ نہ قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق و گنہگار۔

اسی طرح حدیث مسلم بن ابی حنیفہ و بین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو شرک و کفر نہیں کہا گیا بلکہ درستی حد کہا گیا ہے یہاں تو منجری الشرک کی تاویل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تاویل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالمثل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ارتداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے نادانیت کی وجہ سے اور اکثر اور اغلب خواہشات اور مخطوط نفسانہ کے استیفاء اور حقیقتہ الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشاد النادر کا عدد کم کے حکم میں ہیں۔

انہی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور کئی بد نصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزاویت کو ترک کر کے عیسائی ہوئے خصوصاً جب کہ اہم حکم کی نسبت مرزا صاحب کی پیچگونی غلط فہمی چسکا کہ مرزا صاحب نے بھی دینی زبان میں سے اقوال الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامتہ و خاصتہ توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو مشرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بغائر نظر دیکھا جائے تو درنگیٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہانگیر مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا چاہئے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں اگر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزم خودِ ملہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لیے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو باہر الہی آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور سمجانی طور پر مصداق ہے اویہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا عمل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت هو الذی ارسل رسولہ بالہدای ددین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ - (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا عمل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسی دبکم ان یوحمکو وان عدتھم عدنا وجعلنا جمھتھم لکاذبین حصیۃ - (الی) یعنی افاقہ اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ”بجہر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے برائین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جمنا واجب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پرامن حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات مت شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔“

پس جب اس بارہ میں انتہائی خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ صدمہ مٹاؤ اور مر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے میسے گئے اور میرے دل میں روز روشنی کی طرح یقین بٹھایا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔

مقام مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جواب بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور احرار میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر وہ تھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو اجماع فشرع کر دیا مگر مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشہ ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیات یحییٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور مئی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کئی آیت کے معنی میں یہ فرمایا کہ اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفات مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گزر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے درپے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت یحییٰ فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرائے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام المتوحن علم القرآن لتندد قوماً ما اندا باؤم وللتنبین سبیل المجرمین۔ کی بناء پر اللہ میاں کا تسلیم کر دے تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں یہی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ جن نے تمہیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہیں الہام اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقض بیانی سے تردد کا ہونا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفات مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آ سکتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ کو بیتدارک کرنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پے درپے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مینہ سے مشابہ تھے اور وحی الہی اپنی روشنی انہما تک پہنچ گئی اور ماسوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرت الہامات کا ذکر جو وفات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو ہوئے عبارت محولہ اعجاز احمد کے علاوہ حمامۃ البشری کے صفحہ ۳۳ پر بدیل الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے واللہ ما قلت قولاً فی وفات

المسیح وعدم فعله وقيام مقامه الا بعد الالهام المتواتر المتتابع النازل كما لو ابل وبعد مكاشفات صريحة بينة متينة كخلق الصبح - "يعني قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ نہ آنے اور میرے اُن کا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو مواترپے درپے اور ایک بڑی بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صبح صاف کی طرح روشن تھے"۔

اسی طرح حقیقتہ الوری وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں۔

حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختارہ عالمیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن و حدیث سے الم نشرح کر دیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر بہتان ہے۔ اگر یہ مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو اور امت کو جانے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے اور بارہ سال کے عرصہ دراز تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات تو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۹۸ و ۹۹ و صفحہ ۵۰۵ اوپر گندہ چمکا ہے احادیث سے اثبات کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔

(بحوالہ اذلالہام وتوضیح المرام و شہادت القرآن)

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پٹا کھایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی ملہم کے الہام نے آپ کو تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈبانا شروع کر دیا اور حکم تحریفون البکم عن مواضع قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کر دیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب کی یہ کاہنہائی سراسر باطل ہے اور اس امر کا یقین ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض آکار برآمدی سمجھ کر استعمال کرتے ہیں جو جوں جوں مرزا صاحب کے خیالات پلٹے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹے جاتے ہیں۔ اور مختارہ دعا علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے الم نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک بین ثبوت۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقدہ جلی آتی ہے اور وہ یقینی مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے ٹائٹل پر الہامی الہامی لکھا ہوا ہے۔

”مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ ”حضرت مسیح بن مریم اسی عصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے“ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی سالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس غزل سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام دالہام الہی بھی عاجز ہے۔“

(۲) اور اس کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”اب پہلے ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اجتہاد کی کتابوں کے رد سے جن نبیوں کا اسی وجود عصری کے ساتھ آسمان پر بلایا تصور کیا گیا ہے درودنی میں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادیس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے اُتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی درجہ ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں“

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوئی اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ تو صحیح ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی فعلی کے سلسلے سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یسین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن وہ دراصل حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کردار یا مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریق سے قائم و محافظ چلی آئی ہے اس کو ظنی اور نسبی کیونکر کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہوگا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل در آمد کو اول درجہ کے یقینات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد و راہگو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی ان پر ترجیح کرنا درحقیقت الہی لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیٹگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند ردائیوں کی بناء پر لکھا ہو بس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیٹگوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رنگ و برقعہ میں داخل چلی آئی ہے گویا اس قدر اس وقت ردے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیٹگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام

مخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کوڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعال کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متسلل سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔
 علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نحوذبا لشہرہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا؟

(شہادت القرآن صفحہ ۸۷۹)

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات علیہ السلام اور بعینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثیل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
- (۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔
- (۳) یہ عقیدہ ابتدا سے مسلمانوں کے دگ دیر شہین داخل چلا آیا ہے اور تعالیٰ اعتقادی کے طور پر سلسلہ یہ سلسلہ اپنے اصل مبدئ تک اس کے آثار اور انوار نظر آ رہے ہیں۔
- (۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعالیٰ اعتقادی یا علی سے ثابت ہو جائیں وہ اول درجہ کے یقینات ہوتے ہیں ان پر حرج کرنا حدیثیت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بسیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حتمہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بناء پر صحیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ یہ کہ اگرچہ حوالجات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ ادبام صفحہ ۱۹۸ تقطیع خود سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

”وہ عقیدہ جو بولائین احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مروریہ کے لحاظ سے لازم ہے“

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ برائین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اپنے الہام کی بناء پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

اور اس نے مجھے اپنی طرف سے الہام کیا اور تعلیم کیا کہ نزولِ مسیح کا اصل مفہوم صحیح ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو مخفی رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مکر اور ابتلا ان کے انہام پر غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے منہ کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر جسمانی خیال (یعنی نزولِ جسمانی) کی طرف متوجہ کر دیا اور اسی پر قناعت کئے رہے اور یہ خبر ان کے پاس کبھی ہوئی اور قرناً بعد قرن اسی طرح چھپی ہوئی چلی آتی جس طرح دانہ بالی میں چھپا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ زمانہ آگیا اور اسلام کمزور ہو گیا گناہ بڑھ گئے عیسائی غالب ہو گئے اور انہوں نے ان عشاق پر جو عربین کے شکار کی مانند تھے حملہ کر دیا اور ہم پر وہ مصیبتیں آئیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور نامرین کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں سوچ گئیں تو راب اللہ تعالیٰ نے صداقت کی صبح کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا..... اور مجھے یہ خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں:

خلاصہ کلام بالا یہ ہے کہ حقیقتِ نزولِ مسیح علیہ السلام کا اظہار اللہ تعالیٰ نے صرف مرزا صاحب پر کیا اور وہ بھی بڑے تصریح و زاری اور استکشافِ حقیقت کی آرزو میں مرزا صاحب کے اپنے آپ کو حضورِ خداوندی میں ڈال دینے کے بعد اور اس سے پہلے قرونِ اسلام میں یہ خبر ایسی مخفی تھی جس طرح ایک دانہ بالی میں چھپا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مخفی رکھنے کا ارادہ کر لیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکر اور ابتلا اور تقدیر کے ماتحت مسلمانوں کے مونہہ حقیقتِ روحانی سے نزولِ جسمانی کی طرف پھیر دیے اور ان کو شرک اور جھوٹ کی اندھیری رات میں رکھا جب مرزا صاحب کا زمانہ آیا تو صداقت کی صبح نمودار کر دی خیر یہ بات تو الگ رہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو اس تکلف سے (معاذ اللہ) گلا اور مشرک بنانے میں بسول مرزا صاحب کی لطف تھا؟ لیکن یہ بات نہایت صفائی سے مرزا صاحب نے اس جگہ واضح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین علماء ابویا محدثین مفسرین مجددین عوام و خواص امت سب مشرک بت پرست اور مخلوق پرست تھے اور مرزا صاحب بھی بادلوں کی عمر تک یعنی دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد تک مشرک تھے مرزا صاحب کا یہ کفر بڑا عظیم الشان اور انتہائی درجہ کی فوجین ہے۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے پہلے لوگوں کو قابلِ معافی قرار دیا ہے یہ محض اہل فریبی اور طفلِ تسلی ہے شرک اور بت پرستی قابلِ معافی نہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن دیشاء اور فرمایا ومن دیشرک بالذکر فکانہما من السماء فقطظہ الطیرا و تھوی بہ الیہ فی مکان مسحق (رج) اور شرک سے مراد منجمل الشریک لینے کا جواب اور پراچھا ہے۔

نوبین مسیح علیہ السلام

(پیشگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل منحصر۔

الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام اور اعجاز احمدی میں جن کے حوالجات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیوں کو صاف صاف طور پر بھوئی کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استخفاف سے ان کو بطور طعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور پیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا بہانہ اور اقرار نبوت انتہاء اور تسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام تقطیع خرد صفحہ ۸۷ لے نفسانی مولویہ اور خشک زاہد و انتم پرا فوس (دلی) لغزشیں پیش آگئیں۔

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیح دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا اور اس کا ظہور ہو گا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ تم سو اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔

کیا مالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اہتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تقابلی افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں مسیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہود اسکر لوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے

- (۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی
- (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔
- (۳) مرزا صاحب ان اٹل اور لا جواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سورہ بیہ انعام دیں گے ساتھ ہی اس کے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تحدی کی ہے کہ اگر مولوی شہداء اللہ صاحب میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سورہ بیہ انعام دوں گا ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳۳ اعجاز احمدی اور مولوی شہداء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا دالی ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

- (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔
- (۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔
- (۷) ان مقامات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو جتنا ہے اور محض ضمنی طور پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لا جواب قرار دیا ہے یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تحت دُؤاد بہشت کے تحت یہود اور مسکری یولی اور پطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا مختصر مدعا علیہ نے جواب الجنت میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس عقیدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ پیشگوئیاں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعاً اور یقیناً کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر چھوٹی نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

اذاً وہ ابام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہو جائیں جیسا کہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں تو حضرت مسیحؑ کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شریبر یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لا جواب اور لاینحل عقدہ اور لائل البطلان نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شریبر یا فاضل یہودی کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رو سے تم محرفین اور کذابین کے توالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں ”جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں“

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بظرف محال و التسلیم ہوگی تو ایسی پیشگوئی ہوگی جو محتمل الوجہ اور قابل تاویل ہوگی یا بدتر غایت غلطی اجتہاد لیکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی پیشگوئیوں میں موجود نہیں مذا اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہودیوں کی کذب اور جھوٹ کا شاہدہ مرزا صاحب ان واقعات کو ترجیح اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا صاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ ان کی توجہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روسے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی اولہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض دہلہ فخری اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۲۵ و ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۳۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا اعتراف بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طعن اور نبوت پر ہرج و مرج و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور تنک نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا جواب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ نہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ د ۱۴۱ حجاز احمدی درجہ پر جہاں مرزا صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کا نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر دلائل لا جواب بھی موجود۔ محکم تہہ درویش۔ بجان درویش چارونا چار نبوت لکھ کر اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہر حال اس حالت کدائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتخذا و ایما تم مجتہد الایہ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ دو کئی دلیلیں موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی جرح و تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا ادا مانا اٹھ گئی قرآن مجید تو ائینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کئی ایک دلائل فی الواقعہ موجود ہیں ان کو بھی ایک اولیٰ العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دیتا ہے اندرین صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عبدیصغون۔

غالب اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ د ۱۴۱ حجاز احمدی پر اظہارِ افسوس کیا ہے اور لکھا ہے ”در غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن انسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی نبوت کو روئے تیں مگر

یہاں نبوت بھی اتمام نہیں ہو سکتی ہائے کس کے آئے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طرہ پر چھوٹی نکلیں اور آج کون زین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے“ اور صفحہ ۱۳ پر ہے ”اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قویٰ اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران میں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضروری عیسے نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ اسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی بیسویں کے دفتر میں لکھ دیا۔

اور اوپر ثابت کیا جا چکے ہیں کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا عندیہ اور عقیدہ اس امر میں ان کو موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر اولہ موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر فحش کر رہے ہیں۔ پس ہمارا پیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر وہ عقیدے جس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ لفظاً و تصور و غیرہ سے مختار مدعیہ نے دافع اللہ کی عبادت کی بناء پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے مسلمات کی بناء پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی فاضلہ عورت کی چپاک کماٹی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کو تیار یا تیار ہو دیوں اور عیسائیوں کے مسلمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی ہیں جیسا کہ لفظ ”تھا“ اور بعد میں ”بنایا گیا“ سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جلتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو غیر اہل و شراب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شراب پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا قرآن میں قصور نام زد رکھا اور حضرت یحییٰ کا نام قصور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے، ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ص ۱۲۱۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جو جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ در حقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قرح کی تہیز تھی جو قصور کی صفت کے منافی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت جواباً گدازش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مستحکم ہے اور ایسے فواحش و فحاشیات سراسر منافی عصمت لہذا یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دافع البلاد کی عبارت میں جو تکلف اور غلط فہمی مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جواب مختار مدعیہ۔

اس کے مساوی مختار مدعا علیہ نے جو حوالہ تریاق التلوک صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و توثیق کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش در حقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہی عقیدہ ہے اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے غصیب و حایل ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکم سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت محولہ مختار مدعا علیہ مہر ایک رسول نبی یا محدث یا مامور من اللہ ہو دنیا میں آتا ہے (الی الخ) اور اسی بنا پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک اساطیر کی تعلیم عطا کیا تھا ۱۶۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیحؑ کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مامور من اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ سنت قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش و فحش و فحور کا کے ارتکاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شریر آدمی ان پر الزام لگا سکیں (معاد اللہ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون)۔

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللہ لا یامر بالفسق انما یأمر بالعدل والنہی عن الفحشاء والمنکر نیز فرماتا ہے وینہی عن الفحشاء والمنکر نیز فرماتا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن یعنی کہمہ و اللہ بے حیائیوں کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر ان باتوں کا انشاء کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیات کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنیہ کے صریح خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جن کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر عمر یہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب ایسے فواحش کا ارتکاب انبیاء سے سرزد ہو تو ان پر الزام لگانے والے شریر اور غیث کیونکر ہوئے لیکن اس سہمہ کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ کفریہ کو الم نشرح کرنے کے لیے

اسی کتاب تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کو مرزا صاحب نے زیادہ تو صیح اور بسط سے بیان کیا اور اس کی مثل پیش کی ہیں اور اس فعل شیعہ کا فلسفہ اور حکمت بیان کی ہے۔ — ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب کا حاشیہ تریاق القلوب جو صفحہ ۳۲ اسیے شروع ہو کر صفحہ ۳۷ تک پانچ صفحوں پر لکھا گیا ہے اس حاشیہ میں مرزا صاحب نے چند باتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) عظیم الشان انبیاء اور صدیقین سے ایسے کاموں کا سرزد ہونا جو اخلاقی حالتوں اور معاشرتی طریقے میں قابل ملامت ہوں اور ان امور کا تضرع کی طرح خدا کے علم اور حکم سے ہونا۔

(۲) وہ امور اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کو مال حرام کھانا۔ خون ناحق کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ عہد شکنی زنا کاری کے مال حرام کو استعمال کرنا۔ نامحرم حسین اور جوان عورت سے اپنے اعضاء کو ملانا وغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوتی ہیں جس طرح۔

(۳) جیسے علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آخری باتوں کا اذن دیا۔

(۴) اس قسم کی چند اور مثالیں۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اسرائیل کے قبضہ میں بے گناہ لوگوں کے مال اللہ تعالیٰ نے دیے جو نہایت قابل شرم درد مگونی سے حاصل کیے گئے تھے اور عہد شکنی سے ہضم کئے گئے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائیوں کے الزامات۔

(۷) حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہما پر روافض کے الزامات دربارہ عفت و دیانت و امانت و غضب و نفاق۔

(۸) اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ ناپسندیدہ خاص مقبروں اور مجبولوں کو بد بخت شتاب کاروں سے بچتی رکھے

اور تاکہ وہ غیبت طبع انسانوں کا جنت ظاہر کرے اور شریروں کا امتحان ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے

کہ مرزا صاحب نے سراسر مغالطہ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان امور کے حکم اور اذن کی

نسبت کرنا افزا ہے اور تعظیم اسلامی اور قرآن بلکہ جملہ ادیان کے خلاف رہا تضرع کا واقعہ تو اس کا تعلق تکوین سے

ہے نہ تشریع اور شرائع سے اس پر انبیاء شریع کے اعمال کو قیاس کرنا سراسر مغالطہ ہے یا ناواقفی اور بہالت

انہوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی کہہ دیا تھا انک لن نذت طبع معی صیداً۔ یعنی میں اور کام

پر رہوں تو اور کام پر یعنی تو بوجہ مامور بالشریعت ہونے کے میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ بن علی (علیہ السلام) کے کبر اور فادق اعظم رضی اللہ عنہما کی

مندی ہستیوں میں ایسے افعال کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی بڑی بے باکی اور جرات ہے علماء اسلام اور اہل سنت

و الجماعہ کی طرف سے متعصب اور صدی مخالفین کو اس کے جوابات کا حقہ دے جا چکے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تو

اس جگہ بیسیوں اور رد و فسخ کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہتھیار ڈال دے اور یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا محکم الہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلمہ اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان کچھ وقت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو دہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مکذب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کے خطر وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جو ان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملایا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی درد نگوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب ہے وہ سراسر نامعقول اور بمنزلہ صفر کے ہے لہذا مرزا صاحب تو یمن علیہ علیہ السلام تو یمن موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخین (ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول و وضع کئے جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حرقہ کا فضول اور لغو ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور اتحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم حسب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفری کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی دہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے وائش اور کبار کا مرتکب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنتہ الشریعہ داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

سے گر ہیں مکتب است نہیں ملتا

کار طفلان تمام خواہ شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے در نہ حقیقت انبیاء ایسے فاحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب باوجود عالمیہیت مہدیت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے جس سے بڑھ کر کوئی بلندی متصور نہیں ہو سکتی ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول و وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور ہمت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونہ دشا لاہم مرف دو موٹی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اقول یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمانی کا روپیہ منگوا کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۰ میں دیا ہے مفصل اور گزچکا ہے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے تشریحی نبی ہونے کے دعویٰ کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کاجان و مال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اوپر گزچ چکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ برائین احمدیہ تین سو چوبیس یعنی ۸۰۰ چار ہزار اٹھ سو صفر تک ملیں گے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اور انحضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو چوبیس بجائے پچیس یا سینتیس سو چوبیس اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی نادر دہے اور بجائے تین سو اودھ حقیقت کے تمہیدات اور البانات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ ادہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی دافع البلاء کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمسک کر کے حضرت عیسیٰ کی فضیلت ثابت کی تھی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلمات کی بناء پر وہ طعن انہیں پر لٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا اور نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان مسیحی قصوں کی صداقت کے معتمد نہ مرزا صاحب۔

جو ایسا گنہگار ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ محاملت اور عذر سر اسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزام فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محمولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمسک اور اس اشتہار کے اور نہ وہ ان پناک قصوں کے معتمد جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقا حوالے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر یہ تینوں باتیں معقود میں لہذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سر اسر غلط ہے۔ مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی قویٰ نہیں کی۔

(۳) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ لازمی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(۴) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گالیاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب بحث عنار مدعیہ اور گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲۲ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے ۔ اسی طرح سب کا جواب بھی بحوالہ صدر آپکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عذریاں کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے ۔ درجہ جو بدذاتی اور طعن ؛ شنیع متمسک انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴۷ سے ہنک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدذاتی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اور عیسیٰ وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً بیٹنگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴۷ ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع ہو چکی ہیں جن کی تہذیب اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریک اور مکار وغیرہ سے یاد کیا ہے وہی بعینہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو باشرقرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں ۔ اور اعجاز احمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب البحت میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ۔

مجمرات کا ذکر جو یسوع کے نام سے ضمیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶۷ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا ۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا ۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کچھ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶۷ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کرناقی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۳ تک اٹھائیس صفحہ پر مجمرات مسیحی کو کل الترب مسریوم ہیرو لعب مکرو شجبدہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشر بھی ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع نہیں ہوا ۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمائی کا عطر جو حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور ایٹنہ کمالات اسلام ۔ اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۳۷ اور ۱۳۷ پر ہے بنام مسیح ۲ جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا افسانہ لغو اور فرضی ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔

رہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدذاتی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے عنار مدعیہ نے تریاق القلوب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدذاتی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی عرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مفہوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواحش کی طعن غائی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں کے اعضاء اپنے اعضاء کو ملانا ۔
(العیاذ باللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین استغاث اور انتہائی بدذہانی کا باعث جو مرزا صاحب سے منہمہ انجام آقہم میں سرزد ہوئی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی منعلقہ یاد می عبد اللہ آقہم جب صاف طور پر بھونی ٹنگی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس پر بصورت بھوٹی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو رو سیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جائے اور تمام بدکاروں اور لعینوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب و ملت کے عوام و خواص نے اور خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے انتہاوں اور اخباروں رسالوں نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ قاضی کی اور ملامت اور تندی کی چاروں طرف سے بوجھاڑیں مرزا صاحب پر پڑیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خوب کوسا اور سب و شتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدذہانی کی جو حوالجات گواہی و عثمان فریقین میں بحوالہ ضمیمہ انجام وغیرہ پیش ہوئی ہیں ۔ انجام آقہم اور نیمہ انجام آقہم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی جاسے اس بیان کی تعین کر رہے کہ اس بدذہانی کا باعث آقہم صاحب کی پیشگوئی ہے ۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق خاص اسی حاشیہ میں موجود ہے جس میں بدذہانی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل شمالہ ضلع گورداس پور سے پھر اپنی لے حیاتی کو دکھلا کر ایک گندہ اد بدذہانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے مثری سے کام لے کر یہ ذکر بھی دیا کہ لاتاہے کہ آقہم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی“

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالہ سے کہ لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی ۔ بعد ازاں انتقاماً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب و شتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۴ کا حاشیہ تا صفحہ ۹ ۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں ”مسو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی (یعنی مسیح علیہ السلام کی) پیشگوئیوں پر تلو ایمان لادیں اور آقہم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہو، اور اسی صفحہ پر لکھے ہیں ”یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور غیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آقہم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کالک کا میہ کا عیسائیوں کی پیشانی سے اتر نہیں سکتا“

نوٹ :-

مشر آقہم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (دو ہندہ ماہ تھی اب تک نہیں مرے تھے ۔

ان خواجہات اور بیان سابقہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو بدزبانی حضرت علی علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البتہ مختار مدعا علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب مہاجور اور پیش کیا جس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ فوج مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور مزید محقق مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا جہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وہ طیرہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گزرنے کے بعد کہہ دیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کر لی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے مل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکروہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیش گوئی کے وقت کہہ دیا تھا کہ تمہاری موت کی پیش گوئی کی بنا پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بناء وہ خبیث لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں کہتے نہ کہ جو فریفتہ بھڑکھڑکھ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہنسنے موت پاؤں میں گرایا جلنے کا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ ہوا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرا تو مرزا صاحب کے لیے نہایت ہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلیفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لینے کہ پیشگوئی کی بناء فلاں خبیث لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور یا ام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی۔ پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا چہر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں کہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افراد کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کیا ہے لہذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فوج مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان و لازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض نفسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات علی علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض و تیرمیں نہ تائید اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گزر چکا ہے جس کا مختص یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہوئے کا دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ و حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترتیب مسمریزم شعبہ بازی اور مکرو فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حمایت البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷ السطر ۷ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ومن اعتراضاتہم انہم قالوا ان هذا الرجل يحقر معجزات المسيح وليستہنء بها ويقول انها ليست بشيء ولو احدثت لادى مثله بل اكبر منها ولكنى اكول ولا انوجه اليها كما الشايقين اما الجواب فاعلم يا اخي ان المعجزة ليس من فعل العباد بل من افعال الله تعالى فما كان لرجل ان يقول اني افعل كذا وكذا باختياري واداتي وما يفعل الانسان باختياري واداته وقد بيبره فهو فعل من افعال الانسان ولا نسبية معجزة بل هو مكيدة او سحر فافهم يا اخي ذاك الله ربنا

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شایقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے اختیار و ارادہ اور نہ پرستے کرے وہ انسانی فعل ہو گا اس کا تمام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ سکریا جادو ہے۔ اسے بھائی اس بات کو سمجھ لو خدا تجھ کو زیادہ ہدایت دیوے۔

ماصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیح سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور جن نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ بسبب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور سبیلوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکرا اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فضل ہوتے

كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبینات فقال الذین كفروا منهم ان هذا الا
 سحر مبین۔
 (مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزاء کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت مائدہ میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ صاف جادو ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کی ثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو بُرا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سلوک کیا ہے دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عمداً مغالطہ کیا ہے۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر جو کسی انسان کی نہایت وہ دیکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متعطف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً بیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت کا ہے پس اگر کوئی شخص ان سے خطاب کرتا ہو اس کے کہ تمہارا مسیح جنس چناں ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کا ارادہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کرے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور پھر جسے اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور چیز سے پہلے کو یعنی ایک امر معدوم کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے مذہبیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منهم الاینه یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کہے گا اس کو سزا ہے جہنم ملے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملک ولنکون من الخاسرین۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھے پہلے لوگوں کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کر دے گا تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا لیکن ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے۔

دوسری آیت میں یہی غلطی مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان ادا ان یهلك
المسیح . یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے یعنی مارنا چاہے لہذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے۔
علاوہ برائ اس آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے یہ ہلک کے معنی میں لکھا
در عذاب دے کر استیصال کرے " مذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے

جیسے دوسری جگہ یہ سب علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فلما ہلک" (مومن) یعنی جس وقت وہ
فوت ہوئے اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب دے گئے اور ان کا استیصال ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان امروہلک " (نساء آخر) یعنی اگر کوئی آدم مرے تو اس کے ورثہ کو یہ حکم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل
اد آیتہ ان اہلکفی اللہ ومن معی اور حمننا فنن یجیر الکا فیرین من عذاب الیہ (ملک)
مے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں
کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہو گا کہ مجھے اور صحابہؓ کو عذاب کر کے
استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الوہیت کا اعتقاد
رکھتے تھے جیسے عیسائی بہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

الفرض مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ برائ جب کہ ہم نے
دلائل واضعہ اور تحالجات صریحہ سے فرضی یسوع کے افانہ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے
مذرات باطلہ کا بلکی استیصال کر دیا ہے تو بالقرآن اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا
اور وہ ہمیں مضمر مختار مدعا علیہ نے ہم۔ ماریج مسترد کی بحث میں لکھا ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے منشاء اور تصریحات
کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بناء پر تکفیر نہ پیش
اور مختار مدعی نے امانت اور دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر
اس کی پانچ نظیریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور جزوہیہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے
استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی صفائی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے
مطابق ہے اور بعض میں لزوم ہیں ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے عذر بالکل ناکافی
اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب البحت میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی
ہے گواہ مذہبہ کا جواب جو کہ ملزم کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا عندیہ معلوم کرنا چاہیے جو مختار مدعا علیہ نے
حوالہ میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح میں مضمر نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ باہم موافق پیش کر کے الزام
قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ تو ہیں عیسیٰ علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

صرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے دو احادیث منقولہ پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفضل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرے عبد الوہاب شحرانی کی کتاب یواقیت والحواس جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ کا۔

اسی طرح گویا بان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اس قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہرگز مبنی نہیں بلکہ عموماً ان کی قصص و بحاث پرست اور یہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر مرجح ہے بلکہ بالکل بین اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تنبیہ کی اور لزوم کو کفر کو اظہر من الشمس کر کے اتمام حجت کو اس اور اکل طور پر پورا کر دیا لیکن مرزا صاحب نے محض ہمت و عناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں جو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرضی ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقع حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مہملے وغیرہ کئے اس میں ان کو ناکام ثابت کر کے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پچھوٹوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ برائے ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تو اتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا مذہبی وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قالہ الا ان یخالف (الی) تکفیر مختار لغتہ

(کتاب الفضل صفحہ ۲۲۷ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوتے (صفحہ ۲۲۷ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بلکہ هذا علی کلی احد اور اسی صفحہ میں اس سے ماقبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفر یہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ ملے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول (و لکن یدعوا لولائہ و خاتما للنسبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لا بی بعدی“ سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ثابت کر سکتا ہے سوائے علی بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیحہ مسندہ میں خبر دی ہے ہذا ما سماء عن قول اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وحقا نذر النبیین (الی) فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فی اٰ خدا الزمان۔ (کتاب الفضل جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

گو اہل مذہب نے اپنے پیروانوں میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے جن کی بناء پر تکفیر مرزا صاحب کا دینی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم تہذیب و علم یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یواقیت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور خیانت سے کام لیا ہے آدمی بات کو نقل کر دیا ہے اور بقیہ کو جو اس کے مدعا اور منشا کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے اور لا تقربوا الصلواتہ کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کیلئے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ قال الکمال (والصحيح ان لا ذم للمذہب لیس بمذہب وانہ لا کفر بمجرد اللزوم) لان اللزوم وغيضا للالتزام وقب و قعر فی المواقف ما يقتضي تقييده بما اذا لم يعلم ذوالمذہب اللزوم وبان اللزوم کفر فانه قال من يلزمه الکفر ولا يعلم به لیس بکافر انتهي ومعنوه ان علمه کفر لا التزام اياه واللہ اعلم انتهي“

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور بقیہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری موید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول و مذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر نہ ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ جو بالافتاقی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی بقیہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم بین اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کہ مفید علم ہو کہ التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اکثر جہود کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہذا مرزا صاحب بلا تک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

وہیں جو اجزاء احکام ارتداد کو مانع نہیں ہو سکتا۔

یہ روایت والجاہر میں سے کمال کے قول میں سے موافق کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور نیابت چھوڑ دیا تھا وہی عبارت نیز اس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نیز اس میں ہے الجاث الاول انه تقدر في الشرع ان التزام الكفر كفر "لا لزوم" یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم۔
(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ۱ میں ہے "کما صرح في المواقف حيث قال من يلزمه الكفر ولا يعلم به فليس بكافر اس کا مطلب حوالہ روایت میں گنڈ پکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے اجیب بوجهين احدهما ان المضارتي التذموة بعد ما ظهر بهم لذومه . یعنی نضارے کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عندا الشرع کفر نہیں ہوتا پھر وہ کافر کیونکر ہو گئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نضارے نے اس کا التزام کر لیا ہے اس پر تعلیقات کے میں ہے "ولزوم الشيء مع العلم به التزام الكفر مع العلم بالكفر" یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب "وثنائيهما ان اللزوم البدیهی فی حکم الالتزام" یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف اور بدیہی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالہ جات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ ہٹ دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیہی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنا بر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس جواب الجٹ کے کفر کا التزام کر نولے تھے لہذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گواہان و مختار مدبر نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ کو غبی و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معمولی انسان جوش میں اگر غلطی کھانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مرزا صاحب نے سرالخاندہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔

(۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔

(۳) غبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ اور الا واد اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔

(۴) مرزا صاحب نے ابن مسعودؓ کو معمولی انسان بیہوش کے مقابلہ میں کہا ہے۔

(۵) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو بحق صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو توہینی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو رد وجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفسی توہین ثابت ہو گئی جو ہمارا مدعا تھا باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً نہ ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ جیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سرائی بھی کرنا ایک پکے مسلمان کی شان سے ایسا ہی بیحد ہے جیسا محض تحقیر و توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سنگسروں قبیحہ بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور بیع کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا عقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لا اقل لہما کا و عید اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علی ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی)

تو ہیں صحابہ اور تعریف صحابہ صحیح کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو مانا ہے جس کو مرزا صاحب وجہ کی علامت بتلاتے ہیں چنانچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں ”وہال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر پیغمبر کے ساتھ باطل ملاوٹے“

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوہریرہ کو بنی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ تو زمین فی الفاظ میں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تشریح کی ضرورت تھی۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر مخفی اور اسرار قلب سے ہے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً احکام شریعت کی مدارِ ظاہر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین و تحقیر کا زبردست قرینہ ہے۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مریات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا مد بھنے والا کہنا کس قدر گستاخی اور جرات ہے۔ بہر حال بنی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقدارِ مہمت کے متعلق اس لفظ کی استعمال نہیں ملے گی کیونکہ عبادت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیر کی کے ہیں جو مقام مدح میں کبھی کتب لغت عربی کے خواجہات پیش کرتا ہوں منہج الارباب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے۔ ”جبی کہ فہم الغروق صفحہ ۲۳۷ میں ہے البغی۔ الجاہل۔ مصباح صغیر سہم میں ہے نجی عنی الجبر ای جھلم۔“

ان خواجہات سے واضح ہے کہ بنی کا معنی ”کم فہم اور جاہل“ ہے۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کس قدر توہین اور گستاخی ہے۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال غلیظہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کو ناجائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق میں یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے منہارت بے محل نور الانوار اور اصول شاشی و فلوئی رشیدیہ و تفسیر مظہری کے خواجہات پیش کئے ہیں حالانکہ ان خواجہات میں حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق بنی کا لفظ قطعاً استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان خواجہات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد نہیں تھے۔ اصول شاشی کے الفاظ ہیں۔ القسم الثانی من الرواۃ ہم المعتمدون بالاحتفاظ والعدالت۔

دون الاجتهاد والافتویٰ کافی ہریرۃ والانس جت ہذاک۔ (امول ساتھی صفحہ ۸۲) علی ہذا قادیان رشیدیہ و تفسیر منظر کی کے حوالیات کا بھی منشا نہیں ہے۔ نور الانوار کی دون الفقہ کا معنی بھی دون الاجتہاد ہے۔ حضرت ابوہریرہ کا متقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا امتنازعہ فی نہیں بحث لفظ غنی کے متعلق ہے جس کے معنی کم ہنم اور جاہل کے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالیات میں حتیٰ کا لفظ قطعاً نہیں سویہ الزام بھی لا جواب دیا۔ میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس نے ان بے محل حوالیات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ربہ سب لوگ کا فرد مرتد تھے اور ایسے ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مرکب ہوئے تھے یا نہیں؟

(۴) بیشک حضرت ابن مسعود بنی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور بنی نہ جو اس کی توہین توہین نہیں کہلانی اور کیا اس کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل اس کی رائے کو خطا وار اور جوش نفسانی کا اثر کہہ کر ٹھکانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علوم تربیت کے منافی نہیں مختار مدعا علیہ کے خلیفہ اول اور ثانی جو اس کے نزدیک بھی نبی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جو جوش نفسانی میں اگر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین یا نہیز ازالہ الزام کی جو عبارت میں لکھی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعود کے قول کی تردید کر رہے ہیں بناءً تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو مباہلہ کی وہ عبارت کی تجھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعود سے ایسا ہوتا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا بنی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت ازالہ الزام صفحہ ۹۹۔ مقام تردید میں ان الفاظ کی استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت و اعتدال قرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کا لحدیوہر یا یہم اقتدیتم اہتدیتم اور ان کی اقتدار کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخیل کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعود جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکانا جائے تو اسلامی اصول و نقل پر کس قدر سنگین زد ہے۔ اور اس میں شافعی صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علماء اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعود دوسرے غیر متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابی ہریرہ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابوہریرہ کو بنی کہا اور ابن مسعود کو جوش میں خطا کرنے والا بتایا

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباس اور حضرت علی کے طوائف قصہ کو بیان کر کے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے۔ حالانکہ کتب حقائق میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاہیرت صحابہ پر سکوت کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے

ڈرنا اور سب سے زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ حضرات صحابہ کا تخیلہ مرزا صاحب اس لیے کر رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول مرزا صاحب کی رائے کے خلاف ہے مرزا صاحب کی رائے حق ہے اسی کے مقابل حضرت ابوہریرہ کا قول غلط ہے کیونکہ وہ غبی کم فہم اور جاہل ہے اور مرزا صاحب کی رائے صحیح ہے اور حضرت ابن مسعود کا قول خطا ہے کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے اس نے جوش میں اگر خطا کی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے ان الفاظ ”نبی و رسول مد تھا“ کی آڑ لے کر مرزا صاحب کو توہین انبیاء کے الزام سے بچانا چاہا ہے یہ بھی اس کا مغالطہ ہے کیونکہ صحابہ نجوم اقتدار اور واجب الاقتداء بنفس صریح میں لغو امت کے لیے ان کا احترام واجب اور ان کی اقتدار لازم ہے پس ان کا نبی یا رسول نہ ہونا ان کے استخفاف اور تحقیر کا منافی نہیں اگر ایک زندیق کسی نبی کا استخفاف کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ آخر یہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہیں خدا تو نہیں کیا یہ آڑ اس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے ہرگز نہیں۔ محمد اللہ حضرت ابن مسعود کی توہین کا الزام بھی لاجواب رہا۔ پھر براہین قاطعہ کلبے محل توالہ دے کر بے سود بحث کو لمبا کیا ہے اور اس کی عبارت سے غلط استنباط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت جگہ سوز اور روح فرسا الفاظ استعمال کئے ہیں پھر نتیجہ ان الفاظ میں نکالاجب مختار مدعا علیہ کے نزدیک ایسی باتوں سے بھی کفر و ارتداد لازم آتا ہے تو ان کلبہ فتویٰ اس زمانہ کے لوگوں تک نہیں بلکہ بڑوں بڑوں تک پہنچے گا۔ مختار مدعا علیہ کے اس بہانے نتیجہ کے جواب میں اس کے پیشواؤں کے کفریات صریحہ اور توہین انبیاء و صالحین کی ایک مکمل فہرست پیش کر دیتا اور ایسے ہی الفاظ بھی استعمال کرتا جیسے کہ مختار مدعا علیہ نے استعمال کئے ہیں مگر عدالت کے وقت کا احترام کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرتا ہوں۔

توہین صحابہ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعا علیہ۔

میں نے تخیلہ الہامیہ کی یہ عبارت ”شخص میری جماعت میں داخل ہوا“ وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے تمام صحابہ کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں وجوہ ذیل بیان کئے ہیں۔

۱۱) اکابر اسلام نے امام مہدی کو حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز مانا ہے اس بروز روحانیت کے لحاظ سے امام مہدی کے اصحاب کو صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا موجب توہین نہیں ہو سکتا۔

الجواب

یہ محض افتراء اور بہتان ہے امام مہدی کا حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز ہونا نہ قرآن میں ہے نہ احادیث سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے ممبر ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی نائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بلحاظ حقائق شرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ سے افضل البشر بعد الانبیاء البوکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابوکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔ مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے مختص سمجھتے ہیں اور بغرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے (امام مہدی آپس میں کہتے - کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابلِ بحث قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقتہً المہدی صفر ۴۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ صحیح براہین احمدیہ جیم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمد) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پیر اور آل فاطمہ علیہا السلام پیر ہوگا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا غیر صحیح اور مفاسد عیدہ کا مستوزم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابلِ بحث نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہوتا ہے اس سے مرزا صاحب انکار مرتب کر چکے ہیں لہذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا اور بدستور تو بین صحابہ کا انزام باقی رہا۔ اگر لغرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ اللعالمین صاحب شفاعت کبریٰ صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعت ناسخہ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سابقہ اور مبعوث الی الناس کافتر مہبط نزول مہربن علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم۔ اور کوئی یقین نہیں کہ مرزا صاحب کے متبعین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعویٰ بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول ومن دخلہ فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کا نبیاء نبی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لیتا بوجہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کاف حرف تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں حرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء و نبی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہوگا یعنی صحابی ہوگا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بھاؤ پور میں داخل ہوگا تو وہ یقیناً ہاں سکول کا طالب العلم ہوگا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ ہائی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص خصوصاً ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پاسکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شمار چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۸ بخود میں ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستہ باز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور خلل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جبری فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا جواب حسام الحرمین وغیرہ کے جوابات کے جواب میں دیا جائے گا۔

توہین اہل بیت

مختار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکا کہ اس نے نہایت بے دردی سے آٹائے دو چھان سرور انس و جان کی ذات والا صفات پر توہین کنشی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو محکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی توہین توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اَلَا اَنْتُمْ اَهْلُ بَيْتِي كَسَفِينَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ هَلْكَ (دعاء احمد) مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بتا رہے

ہیں بہر نوح اہل بیت کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کر دیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون و مکان کے مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفصیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لا سکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع میں حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختراعی دعوئے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اہر کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پس سب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تجاوز کر کے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لابد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام ٹھہرا کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ غلامی کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں نہایت مغالطہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور چند غلط توجہات کی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے۔

الجواب

یہ سراسر کذب اور دُفع ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ میں جو مولانا شاہ صاحب کو مولانا شہداء اللہ صاحب امرت سہری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایھا الذنا ظفون ارشد کھ اللہ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع متلع امرت سہری میں باصرار منٹے محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سرور صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی شہداء اللہ صاحب کو امرت سہری سے طلب کر لیا مرزا کی تصریح ناطق کہ اعجاز احمدی مولوی شہداء اللہ صاحب امرت سہری کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ ہاں ٹائٹل ہیج پر مولوی شہداء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب روجی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں۔

نیز جس شعر سے مرزا صاحب کے دعویٰ افضلیت سے توہین ثابت کی گئی ہے اس شعر میں قطعاً مولوی علی الحائری صاحب مخاطب نہیں کیونکہ اشعار کے حاشیہ پر علماء و عوامیوں کے نام علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں تفصیل کا شعر ہم اول شعر ہے اور علی الحائری سے خطاب ۳۲ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) شیعہ کے مقابلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہو اسی کو موجب توہین قرار دینا درست نہیں۔

الجواب

پاک اور مقدس ہستیوں کے حق میں گستاخی اور سخت کلامی کرنا خواہ کسی کے مقابلہ میں ہو توہین ہے حقائق اشیاء اعتباری نہیں حقائق واقعیہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے لٹریچر کو بھی اسی طرح نہیں دیکھا ورنہ ایسا غلط جواب نہ دیتا ملاحظہ ہو تبلیغ الحق اشتہار مرزا صاحب۔

(۳) مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی نے شیعہ کے مقابلہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

کلام اس میں ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے تئیں امام حسین سے بہتر قرار دے کر امام حسین کی توہین کی ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی فضیلت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا وہ ایک الزامی جوابات ہیں جو اپنے قرائن سیاق و سباق طرز استدلال و طریق بیان سے واضح طور پر ردال ہیں کہ شیعہ مرید کے روایات و اقوال کو بطور الزام پیش کیا گیا ہے نیز مولوی محمد قاسم صاحب احادیث میں سے ایک ہیں مذہبی نبوت میں مدعی مہدیت ان کے طریق استدلال پر مرزا صاحب کی غلطیوں کو قیاس کرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

(۴) رہا فضیلت کا اعتراض تو ایک کی فضیلت سے دوسرے کی توہین کا نتیجہ لگانا کی طرح درست نہیں۔

الجواب

یشک مفصل پر افضل کی فضیلت کا اظہار موجب توہین نہیں ہوتا اسی اصول پر ان احادیث کا جواب ہے جن میں حضرت سہروردہ کا ثناء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر بیان کی گئی ہے ہاں اگر مفصل کو افضل پر فضیلت دی جائے تو لا محالہ توہین ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی مع حضرت ابو بکرؓ سے افضل ہیں تو لا بد اس میں حضرت ابو بکرؓ کی توہین ہے کیونکہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر ہر ایک اسلامی اصول ہے کہ خیر اصحابی صحابی کی فضیلت کو نہیں پاسکتا تو مرزا صاحب جو کہ خیر صحابی ہیں حضرت امام حسینؓ سے جو کہ قطعی بہشتی سید شباب اہل الجنۃ اور صحابی ہیں کس طرح فضیلت پا سکتے ہیں خصوصاً جب کہ مرزا صاحب ابو جاد بن موسیٰ حکم بنوی میکون فی امق فلا خون کنا ابون وجا لون کلام بزع انہ بنی اللہ و انما خدہ النبیین و لا ہنی بعدی۔ خارج از دائرہ اسلام ہیں۔

(۵) امام مہدی کے متعلق تو تمام اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے کہ وہ صحابہ بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہیں جیسے کہ فواب صدیق حسن خان صاحب نے حج الکرامہ میں محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کا عدالت میں صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ تمام امت کا اجماع عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام امت میں افضل و اعلیٰ ہیں عقائد نسفی میں ہے افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکرؓ (شرح عقائد کس قدر جرات اور دروغ گوئی ہے کہ تمام اکابر علماء و صلحاء کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے محض طوائف کے خوف سے حوالجات کو ترک کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے حج الکرامہ کے حوالہ سے محمد بن سیرین کا جو قول نقل کیا ہے اس میں بھی کتمان حق کیا ہے کیونکہ سلی کتاب کے اسی صفحہ پر اس کی تردید موجود ہے لیس الحداد بعد التفتیل الواجم فی زیادة الثواب و افعتہ عند اللہ تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والایماح علی ان ابابکر وعمر افضل الخلق بعد النبیین والحدسلین۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی اس سے مراد تفطیل جو کہ زیادت الثواب اور خداوند کی طرف بندی مقام ہے مراد نہیں کیونکہ احادیث صحاح اور اجماع اس بات پر جو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ انبیاء اور مرسلین کے بعد سب سے افضل ہیں۔ پھر فواب صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں۔

گویم کہ قول ابن سیرین اگرچہ سند شیح صحیح باشد در مانع فیہ دقتی حجتہ است کہ ماخذ ان مشکوٰۃ نبوت است والافلا۔ یعنی مستند بن سیرین کا قول حوالہ اس کی سند صحیح کیوں نہ ہو اس مسئلہ میں حجت اس وقت ہوتا جب کہ مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہو تا ورنہ تو نہیں۔ مختار مدعا علیہ صرف ایک محمد بن سیرین کا قول جو کہ احادیث صحاح اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کو تمام علماء صلحاء اولیاء امت کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اس قول کی تردید وہیں موجود ہے جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے اولاً تو محمد بن سیرین کا قول صحیح نہیں کیونکہ اجماع اور صحاح کے خلاف ہے ثانیاً اگر فرض محال اس کو تسلیم کیا جائے تو بھی مرزا صاحب کی فضیلت امام حسین علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احادیث سے امام مہدیؑ کا نام محمدؑ اور ان کے والد کا نام عبداللہؑ قوم سید مقام پیدائش مدینہ طیبہ مقام ظہور مکہ مظہر نبوت ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ قوم مغل مقام پیدائش و ظہور قادیان ہے جو کسی طرح بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتے۔

(۶) مرزا صاحب نے اعجاز احمدی اور ابنہ کمالات میں امام حسینؑ کی تعریف کی ہے۔

الجواب

مرزا صاحب کا امام حسینؑ کی تعریف کرنا پھر توہین بھی کرنا حق و باطل کو ملا نا ہے جو بقول مرزا صاحب و جمال کی علامت ہے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۳۰۰۔

اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسینؑ کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیانہ دعویٰ اور شتان بینی و بین حسینؑ کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلیٰ اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلام تک کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ جبینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چلتے ہیں۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراض ہو بھٹ مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان جنڈل کو اس امر سے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرات کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح و ستائش میں طلب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کسے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے۔

(۷) مختار مدعا علیہ نے کر بلائے است سیر ہر آنم کی تین توضیحہ کی ہیں۔

(الف) امام حسینؑ کی طرح مظلوم۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آلام ہوں گے۔

(ج) واقعہ شہادت کی غفلت کا مبتلا ناقصود ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی توضیحات قابل تعجب ہیں۔ مرزا صاحب نہایت تعلیٰ سے اپنی فضیلت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے اشار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و ملائج کو حضرت امام حسینؑ سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسینؑ کہتے ہیں۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توضیحات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی۔ ”مجھ میں اور تمہارے حسینؑ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؑ میں تم دشت کربلاء کو یاد کرو اب تک روتے ہو پس سوچ لو۔ میں جنت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسینؑ دشمنوں کا کشتہ پس فرق بین اور ظاہر ہے“

(اعجاز احمدی)

اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان ادیان کی توہین کی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد ہدایت باقی تمام ارشاد ہدایت کے منسوخ ہونے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا جس طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوئی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و بیل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور سبل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے لسا ہی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمد للہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے عدالت خود بخود فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت درحقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی بلائ ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ دعوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علائکہ تک نہیں باقی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہو کرتی اور حضور علیہ السلام کی افضلیت بدلائل ماثلہ و براہین ماطلہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابو بکر کی افضلیت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیان عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکرؓ لہذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دعوای اختیار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبد القادر جیلانی کے اس شعر افلت شمس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

الجواب

(۱) حضرت پیر پیران سید عبدالقادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کہا را دیار امت سے ہیں جو بہر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ مجبوطی الہی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی شئی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمس سے حقیقتہً مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شمس یعنی ادیان منسوخ ہو گئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مگر صاحب کے دعوای اور ان کی تعلیم اور تمام کارخانہ دیگر گول ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواباں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیم منسوخ ہو گئیں یا یہ کہ اب موصل الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(۲) حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیہ کرام کی تصریحات کے مطابق سکین بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جلتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے یہاں کہ کتب تصوف میں مصرع ہے اور چونکہ انبیاء کی بشت مخلوقات کی ہدایت و ارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ نہایت اعلیٰ اور موثقی ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابلِ محبت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی قیمت بھی سکر نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکر کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قولی پر قیاس کرنا قیاس مع الغایق ہے۔

(۳) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طریق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنی کر کے ہمارے مقصد کی ہلکی تائید و توثیق کر دی ہے۔ بحمد اللہ العلیم اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اختیار امت و اکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے جو طریق اور ذریعے تھے دو حالِ غالی نہ ہوئے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناحق ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اختیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے رنگوں کے طرق کے مخالف تھے تو

اس سے بڑھ کر اکابر و اخبار کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احد سے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین و ہنیان اسلام حضرات صحابہ میں جنہوں نے صحراے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کو یا مثال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور افتادہ انسانوں کو غدار رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کے مساعی سے افضیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علماء امت اور ائمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے کتاب سنتہ کے حقائق و معارف و مآرب کے ذریعہ سے قلوب کو منور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ شتیہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ ہیں جنہوں نے باتباع طریق محمدیہ لاکھوں سالین اور اعلیٰ الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؑ اور امام شحرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الغرض مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب بند ادبے کار ہو گئے تو یہ نسخہ شریعت محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماخوذ و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و ملک رہا ہے۔ یس اس صورت میں ان کے چشموں کو شک کہنا اور ان کے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف اختیار و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توجیہ پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالیٰ کا تقرب اور وصول الی اللہ ہرگز نہیں پاسکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیروی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسیلہ نجات نہ ہوتا و حقیقہ کہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(۵) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اپنی فضیلت دی ہے جتنی سوا ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقتہً الٰہی صغیر ۳۶۱ کے بیان میں یشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب جو دویں صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سربندی مجدد الف ثانی ہیں۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہو رہے ہیں جو دہویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سربندی کے درمیان سب تصریح مجدد صاحب پہ کی نسبت ہوگی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل و اکمل ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے ادبیاد ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ سراسر توہین و تحقیر ہے جو ہمارا مدعا ہے۔

(ب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجدد میں سابقین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ اُن تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں۔ بالکل صحیح اور مسلم سن ہجری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جس کا کہ نواب صدیقی حسن صاحب نے حج الکرامہ میں اور مرزا صاحب کی امت میں سے عبدالرحمن خادم نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بھدی آئے اُن سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ کیونکہ تالیفی اد شیر القرون میں سے ہیں۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہوگی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کر کے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی۔

اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغفلانہ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لہٰذا کیونکہ النبی فاحشاً و لا متعافحشاً اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چونکہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بجا طویل دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لیے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ بحجاب مختار مدعا علیہ

- (۱) مرزا صاحب نے شرفاء و علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دیں ہیں جن کا بیہوش خیانت و شرارت ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا الحج۔
- (۳) شاہ دلی اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو بیہودہ کا نمونہ بتلایا ہے۔
- (۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان دھازی انتہا کو پہنچ گئی اور فحش مضمون کے اشتہار دئے۔
- (۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور فقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرام کھانا و شراب کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم غیث فطرت تمسوح القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ اسے بد ذات فرقہ مولویان الحج استعمال کئے۔
- (۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔
- (۷) ان العدوی صاروا الحج سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خسرو بہر صفت ہیں۔
- (۸) کنٹرل العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آنے گا۔ لوگ علماء کی طرح جمع کریں گے تو وہ خسرو بہر بنند ہو چکے ہوں گے۔
- (۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔
- (۱۰) اگر مرزا صاحب کی دشنام دہی گالی ہیں تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الحج
- (۱۱) عورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

الجواب

پھر ہر ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کے عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرا سو سال سے مخصوص قطعہ کتاب

سنت و اجماع امت اسلامیان عالم متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس جہال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کئی ایک مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ علماء امت نے ان کو کذاب و جہال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا آخر ان کو قتل کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ مسلمہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و جہال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیؓ ہذا جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو جہال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا۔ تاکہ مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوت کیا۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی۔ صرف علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین متین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی و جہال و کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام جہل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا امت محمدیہ کو کفر و ارتداد کے اس فتنہ عظیم سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں متعلق کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی فریب کاریوں کو آشکارا کیا داس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ بل سکا اور مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لیے علماء وقت نے امتی کا بیاد بنی اسرائیل کا نشان دکھلایا ہے جب تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دیں۔

مولوی ابی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصا موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصا موسیٰ مصحفہ ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) یہ جواب بالکل محفل بے سود ہے پہلے شرافت اور بذات کا ایک معیار مقرر کیا جونا جس معیار پر تنقید کی جاتی کہ فلاں شریف ہے اور فلاں شریف شرافت نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب نے سخت جھٹ گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹونگی مولانا اصغر علی صاحب ردی وغیرہ اکابر علماء اور بزرگینہ بزرگوں کو گالی دینا اور پھر ان کو شریر کرنا کتنا کفر تعدی ہے۔ ان حضرات نے محض نصرت دین اور علماء حق اور محافظت احوال اسلام و حکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الہ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفة من امتی الح

(۳) حضرت شاہ صاحب کا قول ہے: "مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ اور علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر لکھتے اور احادیث نبویہ کی تحریف کر کے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو لکھتے قرآنی اور احادیث نبویہ کا ہی معنی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تفسیر بحات الیہ اور تصنیفات نبویہ اور اقوال اجماعیہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر لکھتے و احادیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کا قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

(۴) مرزا صاحب نے جس قدر علماء و خطباء کو گالی دی ہیں اس کا ہزاروں حصہ بھی کوئی عالم دین بردے سکتا ہے مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعی نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے مشرماً مجبور ہے۔

(۵) یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کامل سے متصف اور خلق اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور ائمہ صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں خبیث فطرت مسرور القلب اور سیہ باطن کے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل جب مرزا صاحب نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی۔ مجدد و مہدی بننے بنتے مسیح نبی رسول بننے گئے تو ناچار مولوی صاحب تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استغاثہ کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن و احادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہمدی گذارش ہے کہ اس فتوے کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ یہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے تو کیا ناموس اسلام کی خیانت اور روایات اسلامی کی حفاظت بھال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء دائرہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ میلہ کتاب اور اسود غنی اور علی باب و ہمدان اللہ مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل کا مصداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرتے علماء بدترین مخالفی تھیں۔

اولاً یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ عقلمندانہ علیہ نے اس کو کوئی نبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلا دلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ پہلے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتداء اور ان کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے موجب فرمان نبوی ان کو کذاب و دجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی بیگونیوں پر تکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لا طائل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والہ جد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دہش نام وہی سے دیا جو ہر مطلوب کا طریق کا ہے۔

(۸) عقلمندانہ علیہ نے کثر العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندہ بتلایا ہے۔ بندہ اس لیے کہ نقل آثار نے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جواب سے عاجز ہو کہ خنزیری صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے عقلمندانہ علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے دلالتاً پایا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ عقلمندانہ علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام اخیر زمانہ کے متعلق بیگونی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خونخوار فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے۔ کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھیں اللہ میں سے بعض مولوی پیسے اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بتی ہمارے کئے بعض مغضوب علیہم لوگوں کی طرح مسوخ ہو کر خنزیر و بندہ ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کونوا قسرة خاسسین

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے۔ یا معنی ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندوں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی۔ چنانچہ روزِ مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برأت کے لیے مختلف نقلیں آتے رہتے ہیں اور طالب لیل ہو کر کہیں تو رات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کہیں جنم ساکھوں کی عبارتیں کئی وقت صوفیہ کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی برأت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روزِ اول سے شکستیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں۔ مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لیتے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خنزیرِ صفت بتلا کر بطلہ پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراطِ مستقیم پر قائم رہیں گے لایزال طاقتہ من امتی ۱۱

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر تنزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب تو یہاں تک فرمایا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور بائنی اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو ویسا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر وارد ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن کریم پر عائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعویٰ بھی موجود ہے۔ صا صلسما نسیم از فضل خدا۔

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الایۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی حماحت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کتابیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نمونہ کا قرآنی اور نبوی اور جماعی عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائی نفس میں علم ربانی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور پھر علماء ربانیوں نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روزِ روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیے وہ صم صم عی لکھ ہدایت سے محروم ہے مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو گالی دیتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو مشاجرات مذہبی کا علم بھی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے لپٹے خاندانی مخالفات مذہبی کا علم بھی ہوگی ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کا بھی دیتی ہوگی پھر مرزا صاحب کا بلا اشتغال مخالفوں کی عورتوں کو کتیاں کہنا کس قدر بلاوجہ الزام ہے۔

ذریۃ البغایا

مختاران مدعیہ نے لغت کے مستند اور معتبر کتب سے ثبوت کر کے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے کے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو چھوڑنا مانتے ہیں ان کو زنا کار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے نہ مخالف کے لفظ حرام اور زانیہ عورت کے اولاد ہونے پر مختاران مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لاقوۃ الا ذریۃ البغایا کی چند ریگ توجہ نہیں کی میں۔ پہلے اس سے کہ میں ان توجہات کا بطلان ثبوت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغا یا۔ بمعنی زانیہ زنا کار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زنا کار حرام کار عورتیں کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لمحۃ النور سے جو دحوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیہ و بغا یا۔ کا ترجمہ زنا کار بازاری عورتیں کیا ہے چنانچہ لمحۃ النور کے صفحہ ۳۱ میں ہے یسرون بتلک البغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ ”بیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شونڈ۔ اور صفحہ ۶۹ میں ہے ویجتراؤن کا بغایا علی النوام الحباثت۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم ”چوزنان بازاری برہر نوع ناپاکی دلیری مے نمایند“ اور صفحہ ۸ میں ہے وقد تجتمع الیہم فی بعض لیل الیہم بغایا السوف۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔

”وگلے در بعض شب زنان بازاری مے آیند“ اور صفحہ ۱۶ میں ہے یتزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے ”وہ نکاح خود مے آزند زنان بازاری را“۔ اور اسی صفحہ میں ہے تخم رجہ کا بغایا

نوع من الحیلا دة۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”ہاں بچھو زنان بازاری قسے از چالاک در ایشان یافتہ میشود“ اور صفحہ ۸۸ میں ہے فان نطقته البغایا قد خاوا اکثر ولد۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ ”بچہ کہ نطقہ زنان بازاری باکثر بچگان مخلوط شدہ“ اور اسی صفحہ میں ہے۔ ویتلون تلہ البغایا لگاری الحانتہ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے ”و پس زنان فاسقہ بچہ مستان سڑا خانہ می روند“ اور صفحہ ۱۹ میں ہے ان للہیجال والبغایا سنیرۃ واحدۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ”زنان فاحشہ و دجال در جیلہ جوئی و کار سازی مشابہت می آزند“ اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان لسا دادان کن بغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”در خانہ زمان ان خانہ فاسقہ باشند“ اور

صفحہ ۹۶ میں ہے ”وما اهلكهم الا البغايا“ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے ”ہلاک نہ کرو ایسا نہرا مگر زنان فاحشہ“ وقد كثرت البغايا المشقرة الناس في هذا الزمان۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”دہلے بد بختی مردم زنان فاحشہ میں زمان بسیار شدہ اند“۔

اور صفحہ ۹۶ میں ہے ”دبما تسقط بغى من كثرة الخمر في وسط السوق وبوالزهر“ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”وہا اوقات زن فاحشہ انکثرت شراب خوری در وسط بازار و گذر مردم بہوش سے شود“۔

اور صفحہ ۹۷ میں ہے ”ويبذل في مداوات بغى جهد اسى۔“ جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔
”وخرج مے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طیب“۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے ”واشتغلوا من شجر الوقاية والهداية الى العواہر والبغايا“ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”واشرح وقایہ و ہدایہ روحانیہ سوئے زنان بکلمہ“۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے جو وہ حوالے ایسے پیش کر دیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔ یعنی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکار کیا ہے اب آئینہ کمالات ص ۵۳۵ کے لفظ ذریعۃ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استمالات اور محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی پچاس المایاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول ”الذیۃ البغایا کے کرتے ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھاتے حالانکہ ان کے پیشوا و مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کو بغیہ اور بغایا یعنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الناطق کھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ چنانچہ صرف ایک رسالہ لجنۃ النور سے جو وہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے چند ایسے حوالے پیش کرتے ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتدا و پیشوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریعۃ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور حرام زادے کے صریح ”نفا“ اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریعۃ البغایا کا معنی اولاد حرام اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز خیال کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکرین کے حق میں ذریعۃ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی تسکین کے لیے لجنۃ النور سے ۱۴ حوالے پیش کر دیے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زناکار بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتدا و پیشوا کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریعہ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔
(۱) ”پھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس میلہ کی طرف متوجہ نہ ہو اور تاحق سچائی پر پیرہ ڈالنا چاہے
تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا“

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)
(۲) ”جو شخص اس فیصلہ کے خلاف ہو اس کو اس گے اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس
کو دلدل الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)
اس ”اکروہ“ حرام نہیں، حلال زادہ ہیں تو اس ”سمون کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں“
(انوار الاسلام صفحہ ۳۱)

(۳) ”اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سہی کرتا ہے اور کون دلدل الحرام
بننے کے لیے سہی کرتا ہے۔“
(انوار الاسلام صفحہ ۳۲)

(۴) ”کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا گیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا
قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مشر عبد اللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور
اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں خلل ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور
کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔“

(مختصر تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ان چنگانہ حوالات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریعہ البغایا کے معنی وہ
ہیں جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کئے ہیں
وہ بالکل صحیح اور قابل اعتناء نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادیہ مستمر ہے کہ جو شخص ان کی انفرامی اور خود ساختہ
باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور دلدل الزنا کہہ دیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بدخصلت انسان مراد
ہوتا ہے اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تاہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقتدار اور پیشوا استعمال
کردہ لفظ ذریعہ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی محاورہ
یعنی بدخصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ تنازعہ فیہ لفظ ذریعہ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ
وغیرہ۔

علی ہذا متنبی کا یہ شعر ہے

تتكرمونهم وانا سہیل طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختاران مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

”یعنی اے علی بن اسحاق آپ حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں جو ان حیوان سرشت بد باطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں“

حالانکہ مولانا ذوالفقار علی صاحب نے تسہیل البیان شرح متنبی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اور تو حاسدوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بہائم اولاد الزناء کی موت لے کر

آیا ہوں۔“

مختار مدعا علیہ نے پہلے تسہیل البیان کا ترجمہ نہایت لطیف سے پیش کیا تھا اب چونکہ تسہیل البیان کا ترجمہ ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہذا اس ترجمہ سے اعراض کر کے از خود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بد باطنوں کا لفظ از خود بڑھالیا جو تسہیل البیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تسہیل البیان میں لکھا ہے اداد با اولاد الزناء البھانہ والعوب تقول اذا طلعت سہیل وقع العوباء فی البھانہ۔ یعنی اولاد الزناء سے مراد جانوروں میں اور عرب کہتے ہیں۔

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو جانوروں میں وبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑ جاتی ہے اسی طرح میرا وجود حاسدوں کے لیے موت کا موجب ہے۔

مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دیدہ ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان متنبی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے معنی کے متعلق غلط بیانی کر کے دہوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانی اسلام کی مقدس تعلیم اور روایات سے تمسخر کیا۔ اپنی خرافات اور ہرطیالت کے بچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ تمام شاہ اثر اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر اعتراض ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقا نامدار کی ذات پر کلمات پر ویسا حملہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام اور قرآن حکیم کے متعلق بر ملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور اسٹھہی یہ لکھ دیا ہے۔

مذہب بالآخر اس قدر اور گزارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار رکھا ہے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی بہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا فلان مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانوں کو خطاب کریں۔

(معذرت نامہ مرزا صفر (۱۰))

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں؟

(۱) معذرت سوم۔ آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں۔

(۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی۔

(۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔

(۱۵) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے

(۱۹) مرزا صاحب کے فرزند دلبند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پوجی

کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۲۱) معذرت اول۔ اگر میری کلام میں سر قہ ہے تو قرآن میں بھی ہے۔

(۲۲) معذرت دوم۔ قرآن میں بھی غلطیاں ہیں۔

(۲۷) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب مجھوں مجھے تو آنحضرت بھی محصور تھے۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی۔

(۳۴) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے اہامات میں غیر زبانی کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں۔

اس فہرست کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گزارشات پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کسی قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہر بات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے، پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تمہید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہوری مرزائیوں کی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں ”جب کسی منترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو (قادیان سے) اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا“ (معذرت نامہ منہ) المحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال و اقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ہاں بعض پادریوں اور چند مقصبات آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان منصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے اولاً پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بے باکی سے حملے نہیں کر سکتے ثانیاً اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے دیا ہے۔

جیسا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے بھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملہ نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر لغو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریباً ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ربط اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گونا گوں پینترے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ہاتھ صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دہل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا قرہینہ ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلق پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال بالمحدث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہہ کر کہ روئی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ بھوٹے۔ اور جعلی معجزات اور نشانوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آقہم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی تمجیحات و تادیلات میں سر توڑ کوشش کی علماء اور اکابر امت کے سپرد و ختم۔

میں پورا زور صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور اپنی مدح سرائی اور اسلاف کا تحظیہ کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات۔ مثلاً سراج منیر نزول المسیح

ترباق القلوب تحفہ گوٹھ دیر اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا۔ کہیں کہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیات پر کچھ بیان ہوگا۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس ادولہ العزم کی شان میں استہزاء و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا۔ اللہ اکبر۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہوا مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشمنانہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیے فحاشیت اور علانی کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و جسمی تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بائنی اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھٹے لفظوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدیر نور افشاں کی مغذت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریعۃ البغیاء کی دوسری توجیہ یہ کہی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر علیہ السلام کو باپ ملتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریعۃً بغیاء کہا گیا۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ۔

حج - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ محض۔

یہ الزام غلط عائد کیا اُن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دینا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرنا ہے۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریعۃً البغیاء قرار دیا جانا بالکل درست ہے۔

یہ مختار مدعا علیہ کی خیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر ایک واجب الاحترام الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان ھٰذا لا بہتان عظیم مگر بایں ہمہ مختار مدعا علیہ نے بغیاء کا معنی بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض قریب اور خدا کے مسلمانوں کو ذریعۃً البغیاء کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور یحییٰ علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریعۃً البغیاء کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو نہائیں اور اس کی مہل مصنفات کو بنظر محبت نہ دیکھے اصل عبارت مرزا صاحب کی تیبھے تھاک کتب بینظر البیہا
 کل مسلمہ بعین المحبة والمودة و ینتفع من معارفہا ویقبلنی ویصدق دھوقی الا ذریۃ البغایا
 الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلون - جس کا ترجمہ نفی ہے
 یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا
 مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ہر مار دی ہے سو وہ قبول نہیں
 کریں گے۔

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے نفی ترجمہ سے واضح ہے مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو
 ذریعہ البغایا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعویٰ یعنی مہدی ہونا مسیح ہونا نبی و رسول ہونا نبی محمد
 علیہ السلام ہونا نہیں مانتے۔

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزا کی حضور علیہ السلام کی
 غلامی پر اکتفا نہ کر کے مدار ایمان اور مدار نجات مرزا صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مختار مدعا علیہ کے استدلال
 پر استعداد مرزا صاحب کی امت کو ذریعہ البغایا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر مسلمان اس حقیقت الامری سے
 بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مشابہات اور اختلافات کا سلسلہ
 شروع ہو چکا ہے۔ کسی مذہب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات
 نہ مانے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زاد ہے یا چھوٹے نادان بچے کھیلنے وقت ایک دوسرے کو ایسا
 کہہ دیتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتداء سیرت ان سفیہانہ حرکات سے مقدس ہو کر جاتی ہے۔ یہ مرزا
 صاحب کے اخلاق کا نمونہ ہے بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمہری اور عنیت کا دعویٰ ہے۔
 ج - چہ نسبت خاک را بجاہم پاک۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی فیضیت
 کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان ان کو بنظر استحقاق دیکھتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت اور کبھی جاچکی
 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں
 پر مہر لگی ہوئی ہے مختار مدعا علیہ نے ایام الصلیح کے ٹائٹل پیج کی یہ عبارت - ہماری اس کتاب میں اور سالہ فریاد در دین
 وہ نیک جلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے
 ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان
 کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری

وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

اور لجنۃ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہنسک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریلوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے وقوفوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں شہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو دکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

اور اسی طرح الہدی صفحہ ۶۸ کی عبارت دلیس کلامنا هذا فی اخیار ہمدان فی اشراہ۔ یعنی ”ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے“ نقل کر کے یہ دہوکا دینا چاہا ہے کہ الذی یرتہ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجنۃ النور اور الہدی کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشا وکلاً۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوے کی تصدیق کرے گا مگر ہم لاہور کے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعوے کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعوئی ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا گجی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذی یرتہ البغایا میں سے ہے۔

ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ اہمات المؤمنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو اہمات المؤمنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے

نہ کتب عقائد سے نہ تصریحات فقہائے محض اپنے قیاس سے ایک اختراعی نتیجہ پیش کیا ہے کہ جب کہ ہر ایک نبی امت کے لیے باپ ہیں تو اس کی بیوی ضرور اس امت کی ماں ہوگی حالانکہ یہ قیاس نہیں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کا فرد تھیں وہ کیونکر مومنین کی ماںیں ہو سکتی ہیں چونکہ حضور علیہ السلام کی ازدواج کی تطہیر نص قرآنی سے ثابت تھی اس لیے نص قطعی قرآن حکیم ان کو امہات المومنین کہلایا۔ جو اس خصوصیت کو عام کر کے ام المومنین کا لقب کسی دوسرے شخص کی بیوی کے لیے استعمال کرنا یقیناً ازدواج مطہرات کی توہین ہے۔ نیز صرف سوال یہ تھا کہ کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی نسبت ام المومنین کا لقب عطا ہوا اس کا کوئی بھی ایک نقل ضعیف سے ضعیف پیش کر کے جواب نہ دیا۔ لہذا توہین بہر حال قائم رہی۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی توہین

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کا واقعہ کشتی بیان کر کے حضرت پیر سید عبد القادر جیلانی اور مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خوابوں کو الزام پیش کیا ہے اور اس سے مرزا صاحب کے کشت کو خواب کا واقعہ قرار دینا کافی سمجھتا ہے۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ کا یہ قیاس قیاس مح الفارق ہے یہ دونوں بزرگ نہ نبی ہیں اور نہ مدعی نبوت اور مرزا صاحب مدعی نبوت مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی نہیں ہیں کے خواب وحی ہوتے ہیں اور دسواں شیطان سے پاک جیسا کہ خود مرزا صاحب حمامۃ البشری صفر ۲۰ میں لکھتے ہیں ولا یخفی علیک ان دویا الانبیاء اور ازالہ اہام صفحہ ۵۷ میں ہے نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے چنانچہ روح المعانی پارہ ۱ صفر ۳۳ میں ہے ان رویاء الانبیاء والہاماتہم وحی۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے جرح میں بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں اور نبی کی وحی الہی ہیں اور وحی دخل شیطانی سے پاک ہوتی ہے اور مرزا صاحب کا حضرت فاطمہ الزہراءؑ علیہا السلام کی نان مبارک پر سر رکھنا مشاہدہ عینی سے بھی کہیں زیادہ قوی الثبوت ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خوابیں ایسے واقعات سے پاک ہوتی ہیں۔

بیت اللہ کی توہین

مرزا صاحب نے سرزمین قادیان کو اہل حرم قرار دیا ہے۔
 زمین قادیان اب محترم ہے، جو جم خلق سے اہل حرم ہے
 نیز مرزا صاحب کے بیت فکر کو من دخلہ کا فائدہ ماننا جس پر ہماری طرف سے اعتراض

ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیان کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ جواب جرح میں کہہ چکا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

(۱) گواہ مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ نے تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مانع مسئلہ کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود فرماتے یہ اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی ماننا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے صریح حکم کہ ”قادیان کی زمین ارض حرم ہے“ پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیان کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔

(۲) ”مرزا صاحب نے زمین قادیان کو ہجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔“

الجواب

مختار مدعا علیہ کا دید و دانستہ یہ ایک مغالطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفی ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر چر کے لیے ارض حرم ہجوم کرتے ہیں یہاں بھی ہجوم کرنا دین ہی کے لیے ہے کیونکہ اعلاء دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

الجواب

بالکل غلط ہے قادیان میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایت کی تکذیب عقائد اسلامی کی تبذیل سکھائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان ارساں پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جلتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیان کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کے خیالات و افکار ذریرۃ البغایا کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اجنبہ آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں ”اسلامی عقائد کو مترنزل کرنے میں احمدیت نے آریہ سملج کر ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی جدو جہد نے برسوں میں

کر دکھایا بہر حال آریہ سماج کو مرزا صاحبؒ اعلان کے مقلد اور مرد مرزا بنوں کا مشکور ہونا چاہیے۔ (راکریہ ویر ۱۱۲ مارچ ۱۳۳۷ صفحہ ۱۲ کامل نمبر ۱۰)

یہ ہے سرزمین قادیان کے سارنلے جس کو مختار مدعا علیہ اعلیٰ دین کے تجاویز اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے کا مرکز بنلا رہا ہے قادیان وہ زمین ہے جہاں کے مدعی نبوت نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی حیثیت کا دعویٰ کیا حضور علیہ السلام کے ظہور کو ہال اور اپنے ظہور کو چوہ ہویں کا چاند بتلایا ہے حضور علیہ السلام کی دہننادی غلطیاں گندائیں مگر اپنی غلطیوں کی کوئی لست نہیں مرزا صاحب پر اعتراض کو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس پر چسپاں کیا۔ قادیان کی زمین سے یہ آواز نہیں اٹھی۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
محمد دیکھتے ہوں جس کو اکل
اور پہلے سے ہیں بڑھ کر عزت میں
غلام احمد کو دیکھتے قادیان میں

ایسی اور کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دینے سے مشبہ کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ مشبہ بہ سے اس کی فضیلت اور برتری ثابت ہوتی ہے۔

الجواب

اولاً مرزا صاحبؒ شریعت پر تشبیہ نہیں کیونکہ تشبیہ کے لئے حرف تشبیہ کا ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ثانیاً قادیان میں جو ہر جوہم خلق ہوتا ہے وہ اعلیٰ دین اور ذکر فضائل رسول مدنی نہیں ہوتا بلکہ بنیاد کے اکھیر نے اور رسول قدنی کی برتری کے لیے ہوتا ہے۔

ثالثاً بغرض محال اگر مختار مدعا علیہ کے زعم کے مطابق بھی مان لیا جائے تو کیا کسی وصف کے پائے جانے سے مخالف شرعیہ اور مصطلحات دینیہ کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے انبیاء کو سچی خوابیں آتی ہیں پس جس شخص کو سچی خوابیں آئیں کیا مختار مدعا علیہ اس کو بھی رسول اور نبی کہے گا۔ جس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ التحیۃ والسلام کا ذکر ہو۔ مختار مدعا علیہ اس کو قرآن کچھ کہے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ سچی خواب دیکھنے والے شخص کو نبی کہنے اور اس کتاب کو قرآن کہنے میں انبیاء اور قرآن کی فضیلت و برتری ثابت ہے غالباً ہرگز نہیں کہے گا۔ یہ تو تمام بھوسے مدعیان نبوت کا سبقت رہا ہے کہ مصطلحات اسلامی کو ہمیشہ اپنے لیے ثابت کرتے رہتے ہیں۔

(۵) لیکن بزرگان اسلام نے ایک شعر میں دل کو کعبہ بلکہ ہزار کعبہ سے بہتر بتلایا ہے مشہور شعر۔

دل بدست آور کمرج اکبر است الخ

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ایک شعر نقل کیا جس کو بزرگان دین و اسلام کا شعر بتلایا ہے یہ کس قدر بدیہی مغالطہ ہے

کہ یہ شعر بہر حال کسی ایک شاعر کا ہوگا نہ مجموعہ بزرگان اسلام نے بل کہ یہ شعر بنایا ہوگا محض دہوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کعبہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے الخ۔

الجواب

یہ صرف اُن کی کتب سے ناواقفی ہے اُن کی اصطلاح میں ہر مہبط تہجیات کعبہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخلہ کان آمناً مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بتاتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بنتا ہے کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید برآں اور تمام حرمین کے مقامات مقدسہ کے بھی نمونہ دنام بنا سکے ہیں۔

(۳) نیز جب کہ اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کعبہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شان بہمصری دکھلاتے ہوئے کسی طریقہ سے کہہ دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیان کو حرم بنانے سے توہین کعبہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کعبہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے درجہ نہیں مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیان کا حرم ہونا بطور تشبیہ نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقت ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توہین کی تشبیہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقت ہے نہ تشبیہ۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو عیر و ثور کے مابین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریع ماننا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرارداد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو لابد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا
ملاحظہ ہو اربعین ص ۷۸-۸۰

شریعت اسلامیہ میں ارض حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض
حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ
السلام کے تنصیص و تعیین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے
احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان مانطق عن الہوی ہے۔

۴) کیا مختار مدعیہ مولوی عبد الملک صاحب پشتر مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی
صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی
مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الحج۔

الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبد الملک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا
کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعیہ اپنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدنی
اور اپنے واجب الاطاعتہ خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تصریحات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر
کردار ہمسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت
میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب ائمہ صداقت صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں ”پھر وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت
میں داخل نہیں ہوا خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر و اشرار اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ
میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۸۶ پر لکھا کافر بتاتے ہیں۔“

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہنا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ
کہا جاتا ہے ایسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی
مختلف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی۔

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب خواجہات حمام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم
ہو جائے گا کہ محض یہ مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان آمنًا سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات
میں کوئی نہیں الحج۔

الجواب

مرزا صاحب کا قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کا ان اہام ایجا و کرنا صاف طوط پر ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیان کو مکہ معظمہ اور مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا یعلیٰ اور نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نبی خدا کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوہ خاتمہ سے امن کی تصریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قادیان زیر نگین حکومت انگریزی تھا اس کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے الہامات کی قدر قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مؤاخذہ سے ماموں نہیں چھوڑے گی۔ پھر یہ کہ مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو ایسا اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر اس الہام میں ہر طرح کی امن کا روح بھی چھونک دیتے۔

الغرض قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کا ان اہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استثناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

حج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے حوالجات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا محیط جواب یہ ہے کہ حج مصطلحات شرعیہ میں سے ہے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو امکانہ مخصوصہ میں ادا کرنا ہے مصطلحات شرعیہ اپنے اپنے معنوں میں حقیقت ہو کرتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قادیان کو حج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قادیان کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کا ان اہام کا مصداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو حج بلکہ یقینی حج کہنا ہو تو اب حج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمیٰ رکھنا اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مصرح ہے۔

(مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے حوازیں حسب ذیل مغالطے دیے ہیں اول یہ کہ مرزا صاحب نے وحی الہی پر کہا کہ اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشمت خاک اپنی قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہو گیا۔

(مقامات امام ربانی)

الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کر رہا ہے۔ جو بہشتی ہوگا اس گورستان میں دفن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخلہ پھر پھر کے اصول پر رکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا ہل حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر ضابطہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر کوئی اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ داخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیان کے کاروبار کا اکثر دار مدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور منبر کے درمیانی حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام خصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور بکرازمین لے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گیا مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو اباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقاد ہی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تصنیف اور روضہ عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اتکا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے

تجب ہے کہ بلا وجہ اس میں اس قدر طول طویل بحث شروع کر دی جب کہ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو احد الکفر یعنی کافر ہونا مسلم ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۱ مارچ ۱۳۳۵ء جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر عود کرتا ہے:

”نیز گواہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء جس میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے“

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

ادریہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ من قال لا خلیفہ یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک محدث تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ کیا کوئی معقول توجیہ کرتے مگر بلا وجہ طویل بحث چھیڑی لہذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء صلحاء سلاطین اسلام سب بیک قلم نکلے نزدیک کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں یکے کافر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا فتویٰ

بہر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھ قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

”کفر و قسم پر ہے..... تا جس۔ اے یہ کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر خود سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہیں۔ کیونکہ محولہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

”اپنے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کر کے کہتے ہیں: لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔“

(پیشہ معرفت صفحہ ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ بولے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

(مرزا صاحب کی بیعت میں رد و اخل ہو نوالا جہنی ہے)

(۱) ”مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں نہ شامل ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا در سول کی نافرمانی کر نوالا جہنی ہے۔“

(۲) اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں تکبر نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا ملام اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن نہ بنی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۳)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ کے جہنی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے،

”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تقسیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پرکا کا فسک)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ بیکے کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۱۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان اولیاء و موفیاء علماء و سلاطین اسلام و نوابان سب بلاتاکل

پکے کافر ہے۔ اور گمراہی مدعا علیہ نے ۱۲ مارچ ۱۳۳۵ء میں کہہ دیا کہ چلیے وہ کروڑوں کیاسکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر متعلق اور بطحرا وادھو گئیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے اُن کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود مسلم مرزا صاحب و گواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسخ نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

- (۱) اگر تکفیر و جہ ازندانہ اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو جائیں گے۔
الجواب۔
- (۲) منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۶۱ پر ہے کہ خواجہ حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔
- (۳) گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر کہا ان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔
- (۴) گواہ مدعیہ نے اس کا اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔
- (۵) اول تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور تصبیح بھی کر لیں تو محض تکفیر و جب کفر و ارتداد نہیں بنا سکتی۔
- (۶) ائمہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔
- (۷) میراد شہن بہننی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴۔
- (۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعویٰ اسلام کا کہتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر پوشیدہ اور دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں درست نہیں عبارت منصب امامت صفحہ ۹۴۔
- (۹) پس جب ان لوگوں سے تین حضرت مولانا شہیدؒ معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر بجا لا کر کہتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔
الجواب

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسروں کو کافر کہتے ہیں اُس کی بنا کوئی اصول کا امتیاز نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

غلط ہو۔

”لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے۔“

”امجد رضا خاں صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا ہے اسے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔“

”کفر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسئلہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور برادرت ظاہر کرتے ہیں“ اسی طرح حدیث من ترک الصلاة کے ظاہری مہنوم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم پس یہ مست و مست دونوں کا جواب ہو گیا۔ (سوالات مکرر)

(۴) تکفیر مسلمین بھی منجملہ وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تمہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منجملہ وجوہ پنجگانہ کفر کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو ہی مسلم ہونا چاہیئے۔

(۵) آئینہ صداقت کی عبارات میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۶) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۴۲ و ۴۳ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج الاسلام لکھا کافر شیطانی جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ نیز مولانا شہیدؒ کا حوالہ بھی جو دیشل اصولی پر غیر مسلم ہے۔

(۷) مولانا شہیدؒ نے جن لوگوں سے تغلقات جانتے تھے ہیں ان کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں

کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ

ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ہیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں ہمارے

پوتے تک کی نماز جنازہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار اور کوئی کفر یہ نہیں جسے نہ کہتے ہوں

پھر یہ ان پر کیونکر تیاں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل

بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات مع اظہار خیانت پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی بنیاد سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

استعمال کیا ہے اس لحاظ سے مسلمان ہرگز اہل کتاب نہیں بلکہ یہ پہلی امتوں کے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو۔
جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ مارچ سسکہ: بحواب سوال اہل کتاب کے کہتے ہیں۔

”قرآن سے پہلے جن قوموں کو کتاب کی صورت میں ہدایت دی گئی۔ اور وہ اسی کتاب کو مانتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اتاری ہیں وہ اہل کتاب ہیں۔“ اس میں خصوصیت سے لفظ قرآن سے پہلے کا قابل غور ہے۔ پس مسلمان کسی طہسرح اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آسکتے۔

غیر گواہ مدعا علیہ ۱ قرآن میں اہل کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر استعمال ہوا ہے نہ مسلمانوں پر جس طرح
مدعا علیہ ۲ پہلے سسکہ: ایسے مسلمان ان کے نزدیک بھی وہ اہل کتاب نہیں کہ جن کی ٹوکیوں سے نکاح جائز ہو جائے بلکہ
کافر ہے اور کافر کی ٹوکی سے نکاح جائز ہی نہیں پس اس وجہ سے بھی ان کے مسلمات سے نکاح منسوخ
ہونا چاہیئے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) قرآن بھی تو کتاب ہے اور غیر محرف ہے۔ پس جب محرف کتاب دلے اہل کتاب ہوئے تو مسلمان
اہل کتاب کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس مسلمان کی ٹوکیاں ہم اہل کتاب سمجھ کر لیتے ہیں لہذا مدعی کا دعویٰ خارج ہونا چاہیئے۔

الجواب

(۱) مسلمان کافر و مرتد ہونے کے بعد اہل کتاب نہیں رہتا جب کہ مسلمان اس کے نزدیک ایسا کافر ہے کہ اس کو
ٹوکی دینا یوں ہے جیسے ہندو کافر کو ملاحظہ ہو ملکہ اللہ صفحہ ۴۴۔ تو اسے صرف اپنی مطلب برکری اور
ان کی ٹوکیاں لینے کے واسطے اہل کتاب کیونکہ قرار دے سکتے ہیں۔ جب تک ان پر سے فتویٰ کفر واپس لینے
کا اعلان نہ کریں ان کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) کا جواب بھی ضرور نہیں اول تو یہ اٹکل اور تیساس محض ہے۔ دوسرے گواہ ۲ مدعا علیہ کا قول جس طرح
۲۱ مارچ سسکہ ۱۹۳۳ء اس کی صاف تردید کر رہا ہے لہذا یہ نہ کی کسی طرح ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی وہ

ان کے نزدیک کافر ہے۔ تو بھی یہ اس کے نزدیک کافر ہیں تو بھی کیونکہ مسلمان اور کافر میں سلسلہ
ازدواج ناممکن ہے لاھن حد لھم۔ ولاھم یحلون لھن الا یہ

(کیا مدعیہ مشککہ ہے)

اس کا تعلق حیاتِ مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہذا اس پر کچھ عزم نہیں کرتا۔

(علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیئے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے پیش کئے گئے تھے۔

(۱)

تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد میں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۲۵)

(۲) ”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ بیکہ کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) ”مکتفود میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔“

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے اور سمجھ دار آدمی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۳)

(اپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

”احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے“ (منہج العملی صفحہ ۲۷)

جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۳۳۷ء - در احمدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی۔
جرح گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ و ۲۱ یکم مارچ ۱۳۳۷ء -

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

پتہ نامایہ فرم ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔
(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

”غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں“

(انوار خلافت صفحہ ۸۹)

(۵)

(غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو)

”پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہو اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے“

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ و ناظمہ جائز نہیں)

”غیر احمدیوں کو لڑکی بیٹے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں تا اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں۔“

(برکات صفحہ ۷۲)

”حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے“
(برکات خلافت صفحہ ۷۳)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)
”جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ اہمیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کہ بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو“
(ملکۃ اللہ صفحہ ۶۸)

جس گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱۱ راجح ۳۳

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

”آپ زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح کہا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے“

(عرفان الہی صفحہ ۹۵ ر ۹۶)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

”خدا تعالیٰ نے آپ کا نام ملے رکھا ہے تاکہ پہلے بیٹی کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ درزا غلام احمد صاحب اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں“

(تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

ساری دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

ہیں جو جاناور ہمارا دشمن ہماری بھلائی کی طرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔“
(خطبہ خلیفہ ثانیان مندوبہ الفضل جرح گواہ مدعا علیہ ۱۲ مارچ ۱۳۳۳ء)

(۱۱)

(ظاہری محبت کا اظہار صرف مسلمانوں کو شکار کرنے کے واسطے ہے)

”شکاری (احمدی) کو کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہیئے کہ شکاری (مسلمان) بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کر دے۔“

(خطبہ جمعہ خلیفہ دوم جرح ۱۲ مارچ ۱۳۳۳ء)

(۱۲)

(تمام مسلمانوں کی جان و مال و ایمان سے عزیز ترین ہستی کی توہین)

”در بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(ڈائری خلیفہ تادیال الفضل ۷ اربھوانی ۱۳۳۳ء)

”ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو پر پہلو کھڑا کیا۔“

(کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۳)

(۱۳)

مرزا صاحب اور صلی اللہ علیہ وسلم میں (عیاذ باللہ) ذرا برابر فرق نہیں

من فوق بینی و بین المصطفیٰ فیما عرفنی و ما دانی - (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

اور ہر شخص مجھ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق سمجھتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

”مرزا صاحب“ بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فضیلت رکھتے ہیں۔
(قادیانی ریویو جون ۱۹۳۰ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ ہیڈنگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکے۔

مسلمان لڑکیاں ان کے نزدیک کتیبوں سے بذر ہیں

ہمارے دشمن جنگلوں کے سوہ ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیبوں سے بدتر ہیں۔

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

”میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے اقوال سند میں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور شئی سند نہیں۔ گواہ دعا علیہ مل نے مرزا محمود صاحب اور ان کی نصایف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔ اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی اُس کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں وہ سر جائے تو بہنا زہ بھی نہ پڑھا جائے اُس جیتی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اُسے دشمن سمجھنا ان کا اولین فرض اُسے سولی دینا ان کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کتیبوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پوسے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اُس کا فوج کو مارنا ضروری ہوگا۔

مزید برآں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے عقائد سے فطرتاً متاثر ہو کر دین برباد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عذر مساویانہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر و مرتد اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ و ائمہ و اولیاء امص کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو ہی جائیگی اس لحاظ سے نبی شہید نکاح لازم ہے۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیر نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ داد ہے احمادیوں کے گھر سولی گھڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکا لی۔
- (۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے البتہ۔
- (۳) مختار مدعیر کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان بغضِ قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہودی مسلمانوں اور اسلام سے اشد اناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں۔
- (۴) چونکہ اولاً دہر حال احمدی ہوگی پس اُس کی نماز جنازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔
- (۵) اگر اس قسم کے امور ہوا زنا وادی میں مانع ہوئے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیئے۔
- (۶) جب کہ یہودی اور نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی لڑکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔
- (۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو لکھا ہے۔

(دکشتی نوح صفحہ ۱۷)

”الجواب“

- (۱) اس طرزِ خطاب کو عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے باقی یہ امر تو واقعاتی شہادت سے متعلق رکھتا ہے کیا مسٹر حاجی محمد حسین صاحب بناوٹی شہید کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سیکڑوں اس قسم کے واقعات جو زیندار اور مبالغہ کے فائل پر تمام دنیا میں تشہدِ اِزام ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عدالتِ اجماع نہ مے گی ورنہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عملدرآمد کے پیش کر سکتا ہوں۔
- (۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا وہاں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ ”ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے“ ملاحظہ فرمائیں انتہائی ہمدردی رکھنے والے کو بھی دشمن قرار ہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھے بغیر مختار مدعیر نے یہ تاویل گھڑی ہو ورنہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے۔
- (۳) دشمنانِ اسلام یہودیوں کی لڑکی لینا مسلم ہے مگر اپنی لڑکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے متبعین اپنی لڑکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ عندِ تاویل شاید ایک حکم مفید ہو یہاں تو دشمنانِ اسلام اور

کافر مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کسی مرتد۔ کافر کی کسی اہل مناب یہودی و نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جاسکتی قطعاً حرام ہے۔

(۵) اولاد کا احمدی ہونا ہی نکاح کے منع کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بچہ کافر ہو گا یہ درجہ بھی یہ ہے منع نکاح کی ایک گڑھی ہے نیز مدیگر کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو بہر حال تسلیم مختار مدعا علیہ تجہیز تکفیر نہیں ہو سکتی پس کس طرح اس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور با نماز جنازہ کافر اور مرتدوں کی طرح وہ گڑھے میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی سے سیکھیں بانی مسلمہ لڑکی اس کے نکاح میں رہنا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رکھنے کا ہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا حکم ہے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاتفاق منع ہو گا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدا نخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اس کا بھی نکاح فوراً منع ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلم ہے اور دنیا میں روزہ اہل تم کے کیس فیصل ہوتے رہتے ہیں کتنے نظائر تو صرف لاجرل الہ آباد میں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے زائد تنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گئی اور نکاح کے منع کا فیصلہ رہا۔

(۶) یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی منع ہو جائے گا اور یہ بھی بلکہ چونکہ مرزا صاحب کا امتی مرتد میں لہذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے کا نہ بعد از تداو باقی رہ سکتا ہے بلکہ عند اللہ بلا قضا نہ قاضی نسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے گذر چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کیتوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو وصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ کفر و دشمنی اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھو سکتے جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج و جال وغیرہ سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ عرفی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس روکی کے ساتھ بھی کوئی باخیرت مرزا صاحب کا امتی کسی قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے نبی کو یوں سمجھا جائے اور وہ اس سے معاملات کرے کبھی عقل باور نہیں کر سکتی پس کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی تقریباً دفع نکاح کی شدتاً اخلاقاً و قانوناً ثابت تھی اور نکاح مزورہ دفع ہونا چاہیے تھا۔

بہر حال نکاح دفع ہونا چاہیے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب اور ان کی امت کو کافر دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر و ارتداد میں سچی ہو تو دفع نکاح ہونا چاہیے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی دفع نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنانے کے بعد یہ خود کافر و مرتد ہو گئی۔ جو موجب دفع نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں جھوٹا ہے تو وہ اس طرح مسلمہ کی تکفیر کے مرتد ہوگا پھر بھی دفع نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب دفع نکاح ہونا مسلم ہے اسی پر دونوں کے جھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمائیں۔ بہر حال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ بول ہی مدعا علیہ جھوٹا ہو یا مدعیہ یا ہر ٹپسے ہوں یا دونوں جھوٹے بہر حال دفع نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کجا مختار مدعا علیہ نے مذکورہ نمک نہ کیا اور گویا کہ اسے تسلیم کر لیا۔

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بتاتے ہیں اور دوسری طرف اپنی لوگوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں (کیونکہ مسلمانوں سے ان کی روکی کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملاحظہ ہو (ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمیشہ کا دوسرا نکاح اُس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو شوہر سے نیز اُس کا ہضنی مذکورہ جرح گواہان مدعا علیہ متعلقہ تنقیح جدید میں ایک کلمہ سے اور اگر یہ

میچ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو باوجود احمدی ہونے کے لوہے کے دینے یا بعد احمدی ہو جانے کے نہیں اہل کتاب سمجھ کر لوہے کا نکاح فسخ نہیں کرتے ہیں تو شرعیہ مجاہدہ میں ایک نئی شریعت جمہوریہ کا اضافہ لازم آیا کہ ان کے گمان پر مسلمہ لوہے کی کتابی کے نکاح میں وہی گئی یا مرتد کے نکاح میں بعد امتداد باقی رکھی گئی ہو خلاف شریعت جڑ حکم اور بالاتفاق ہے۔

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا اور مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعیہ کا مقابلہ ہے گواہان مدعا علیہ نے بالکل نہیں کہا کہ احمدی لوہے کا غیر احمدی سے نکاح جائز ہے بلکہ ناجائز بنایا ہے گواہ مدعا علیہ نمبر یکم مارنچ۔
- (۲) ہم سے نزدیک نکاح جائز نہیں اگر کوئی کرے تو فسخ نہ ہوگا۔
- (۳) جب کوئی مسلم شریعت ہو تو شریعت کے مطابق فسخ ہوگا اور جہاں کوئی شریعت اسلامیہ قائم نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اس کی رو سے فسخ نہ ہوگا۔
- (۴) اسلامی ریاست ہو تو اس کا قانون جاری ہوگا۔
- (۵) ایک اپنی طرف سے فرضی مثال خلاف فقہ حنفیہ حنفیوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی۔
- (۶) گواہان مدعیہ کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کا نکاح جنہیں وہ اپنے زعم میں کافرو مرتد خیال کرتے ہیں باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہوگی۔

(الکتاب الیمانی ثانیل پنج صفحہ ۷ وازالہ الغبار صفحہ ۵ و فتاویٰ شریعہ دوم صفحہ ۳۲)

- (۷) پس گواہان مدعیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک رافضی اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانی اور مغانیوں کے نزدیک دیوبندی۔ متقدموں کے نزدیک غیر متقدموں کے نکاح باطل اور زنا محض ہے۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گزراہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے۔ اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں۔

- (۸) پھر ریاستی قانون پریوں تکثر چیتی کی ہے کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً و قانوناً و عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت میں اختلاف ہے۔

الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعارض بھی اقوال جمع ہیں موجود ہیں جیسا کہ متعارض گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی ہونے لگا میں چونکہ ہم ہندو کی طرح ہیں نہیں آسکتی تو ہماری ہونے ان کے نکاح میں جب کہ وہ مرد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکہ وہ سکے گی۔ اس میں مخالطہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا یہی تو شریعتِ جدیدہ کا اعداد ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز و حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ اسے باقی رکھتے ہیں۔ لہذا شریعت میں نئے حکم کا اضافہ ہوا جو بالاتفاق کفر ہے اور یہ ایک متفقہ وجہ کفر باقرار گواہ و عقائد معا علیہ ثبات ہو گئی۔

(۳) یہ کہنا کہ ہمارا اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہو سکتے۔ نکاح کے بھی اسلامی پرنسپل اور پرنسپل برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور وراثت طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعت مجاہد علی الشریعہ وسلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمدن لائیں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

یہ نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ چاہنا یقیناً دین میں اضافہ اور دین میں حکم بنا کر انزل اللہ فادلہ ہم انکا قودن کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا ارتداد بلکہ ہم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلہ ہو چکے ہیں۔ لہذا یہاں بھی حکم ارتداد اور فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور ملاحظہ ہو فیصلہ امیر امان اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان طبع زاد فریق، مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقیہ یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مرید کی کے کافر نہیں بتایا۔ نہ ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے متعلق گواہ مدعیہ نہ دست و دست کا اقرار جس طرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کہنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کر کے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتالیے۔ ملاحظہ

ہو جو جرح برگواہ مدعیہ نمبر ۲۰ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور قادی رشیہ حصہ دوم کے غیر مسلم اور بالکل جدید دو تین حوالے بھی پیش کر کے مغالطہ کی سہی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطہ کے سوا وہاں کچھ نہیں۔

کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شبیدہ کے کفر میں شک کہے وہ بھی کافر اور اس کا کھاج فسخ اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تمہید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں۔ پھر اس مغالطہ سے آپ کے مسلمات کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بناء غلط فہمی رفع ہو گئی کبھی کسی عالم دیوبند کبھی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ ان کے کفر کا فتویٰ دیا مگر کوکب یمانی ان کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ ان کے مسلمات پر ان سے استفادہ ہے۔ ملاحظہ ہوں کوشش مندرجہ ذیل۔

روحان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے..... تا لازم آتا ہے۔ (مائل پیل بیج)
”اور جوابی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے۔ ٹائپل بیج کوکب یمانی“
”خان صاحب کے ایسے فتوے کے بعد“ صفحہ ۴ -

”خان صاحب اور ان کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق“ صفحہ ۵ -
”مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق“ صفحہ ۹ -
”اب اپنے بھائی فرمان کے مطابق کافر ہوئے“ صفحہ ۱۰ -
”و تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہو گئے“ صفحہ ۱۳ -
”ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قلم ہے“ صفحہ ۲۲ -

جو اوپر بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں..... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان فرمائیں ہم اقرار کر لیں گے کہ خان صاحب چسے“ صفحہ ۲۲ -
چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہو گئی جس کا اقرار جرح میں موجود ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی۔

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اس کا کیا علاج۔
مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جاسکتا ہے کہیں بھی ملاد بریلوی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ جن کے نزدیک - افضی کا فرجے یا ضرورت دین یا قرآن کا منکر یا کفر صحابہ کرنا اللہ اس کے نزدیک سنی کا نکاح اس سے ناجائز ہوگا - وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔ فتوایں کے متعلق دوسرے اُن کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے مجھے مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالہ العارین تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۵ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہلکا موید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں تو صرف تقلید یا رفع یدین یا تین یا چہرہ غیر کا اختلاف ہے کفر و اسلام فتح نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اچھے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمائے ”اور آج کل کے مسلمانوں کا گذارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے“

اُپس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کسی کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ ”کیا تکفیر و غیر ارتداد و فتح نکاح ہو سکتی ہے“ کے تحت میں کرچکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۱) کا بھی جواب آگیا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کئے سے پہلے شرعاً عقلاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کئے۔ محض لغو ہے۔

ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر شکمہ مینی کرے جس تو صرف یہ گزارش کرتا ہے کہ نواب یہاں فتووں پر دار و مدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت مجاہدہ علی ما جہما الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعت مجاہدہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سوائے شریعت مجاہدہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون پر مسلمانوں کے معاملہ میں عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پروپیگنڈہ کی تردید میں گذارش ہے کہ:-

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات میں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کو بیعتیں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی دسنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر و اشرہ اسلام سے خارج اور لپکا کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سحر ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور ان کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم صوفیاء اور علماء و سجادہ نشین و معادیم سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کافر خارج از اسلام سمجھنی وغیرہ سمجھنے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ جو کسی طرح مناسب نہیں۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی تو بیہودہ محض فضول ہے۔ کیونکہ حجب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء کو یہ تسلیم کر لیا کہ ”جہاں قرآن و حدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے“ اور اسی تاریخ پر یہ بھی تسلیم کر چکا کہ ”مسئلہ فسخ نکاح قرآن و حدیث کا مصرح نہیں“ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مرتد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز ناممکن ہے۔ اور اس پریشانی مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نہج المصلیٰ صفحہ ۲۷۷ سے اور اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۲ کی جرح ۲ مارچ ۱۳۳۵ء سے پیش کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کر۔

- (۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان ہوں۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔
- (۲) اصولی اختلاف سے فقہ اول کی یہ مراد نہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

الجواب

- (۱) یہ دعویٰ مدعا علیہ حجب صحیح ہوتا کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر مشتمل ہے۔ مگر ان پر ایمان لانے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اس کا پابند ہے اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جس کا مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا۔
- (۲) ہم کب کہتے ہیں کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لا فاکفر۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے۔ نہ معلوم یہ غلطی نہیں مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی۔
- (۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲، ۲ مارچ ۱۳۳۵ء سے دیا ہے اور اس کے بجائے الفاظ تہی اوپر پیش ہو چکے ہیں۔ پس یہ تمام تاویلات لاعلمی اور ناقابل التفات ہیں۔

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی شامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک بچے کا فر و خراج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو بکا فر و مرتد قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدارِ نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقرر یا بندی قرآن و حدیث ہیں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اُتھا گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رو نہیں ہو سکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)۔

مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف میں و ردی کی طرح بیسکدی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل و حجت ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو۔ یعنی جو مرزا صاحب اور اُس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جو حرج گواہ مدعا علیہ ص ۲۳ و ۲۱ و ۲۷ و ۲۹ و ۳۳ و ۳۴ نیز گواہ مل مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔ مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اویائے امت علامتے ربانیہ و وزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ مل کا جواب میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہر حال خلفاء کا فیصلہ جملے سے درست اور قابل تسلیم ہے۔ آخر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

(۳) علامہ مستنقاس صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصر اُجواب ترتیب وار مرتب کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں جرح گواد مل مدعا علیہ ۲۱ ر ۲۳ ر ۲۷ ر ۲۹ ر مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواد مل کے قول کو لے کر شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور مضابطہ لکھنے کے لکھایا جاتا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں جب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا ان کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہوگی جو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی نبی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صحابہ کے بیانات میں ہے۔ بہر حال تمام دین کا دار و مدار یہی صحابہ ثلاثہ ٹھہرے اور بس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلفاء راشدین، صحابہ و ائمہ ہدٰی و امام ابوحنیفہ کا فیصلہ درست مانے کیونکہ وہ اس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بالکل واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا فوتویؒ نے عیاذ باللہ کسی کتاب میں بھی اشارہ ”و کنا ینتہ“ وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گراہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ ان کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وہ صرف حدیث پر روایت و روایت متفقہ کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکنے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل توہین احادیث کے سلسل میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولانا پر بہتان اور مختار مدعا علیہ صریح مغالطہ ہے۔

مرتد کے معنوں میں تاویل

اُس کے بعد کچھ مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اُسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح ہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دعاوی والہیات کی تصدیق کے بعد ہزار زبان سے اقرار ہو بہر حال۔ شرح محمد بنی میں وہ مرتد اور کافر ہی ہو گا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعی میں مفصل حوالے گزریچکے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد انہوں نے شرح شریعت فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظائر جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شہادت کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں نہ مل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعوے و جواب دعوے و نتیجے کے جھٹ ہے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس میزنگ کے تحت لایقے تاویلات سے اس نظیر کو مختار مدعا علیہ رکھنا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور اسی قسم کی تاویل گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ یاد جو دیکھ اُن تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی میری ایک دوسرے رنگ میں پیش کر دیں۔ لہذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب بھی عرض ہے۔

مقررات مسلمہ۔

- (۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اس نے احمدیت اختیار کی۔
- (۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔
- جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۳ رمانج سلسلہ
- (۳) ان دونوں مقررات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے پیش کی تھی۔

”جب عورت مرد کو ظالم پامے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ ناموافقیت ہو یا وہ مرد واصل نامزد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کر دے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ یہوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیہ اختیار کر کے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اس کی منکوحہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کر دے۔

لہذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی بحث مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات حذا۔

(۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شریقہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہو گئے اس کی ۹ فردی شکایت کی درخواست ملاحظہ ہو۔

(۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چندا مثلاً۔

(۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیئے۔

(۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں کیا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے ہیں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں لیا ہے۔

(۵) مرزا صاحب کی غرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیلی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذہب کے مقابلہ پر ہے۔

الجواب

حالت خود میری اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب وار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید معنی بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اور اس پر وہ جواب دعوئے سے اپنی آخری شہادت تک قائم رہا لہذا ہمیں منصف احمد پور شریقہ کے نتیجہ کی صحت و سقم اور اس کی ۹ فردی شکایت کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اصولی تو صرف یہ ہے کہ پیچھے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمدیت اختیار کیا۔

(۲) مذہب کا لفظ بن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین و اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا اور اب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہذا یہاں اس کے نقطہ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔

نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلا کراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا اقراء کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمدیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ میں اسلام و کفر کا فرق ہے اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے اوپر گذر چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جائے تو مجازاً مذہب و دین بدلنے کے معنی میں لیا جاتا ہے جسے دھما مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہ اسلام پر قائم ہے۔ لہذا مقدمہ خارج ہونا چاہیئے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی نتیجہ ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہذا اُس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اُس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ بدل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے جرح میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز ردش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں نہیں لیا اور نہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان و عدول غفلوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں سلسلہ میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنی میں کیونکر ہو سکتا ہے طریقہ اور ردش بدلدنا وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات فروع میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی چشتی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم و غیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلدانیوں ہی ہے جیسا کہ یہودی۔ نصرانی یا ہندو ہونا یا اس سے پھرتا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود بحوالہ ملائکتہ الشہ صفحہ ۶۴ تسلیم کیا ہے۔ لہذا ایمان مذہب بدلدانی یعنی دین بدلنے کے ہے نہ کہ ردش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں واقعات اور گواہ ۱ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی ہشتم معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اور یہ کہتا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بدلتہ غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اُس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بغرض محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کریں کہ وہ تبدیل مراد ہے مگر اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اہل ان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملکتہ الشہ صفحہ ۶۴ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیسا کہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہذا بہر حال تبدیلی مذہب کا لفظ مقررہ بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہذا اس کی دوسرے مسئلہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ سخت مدعیہ ہونا چاہیئے۔

فخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوے نہیں پیش ہو سکا۔ دوسرے قانونی بعض فظاثر موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا ”مسی بحام الحرمین“ مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اہد ان کے قبیح کے مقصدات لیے ہیں اور اسی لین میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا مذکورہ تھا لہذا ان پر بھی کفر کیا گیا جب انہیں وہ غلط فہمی رفع ہو گئی اور اس کی تردید ہو گئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے غایتہ المامول علامہ برزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہر حال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاید کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ مجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دھڑا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ارتداد بلاشبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فرقہ سمجھا اس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظام پر پیش کردہ کو فیصلہ دربار معنے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار محلے پس اب یقیناً نکاح فخ اور مقدمہ بحق مدعیہ و گری ہو چکا جیسے۔

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں بلکہ میرے ایک ٹریکیٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اس کی قابلیت اور مداعنی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔
- (۲) گواہ مدعیہ ۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لاعلمی ظاہر کی۔

الجواب

- (۱) یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ فتویٰ نہیں سچا کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی میں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء سنی سید الانبیاء علیہ السلام نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و کلائی کے نہ علم و کمال و افتاء کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک یہمداری پیدا کر رکھی ہے۔ اور ان کے حشیں کو ان سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ یہ ان کی دماغی و علمی حالت پر جو بھی تبصرہ کرے سمجھا ہے۔ بہر حال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

کا ترجمہ انبار مدیرہ بخود اور انبار زبندار لاہوریں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتویٰ کے میدانگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔
یہ تمام تاویلات محض بے کار ہیں۔

دہ گواہ مدیرہ مکہ نے اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم و فضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کیں۔ اس سے بلا واسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصلی الفاظ جرح گواہ مدیرہ مسئلہ ۲۹ اگست ۱۳۳۷ھ اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گویا صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصلی استدلال بحال موجود رہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کاپیش کردہ فتویٰ علماء مکہ مدیرہ حسام الرحمن کو ہمارا استدلال بنالیا ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہر حال ایک فتویٰ نہ صرف علماء مالک اسلامیہ بلکہ غیر اہلحد و حجاز کے مسلم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کاپیش کردہ موجود اور لا جواب و مسلم ہونے کے پس فتوئے ممالک اسلامیہ کا ثابت ہے۔ اور نظائر قانونی، روئے فیصلہ در بار معنی غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ سخت مدیرہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیے۔

نوٹ =

اس کے بعد حسام الرحمن اور علماء دیوبند و بریلی کا طولانی قصہ ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جب کہ اپنے گماہوں پر سے اعتراضات دفع کر دیں گا۔ اس وقت لوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

(گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے عملی لسٹ پیش کی تھی۔ اس کے بعض نمبروں کی کچھ تاویلیں مختارہ مدعا علیہ نے کرنی پائی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لا جواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی دوائی ہیں۔ میں تاویلات کا خلاصہ لے کر نمبر وار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرتا ہوں پہلے اپنے اصلی اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کر دوں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ لانا پڑے۔
خلاصہ تنقید۔

یہ اصل فریقین کو مسلم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دینا نہ کرنے کے لیے مزدوری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لگایا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ مل عنوان علما و کفر کا فتویٰ لہذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام نظریہ دیکھے بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں مے سکتا۔ کیوں کہ اس کے اسلام کا پتہ تو عجب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم جو اہلحد معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح و صاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابت ہوگا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح وجہ بھی کافی گو اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صراحتاً نماز کی قرینت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بت کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کر سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا بھی علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام چالیس کوڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ مل جو سلسلہ احمدیت یا مذہب مرزائیت اور اس کے باقی و متبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا حکم مانع سلسلہ پنجاب جرح اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزرتے۔ جو اس وقت تک شائع ہوئے اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا۔ لہذا یہ بھی غیر متعلق تاویلات کہیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) گواہ مدعیہ کی جرح کی عبارت معرف کر کے پیش کی اور عدالت کو مخاطبہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں۔

وہ سب میری نظر سے نہیں گذرے۔

(۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ نہ کتب مرزا صاحب۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذوالجہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق کو دیگر تصانیف سے۔

(۴) مختار مدعا علیہ کا اصل گواہ مدعیہ مل کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو جرح ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء ایک مصنف کا سب تک ماقبل و ما بعد معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔

(۵) اور واضح رہے کہ فتویٰ دینے کے بارے میں گواہ مدعیہ مل کا قول یہ نسبت مختار مدعا علیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ مل بقول اس کے دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنیہ یافتہ نہیں۔

(۶) پھر گواہ مدعیہ مل کو بھی اس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

الجواب

(۱) میں نے کوئی بھی عبارت معرف نہیں کی عدالت کو خود ملاحظہ مل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبارت پیش کی تھی۔

حوالہ معن مغالطہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے باقی سلسلہ کا لٹریچر سے مقدم آنا ہے۔ لہذا یہ تخصیص ملاءو بے ربط ہونے کے تحقیق کے بجائے خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل ایمان لانے کے ہیں۔ یوں ہی ان کے خلفاء کی ہیں مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا احتجاج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ۔ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے مراد ہے "انکار کر چکا ہے" بہر حال یہ تاویل میں غلطی ہے۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پرکھیں۔ جیسا کہ جرح میں جا بجا آیا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی معافی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل اثبات سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں مصرع کفر پونے کلمے کل عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً آخر نبی ہونا وغیرہ ایسا مصرع ہے کہ کسی کتاب میں اس مسئلہ کے بعد اس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی ہم عبارات کے حل کے لیے مرزا صاحب کی عبارت یا مخصوص اسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام کی تمام دیگر مسائل کے متعلق اس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ مل کا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر فتویٰ کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ مل کو زیادہ معتبر اور پابند لانے کے لائق تسلیم کر دیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ کا مفتی بھی اس سے تو بڑے گواہ کی توہین ہے بہر حال ان کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق مذہبی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ مل کا معاملہ وہ تو نہ گواہ ہے نہ شاہد نہ اس پر جرح کہیں پر کوئی اثر ڈالے اس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ اور مختار مدعیہ مل معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ یہ بھی اس کی عزت افزائی ہے ورنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بدذات فرقت اور جنگی سوز اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں ہمیں تو مختار مدعا علیہ کا ٹکڑا چاہیئے۔ آدمی تو مان لیا معمولی آدمی ہی ہوتا ہے۔ ہمیں کب بڑا ہو جائے گا دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے بھی کسی یونیورسٹی کے سنڈیا فٹہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم البتہ یہ اس کی غلط بیانی یا نادانگی ہے۔ کہ مختار مدعیہ مل کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیے کہ جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے۔ وہ منشی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی دکننہ یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی یقینوں کے ہے۔ اگر عدالت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام سائٹیفکٹ بھی پیش کئے جاسکتے ہیں میری فرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوجھے ہیں کا اختیار کرنا ہے۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا کوئی اثر موکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحیثیت مختار بلکہ گواہ سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالاسٹیوٹ نڈیکھنا اور چیز ہے۔ اہ عبادت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور چیز اس مقالہ سے گواہ مجروح نہیں ہو سکتا۔ دوسرے گواہ مدعیہ کا بحیثیت مفتی اسلام پیش ہوا ہے اور وہ شرعی مسائل کا دراصل شاید ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اُس کی ان متنازعہ مسائل ختم نبوت وحی نبوت و دعوی نبوت توہین انبیاء تکفیر امت انکار شہر اسلام وغیرہ میں معتبر اور بقول مختار مدعا علیہ قابل ماننے کے تھے مرزا صاحب کی عبارات کے واسطے تو گواہ الف و س و س پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زائد ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔

(۲) (دہرہ مغل کی توہین)

یہ عدالت نے غیر متعلق قرار دے کر خارج کر دیا ہے لہذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اُس کے تحت دادر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی صریح غلط بیانی کی تزیہ کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں پر فرضی یا ظنی دہرہ جرح قائم کی ہے میں اس کے الفاظ کا خلاصہ لے کر جواب عرض کروں گا۔

(خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ کہنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے۔

(۲) شیخ الجامعہ صاحب نے جو دلائل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گواہ علماء کے اقوال ہی رہ گئے۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے نہ غلط بیان اور جس کا عقیدہ قرآن مجید اہ حدیث اور سلف کے موافق ثابت کر دیا ہے لہذا مختار مدعا علیہ کا نہ کوہ بالا اعتراض باطل ہے۔

(۴) گواہ نمبر ۱۲ اب کچھ شاہدوں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا ان پر ہے لہذا وہ بھی مجروح باطل ناقابل التفات ہو گئیں۔

الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا درست ہے کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی۔“

عدالت کے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسلسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا۔ مذکورہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ ائمہ صحابہ و تابعین و ائمہ فیصلہ منکرین و اسلاف سے جو مناصحت بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر قسم سے تقریباً (۵۰) دلائل تو لاہو آپ ہیں جس کے جواب کا ہمیں عمومی و خصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ کیا ہے۔ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیا بس گویا کہ صرف تناؤ دے رہے تھے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں۔

نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔ علاوہ بریں سوائے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث بن کر کہیں ان کا جواب کہا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہذا ان کا بیان تو بہر حال لا جواب ہے۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹ سچ ہو سکتا ہے۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن و حدیث و اسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا ایمان تو حید و رسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا۔ بس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ قانوناً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے۔ لہذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طور پر کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا۔

مزید برآں ان شہادتوں پر دیوبندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں۔ خصوصاً نمبر الف کا پوزیشن بھی ہائی پوزیشن ہے۔

(۳) (گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۰۰ معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

- | | | |
|---------------------|---------------------|---|
| گواہ مدعا علیہ ۱ | یکم مارچ ۳۳ء | (۱) فتوحات مکیہ کل نہیں دیکھی۔ |
| " " " " " " " " " " | ۷ مارچ ۳۳ء | (۲) شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کس کی ہے۔ |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۳) بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔ |
| " " " " " " " " " " | ۹ مارچ ۳۳ء | (۴) اشارات فریدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔ |
| " " " " " " " " " " | ۱۲ مارچ ۳۳ء | (۵) منصب امامت پر لورائیں پڑھا |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۶) بسوط دیکھا ہی نہیں۔ |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۷) ہدیہ مجددیہ کا مصنف نامعلوم۔ |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۸) جامع الشواہد کا مصنف نامعلوم۔ |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۹) بھونچال بر فکر و جال کا مصنف نامعلوم۔ |
| " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " | (۱۰) تحذیر الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔ |

اس سے گواہ کی لاعلمی اور تاویلت نیز جو حوالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقت آشکار تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویلیں پیش کیں کہ ان سے گواہ ۱۰۰ مدعا علیہ کی شہادت پر جبراً تو نہیں پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

- (۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں فتوے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا اجماع
- (۲) فتوحات مجیدہ اتنی منہج کتاب ہے کہ جن غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۱۰۰ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔
- (۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مفہوم میں فرق آئے لہذا بالاحتیاج پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

- (۴) مدیر مجہد ویس کے مصنف کا نام اُس وقت یاد نہ تھا کتاب پر لکھا ہوا ہے یہ بتایا تھا۔
- (۵) جامع الشواہد اور مہموں نچال پر فکر و جال کے مصنفین کے متعلق ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکے گا کہ مقدمہ یا غیر متعلقہ گواہ مدعا علیہ نمبر اسے بھی یہ لفظ ۱۲ امارت کو کہہ گئے نہ مختار مدعیہ کے پیش کردہ۔
- (۶) گواہ مدعیہ مل جو مفتی دارالعلوم دیوبند ہے اُسے بھی متوجہ ذیل امور معلوم نہیں۔
- (۷) مجھے نہیں معلوم کہ دیوبندیوں نے سوائے قادیانوں کے کسی کو کافر کہا ہو۔
- (۸) مسجد نہ موت متعلقہ کامی تھا نہ اسے کوئی شریعت اسلام کے مقابل قائم کی تھی نہ میرے علم میں قرآن کے مقابل کوئی آیات قائم کیں۔
- (۹) امام شافعی احمد بخاری نسائی سیّد عبد القادر جیلانی ابن عربی پر کفر کے فتوے کا مجھے علم نہیں۔
- (۱۰) مسلم کے شارحین کو میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم محمد حسین صاحب بٹالوی نے کس سن میں فتویٰ دیا اور کس نے خاتم کے معنی خاتم النبیین میں مہر کے لیے اور خاتم الاولیاء مرزا اسحاق علی صاحب کے لیے کیا نہیں۔

الجواب

- اجمالاً صرف اس قدر گزارش ہے کہ حالات خود ان تاویلات کو ملاحظہ فرمائے کہ کیا کتب پیش کردہ سے ناواقف کا الزام دفع ہو گیا۔ بلکہ اور اقرار ہو گیا ہاں اس کی حکمتیں مصالح بیان کیں کہ اس وجہ سے نہیں دیکھا مگر جواب نہ ہو۔
- لا علمی تو بحال رہی مفضل جواب ترتیب وار۔
- (۱) بحر الرائق کا اصول تکفیر تو نہ معلوم جو کسا گواہ اور ایہ بتائے اس کے متعلق تو یہی اقرار ہے کہ ”بحر الرائق کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں کہ اس کا کوئی اصول ہے یا نہ“ جس کتاب سے فتاویٰ کفر نقل کئے اس کے اصول تک کا پتہ نہیں ایسے شخص کے نقل کیا کیا اعتبار اور پھر جو نتیجہ مرتب کیا وہ بوجہ اصول سے ناواقف کے بعض غلط خلاف واقعہ جہاں کہ علماء و فتویٰ تکفیر کے تحت بحث میں پیش کر چکا۔
- (۲) اتنی ضعیف کتاب حبيب پڑھ نہیں سکتے تھے تو اس کے حوالہ اور غلط مطلب متکلم کی مراد کے خلاف پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز اس لیے کل کے مطالعہ کی ضرورت تھی کہ ان کی عادت تھیں اپنی اصطلاحات مختلف ابواب میں مضمون سے تعلق سے بیان کر جاتے ہیں پس جب تک کل پر عبور نہ ہواں کی عبارت کا مطلب بھی ان کی اصطلاح اور مسلک کے مطابق معلوم نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں کبریت دیوبندیت سے اہل حوالے پیش کر چکا ہوں، بہر حال کسی وجہ سے لا علمی و ناواقف کا اعتراف بحال ہی رہا۔
- (۳) حبيب بالاسیعیاب کتاب ہی نہیں دیکھی تو کیا پتہ کہ اس میں کوئی عبارت اس کے متعلق یا اس کے خلاف ہے یا نہیں علاوہ اس علت کے جعل ہونے کے ناواقف کا اقرار ہے۔
- (۴) کتاب پر لکھا ہوا نہ مصنف اور اس کے مسلک کی لا علمی تو بہر حال اس کتاب سے ناواقف کا

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی میں اس سے ناؤد نادانفی کیا ہوگی پھر اس وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کریں گے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدیر نے غلط مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمائے جہاں کہیں مفہوم جرح کا لیا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ مل پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ مل کی جرح کی تو صفائی نہیں ہو سکتی۔ نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے نادانفی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ مل کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور ہیں، ہے جن کے جواب کا بھی وہ جوڈیشل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر ۱ کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سولے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ چیر کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ خیر ذمہ دانا فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا اور نہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر اسلام نریز بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلا دیا ہے جس کے بعد تفصیل جزئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے مسلم کے متعدد شارحین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔

نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا حتیٰ کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا نادانفی ثابت ہو اور عالم جمیع ممالک و مایکون سوائے اللہ عالم الغیب والہ شہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیا ہے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو پورے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ملنے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی

اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بنالوی کافوئی نہ انہوں نے پیش کیا نہ ان کے مصحفہ بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب و حیثیت پر اس سے کوئی زد و ساری دنیا کے توگماشتہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جاسکے نہیں کیے ہر کس و ناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے منقذ کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱ اور مدعیہ جمعیت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو مصدقان پر زد آتی بہر حال یہ صرف مغالطہ تھا وہ بھی محمدانہ بالکل صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱ کے جوابات میں تعاضل کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ نہیں لہذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑتا ہوں کسی منصوص مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱ و مارش ۱۱)

یہ جرح اس خلاف اس تاریخ میں یہ بھی کہا۔

’ہم آئے نزدیک اجماع امت و مہرے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱ و مارش ۱۱۔ اول نقل میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ و اکابر تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۱۱ و مارش ۱۱ جواب جرح کہا۔ اشادات فریدی ج ۳ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی لکن الدین

سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۱ و مارش ۱۱ سوالات مکمل کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی

اور تفسیح کی ہے۔

حالانکہ راجح ۳۳۲ کو جواب برج یہ تسلیم کر چکا ہے کہ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال ہیں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہوئے۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکتا پہلے دونوں اقوال میں یہ توجیہ کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکرر میں اصلاح تفسیح کردی تھی۔ مگر عند مدیر کی غرض دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

پہنہ احادیث کو نہ الایعت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بتایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ سداقت صفحہ ۵ سے تسلیم کر چکا۔ جو بیعت نہیں کی گئی کہ کافر دائرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور اجماعت کافرق قائم کرنا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف و ایجاد ہے

(۴)

سیح موعود نبی ہیں اور نبی شکرانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا، ۲ مارچ ۳۳۲ مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ بڑی میں سیح کہا جا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسئلہ حیات سیح کے شکرانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ سیح تو تھے اور وحی بھی آتی تھی۔ اور سیح موعود نبی بھی ہوتا ہے مگر اس وقت نہ کبھی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جس طرح) حالانکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ اصح البخاری تصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی وظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی ہے اور سبیل الرشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر صرف تاویل بھی تاویل ہے تعارض من الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبر ”اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ہم راجح اور مرزا صاحب کا قول ہے۔“
 ”اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔“ الخ
 ”اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے“ الخ۔
 (ازالہ ابہام کلام صفحہ ۳۳۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کرا لے
(ازالہ صفحہ ۲۲۹ "امواج")

اس کی تائید یعلیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا امتی ہو کر ان پر بھی ختم نبوت کے منافی
ایام الصلح صوفیہ پر بتایا ہے اور اسی انزال کے صفحہ پر اس مضمون کی تصریح ہے کہ جبریل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر
عمل کرو گو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طویل تاویل سب بیکار
ہو جاتی ہے اور کبریت احرار گواہ نے جن اولیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر
دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اور دونوں کا فرق مسلسل وحی بر اقیات اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب
کے متعلق بھی اوپر منسل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام غلطی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض
دفع نہ ہو سکتا۔

(۸)

چونکہ نعت اللہ شاہ دلی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہذا وہ بھی
بہ نبوت وہی ہونے کے منافی ہے۔
امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل انتہائیت تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکتا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر ۱، مدعا علیہ یہ کہ جن کو کتاب ملی حتیٰ کہ مسلمان بھی (۷) راجع اور گواہ ۲ نے کہا
جتنی مسلمانوں سے پہلے کتاب ملی چکی الخ۔ ہر اس سلسلہ اس کی تاویل میں گواہ ۳ کے سوالات مکروہہ سے نقل کیا
کہ "مسلمان اہل کتاب ہیں۔"

اس سے بجائے دفع تعارض کے اور زائد ہو گیا یعنی گواہ ۳ کے قول علاوہ گواہ ۳ سے خلاف ہونے کے اپنے
قول کے بھی معارض ہے۔ لہذا دونوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہ رہا۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ ۳ عید اللہ ابن مسعودؓ سے جلیل القدر صحابی ہیں مرزا صاحب انزال اوہام میں فرماتے ہیں "عبد اللہ
ابن مسعود ایک معمولی آدمی تھا تطبیق یہ نکالی کہ گواہ کا قول باعتبار صحابی ہونے کے ہے اور مرزا صاحب کا قول مقابلہ

میں رسول و نبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض اٹھ نہیں سکتا۔
مولانا نقوی نے ہدیۃ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تحقیقی حکم نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بتایا ہے۔ معنی 'بشر وہ یعنی خدا
نہیں۔ بہر حال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہ نمبر (۱) کے علم متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لامنی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کی کہ اصل الفاظ گواہ کے اور
ہیں اور پھر اہل عباد مکرموں پر طویل بحث کی اب چونکہ قرآن و حدیث سے ملائکہ کی تعریف گذر چکی عدالت خودیہ تعارض
اُسی روشنی میں ملاحظہ فرمائے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ نہ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا
کہ مفصل زیات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہل سنت والجماعت وہ ہے جو اپنے کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت
الجماعت وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت والجماعت کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنت و جماعت کی تعریف ہے
نہ اہل سنت والجماعت اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی اُسی پیش کردہ حوالے میں شروع ہی میں ہے۔
علیٰ المسلم انکبیس ان یتبع باہل السنۃ والجماعتہ اور پھر انا لفظ تفسیر سے اہل سنت والجماعت کی تعریف علیحدہ
علیحدہ دونوں لفظ کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اس میں خیانت ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اُس کا قول مسلم ہے یا
مختار مدینہ اگر یہی اصول ہے۔ تو دین تو بانی کچھ طفلان ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیان
اور ہدایت الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجع ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔
مگر اعتراض یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے کہ اگر ہر کس و ناکس کی توفیق و تطبیق ہے قرآن و حدیث معتبر ہو جائے تو دین
ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو جو دوی غیر متعلق ہیں۔ بتایا ہے کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر نہ صاحب

کی تمام دسیاں قرآن کے مطابق ماننا ہے۔ اور اس کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں۔

اس کی تاویل میں دہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی آڑ لی ہے۔ جس کی پوری شرح آگے ان شاء اللہ آئے گی۔

(۵)

گواہ نے ان من اصحابہ الاخلاقیہ: منذیر کے عموم سے کرشن کو نبی مانا ہے۔ پس اسی عمومی اصول سے قرآن کے مطابق ما اتاکم الرسول فخذوا کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا۔ اس کی تاویل میں نبوت کرشن کی غیر متعلق بحث شروع کر دی۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن کے خلاف نہیں بتا سکتے۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیت کی رو سے موافق ہو جائے گی۔

(اس سلسلہ کے لائحہ عمل اور جزئیات کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مخالف مدعیہ اور سوال عدالت کے کلہو اسلام کے معنی بتا نہ سکے۔ اور اصطلاحاً صاف نہ ہوئے۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا اناض (۲۲ مراجع) حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب مطلقاً مسلم ہیں۔ (۱۱ مراجع مسلمہ)۔

(۳) ابن عربی کی فتوحات و خصوص الملک کے قول کی تطبیق۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲: ”جو قرآن پر ممتا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابق کر سکتا ہے۔“ ۲۳ مراجع مسلمہ

۳ اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔“

”میرے نزدیک مرزا صاحب اہل ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت ہیں کسی دوسرے

کی نہیں الخ۔ ۲ مارچ ۱۳۳۷ھ

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتائے مگر مختار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہوگی۔ اس پر تعارض کا اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا۔

مگر سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنی اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نمائندہ ہے یہ اعتراض بحالہ قائم رہا نہ تعارض و ستاقض کا اعتراض تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے۔“

(۲)

گواہ ۱ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں غلطی کے ختم اور ۱ سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دین بتایہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح ”ضرورت دین“ سے گواہ کی ناواقفیت کا یقین ثبوت ہیں جس کے بعد وہ عالم دین کی حیثیت سے نکل جاتا ہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ اصل بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جس طرح ۲۳ مارچ سے نقل کر دیا کہ اُسے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

(۲۳ مارچ ۱۳۳۷ھ)

ضروریات دین تا حاصل ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

ہیں اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں یہاں گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے علت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمائے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے کستقد بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان بیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ۱ کے بیان پر مبنی کیا اور بیان گواہ ۱ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ۱ سے اکثر متعارض امور ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ۱ نبوت کے نفوی معنی خبر دینا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع یا کہ خبر دینا۔ (۲۱ مارچ)

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ نذیر تعریف لغوی ہے اور نذیر اصطلاحی پس معلوم ہوا کہ گواہ مس لغوی اصطلاحی ہوتے ہی نادانف ہوں حالانکہ اکثر و بیشتر اس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔
اس کی تائید میں منجھ سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ:-

”النبوءة والنبوة الاخبار عن الغيب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى والنبی المخصوص عن الغيب او المستقبل بالهام من الله“
حالانکہ یہ تائید محض باطل ہے اول یہ کتاب چسکہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پر پیگندے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی اڑے کر تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مستحکم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور نہ گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔

نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ مس کے الفاظ کا اثبات نہ ہوا جسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہر حال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ مس علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ مس نواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پیش کردہ مثلاً شرح شفا بھی اس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام و مسک سے واقف نہیں۔ پھر ان کے کلام کا اس نادانف سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل اشفاق نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف یہی جواب اور اسی بیسار تائید پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ مس نے خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القلب و اکواب پیش کئے۔ مگر بحواب جرح کہا مسلم نہیں پھر سوالات مکہ میں بتلایا کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارف میں کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی ان کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ع دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہو جائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمود صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ ماننا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کرے کافر و دشمن اسلام سے خارج اور کافرا کا فر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خواجہ رح کو اپنی کتاب اتحم میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

اسی کا باب یہ بیانیہ کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں ”واجب اللامعت نے کے لحاظ سے خواجہ صاحب مسلم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلم بزرگ ہیں۔ ویسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں“ باوجودیکہ اس میں بھی قطع و بریدگی ہے عدالت خود مسل سے بلا حلف فرمائے پھر بھی اعتراف تو وہی قائم رہا کہ واجب اللامعت مسلم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہر حال اعتراف رفع نہ ہوا۔

(۷)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے اس راجح کو جواب جرح کہا کہ ”احمدیت سے ارتداد ظاہر کرنے والا اسلام سے مرتد نہیں۔ پھر سوالات مکہ کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔“

یہ کھلا جوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراف لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ کی تخریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا نتیجہ لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تالیفیں الفاظ ہی لئے لگے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے نائد الفاظ حذف کر کے ضروری اور مفصل لے گئے ہیں بہر حال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۲۰ ماسچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے مستقل بتایا پھر سوالات مکہ میں مولانا رشید احمد صاحب کافر قہ بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا جوا تعارض ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فائدہ فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہر حال ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا ہوا دل قہ سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے چسکا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول الصیح کے حوالے سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مریدان رشیدی کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہر حال اعتراف تعارض بحال ہے۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ نے پیر ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء کو کہا کہ خواجہ صاحب کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر کربان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو بچی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرماتے تعارض واضح ہے اور یہ تاویل بعد کی تعینیف ہے درہ وہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانی

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی ناہم تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ اعتراضات

(۱) بحر الرئی کے اصول تکفیر معلوم ہونے کا غلط الزام۔

(۲) چند نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور احمدی ہونے کا تعارض۔

(۳) لو کے متعلق گواہان پر الزام کہ جو جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبادت میں لفظ اکثر کا ہے۔

(۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لیے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے جیسا کہ تفاسیر کے عنوان کے تحت اگے بیان کیا جائے گا۔

(۵) ۱۰ اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ نے اس نے نو مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے رجحان سے نبوت کا ذکر نہیں کیا محمدین کا ذکر کیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۷) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب مسلمہ سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا ”لا الہ الا اللہ احمدہ جری اللہ کلمہ ہے“

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھر زوالہ ادہام اور انوار اسلام دہشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیے ہیں وہ سنہ ۱۹۰۲ء کے قبل کے ہیں۔ حالانکہ مواہب الرحمن سنہ ۱۹۰۲ء اور کشتی نوح سنہ ۱۹۰۲ء کی ہے۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر پر تکفیر کے فتاویٰ کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نہرا نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ وہاں وجوہات سے برادرت کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ ”باوجودیکہ الخ.....“

جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برادرت ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ الخ۔ یہ اس نے غلط بیانی کی۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ مل کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔

(۱۰) اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثبات ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ مل کی ہرج اور منہاج السنہ صفحہ ۲۳۷ اور برہنہ تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ مل کے خلاف ہے۔ اور پھر بھڑکھڑا لائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ ”اولیاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والنبیۃ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے بھی حوالے پیش کئے تھے۔ یہ صریح غلط بیانی ہوئی۔

الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اوپر جواب الجواب میں گذر چکے جن کے بعد یہ شہادت ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عریض ہے۔

(۱) اس کا جواب اس سے قبل کے بیڈنگ گواہ مدعا علیہ مل پر تنقید کے جواب مل کے تحت میں مفصل گزر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دیتا چاہتا ہے۔ وہی وہاں بھی دیا ہے۔ بس وہی

جواب کافی ہے۔“

(۲) اس کا بھی تعارض اس سے قبل کے ہیڈنگ میں ثابت کر چکا لہذا غلط بیانی نہیں۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مغالطہ ہے۔

(۳) لفظ کو کے معنی گواہ مدعا علیہ سے نقل کئے گئے تھے اور اس کے اکثری نقل ہوئے تھے۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر خازن ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ہی سے پیش کیا تھا۔ اور اسی عبارت کے متعلق جیسے اس نے پہلی مطبوعہ میں دی تھی۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے۔ کہ یہ آگے تفاسیر کے عنوان کے بحث میں آئے گا۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ شالیں ہیں۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے۔ عدالت خود اصل مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا۔
مع ہر نبوت را برد شد اعتقاد۔

نیز جب کہ ۱۹۰۷ء میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۹۰۷ء سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جو جرح گ ۲۔ ۳ راجح مستند اور اصل تو نبوت کا دعویٰ اصل میں انہیں پہنچ ہی کب سکتا ہے۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔ ظہیر الدین اردوئی سے یہ نقل پیش کی ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کا بیا کلمہ لا الہ الا اللہ احمدی جری اللہ پڑھنے اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور البانات سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک مستقل پادری ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مغالطہ ہے۔

نیز ازالہ اوہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارضات سے چھپتا ہے۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے میری بحث کے یہ الفاظ ہیں۔
”یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اُس وقت تک خواجہ صاحب ادعاے نبوت کھل کے نہ تھا اور نبوت کے مستقل یہ خیال تھا جو ایام الصلح صوفیہ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳۳ و غیرہ میں موجود ہیں۔

صرف دو کتابیں کشتی نوح و مواہب الرحمن دعویٰ کی وضاحت کے بعد کی ہیں۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ۔

(۱) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۲) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں۔

(۳) اس کے بعد انتقال سے قبل بھی کفر یہ دعویٰ موجود ہے۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء - نیز حقیقتہً الوحی ۱۹۰۸ء لیکچر سیکالوٹ ۱۹۰۴ء براہین پنجم ۱۹۰۵ء میں کافی کفر یہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہوں بحث ابتدائی کا شروع حصہ۔ بس جب کہ میں نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی جس کا مختار مدعی کسی طرح ذمہ دار نہیں۔

(۸) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود اصل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۹) مختار مدعی نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعی کا مغالطہ ہے۔

(۱۰) اس کا مفصل جواب جس سے یہ شبہات خود زائل ہو جاتے ہیں۔

”کیا ضرورت دین کا منکر کا فریبے کے تحت میں گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔“

(۱۱) اس کا بھی جواب گذر چکا اثبات والیقہ اور مقامات امام ربانی غیر مسلم ہیں۔ نیز ہمارے مخالف نہیں فتوح الغیب میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ پر بہتان ہے۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا۔ اس کا مکمل جواب دیا جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں دئی کے ہڈنگ کے تحت عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔ اس کے بعد مختار مدعی کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیانی نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا غلط فہمی ہے۔

(الزام نیانت کا رد)

نیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعی نے صرف تین حوالے تحذیر الناس - حج الکرامہ - اور بحر الرائق پیش کیے ہیں۔

الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعی مٹ نے پیش کیں۔ مختار مدعی مٹ نے تفسیر اتقان سے لفظ قال و کے ابتداء سے اور ”و فیه نظر“ انتہا سے قطع کر کے اور ابو خلدہ کی طرف سے غلط طور پر تفسیر المتقدمین ملوۃ باہجۃ والسمین کی نسبت غلط بیان کر کے جو وہاں نہیں نیز فوائد مجموعہ حوالہ کی شرمناک غلط بیانی کی بھی جس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔

نیز شاید ہی کوئی حوالہ ہو جس کا ماقبل دوا بعد یا وجوہ ربط شدید کے نہ لانا ہو۔

”تکمید بر الناس کا حوالہ“

اس حوالہ میں خیانت کی بحث مفصل اس سے قبل بھی آچکی ازل صفحہ ۲ کا ایک ٹکڑا پیش کیا، پھر صفحہ ۱۰ کی تشریح جس میں صحت دینے، مسلک اور ختم نبوت زعمانی کا مدلل اقرار اور منکر کو کافر بتایا چھوڑ کے صفحہ ۲۸ کا دہرایا جسے ناقص فقرہ جو لفظ ایک اگر ماسے شروع ہوتا ہے یا۔ یہ خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہنا کہ صفحہ ۱۰ کی عبارت صفحہ ۲۸ کی تشریح کیسے ہو سکتی ہے محض لغوی ہے کیونکہ جب خود مصنف نے صفحہ ۱۰ پر اپنا صحیح مسلک بیان کر دیا۔ تو صفحہ ۲۸ کی فرضی مثال سے اس کے مسلک اصلی اہم صحیح کے خلاف استنباط کیونکر درست ہو گا پھر یہ شرمناک خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔ نیز اس سلسلے میں اس کی شرح جو خود مصنف نے کی ہے مناظرہ مجیمہ اٹس کا بھی حوالہ پیش ہو چکا۔

(حجج الکرامہ کا حوالہ)

(۱) حج الکرامہ صفحہ ۳۳۲ سے گواہ مدعا علیہ نے یہ نکال دیا کہ۔

”وحدیث ابن عمری است کتاب“

اور اسی کے ساتھ جو اصل مدعا علیہ سے متعلق ”یا زیادہ“ کا لفظ تھا حیاتنا کاٹ دیا اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں نقطہ ڈال دیا ہے۔ گواہ نے یہ ہے کہ صرف ایک لفظ کے واسطے نقطہ ڈالنا اور مقصود بالذات لفظ جو صرف ”یا زیادہ“ ہے۔ نہ ذکر کرنا خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر جو اس جگہ پھر مکرر بحث و جدال اور اس کی سند کے متعلق شروع کر دیا ہے وہ غیر متعلق اور ناقابل گزر چکی ہے لہذا اس کا ذکر ہی فضول ہے۔

(۲) بالمتقابل کا لفظ حج الکرامہ کی عبارت میں اتنا ذکر کے بلا کسی امتیازی نشان کے مختار مدعا علیہ نے منطالع دیا۔

جواب یہ دیا کہ یہ ترجمہ بطور خلاصہ کے دیا تھا۔ حالانکہ عدالت خود ملاحظہ فرمائیے وہاں ملخص وغیرہ کا کوئی لفظ نہیں نہ کوئی خلاصہ ترجمہ ہونے کا قریب ہے یہ محض بدکی تاویل ہے جو قابل قبول نہیں۔ بہر حال گواہ مدعا علیہ نے اس خیانت کا تو جواب نہیں بن سکا اور اصل مسئلہ اپنی جگہ پر گنبد چکا ہے۔

بحر الرائق کا حوالہ

گواہ مدعا علیہ نے بحر الرائق ج ۵ صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۱۳۶ سے تو عیاں میں مکلف کے سلسلہ کی نقل کیں۔ مگر درمیان میں چہاں اس کا اصول تھا اور حقیقت امر جس سے مشکف ہوتا تھا۔ صفحہ ۱۳ حذف کر دیا۔ اس نثرناک خیانت کا جواب باوجود طول طویل تاویلات کے نہ ہو سکا اور جواب تجویز کیا جا رہا ہے۔ اس کی بنا پر اس کا تکجہ علیہ کے سلسلہ میں بیان کرنا درست نہیں۔ زیادہ تفصیل تو اصل بحث میں گنجدیگی ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے بھی جرح میں صاف کر دیا تھا۔ کسی کلمہ کا کفر یہ جونا اور بات ہے۔ اور اس پر حکم کفر کا لگانا اور امر ہے غرض کہ یہ خیانت بھی اصل مسلک مصنف کا پورے سیدہ دیکھنے کے واسطے کی گئی۔ جو کسی طرح روایت تھی اور اس کے بعد شامہ شاہ عادل نہیں رہ سکتا۔ اس سلسلہ میں مختصر یہ عرض بنا رہا ہوں کہ غلطی کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳)

تفسیروں کے متعلق

اس سلسلہ میں گواہان مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل خیانتیں پیش کی گئی تھیں۔

(۱) علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رہائی لکھی ہے۔ پھر کوٹشیں باتا عمدہ دے کر لکھا کہ "تفسیر المتقدمین ملوۃ بالفتۃ"۔ السمین آگے تھا و ہذہ فی الحکایات اسے بھی کاٹ دیا۔ حالانکہ یہ پیش کردہ الفاظ بلکہ یہ مضمون کسی نسخہ میں نہیں۔ بحث پر مقدمہ نسخہ پیش کئے ہیں۔

(۲) اتفاقاً حوالہ دوسرے کا قول روایت تردید کے لیے نقل کر کے تردید پیش کی ہے اور گواہ مدعا علیہ عادل سے

لفظ "قال اور آخر سے فیہ لفظ" حذف کر کے شرناک خیانت کی ہے۔ پہلے گایہ جواب دیا

گواہ نمبر ۱ نے صرف مضمون نقل کیا تھا کہ الفاظ اظہار رشیدیہ سے یہ نقل کی تعریف پیش کی ہے مگر یہ سب سیکار ہیں۔ تاویلات میں باقاعدہ علامت اصل قول کے نقل کی لئے کہ مضمون نقل نہیں کیا کرتے۔ نیز یہ مضمون بھی غلط ہے کیونکہ اس میں تو ہے کہ رطب دیا بس سے پُرمیں اور وہاں ہے کہ ای پر شمل ہیں اور وہ بھی قصہ میں نہ احکام وغیرہ میں جسے قطع کر دیا ہے۔ بہر حال اس جواب سے خیانت کا جواب کیا ہوا بلکہ پہلے اگر لفظی صرف خیانت تھی تو اب لفظی و معنوی دونوں خیانتیں ہیں جس کے بعد کسی طرح گواہ قابل شہادت نہیں کیوں کہ عدالت کے

رو برو غلط بیان ثبوت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ گواہ ملت پریر اعتراض نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جو اپنی جگہ پر ضناً گزر چکا۔ یہ کہنا کہ تقاسیر میں خلاف عصمت انبیاء ہمت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں۔ اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں لے کر سب پر ایک حکم لگایا۔ صریح غلط بیانی ہے۔ مسل سے عدالت ملاحظہ فرمائے۔ یکسہ بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور سب سے پہلے خیانت کی ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ عدالت جب بھی حکم فرمائے ان امثلہ کی خیانتیں تمام پیش کی جاسکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کر کے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے۔ چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو روک دیا ہے۔ اس لیے نہیں پیش کرتا۔

یہ کہنا کہ وفیہ نظر، اس کے بعد ولے قول ابن جریر متعلق ہیں۔ محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز ابتداء سے قال کا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرم ناک خیانت ہے۔ جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد فوائد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا۔ مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبادت ہے۔

”وقال الخطابی و هذا المحمول علی کتب مخصوصۃ بحجۃ کنا یمسک بہ۔ گویا یہ خیانت بھی مسلم ہے۔ بہر حال شہادت ناقابل قبول ہی رہی۔“

(آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام)

۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما حیا کو تمھارے ساتھ بالبینات فوخوا بما عندہم من العلم وحقاً بہم ما کانوا ہم یستہزنون (المومن ص ۹۰) کا ترجمہ یہ کیا۔ اور جب اُن کے پاس اُن کے رسول کیلئے دلائل لے کر آئے۔ تو یہ لوگ اپنی یاقوت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ اُن پر اٹھ پڑے۔ اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترجمہ کے بہر حال گذشتہ کا ایک واقعہ ام سابعہ کا مانا۔ پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجود علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی۔ ”پس ظاہر ہے۔ کہ علماء ہمیشہ خدا کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے۔ اور اُن کا علم اُن کیلئے عجب اکبر بن گیا۔ اس کے بعد جو بھی منہ میں آیا علماء کو کہا۔ اور تفصیلی امثلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس کثرت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور اُن علماء

کو جنہوں نے اُن کے کفر و ارتداد پر بندگانِ خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت اہم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور سیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ اہم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی پہناتے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بد ذات فرقہ مولویان کے تحت جس قسم کی موجودہ زمانہ کے علماء و علماء کے واسطے فقرات اور سخت کلامی و دشنام طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہو چکا عدالت اسے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکمل نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ ہمیں اُن لوگوں سے بنا جن پر تُو نے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الہی ہے اس کا جوابی میں کوئی مذکر تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطے دیے ہیں۔

(۱۴)

مندرجہ ذیل کتب فریقین کو غیر مسلم ہیں

- | | |
|-------------------------------|--------------------|
| (۱) حج الکرامۃ - | (۲) اقرباب الساعۃ |
| (۳) فتح البیان - | (۴) جامع الشواہد - |
| (۵) بحوالہ نجال بر شکر دجال - | (۶) انوار احمدیہ - |
| (۷) حیات جاوید - | (۸) ہدیہ مجددیہ - |
| (۹) تفسیر صافی - | (۱۰) ابلیس |

اس کے علاوہ ابھی اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر معتدین۔ پیچری۔ یا رافضیوں کی ہیں۔ پس نہ حنفیوں کی مسلم ہوں گے نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلا وجہ اُن کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری اداء کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی دجی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ جیسا کہ جرح میں بار بار آپ بکلا ہے۔ پس یہ کہیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر رجعت ہوتیں۔ اور اسے مسلم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فریقین کو غیر

مسلم رہیں۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل التفات بھی نہیں۔ نیز یہ کہا کہ شہاب و روح المعانی کے متعلق بھی یہی کہا۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے۔ کہ ”ہم اسے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں۔ نیز ایک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فقہ کے مقابلہ پر بالاتفاق معتبر نہ ہوگی۔“

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم دیا غیر مسئلہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس پڑھناوی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے بلکہ ان کی کتاب نسیم الایمان کا حوالہ دیا ہے۔ اسے غیر معتبر نہیں کہا گیا۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاریؒ ادب المفرد حدود قراءت خلف الامام وغیرہ نہیں۔ بلکہ اکثر حجت ہی نہیں۔ مختار مدعیہ نے حج الکرامۃ و اقتراب الساعۃ فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہذا مدعیہ ادا اس کے فریق مقلد و مخالف کی کتب کیونکہ حجت ہوں گی۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو پھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بتانا چاہیے حالانکہ گواہ مدعیہ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حج الکرامۃ کی بعض عبارات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی۔ نیز مولانا گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں ان کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے۔

(الجواب)

باجواب دیکھ یہ بات بار بار صاف ہو چکی مگر مکرر لارہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر نہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ ان کے فتاویٰ غلط فہمی پر مبنی بننا ہے جیسا کہ اوپر گندہ چکا اور یہی گواہ نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ ہرج میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور ان میں عبارت مسئلہ بتائی وہ سب ان کی مسلم ہو گئیں۔

نیز الساعۃ تک مسلم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اسی حج الکرامۃ سے نقل ہے جس کا دثوق کے ساتھ اعتقاد نہیں۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں بکثرت کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحی۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے ان غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو انہیں ماننے میں یہ کہیں نہیں کہ یہ ہیں مسلم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گند چکا بہر حال یہ کتب ہیں تو مسلم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر دیا ہے بس فریقین کے غیر مسلم ہونے میں شبہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد و جمو پنچال برکتہ دجال کثبات جلیویہ وغیرہ کے مسلم وغیر مسلم ہونے کا سوال بھی نہیں اس سے تو اسی کی تکفیر دکھانا ہے۔ مگر جب تک متعدد مسلم کتب سے نہ دکھائیں ان غیر ذمہ دار غیر مسلم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہیں اور انہیں دونوں کو مسلم نہیں تو ان کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سودمند نہیں۔

ہدیہ مجددیہ و انوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام ہرج میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے فریق کے کسی مسلم بزرگ انہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی بنے جن کے حالات کا بھی پتہ نہیں ہر کس دنا کے رسائل و تالیفات حجت و مسلم نہیں ہو سکتیں۔

(مسلم اور مسلمان کا فرق)

محمد مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلم ہونا کیسے تسلیم ہوگا۔ مسلمان اور مسلم ہونے میں فرق ہے۔ کہنے مسلمان ہیں مگر مسلم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں بلکہ ہی خفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام و کفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا ورنہ جن کے متعلق دریافت کیا گیا وہ مسلم امام ہیں محض غلط اور سراسر مغالطہ ہے۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دیگر ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ اور ظہیر الدین اردنی اس کے مسلم امام ہیں۔

یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلاوجہ تاویلات دی۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے

ان تاویلات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لا جواب رہے۔

(گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ دار ملازم اور ایسی صفائی پیش کرنے والے ملک میں اسی پر دہیگندہ کرنے کے نوکر ہیں۔ پس ایک شہادت کے لیے جب نوکر کی شہادت آقا کے حق میں مؤثر و قابل التفات نہیں۔ (ملاحظہ ہو جس طرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۲۸ء میں تنقید لا جواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق پہنچاؤ کی شہادت معتبر نہ ہونی چاہیے۔) نیز ہمارے بعض گواہوں کو دیوبندی خیال کے ہٹکار کا فریضہ اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ص ۲۰ مارچ ۱۳۲۸ء کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیال کا ثابت نہ کر سکا۔

نیز گواہ مدعیہ ص الف ص ۵۵ و ۵۶ کا تو دیوبندیان کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اور اول الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں۔ لہذا یقیناً قابل لحاظ و قابل قبول ہیں۔

اور اوپر گورد چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا۔ کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی صورتے دیئے۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقتہ حال واپس لے لیے جیسا کہ غایتہ الما مول و غیرہ سے پیش کر چکا ہوں۔ اور تسلیم بھی کرنا پڑا کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہذا وہ علمائے اسلام نہ رہے۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتویٰ سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتا ہے۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ۔ مغلہ۔ غیر مغلہ۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتویٰ کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ ص ۲ کی شہادت تو اس قدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ ص ۲ کے حوالہ پر اکتفاء کی۔ نیز اس پر جرح کے ایک جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لا جواب مان لیا۔ پس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا۔ اس کا بیان بھی سخت متعارض حوالے غلط۔ قطع و برید۔ ترجموں میں شرعاً کیا تین جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی۔ عدالت خدا۔ اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

(۵)

بشارت احمد

مختار مدعیر نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق متیقن کرنے کو غایت غلطی ہوئے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعین کو انکار آیت کے استلزام کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ مختار مدعیر کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والاخرین، سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام و الصلوٰۃ کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر ہے اور اس لیے اس کو تفصیلاً مکمل شیئ سے بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورہ اعراف میں فرمایا ہے الذین یقبعون الرسول النبى الا تمحی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ امی ہے اب اس صحت میں وہ ذات البرکات والحنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوٰۃ اکمل التحيات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکر سے کروڑوں فلسفی پیدا کر سکتے ہیں بناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیان امی بالکل نہیں بخنے بالکل گل غلطی کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہلمدی کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہو گئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا عین مخالف۔

مختار مدعیر نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال دبیر لحاظ مراد ہیں بلکہ امالہ مرزا صاحب ظلًا و تبعًا حضور ہیں۔ بخلاف اولاً توبہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارت احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے ثانیاً یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی تحقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع واحد یعنی ہونا کافیہ جزائوں کے نزدیک بھی مسلم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مرزا نہیں ہوئے اور اگر مراد حضور ہیں جیسے کہ قرآن شریف کا عفاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی تحقیقی ہے کلی نہیں۔

ثالثاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورۃ صف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ خلیفہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہارِ ایت کا استدلال قابلِ مضحکہ ہے غلبتِ الامر فریقِ مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز خلیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرنا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ بالامالہ تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

در اصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدیرہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدیرہ کی یہ غرض نہیں کہ کسی مبہم چیز کی تصدیق اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی غرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ :-

فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا ساحر مدبر ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدي القوم الظالمين يريدون ليطفئوا نورا الله باخوانهم والله متم نوره ولو كره الكافرون هو الذي ارسل رسوله الاية ان آيات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد مبشر بہ تشریف لائے اور بینات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت علیؑ علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حشمت لایا اہ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالیٰ پر بہتان اور افتراء باندھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیؑ علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بنائے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا مذہب ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو وضع شیئی فی غیر محلہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق تراشنے کبھی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو از روئے ہمت و دھری خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تفسیر مصداق بشارت محض قول ہوئے پر منحصر ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فالان سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صحیحہ والی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پر نور کے زمانہ میں ہی رومہ کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ جس کی بشارت دی گئی وہ آگیا اور وہی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچنا تانی کر کے دوسروں کو مصداق بناتے پھریں گے

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد رکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ انزال الہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مشیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی مضمون کے دو سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد مگر عباسی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد پر نہیں بلکہ محمد بھی یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں بطریق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(انزال الہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسیٰ نے کوزرۂ آخر ج شطۃ الابیہ الذین داخلین مبتدعہ الی قولہ۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴، ۱۲۳)

اس سے فیض ثانی اور مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملا نہیں ہو سکتے اور ہر حال اور ہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد جو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نیکو اور کلی نہیں۔ پس اگر اس سے دو شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہو گا۔ نیز آنکہ مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسم غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی۔ اس واسطے آیت میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے اجتہاد سمی ہو گا اس واسطے کہ اسمہ احمد عملہ اسمیہ ہے جو درام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی صادق آتا ہے۔ کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبدالمطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے۔ کہ اس پیش گوئی میں میرا یہ نام ہے تو مصداق علی المطلوب ہے۔ اس پیش گوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ وقت النبی علی نفسه ہو گا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے۔ اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھ کر انہیں خلیفہ ثانی کے منہ سے بیخ نکل ہی گیا کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور جزر احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جزر ہے پس سالانہ غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البرہہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پر نور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظ نقل کر کے بلاخبر مسئلہ کو طول دیا اور زعم خود اپنے اس کفر پر اولہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت بشراً برسل کا حقیقی مسداق اور احمد کے نام کا حقیقی معنی مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی معنی مسداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۱۸۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرے یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مسداق ہیں اور احمد بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تفسیرات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ازدواج ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

(قرآن و حدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدعا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں بنا کر جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید دعویٰ میں قبول کرتے ہیں اور جن کے مقلقی ردی کی ٹوکرے میں پھینکنے کے متعلق کہاہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

الجواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع مجاہد کے احکام و مسائل کے اصول میں سے اصل اقل قرآن اور اصل دوم حدیث ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں ”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد میں سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی دجی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی دجی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی کا رتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشوہ کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی دجی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول دین دین سے گرا کر اس کو محقق تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ تائید کا رتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اول یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی دجی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہو تو اگرچہ قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم دعویٰ کی طرح بھینک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو ادب پر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی باقرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق نہ ہوں مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکنے میں عدالت غور فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اقل کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں۔ پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں میں اپنے نتیجہ جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود غور فرما لے گی کہ کس طرح حرف منحرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰، ۳۱)

پھر مختار مدعا علیہ ایک مغالطہ اور دہلیز ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان جو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے لیے دو شرطیں نہ لگاتے کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارض نہ ہو۔ اس فیدہ کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضرور ہے کہ میری وحی کے معارض نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارض نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے توہین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۷۵ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ جواب نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء توہین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث نبویہ پر بدین علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردوں سے مروی ہیں جو بہر حال ہمارے علم کی بلارمی نہیں کر سکتیں۔

اب مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر غور فرمائے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا صاحب احادیث کی تحقیر اس بنا پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مروی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مختار مدعا علیہ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مروی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت درجہ کی توہین و تحقیر ہے پھر مختار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائید میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے مگر

گمراہ کرنے والے۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بجز قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہمارے مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلا ہے ہیں۔ اور بجز قرآن کے سب چیز سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل حکم ہے جس سے انکار الحاد و زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ مگر مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے بر ملا کہتے ہیں کہ بجز قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ لمحہ انکار ہے اَعَاذَنَا اللَّهُ تَعَالَى مِنْ ذَلِكَ مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ پس اسے مخالفواً نفیوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقیلیں اور حدیثیں دھوکہ باز نہ بنائی ہیں :

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے قبول سے روکتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین حدیثیں موضوع ہیں۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتبار نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب نے یہ عام حکم کر کے احادیث کی سخت توہین کی ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے اور خدا تعالیٰ کی دجی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی دجی کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔ محمد اللہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت ملاحظہ سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سرے سے ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی دجی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کر کے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ اور محدث کی توہینات کرنا ہا کران احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیح مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توہینات کا خاتمہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنی دجی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ بالا۔ غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہو گا کہ یہ عبارت مختار مدعیر کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کر کے مغالطہ دینا چاہتا ہے نبی ہی حدیث بعد ۵ یو منون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی دیکر وغیرہ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ قول غیر معبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بستی الحج کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افتراء ہے جیسا کہ انقصار میں لکھا ہے شیخ الاسلام ابو اسماعیل ہرودی گفتہ بایزید دروغناہستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکرطاری ہوتی تھی اور حالت سکر میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں اسئل ابو غیلی الجوز جانی رض عن الالفاظ استعی تحکی عن ابی یزید فقال دحمة اللہ بویزید نہ حالہ و لعلہ بہا قلم علی حد غلبتہ اوحال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اجماعاً محمدی کہا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین بناوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن کا نفی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلادیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب بناوی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کے بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت ان احادیث کی رد سے باطل ثابت ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعویٰ کی خاطر سے ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے کون کون سی احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گوٹوہیہ کی چند احادیث کے معنایں بیان کئے ہیں جن میں دابتہ الارض وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں نا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ غالباً وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بعد از عقل ہونا دکھانا چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر وضع حمل کے لیے جزع کی طرف جاتے اور پھر مریم سے علیے پر ایمان رکھتی ہوں ان احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علوم مرتبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسند میں بھی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدح بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

حدیث فاعوضوا علی کتاب اللہ

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو ردی میں پھینکنے کا حکم دیا مرزا صاحب پر تو تین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختاران مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کر دہ ایک حدیث کو پیش کیا جس میں دریافت کی گئی تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ الفوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا وضع غلۃ الذناب دقتہ تو کوئی اس پر جواب نہ دیں کیا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقہ کہہ لینی اس پر مندرجہ ذیل جرح پیش کی گئیں۔

(۱) یہ احادیث کی کتب میں مروی نہیں۔

(۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر بعد اللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔

(۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

(۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قولہ تعالیٰ ما آتاکم الرسولی سے رد ہے۔

مختار ان مدعا علیہ سے کسی کا جواب نہ جو سکا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ جہاں جرح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کئے گئے جو مسل پر نہیں آئے تاہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی تفسیر کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پیش کی گئیں تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں تو مخالف ہوتی ہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما آتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرمادیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے ترک جاؤ۔ کلمہ ما عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے پس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم و عمل ہے ویسا ہی احادیث ۔
 ابو داؤد میں حضرت مقدم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ
 ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھر بہر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا
 کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو
 حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسولؐ نے حرام کیا ہے وہ ایسی بن حرام سے جو خدا نے
 حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لیے کبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی
 امان دینا میں رہتے والے کافر کی کوئی گری جوئی چیز بحیر اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پروا ہو اور جو شخص کسی
 قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار
 خود بخود ان کے مال سے لے لے“

طبعی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زبرد ملا مت ہے جو بڑے عرصہ سے پیدا ہوئی ہے اس
 شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے۔
 اس حدیث کو داعی نے بھی نقل کیا۔ اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال و ابہام کا فیصلہ
 کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق و باطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت ص ۳۳ میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے
 بحر اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا
 کہ احادیث کو مردوں کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور کیوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ
 کیا ہے۔

پھر مختار معانی نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا سبب میں ذکر تک نہیں جن
 میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی مٹی کے خلاف ہیں اور
 بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث مسیح
 کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا
 اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی موعودہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ
 کی توہین ہے۔

مختار معانی نے اشراف الالبصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت خیانت کی ہے کیونکہ اول سے
 لفظ مع اور آخر سے وہومن اوضاع الموضوعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراف میں تصریح ہے کہ مدخل میں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کر دی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال و دہم سے یہ جواب دینا چاہا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی۔ اچھا مختار مدعا علیہ دیدہ و دانستہ مغالطہ دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کیا بحثیں کیا اقوال سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اُس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدینوں کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا تباس ہی غلط ہے کیونکہ جب کبھی اسلام میں فتنہ اٹھا تصریحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے بچنے کے لیے اسی حدیث کو اڑ بنایا معتزلہ کی دارو مدار یہی حدیث ہے فرقہ پیچیدہ کے خیالات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے جہاد پھوٹا لوی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے اپنی مسیبت اور نبوت کا سکھ رائج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور ملحدوں کا یہ اصول جو پکڑے کہ احادیث اور آثار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنی از خود کئے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنی فرض کئے جاتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر لیا جاتا ہے کہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی حسب متباد کئے جاتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ بن کتب میں یہ حدیث آئی کیا ان کے مصنفوں نے یہ حدیث وضع کر لی تھی یا فی الواقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی نادانیت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وہ بینیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں جس کی بناء پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرنا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے نقول پیش کرنا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات اور ادہام سے۔

اصول شناسی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اور لا نزوہ خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں۔ ثانیاً عمر بن علی الکتاب کا سوال وہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔

عدۃ الخویشی حاشیہ اصول الشاشی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تفسیر نہیں سرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت علی بن ابی حمزہ سے کیا ہے۔ وہ دیگر معضلات میں نہیں کیا یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مخالف ہے۔ یا ناہی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تفتازانی نے تلخیص فیما بین حدیث کے متعلق بہت کلام کیا ہے وہ دقتوں پر یہ تصریح صفر ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا محمد العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعاده نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گنگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا۔ یعنی از خود بنایا۔ اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف الخ

علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

مسی نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً وہ موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید صحیح نہیں ہو جائیگی ثانیاً جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکیم کے معانی کی تعین اور وجوہات و اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث ممنوعہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ مخدوم کا۔

پھر چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شہرانی مسیح المبین میں لکھتے ہیں کہ کلمات مجیدہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہے ملا جماعت الامۃ علی ابن السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ سنن داری صفر ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند تھی اس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی جرح نہیں ہوا کیونکہ کسی توثیق و تعدیل سے کسی کو قوت حاصل ہوتی ہے جس سے منکر و مبالغہ کی مبالغہ مبالغہ ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک معتبر و منفع حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح و تعدیل کا سرچشمہ اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصل پر مرتب حدیث

اور اُس کی تمیز بھی ناممکن ہو جائے۔

(قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت دو آیتیں۔ قل انما علمہا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لا یعلمہا الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں اس تاثر اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف خدا نے اپنے واسطے تہنہ بلا شرکت غیر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب کی پھر سیالکوٹ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں۔ ”کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ جس سے نفوس قطیعہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مخاطبہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ سے رہا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے فظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی دوسرے بھی کسی کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے“ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ عدالت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور سر پر ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا۔ مرزا صاحب مافسوسہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر لکھتے ہیں۔ ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گواہ ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی“۔ خط کشیدہ قلم گواہ ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کس معنائی کے ساتھ قیامت کی تعیین ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا۔ لہذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نفوس قطیعہ کے خلاف ہے محال باقی رہا۔

علاوہ ازیں اگر چھوڑی دیکھ لیں تو مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اول تو نفوس قطیعہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا پتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و زلزلے بن مریم وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اللہ دجال اور ماجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نصاریٰ اور

کبھی روس اور برطانیہ کی توہین مراد لے رہے ہیں جو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود ہیں اور بعض خود ساختہ علامتیں جو خود بیان فرما رہے ہیں مثلاً -

لیکچر سیا لکھٹ صفحہ ۹

ء ء ء ء ء ء ء

ء ء ء ء ء ء ء

آخری زمانہ میں بکثرت نہر کی جاری ہوں گی۔

”کتاب میں بہت شائع ہوں گی جن میں ایجاد شامل ہے“

مداونٹ بیکار ہو جائیں گے۔

”ان علامات کو بیان کرنے کے بعد میں لکھتے ہیں اور سوچ دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہوئیں۔“

اوپر پھر اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گلاب ہزار سال باقی ہے۔“

تو اس میں علامات نصوص قطعہ کا انکار اور خود ساختہ علامتوں کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت کی تعیین ہزار سال کے ساتھ کر رہے ہیں اس سے بھی مختار مدعیہ کا اعتراض اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور جواب مختار مدعیہ علیہ کو اور اس کی تاویل کی تیققت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(عقیدہ اقرار)

اقرار کے متعلق بلاوجہ غیر مربوط حوالوں اور بے ربط دلائل سے طول دیا حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اقرار کے معنی صرف یہ ہے۔ کہ خدا کسی کے اندر اُترائے یا حلول کرے یا عبادت کرتے کہتے اس مرتبہ کو پہنچاٹے کہ خدا اس کے روپ میں نمودار ہو و غیرہ وغیرہ۔

یہ اہل ہنود کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کی تعریف ان کی مستند کتاب گیتا فارسی میں ہے۔

جول بنیاد دین سست گرد ہے

نمائیم خود را بشکلے کسے

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اہل ہنود اور یوں کے مقابلہ میں انہیں کی اصطلاح کے مطابق اقرار کیا ہے۔ اور یہ اقرار کا عقیدہ اسلام میں کفر یہ عقیدہ ہے۔ چنانکہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔

(۱) مرزا صاحب کے حوالے اپنے اقرار کے ہونے کے متعلق۔

(۲) ادھر بھی خدا تیرے اندر اُتر گیا۔

(کتاب الہریتہ صفحہ ۶۶)

(۳) برہمن و قنار سے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

۱۵۵ء و ۱۸۵ء یکپھر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ کے حوالے پس اس سے نامہ اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قل مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مخالف سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ ابہام کہ میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گوڑیویر کے دعویٰ مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ ابہام میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بناء پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ وہی مسیح ابن مریم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی یعنی بن مسدیم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھ بیٹھتے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور محوٹ محض ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گھڑ کر مرزا صاحب کے تعارض کو رفع کرنے کے ابجاو کی ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کا اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ لیجنہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے نبی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تو بداجہت باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ بلوجہ مشابہت کیا ہے اور اصلی بیٹے علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو وہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کی خبر نفوس اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ ابہام صفحہ ۹ پر ہے کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں اس سے صاف ثبات ہو گیا کہ علماء نے آپ کو اصلی بیٹے ابن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بلوجہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کر دیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جس طرح کہ براہین میں دعویٰ تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موجود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ ہیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں ایک نہ شدہ شد۔ اثبات تعارض کے لیے حنفیہ کو ٹیڑھ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ حنفیہ کو ٹیڑھ کے زمانہ تک مرزا صاحب کبھی آگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جس معنی سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔
(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب دفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ ادہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنی ہیں اور ان کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ ادہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اہ تعارض کو بختم کرنے کے لیے یہ کہ دفع تعارض۔

(۳) قل مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نبی نہیں ہو گا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہو گا جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقت الوحی میں آنے والے کا نشانہ ہوتا ہے ایسا ہی ازالہ ادہام میں ہے پھر ازالہ ادہام کے دعوے پیش کئے ہیں ایک صفحہ ۲۴ کا دوسرا صفحہ ۲۵ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو دفع کرنا چاہتا ہے جو جو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظ نبی اشرع موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تمامہ کا حلقہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مہنوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقت الوحی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض دفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پروا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفحہ ۲۴ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اشرع مراد امتی ہے جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اشرع حقیقتہً جیسا کہ حقیقت الوحی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اہ تعارض

دیے کا دیا مہر دے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور لوگوں سے اوپر ایک برزخ کا مقام ہے صفحہ ۲۲۹ ازالہ ادہام، محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حمامۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لعین سد باب النبوة مکان نبیاً بالغفل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا۔

پس دعویٰ محدثیت سے جو ازالہ میں ہے دعویٰ نبوت جو حقیقۃً الٰہی ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں ”سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے“

اما الجواب۔

دعویٰ نبوت نہیں بلکہ دعویٰ محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الی) تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔ غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے۔

(۴) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے ازالہ ادہام میں لکھا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں اور بدرہ ۵۰ ملاحظہ شدہ میں ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔

اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے۔ کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں دعویٰ ہے کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشرلی مراد ہے۔ اور جہاں نبوت کی نفی ہے۔ وہاں نبوت مستقل کی نفی ہے، پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعویٰ بد میں کیا گیا ہے اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ میں تصریح فرمادی ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھی بیج کا شائبہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب ہیئت نبوت کا انکار کرتے رہے۔ البتہ محدثیت کا دعویٰ کرتے رہے۔ جس کو وہ کبھی جہوی نبوت مجازی نبوت اور کبھی شعبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے۔ اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشرلی غیر تشرلی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے۔ اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے ازالہ ادہام وغیرہ کے گذر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ محدثیت اور چیز ہے۔ اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے۔ جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے مثلاً ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی محدثیت کی نص اچکی ہے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث بھی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا بھی نہ ہو سکتا بھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو حمامۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

دانی واللہ آمین باللہ در سولہ (۱) من ممکن القوۃ الی خیر الفعل اور اس سے پہلے اسی سفر پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام تحدیث مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن لعن کرانے کے لیے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

دانی کتبت فی بعض کتبی (۱) ویفوقوا بین المؤمنین -

یہی مضمون صفحہ ۷۹ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں۔ اور صفحہ ۷۴ میں ہے کہ اسے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے، ہنس میں سے دعویٰ نبوت کی بوجہ آتی ہو۔ فلا تظن یا اخی (۱) دانتہ ادعائ النبوة۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے۔

جس میں کوئی تقریباً اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریفی نبوت سے

انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریفی کا دعویٰ ہوں پس صرف اسی نبوت کا دعویٰ تھا جو عہدِ نبوت کے مراد ہے، جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی ہیز بھیر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور پسے لگ گئے ہیں تو بھٹ محدثیت سے اوپر نبوت حقیقی کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اندر جا گئے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مختار صاحب کا یہ کہہ دینا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریفی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی محبت ہے اور مختار مدعیہ کا الزام تناقض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قل مختار مدعا علیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراض نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر یہ بھی ہی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے حزقی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہوئے۔ پہلے آدمی نبی تھے پھر سلے نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمد اور حقیقی طور پر قائم النبین ہو گئے اور پہلے بن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعویٰ کر کے اُن کو ایمان کہنے لگے۔ قل مختار مدعا علیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الٰہی کو ملتے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ مبادیہ اُن کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کو یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے

دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ بیچ خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دھوکہ ہے نہ وحی ربی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں جو فی کہ وحی الہی اور دھوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بغور مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جلتے تو ہر ایک وحی الہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الہی کا شک کی اور ظنی جو ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والا ایمان نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ان السطن لا یغنی عن الحق شیدہ یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدیر کا اعتراض اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر اتھ صاحب کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کلاس اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی الباطل ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکتذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وما ینتطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی اور فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والموذن نیز فرماتا ہے فانه یسلط من بین ید ید ومن خلفہ ثم هذا لعلہ ان قد بلغوا رسالات ربہم جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء پر ایمان ہوتا ہے نہ شک و شبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر یہ یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دھوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر بھروسہ محکم

خشت اقل چوں نمد معمار کج
تا ثریا میسرود دیوار کج

سلامت نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اسلہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے بنی جو تھے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک ترو در بانہ صرف ترو و بلکہ اس کا انکار کرتا رہا جو ہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے یعنی صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جلتے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دھوکہ کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی دمی ہوتی ہے نہ وحی الہی۔

مرزا صاحب نزول المسیح صوفیہ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سے یعنی اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی (دلی) بھلے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور پختگی ہمہ سے پہرے کے ساتھ دل پر نازل ہو تب وہ خود یقین دلائیے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (دلی) کیا غافل اور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۵ پر ہے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر معانی الہام کی نشانی کیا ہے (دلی) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔

خلاصہ: مطلب ان حوالہ جات کا یہ ہے کہ وحی الہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد وحی کو اس کے معجانب اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی دوسرے اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

ان حوالہ جات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا۔
قول مختار مدعا علیہ۔

چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں عین ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر فارغ ہوا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو حزبِ جمیعہ اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور اقترع باسم ربک الذی خلق کی وحی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کا پتہ ہوئے دل کے ساتھ غیبی بوحی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسبیح ہوئی تو فرمایا ولقد خشیت علی نفسی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

یعنی میں ڈرا میرے نفس کا دھوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو الہی۔

المجواب۔ اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مقدمہ ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبیث جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ فار سرائ میں اکثرین دفعہ بمصنعا اور قزکن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کپاٹتے کپاٹتے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کچھ ارشاد دو۔

(۳) پھر کچھ تسلیٰ جرنے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی جبرئیل کا آنا اور قزکن کی آیتوں کا نازل ہونا میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔

(۴) اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو وقتر بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الہی تھیں۔

(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فرست الوہی کے زمانہ میں اپنے آپ کو یہ سارے کچھ ٹھوس سے گمانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار جبرئیل اگر تسلیٰ دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے پیچھے رسول ہو۔

(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ تیجہ نکالا ہے اور مکتواہ مولیٰ قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداءً اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(المجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعویٰ کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نہ ملی اور آدم علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملا جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین قائم الیقین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افتراء کے ساتھ اس لعنتی عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً نبی بننے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افتراء کیا ہے اور اس کے فقرہ دفعہ شریف علی غشی میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور دلیل جوئے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں مد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خلیفہ کے پاس دے دے گئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا زبردست
ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔“

اس میں بھی وہی بات ہے جو عقائد مدعا علیہ نے کہی ہے عقائد صاحب نے نفس کا دھوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے
شیطانی مکر کہا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے پیچھے ہونے کا یقین تھا نہ قرآن
کے وحی الہی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الہی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس
اور شیطان کا دھوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزول
المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دھوکہ تھا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم صاف اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من هذا)
عقائد مدعا علیہ نے جو درحقیقت خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف
کی ہے وہ محض خود مرضی پر مبنی ہے درود حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی مکر کا ذکر نہ انسانی دھوکہ کا بیان حاشا دکلا
یہ دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔

عقائد مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ درقرآن فی نزل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی مکر یہ بھی
سراسر افتراء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی
ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ نہ چلے کہ میں
رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور یہ قرآن ہے اور ایک نعمانی کو پتہ چلی جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا
آپ کو علم ہو عقائد مدعا علیہ کے اس افتراء اور خواہش انسانی کا بھی حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

لیکن غلبہ تو یہ ہے کہ بقول عقائد مدعا علیہ درقرآن فی نزل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد
بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت الہی کے ایک ایسے عرصہ میں پھر اسی ملک اور قوم میں مبتلا ہو گئے یہاں تک
کہ جب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمدؐ رسول اللہ صفا کہ اے محمدؐ آپ صبح و جمع اللہ کے رسول ہیں تو آپ
کو یقین کیا۔

ان افتراءات کے بعد عقائد مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین
اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً
اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی مکر کا اندیشہ تھا نہ انسانی دھوکہ کا اندیشہ کیونکہ اسباب میں مرزا صاحب نے جو فرمایا
ہے کہ وحی الہی بڑی قوت اور زور اور تاثیر اور لزت اور پگھلتے ہوئے پھرتے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی
کو یقین اور اطمینان سے بھر دیتی ہے کہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ

سے اس پر اپنا نازل کلام نازل فرماتا ہے اس کے دل میں ایک مژدہ کی علم اس بات کا پیدا کر دیا جانتا ہے جس سے اس کو قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام آئندہ اول المؤمنین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمن المؤمنون ما نزل الیہ من ربہم من قبل ان یزلزلنا الارض زلزلۃً عظیمۃً و ما ہم الا فی عذاب عظیم
رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی اگر بعض کلام الہی کی نسبت مدت تک اور اپنی نبوت میں ہی خشک ہو جو منافی اور منہ ایمان ہے تو خدا تعالیٰ کی قرآن کریم میں یہ نازل کر دے کہ آپ جھوٹ اور خلاف واقعہ ہو گئی اور یہ امر قطعاً محال ہے نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وانا اول المسلمین یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں مگر یہاں تو بقول مختار مدعا علیہ و مرزا صاحب اول المؤمنین و رقبہ بن نوفل ہوا اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول الکافرین۔

پس ان اصول حکم قرآنہ اور معہدہ مرزا صاحب کے بعد حدیث "و قد خذت علی نفسی" کے معنی بغیر کسی تکلف اور تاویل کے یہ ہیں کہ مجھے "اپنی جان کا خوف ہے" باقی رہا یہ امر کہ کیا خوف تھا اور کس وجہ سے تھا اس بات کی حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے لیکن قرآن حالی اور مثالی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خوف دو وجہ سے تھا پہلی وجہ تو بسمانی تھی جو جبریل کے پر رعب و جلال شکل میں نمودار ہونے اور تین دفعہ بھیجنے اور اتہانی گفت جہاں کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی جس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جاڑ لگ گیا اور گھر شریف لا کر کپڑے اوڑھائے تاکہ حکم دیا تھا دوسری وجہ نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس اور قوم کے انکار اور ایذا سازوں کا نقشہ جو نبوت کے ساتھ ہی خیال مبارک میں آگیا تھا اور اس پر ضعف بشریت کا خیال دانگیر تھا۔ غرض ان دونوں امور سے اور قلبی مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باعث ہے نہ شیطانی مکر اور نفسانی دھوکہ کا اندیشہ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ معاذ اللہ آپ کو کوئی رسوائی نہ ہوگی آپ میں یہ عیوض و صاف عیدہ اور مکرم اخلاق ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اظہار خوشی کے لیے و رقبہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں کہ رقبہ و دلیک پاک نفس انسان تھا تو اس نے آنحضرت سے کیفیت سن کر بلرر نصیحت کیا کہ یہ سب فحش ہے اور یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یہ و رقبہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نصرانی تھا مختار مدعا علیہ نے جو کہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل معیت کا علم واقعہ سے ہوا قطعاً غلط اور لغو ہے بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے جانا اس کے اشدہ و خری رشتہ دار ہی کی وجہ سے تھا تاکہ وہ بھی اس نصیحت خداوندی کی بشارت میں شریک ہو جو کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ کسی نصیحت کے حصول پر قریبیوں اور عزیز خواہوں کو اطلاع دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی شریک خوشی ہوں و رقبہ بن نوفل کا قول خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا اس وقت یقین تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یا لیتنی اکون حیاً اذ یختر حبیبک قحطک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ یختر حبیبک
ہم قال نعم لہم یأت رجلاً قط بمثل ما جنت بہ الاعداء

یعنی در تہ بن نفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گھر سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نہوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی ہو۔ اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اسی معاملہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقیناً نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت جو ابھی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذ اللہ کوئی نفسانی یا شیطانی دوسرے ہوتا تو اس معاملہ میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال کا مظاہرہ کے خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اور اندیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدر لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور عسا کہ دفعہ سانپ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلما دہا تہمتہم کا نہما حاکان دلی حد بدرا دلہ یعقب یا موسیٰ اقبل دلا تخف انہ من الامنین پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعہ اہل پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مکرر بھی دیکھا اہل اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اللہ مت ڈرتو اس والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تھریل کے بیچنے سے جو انتہائی سمائی مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس دوسرے واقعہ نشیت علی نفسی فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی فکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ نشیت علی نفسی کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔ معجزہ معاذ اللہ یہ ہے کہ عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دشمنوں کے ساتھ فرعون اور فرعونوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتضیٰ کہتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی ماریا تھا مجھے دیکھ کر قتل نہ کر دیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بعد تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذا قتل و فیر کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایذا قتل کے اندیشہ سے واقعہ نشیت علی نفسی فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسے غلط عمل پر عمل کیا جائے بلکہ آپ کا نشیت علی نفسی فرمانا اس امر کی یقین دہانی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اسی منصب کی ادائیگی میں قوم کے سامنے اہل انذارسانی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر واقعہ نشیت علی نفسی فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور بنی النازلیں آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی ما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرت الوہی یعنی زمانہ القاء میں پہاڑ پر جانا اور بے چینی وغیرہ جو عمر کی روایت میں ہے بخدی نے اس کو بلا سند و بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح شراح حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ یہ بلاغات زہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے تو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح نادرہمہنا جتنا واقعہ یعنی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے چینی اور کرب تھا اور اس شتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لوت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک یقین دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مگر شیطانی اور دھوکہ نفسانی کا نہ تھا جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں ہا بار کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بجا گلبہ نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کر کے مسدود صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا ہدیدی طور پر ابطال ہوتا ہے اور حقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ نصیحت مضمون نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں بضرع محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی کوکری میں مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب چھبیک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیسا کہ آفتاب نیمروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث جو اس کو ردی میں ذلل دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں ردی میں چھبیکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے واثل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعا علیہ نے کیا لیکن ایں خیال است و محال است و مجنون وہ اعتراض ہر گردغ نہیں جو سکنا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعویٰ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعویٰ کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلک لعبرة لا ولی الا للہ اب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

(الجواب)

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خاص تدریجی دعوای میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجی تبلیغ سے تدریجی دعویٰ کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعویٰ لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا مریخ مغالطہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعویٰ نہ کرو اور محدثیت کا دعویٰ نہ کرو اور دعویٰ نبوت کو کفر کہو اور بیس سال کے بعد جو دعویٰ نبوت کرو اور جو نہ مانے اس کو کافر قرار دو یا پہلے آدمی بنو پھر تمام نام بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر برتری نہ دے پھر فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام اولین و آخرین کا سردار ہونے کا دعویٰ کیا۔ جواباً گزارش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعویٰ مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی رسالہ دعویٰ کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں عیسٰی علیہ السلام کی طرح غلو سے شان جمودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تاکہ یونس علیہ السلام کے اس مولود الہی کی وجہ سے جو عجمی کے بیٹ میں جانے کی شکل میں ہوا ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کلی کا بیان ہے اور یہاں مسلم فریقین کے مفضل کو فاضل پر فضیلت جزئی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعویٰ نہیں۔

خاتم النبیین آپ ابتداء نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متنبی کے ابطال کے موقعہ پر علم الہی میں تھا۔ کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اصبع ربط باتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعی کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعویٰ مختلف اور متناقضہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-
 براہین احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ منکشف نہ ہوا
 تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔
 اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ بھی جلتے تھے جو نبی شریعت لئے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ
 کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے تھے۔
 لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنی نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر
 صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت یسے فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول
 ہوں۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت
 یسے زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم عقیدہ حیات مسیح شرک عظیم ہے کی بحث کے
 جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید مہمل تک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہہ دیا کہ مجھے
 الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ
 کا نقیض عقیدہ شائع کیا۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ یہ حقیقت مسیح فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا
 صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرکہ عقیدے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا کر رکھا
 کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور محکم لاییناں عہدی الظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ
 کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دیوے غلطی کے فعل میں یہ
 تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت
 ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توضیح باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہوئے کا دعویٰ کرے اور تمہیں کھا کھا کر کہے کہ میں مانی
 نبی ہوں جزئی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا
 ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عمر وہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن
 اتنے سال گزرے کے بعد وہ یہ کہہ دے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے
 دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

میں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوڑھ کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو نبی بنائے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدائے تعالیٰ کو نبی بنایا ہے لیکن وہ کھٹکا کہ میں دعویٰ نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس سال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی برواشت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھائے چلے گئے مرزا صاحب بقدر خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔ بحکم لایزال عہدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعویٰ نبوت کر کے قبول کافر ہوئے اور تمام امت سید الا برار کی تکفیر کے شلٹ کافر ہوئے۔

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ کے تحت (۱) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لا حاصل سہی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں۔

- (۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں۔
- (۲) بعض بزرگ خود تعارضات و کذب بیانی
- (۳) ان علماء پر خود فتویٰ کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں۔
- (۴) ان کے خلاف خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مفاد تفصیلاً معلوم ہو جائے۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات۔

وجہ اول۔ خلاصہ۔

(۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت سے اظہار بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر و ارتداد لگایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا نہ ان کا۔

(۲) ہدیہ مجددیہ سے مسموم ہیں ہے کہ امام مالکؒ: یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل جج عدالت ہائی کورٹ احمدیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسز سے وہ حوالہ دیکھ عبارت نقل کی۔

(الجواب)

(۱) اگر امر پنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی اصرار دہر عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بازی کوئی اور دوسری رنجش نکل آئی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زدائی ملگرب کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر و ارتداد قرآن و حدیث و اقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں پس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کر کے کفر و ارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کر سکے۔

مخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ ان کا شیعہ۔ ہی حنفی عناد ہے اس کے واسطے ضرور مرزا صاحب کی شہادت پیش کرنا ہوں۔ ملاحظہ ہوا شہادت طحہ شہادت القرآن صفحہ ۲۲ اور ۳۱ پر جماعت کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

اچھی کم تا ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلسنت اور شخصیت اور پاک دلی اور پریم نگاری اور ملیت جماعت باہمی پیدا نہیں کی ہیں (مرزا صاحب) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر رڑتے اور ایک دوسرے سے دسقت جدا ہیں اور ناکارہ باتوں کی جھڑپ سے ایک دوسرے پر لگم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گایاں تک نفرت پہنچتی ہے اور دونوں میں کیسے پیدا کرتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(۲) اشتہار طحہ شہادت القرآن صفحہ ۲۲

بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بحالی سنت اس کی چامپانی پر بٹھا ہے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چار پائی کو لٹا دیتا ہے اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرے بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گایاں دیتا ہے اور تمام سخاوت نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو میں اس جمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور چلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں دندوں میں رہوں تو انسان آدم سے اچھا ہے۔

(۳) اشتہار طحہ شہادت القرآن صفحہ ۳

پس گواہان مدعیہ کا تو بغض و عناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور

ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی ممبر کے حق میں اس لیے قبول نہیں کہ ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے آئے وقعت نہیں کہ ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتنا ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمد صاحب بخارا سبانی رحمہ اللہ)

لہذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔
باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ ترجمہ میں مطالعہ پر پیش کر کے نہ مصنف کا نام بتا کر نہ اب تک اس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اس میں جو بسوط کا حوالہ ہے اسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالک سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کتب شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجع مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو چمر تو شہادت کے لیے جہالت کی بھی ایک شرط لگا دینی ہوگی اور صرف پتہ کی شہادت قبول ہو کرے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے علاوہ علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف خشیت رکھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یَدْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ ادَّعَوْا الْعِلْمَ وَرَجَاتِ .

(قرآن حکیم) اِنَّمَا يَتَخَشَّى اللَّهُ مِنَ الْعِبَادَةِ الْعُلَمَاءُ (قرآن حکیم)

(۶) احادیث کے بھی خلاف ہے فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنا کہ۔ عالم کی عابد پر فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ ہے۔

(۷) اگر امام مالک کے زمانہ کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور بعض حدیث غیر القرون ہے اس زمانہ کے علماء کو مصابیح الہدی مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۸) اور اگر نسیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ محنت کس پر ہوگا اور اگر صرف مسلمان اہل علم کسی جماعت کا ہونا محنت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اے یاد چود احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکتا مفصل اصل بحث و جرح گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔

(۳) یہ مدراس ہائی کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے جو جوہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت کے صرف برائیت یا سزا یا بی ثبات کرنے کے لیے پڑھا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل و وجوہ اور شہادت اس فوجداری کے مقدمہ میں جوئی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار قریبی نہیں ہوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے جو ناپایا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تحقیقات عدالت فوجداری کے سامنے ہوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثابت کرنے اور ان پر حکم کرنے کا منابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں ہوتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تحقیقات بھی دوسری قسم کی ہوتی ہیں۔ اور طریقہ تصدیقہ تحقیقات بھی منابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر یہ گزارش ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ خارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر چور کی ناشکر کے کچھ دسولی کرنا چاہے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی برائیت ثابت ہوگی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ کہ پہلے شخص کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو تازان شہادت امیر علی طبع و ترجمہ صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ البتہ یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔
خلاصہ۔

تناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں اس کے سوا جو دجی ہے وہ دجی نبوت نہیں ہے لفظ دجی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ نے ۳۱ اگست بحواب جرح کہا دجی نبوت نہیں آئے گی مدعیہ نے پر و پرائے پر۔

الجواب

یہ تناقض کوئی نہیں۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہو گیا اس نے غالباً، اس کے سوا کے لفظ سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسیٰ کی وحی کے سوا سبھا سالانہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ صرف عیسیٰ کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ لفظ اس کے سوا کے معنی بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی مراد ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر بتایا ہے وہی عیسیٰ والی وحی ہے۔ کل پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو (بلکہ) لفظ وحی کا (صرف) اس پر اطلاق ہوگا۔ لہذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے کہ عیسیٰ پہلے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنی الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور تفسیر اسی جرح میں مصرح ہے اور یہی گواہ ۱۱ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ آئے گی نہ کسی سننے پر نہ پرانے پر۔ دونوں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً ائنداد فرما رہے ہیں۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات سے کہ یہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنی کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ تک نہیں۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۲۱ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ وہ مسیح پر اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور پھر حجۃ الکرامہ کی عبارت کی تردید نہیں کرتا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۱۱ اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے۔

الجواب

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں جو عقیدہ گواہ ۱۱ نے بیان کیا بیچنے بھی گواہ ۱۱ کا ہی عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے بیانات و جرح سے مصرح ہے۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہے بلکہ یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی عیسیٰ پر نزول جبرئیل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا (یہ نہیں کہ میں نزول جبرئیل کا قائل ہوں) کیونکہ لفظ وحی کو مجازاً صحیح حدیثوں میں آیا ہے لہذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس اشتباہ کی وجہ سے

وہ ضروریات دین کے ان قطعی شعبوں سے رہا جن کا منکر کافر ہو جائے۔ جب تک دوسرے قرائن متعین مراد کے نہ ہوں۔

اس کمزوری اور مثبت مراد ہونے کا احساس مختار مدعا علیہ کو یہی ہوا کہ اس سے تو عقیدہ ثابت نہ ہوگا بلکہ یہ تو دوسرے کے متعلق قویٰ بنا رہے ہیں۔ لہذا مکمل مغالطہ کے لیے فریاد مانا فرمایا کہ۔
جنگ اکرامہ کی عبارت ظاہر است۔۔۔۔۔ تا نئے کلم کی تردید نہیں کرتا الخ

دیان تو زبرد و تسلیم کا سوال ہی نہیں۔ صرف اس کتاب میں ہونے کا سوال ہے اور اسی کا اقرار اس کی تسلیم کا سوال بناد تردید کا نہ۔ ال ہو گیا خاکہ کہ فوب صاحب پہلے سے معلوم ہے کہ ہمارے مسلم نہیں پھر ہم پر ان کا قول میں حجت ہو سکتا ہے۔ البتہ اصل حرج سے مقابلہ فرمانے، وہاں تسلیم و تردید کا کوئی سوال نہیں اور نہ گواہ نے اسے تسلیم کیا نہ اسے اپنا عقیدہ قرار دیا بلکہ اس کے خلاف حرج اور اس کے بیان میں تصریح ہے۔ پس ہر دو گواہوں کا عقیدہ ایک ہی ہوا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول پیر علی نہ ہوگا۔ اب ان کا نہ ماننے والا کافر ہوگا یا نہ یہ اور بحث ہے جیسا کہ بیان وحی میں گورچکا۔

مناقض نمبر (۳)

گواہ مدعیہ مس نے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ کتب لغت میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے قطعاً و یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی آخر انبیئین کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں پس لغت و قواعد کی رو سے اس کے معنی آخر انبیئین ہی کے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ مس نے ۲۹ اگست بمحجوب جرح تسلیم کیا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ "خاتم و بفتح التاء مہر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔"

(الجواب نمبر ۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائیے کہ اس تعارض ثابت کرنے میں مختار مدعا علیہ نے کس قدر شرمناک مغالطہ دیا ہے اور صریح غلط بیانی کی ہے۔ گواہ مدعیہ مس تو پورے لفظ خاتم النبیین کے معنی لغت سے مراد صرف آخر انبیئین بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ مس صرف لفظ خاتم مفرود کے معنی مہر کے بھی بتاتا ہے اس میں تعارض کب ہے ہاں دونوں لفظ خاتم مفرود کے معنی بتاتے یا دونوں اسی لفظ خاتم النبیین کے معنی مختلف بتاتے تو تناقض بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے قول کا موقوف اور ہے اور دوسرے قول کا اور ایک فضا فضا اور مخصوص لفظ کے معنی بتاتا ہے۔

دوسرا مفرد کے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان وحدت موضوع و محمول و مکان

وحدت شرط و اعانت جسم و کل قوت و فعل است در اکثر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔

علاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ مسئلہ کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ دو لغت میں خاتم یعنی مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے۔
اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی در نہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف دب کا بیان ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نبوت نہیں کیونکہ وحی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ مسئلہ نے بحجج جرح ۲۴ اگست تسلیم کیا کہ۔

در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا جاسکتا۔

گواہ مدعیہ مسئلہ نے ۲۹ اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

”یہ صحیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں۔“

پھر گواہ مدعیہ مسئلہ نے بحوالہ فتوحات اہل مسند مسئلہ نے کہا کہ۔

”در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہو سکتی ہے۔“

اور گواہ مسئلہ نے کہا کہ

”یہ صحیح علیہ السلام پر غیر تبلیغ و تبلیغ ہوگی۔“

(الجواب)

گواہ الف دب و گواہ مسئلہ کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مغالطہ ہے کیونکہ فریق اول یعنی الف دب نے جس وحی کی نفی کی ہے وہ وہی ہے جو لازمہ نبوت یعنی وحی نبوت نہ مطلق وحی۔ اور گواہ مسئلہ صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہ ہوتا بتاتا ہے نہ وحی نبوت کا اگر دونوں مطلق وحی کے نہ ہونے یا دونوں وحی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض جھوٹا۔ یہاں تو اقل وحی نہت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ مسئلہ مطلق وحی کا اثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ ۳ سے ۲۹ اگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الہ۔ یہ محض غلط ہے یہ وحی فقرہ جس کا محل تناقض نمبر ۱۱ میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر ۱۱ میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس سٹ میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر وحی نبوت ہوگی کو اطلاق لفظ وحی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر ۱۱ میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی قارض گواہ مدعیہ نمبر ۳۰۲ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعداً حضرت سلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت نہیں بتلاستے بلکہ مطلق وحی کا ہو سکتا کہتے ہیں۔ یوں ہی گواہ ۳ غیر تبلیغی وحی بتاتا ہے جو معنی الہام ہے نہ کہ وحی نبوت جو تبلیغی و شریقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور یک دوسرے میں ایک ذمہ برادر تعارض نہیں اور ایسے واضح نہیں کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۳۴ ۲۹ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔

”عیسیٰ رسول الہی بنی اسرائیل تھے اور میں نے پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب انہیں گئے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔“

اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳۴ نے ۳۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا“

(الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ ۳۴ بھی انہیں رسول بنی اسرائیل مانتے ہیں اور سٹ بھی۔ مطلب النبوة و رسالت کوئی بھی نہیں مانتا نہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول یعنی اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور امتی باعتبار اس موجود زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مطلب النبوة کہتے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ ۳۴ نے کہا ادا اب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ ۳۴ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا ہوا مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں نیز جرح کے نقل الفاظ میں بھی حیانت کی ہے۔
 خصوصاً گواہ مدعیہ مس کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

”جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو ہوا کو تسلیم نہ کرے گا وہ
 مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں ماننا ہم اسے مسلم
 نہیں مانتے“

یہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کر کے مغالطہ دے دیا ہے۔ اور
 جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ:-

”رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی“

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں، بہر حال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے
 حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لائحہ عمل کی۔ حالانکہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادتوں
 میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک حیانتوں کے مختار مدعا علیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ
 ثابت کر سکا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ مس نے ۲۱ راکست کو بجواب جرح کہا کہ:-
 آیت ماکان البشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔
 اس کے خلاف گواہ مدعیہ مس نے ۲۹ راکست کو بجواب جرح تسلیم کیا کہ:-
 در ام موسیٰ و مریم پر جو وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے:-
 اور گواہ مس کے نزدیک ”ووحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم
 اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں۔“
 اور یہی وحی گواہ مدعیہ مس کے نزدیک آیت ماکان البشر کے طرق میں داخل ہے۔ جو گواہ مدعیہ مس کے قول
 کے بالکل خلاف ہے۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ مس نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیں اور
 ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے بطور

مذکورہ بند ہیں۔ اگر وہی معنی الہام ہوگا انہی طرق سے بظاہر کیوں نہیں سمجھو د نہیں۔ اس کے واسطے اسی جرن کے مندرجہ ذیل کوشش ملاحظہ ہوں۔

نمبر (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی شرعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۲) وہی شرعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وہی رکھ لے تو دوسری چیز ہے۔

(۳) وہی بواسطہ فرشتہ دہی جو وہی کا فرشتہ لاتے نہیں ہو سکتی۔ نہ فرشتہ الہام والی،

پس گواہ مدعیہ مٹے یہ طرق مذکورہ بہ پیروی وہی نبوت امت محمدیہ پر بند بنایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۲۲

نے ام موسیٰ وغیرہ پر جو دہی بتائی وہ بمعنی الہام بہ پیروی وہی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وہی نبوت بہ پیروی وہی نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ تھا۔ وہی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وہی الہام بہ طور سے جاری۔

گواہ مدعیہ مٹ کا ہرگز کوئی تعارض و تناقض گواہ مدعیہ مٹ کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیے ہیں اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بحجاب سوال ادعیۃ الی ام موسیٰ وغیرہ کہ۔

یہ وہی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ

نے نخل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں

غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نخل کی اس

آیت سے معلوم ہوتا ہے وادخلی ربک الی الفحل الخ

اب عدالت خود فرمائے کہ گواہ مدعیہ مٹ وہی نبوت بہ پیروی وہی نبوت بطریق ثلاثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ مٹ وہی بمعنی الہام جو نخل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانتا ہے تناقض کہہ رہے ہو۔

بہر حال یہ تمام مقدار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا محض مغالطہ متعاود نہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل تناقض سے پاک و صاف ہیں کہ قسم سے مخدوش و مجروح نہیں۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے اختلاف اس کے کہ مقدار مدعا علیہ نے جو تناقض کا اعتراف گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وہ بدستور قائم ہے اور اکثر کا جواب میں تذکرہ نگاہ نہیں تاویل کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ مٹ و مٹ و مٹ کا حوالہ پیش کیا ہے

گواہ مدعیہ مٹ نے ۲۱ اگست کو بحجاب جرح کہا کہ۔

حدیث من ترک الصلوۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمداً نماز کا تارک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ۔
بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر قرار دے کر ایسے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و نفایت بامعنی ہے۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں۔

حدیث من ترک الصلوة میں مراد کفر عیناً فعل کیا۔
”لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے“

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک
ضح نکاح بھی ہوگا۔

عدالت خود اصل الفاظ اصل سے ملاحظہ فرمائے۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تقاضا نہیں۔
کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا خلاف اس کے منافی تھا اور
تناقض جو جانا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے آگے ہے یہاں تناقض کا شبہ تک نہیں
محض مغالطہ ہے۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ سٹن اپنے بیان میں ۲۵ اگست کو کہا کہ۔

”صبح نسخ بروز وغیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینی ہیں

کوئی یقیناً نہیں رکھتے“

اور پھر ۲۹ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ۔

کوئی افتراء خاصیتیں
کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ

صح ہو گئے تھے۔

مدیرہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جرح گواہ مدیرہ مٹ و مٹ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حام الحرمین وغیرہ

وہم چہ ہارم۔

دربار معلیٰ کے فیصلہ کی رو سے علمائے اسلام کی آراء حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حام الحرمین اور علماء ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض جھوٹ اور غلط ہے گواہ ثالث و ثالث و مٹ کا تو کوئی بیحد ساقط بھی علماء دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک کو ان کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثابت کر سکے صرف گواہ مٹ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بتایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مٹ۔ اب میں اس فتویٰ حام الحرمین اور ”اشتہارین سو علماء کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) ”اشتہار منسلک مسل عنوان“ وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) ادلاؤ جو ڈیشل اصول پر یہ غیر مقدمہ ہے۔

(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کر لیا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔

(۳) مطبع کی ہمسائے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔

(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ ہیں جن کی عمر ابھی سائے سال سے زائد نہیں۔ طالب علم ہندی ہیں۔

(۵) علماء اہل سنت تین عبدالباقی بھادپوری ویرم بخش رضوی بھادپوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔

(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بھی غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبدالحلیم شاہ جہانپوری ہے جو بدعتی میں سز یافتہ ہے۔
 (۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدیجہ نے اس کی سزایابی کا حوالہ پیش کیا تو کہا کہ

شاید وہی ہو۔

(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیرہ اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کر سکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔
 بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔

(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گزارش ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاع حقیقہ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہندۃ دوسری علامہ بزرگ نجی مدنی کی غایتہ المامول پہلی میں تو ناقابل التفات تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تاویل قبول کر لیا جواب میں نام تک نہ لیا پس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں تبصریح غایتہ المامول علامہ بزرگ نجی کے جس کے آخر میں انہیں علماء کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ ص ۲۸ کا دوسرا صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۴ کا بے ربط قطع و برید کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گزر چکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدد راہ ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹے ماننے کا مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو دیکھا علاوہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ یہ حصہ اول کے ص ۱۸ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور قطع التوہین کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔
 تیسرا حوالہ براہین قاطعہ کا ہے جو تھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مخالفہ (علم میں مقابلہ) کے جنواں کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کے شرعی لفظ ثانی بمعنی تابع اور دوسم کے معنی میں سے جیسا کہ حضرت سران رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائش پر صدیق اکبرؓ کی شان میں پڑھا کہ۔

و ثانی اثین فی الغاد المینف دقد ۛ طاف العدد ۛ اذ الجبل
 دکان حب رسول اللہ و قد علموا ۛ من البریتہ لم یعد ل ۛ دجل

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی۔ کہ صدقت یا حسان ہو کہا قلت۔

(درمنثور ج ۳ صفحہ ۲۴۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی بمعنی مثل کے استعمال میں تھا وہ دفع ہو گیا کہ بمعنی تابع اور دوم کے مستعمل مراد ہے۔

بول ہی دوسرے اشد بھی بے بنیاد ہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق نہیں فتاویٰ رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حالیات چونکہ غیر متعلق ہیں لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف یہ گزارش ہے۔ کہ وہ سب قطع و برید کر کے منکرم کی اسی کتاب کی تصدیقات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیفِ یمانی الحمد للہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہو گیا

گو اہان مدعیہ کے صریح کذب)

پہنچم

پھر تو گو اہان مدعیہ نیز اس کے مخالف نے متعدد غلط بیانیوں کی تھیں اس لیے فرضی اس پر پروردگار نے اسے واسطہ فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے کاٹ دیا اب صرف (۱۴) نمبر رہے جن کا مرتب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر محض مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے۔

(پہلا کذب)

گو اہان مدعیہ نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا الخ اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں ہے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے یہ صریح کذب ہے۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے۔ اوپر لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا ثبوت مفصل گذر چکا۔ اس میں نہ صرف خدائی کا ذکر ہے بلکہ تیقنت انہی ہو بھی ہے کہ میں نے یقین کامل کر لیا کہ یقیناً ہو بہو خدا ہوں۔ باقی یہ کہنا کہ وہیں اس کو خواب قرار دے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب بھی وحی ہے۔ چنانکہ مسلمات سے گذر چکا۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البرہ میں یہ کیا کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا ہے بہر حال

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و قیصر وغیرہ کی تاویلات و مغالطہ سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ
جواب کے ابتدائی اوراق میں گزر چکے عدالت خود وہیں سے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریحات
سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

(دوئم کذب)

گواہ مدعیہ ملت نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ بشری ج ۲ صفحہ ۵۱ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا
کہ ”جس طرح میں قدیم و ازلی ہوں اس طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے“
یہ عبارت بشری میں نہیں

(الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب ”داصلی و اصوم و اسہرو انام“ کے تحت گزر چکا۔
اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ ملت نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں کیا ہے بشری کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور
مذہب ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے۔ خود مختار مدعا علیہ بالو منظور الہی کو جو محکمہ تار کے کلرک ہیں
عربی سے ناواقف بتایا ہے۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ ملت نے مطلب خیز ترجمہ کر دیا اس میں
کذب کا شاہدہ بھی نہیں۔ مفصل بحث اوپر گہر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسرے کذب صریح)

گواہ مدعیہ مذ ب نے بحوالہ توینح مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب ”ملکہ سیاروں کی صبح
کو مانتے ہیں“

(الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش کش ہو چکے اور ثابت ہو چکا
کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلیکہ و ارواح کو اکب بھی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق
کے واسطے کسی اور شئی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو
چکا ہو۔

(چوتھا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح المرام یہ ظاہر کیا کہ مرزا صاحب کے نزدیک دنیا میں جو کچھ جو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے“ ۱۶۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضیح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضیح مرام ص ۳۸ سے پیش ہے۔

”اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کوکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور ترمیم کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کوکب کا دن رات پڑا پڑتا رہے غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔“

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کے مگر تمام تاویلات کا مفصل جواب ہیڈنگ ملکہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

(پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱۱ بجواب جرح ۲۱ اگست کو یہ بھوٹ یولا کہ ”مسیح کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی“ ۱۷۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بنا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا۔ یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعت پر عمل کا اعداد معمولی ترمیمات اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہر حال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ۱۱ اور حج الکرامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا بھوٹ ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ اس میں متقدمین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر میں اور اصول ہے جب اسلام میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلام بے چارے عمل درآمد بنائیں۔ پس گواہ ۱۱ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور ۱۱ نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی بھوٹ ہے نہ تعارض۔

(بچھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔

(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ اس کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحریک و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کو کذب یہانی جو اس مرحلہ پر پیش کی گئی اس کی غلط یہانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمات پر استغناء رہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گزر چکا وہیں سے ملاحظہ ہو۔ نیز حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی فیض آبادی کے شہاب ثانی کے صفحہ ۱۲ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی باں سختی سے جواب ضرور دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں۔

(سائلواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست بحواب جرح کہا کہ حدیث من تراث الصلوٰۃ متعدداً افتد کفر یہ کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سائل کیا گیا۔

(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارفات کے سلسلہ میں اس سے قبل گزر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہر حال یہ بھی قول سر تپا صداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک مکمل ہسوئی کذب یہانی ہے۔

(سائلواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے بحواب جرح ۲۳ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں دہی کو کفر نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی خود دہی جس جس کتاب میں درج ہے وہ دہی شریعت جدید ہے۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیا ہے جب کہ اپنی تمام دہی کو قرآن پاک کی طرح سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر حوالوں سے گزر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا شک ہے۔
 نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریفی کو بھی کہ ”سہرہ شریعت کے کہتے ہیں“ ۱۶ بھی اس سے ملایا جائے
 تو مذاق اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

(نوال کذب)

گواہ مدعیہ ۲۴ نے ۲۴ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔
 ”مرزا صاحب نے ازالہ ادہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا۔“
 (الجواب)

اس میں بھڑک ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت و وحی نبوت ہوئے اور اپنی وحی قرآن کی طرح ماننے لگے
 پھر قرآن آخری وحی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

(دوسوال کذب)

گواہ مدعیہ ۲۵ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ۔
 ”مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشتی ہے یا عالمی۔“
 (الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اوپر حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب ہم
 بلکہ ختم کیلئے دی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ جو صراحت ہے اس امر کی کہ یہ کشتی ہے۔ نیز
 کشتی کے اور بھی ثبوت اوپر جہاں یہ حوالہ کیلئے پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب
 بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ نہ ہو
 بھی ایک خیانت ہے۔

(گیارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۲۸ نے ۲۸ اگست بحواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور
 تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد مشکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے۔

(بارہواں کذب)

گواہ مدعیہ مس نے ۲۸ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۷۱ کی عبارت ہے الیہ یہ مفہوم صحیح نہیں۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اُس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اُس سے اُس کی واقعیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے۔

(تیسرا ہواں کذب)

گواہ مدعیہ مس نے ۲۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الیہ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ جس نے جو مفہوم حدیث لکھا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتاتا ہے۔ اُسے اختیار ہے مگر اُسے بھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے۔ مفضل طوالت طلب ہے لہذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(چوتھا ہواں کذب)

گواہ مدعیہ مس نے ۲۱ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے مکاشفہ الیہ۔

(الجواب)

اس کا جواب مس میں دے چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ اُن کی خصوصی علم توفی اور

کشفی سے ہے۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جب کہ عرض کر چکا۔

غرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور
محمد اندگواہان مدیر کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم۔

قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشارات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قلعہ خواجہ صاحب رحمہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا کہ میرے واجب الاطاعت مسلم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدا نخواستہ جب کہ ان کے متبعین اپنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر طباہیں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا کہ ہمہ حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مؤاخذاہ ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۳۰۸)

حضرت خواجہ عمر زاحمو صاحب کی نگاہیں

گل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(ایک نذر صداقت صفحہ ۳۵)

اور باقر اندگواہان مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔

(باوجود بزرگ فراق مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاظاً بالحدیث کافر ہیں) ”جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدعا سرائی کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے۔“
(آئینہ صداقت صفر ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب براسی اور حکام ریاست کو فریق مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ ان کے متعلق ان کے اصولی وہی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو اوپر نقل ہوئے مختلف فریق مدعیہ کے وہ ان کو درحقیقت قطب وقت شیخ طریقت رہنا مفتاد پیشوا اور مسلم بزرگ تسلیم کرتے اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا بیج اور آخرت میں ان کے ساتھ اپنے شتر لا تمغی ہے۔
مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہان مدعا علیہ کے مسلماً قرار وصول اور متناقض کی روشنی میں جو اس پر بحث کی تھی اس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تقدس پر بیجا طعن کیا کہ آپ نے فیصلہ کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔
- (۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر بتلایا جو بلا اعلیٰ حد تک تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔
- (۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا نہ کہ مسیح موعود مہدی مسعود یا کوئی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعراض اباب لکھا۔
- (۴) دیگر خطوط میں مجموعی مباحثہ وغیرہ کے الفاظ ہیں۔
- (۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام تعظیم قبل الرؤفۃ وما جرت کلمۃ علی لسانی الخ معترت بصلاح الخ موثق بانک من عباد اللہ الصالحین وایت الفضل الخ
- ”مرزا صاحب مروّجک وصالج است“ نیک مرکز اہل سنت والجماعت است الخ
- ”وتمام کلام او مملو الخ“ مرزا صاحب میں مہدی و مہیئ ابن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ۔
- (۶) مندرجہ ذیل امور دل میں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

- (۱) الفاظ مذکورہ بالا۔
 (۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔
 (۳) مرزا صاحب سے خط و کتابت جاری رہی جس میں ان کا ذکر ہے۔
 (۴) لیکچر جلسہ اعظم کا پرچہ۔
 (۵) مخالف علماء کا جانا اہل ان کے دعوایات کفریہ کو کفریہ سمجھنا اور علماء کو غلطی پر تانا ملی دت ۱۱ صفحہ ۷۸ صفحہ ۹۹ - ۷۵۔
 (۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی ۱۱ صفحہ ۱۷۹۔
 (۷) نور فراست سے بھی اذیت و مصادق کو پہچانتے ہیں۔

- (۸) انجام آتمم جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اور اس میں دعوائی و تبلیغی مباحثہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔
 (۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اُس میں جواب تھا۔
 (۱۰) سیلہ کے متعلق فرماتے ہیں:-
 (۱۱) کا فرد اگر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشادات فریدی۔
 (۱۲) ہفتاد فرقہ کہ مردود اندو اہل نار - (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)
 (۱۳) پروردھے چمار کو جہاد اللہ الصالحین فرمانے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔
 (۱۴) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ جہاد اللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور نے اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

- (۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر ان کے سامنے تحقیق حکیم نور الدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب انجام آتمم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعوی نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقت معلوم کے ناقابل برداشت کفریات اس وقت سامنے اور نہ انہیں پہنچے۔
 یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من ومن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کا نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اعتراف ہے اور جعل سازی و دہ حضرت صاحب ہرگز اپنے قلم مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارک کہ فوائد فسدیدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری و جھنڈی قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور غلطی بتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات قطعیہ سامنے نہ تھے صرف انجامِ اتھم کی توہین جیلنے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نور الدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی محکمِ ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور متفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفریہ نقاب ہونے کے خصوصاً ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس عالم ظاہر میں رد و نفی افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب معضل آرہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو توہین میں آیا کر کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام تابعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے شہر بد کر دیا جاتا۔ انہیں تو حکیم نور الدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول جہ ہر نفوت را برداشتہ اختتام سے مغالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غفیبہ ہی منکشف ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اوافعیانگی نہیں۔

مجھے بر ملا رم اعلیٰ نشینم تجھے بر پشت پائے خود نہ بینم
مے شود پردہ پوشم کام گاہے دیدہ ام ہر دو صاحبان را نگاہے گاہے
منزل عشق بے دُور در اناست ملے مے شود جاوہ حد سالہ گاہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الہیہ اور امود غیبیہ کو عوام پر واضح کر کے پردہ فاش نہیں کرتے محکم ظاہر ہی پر لگاتے ہیں تاکہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الباطن کا غلطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الٰہی مرزا صاحب غلام احمد بلا کسی نقاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو اعلیٰ اعلیٰ نقاب لکھتے تھیں مگر مسیح و مردان و مہدی زمان کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان رعادی کی تصدیق کا التزام محض

بہتان ہے۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سننا یا دیکھنا ثابت ہی نہیں۔ اور خود اپنی فوائد فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہ نور اللہ مرقدہ علیہ السلام کی حیات و نزول اور علیہ السلام اور مہدی کو وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو آنحضرت کے محمد کے نام کے ہمنام ان کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معقولات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جس کے بعد ظاہر ہے۔ اگر یہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز مہدیہ موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و کفر میں سب سے پیش پیش ہوتے۔

۴۔ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد اختر احمدی یا ان کے دوست ملا رکن الدین صاحب کے برعنائے ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کا دامن قدس پاک ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمد اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا اس سے ملا رکن الدین نے اپنی عاقبت خراب کر دی وہ قلبی تحریکات اب تک ان کے خلفاء کے پاس بھی نہیں وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے۔ عدالت نے حسب منالطہ اجازت نہ دی کچ عدالت اجازت سے ہم پیش کر سکتے ہیں۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظ ان کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی۔ ملا رکن الدین صاحب اور غلام احمد اختر نے ملاکر یہ سازشیں کیں۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق اوپر عرض کر چکا ہوں مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقعہ پیش نہیں ہوا بلکہ سن عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا۔ حضرت صاحب نور اللہ قدس سرہ نے باور کرایا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اطلاق ہوتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کید نہیں کرتے اور نہ اس کے مکلف ہیں حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کشی مراقب ذات صفات تھے۔ انہیں ان امور سے شغف تھا اور مہلت ہی کب تھی۔ صوفیائے کرام کسی کو برا نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں کہ ان کے معاملات ان لوگوں کے ساتھ کیلئے ہیں جنہوں نے انہیں گالیاں دیں۔ اور بڑبکا۔ خط و کتابت اور تقریر جلسہ عظم میں کوئی بھی کفریہ دعویٰ والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ۔ ہر نبوت مابرو شدہ اختتام سے مغالطہ دیا ہے۔ اس کے بعد پھر ہر نبوت کے عموم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سید الانبیاء کے ہمسرہ بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں۔ یوں ہی اس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا۔ جو نہ لکھا ہو۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء سے بعد۔

مخالف علماء کے وجہ کفر انجام آتم کے نوٹ اور غلام احمد اختر ادبیکم نور الدین صاحب مغالطہ آمیز صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے جوں جوں صورت قبلہ نور اللہ قدس سرہ سے اس وقت حق بجانب ہے۔ اور اس وقت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو سالہ کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و الہامات کفریہ کا شرع کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست مزب کاری لگائی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سید الانبیاء علیہ السلام و علیہ السلام اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و ابدال کی توہین کی اس وقت متفقہ عرب و عجم علماء و مشائخ غرض من کہ تمام فرق اسلام نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر احوال کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتم پہنچی ہو مگر اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ کل کے سننے کا نیز اس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۰۱ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر دعویٰ نبوت کے بدلے اہلہا کے بعد اور کثرت کے قطعی اثبات ہو جانے پر چاہیے۔

(۱۰) جب ہی تو مغالطہ ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا اور اس کے بعض الہامات صورت قبلہ قدس سرہ العزیز جیسے صاحب بصیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اس میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مغالطہ آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسیدہ کو جس طرح کافر اکر بتایا بوجہ دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ہی تھا تو انہیں بھی اسی طرح کافر اکر جاتے۔

ہفتاد فرقہ جہنمیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کا فرقہ احمدیہ بھی قیسے۔ اور گواہ مل کا جواب جرح کا قائل ہے کہ چندستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کا فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چوتھے چار کے عباد اللہ الصالحین جو نے کا نبوت محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم پیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ گند جانے کی وجہ سے اجازت نہ دی تھی آج اگر بے ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباد اللہ الصالحین اگر مضبوط قبلہ فرماتے تو سولے ان سالہ شی حضرات اور خصوصاً غلام احمد اختر احمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید جوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ قواس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عاقبت عزاب کر لی۔

نیز اگر حضور قبلہ انہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناواقف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر محمد اللہ آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فلہذا الحمد۔

(بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام انجام یا اس کے ضمیمہ میں غلطو کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازش کا ردوائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا ان غلطو کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی خلیفہ کی تائید نہ حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلس میں مذہب دست تردید حتیٰ کہ اسے ملا صاحب کی بریادی ماقبت کا سبب بتلانیسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔

مختار مدعا علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ ہی سکی صرف یہ کہہ کر لالا کا اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید توہ کی اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون کون مسلمان بلا ضرورت و کتبہ پھر اشارات میں ان غلطو سے کسے دل چسپی ہوگی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء احمد خصوصاً صاحبزادہ بھی بعد اطلاع اس سے اظہار بیزار ہی فرماتے رہے۔ اور اُسے ملا صاحب کا افتراء اور سوا ماقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی محمد اللہ جا پڑاں شریف کی گدی آباد ہے۔ اور اس کے قریب سجادہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صرف نائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرست نہیں ہوتی وہ ہمہ وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبان سے اشاعت آتی جو چکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی ایسی کا تو اثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے دمر میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ گویہ رسالہ و غلطو پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مشتبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر افتاد ہو سکے۔ اگر تائید کرتے تو کوئی ایک تو شاہداد موید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی پر محمول فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مغالطہ ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بھولنے کو کہنا کہ زیادہ سے زیادہ غلط کشف میں مان لو اس سے نام نہ منصفانہ فیض ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی توجیح مکتوب وغیرہ سے سب پر کار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور

پھر ان کے کشف جو منتظر وحی کے تھا غلط اور خطا والا بتاتے ناممکن نہ تھا یہ سب پر کار تاویلیں ناقابل التفات ہیں۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے سفور قلمہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا کچھ نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویلیں کیں کہ اس سے تو یہ قول بہر حال تسلیم ہی کر لیا۔ حالانکہ یہ جواب بر تقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت ہی نہیں جیسا مختصر اوپر درج مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا۔

یہ کہنا اس سے زائد ناقابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمہ اللہ علیہ پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھا لیتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ نہ عن مہل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے موافقین کی ہشامتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس دقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گزری۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بناء تکفیر انجام اتھم کی عبارت کو قرار دیا تھا دہاں تو صیغی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی قرین کی تاویل کی ہے پس وہ نہہنگی بلا کسی دوسری خارجی ہشامت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے استراذ کیا مگر انہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرمایا جو مرزا صاحب کے مکلف تھے اس سے خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک عجی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر بتانے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں۔ یقیناً خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعویٰ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ۔
ہا ہر نبوت را برد شد افتخام۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیلم مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ۔

”کافر کفر است“ ملا سقہ ہو ارشادات فریدی ص ۱۹ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ ان میں کافر کفر ہوتا موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اس قسم کا یا الہامات میں ہوا الذی اذ سئل رسولہ الخ بھی تمھارے
لا غلبین انا در سلی الخ یا اور اسی قسم کے یہ سب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستور تھے اور دوسرے
معانی پر محمول یا غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کشوف والہام میں غلطی قرار دیا ہے یہ سب
تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر
اعتق یہ تھے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نئے یا پرانے نبی کا آنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے
منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گنچکا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انہی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ
تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ نبوت بہر حال مشتبہ ہو گیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید۔ جسے کہ خود
طارک الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہہ دیا۔ کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو باوجود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گو یا یہ سب حضرات قبلہ رحمان علیہ کے مرید ہیں۔ جنہوں نے
مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذ باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمد بخش صاحب کا برادر دینی کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔
بخلاف علامہ احمد اختر کو تو تسلیم کر لیا۔ طارک الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے
غلام احمد اختر کو احقر کہہا۔ و توثیق اور شے۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہ میں نے اسے ازاول تا آخر کیا حقہ مطالعہ کیا ہے نہ
عموماً تقریفات میں یہ ہوتا ہے معمولی نظر ڈال کر موبع کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔
باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب
تصدیق کی سازش کا ردوائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشادات حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف ہے اور گواہان مدعا
علیہ کے قول و طارک الدین صاحب کی ہے اس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر سکے صرف تاویلات
ناقابل التفات کہیں

پھر گواہ کا کہی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور پھر سوالات مکرر میں اس کی اصلاح
کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ نے بجواب جرح ۹ رمانہ ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے
کہ اشادات مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ملائکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلاتناہی
 شک و شبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحبؒ کی تصنیف اشارت فریدی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 مطلقاً سب سے آخر میں ہونا لکھا ہے اور تمام عقاید مرزا صاحبؒ رائے کی حماحت کے خلاف اہل سنت والجماعت
 کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ پر فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری فرقہ بتایا ہے۔ اُس میں بے کار اہل
 ربط و تعلقات و شہادت نکالے جلتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول
 و رد۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواہ سازش اور فریبی ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہایت مستند و معتبر
 بھی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پیشکنے کے لائق۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام قواعد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مفالطہ ہے۔ اطلاق
 کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد سے زائد لغز قسیم اس سے بھی ثابت
 ہو گا کہ گورکھنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے ریسرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام
 ایجاد ہی اُس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اور بیشتر سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار
 گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ مخصوص ہے۔

نیز ملائین احمد جو سب سے پہلی کتاب ہے اُس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موند ہے کہ حماحت کا نام بھی
 ابتداء سے ہی احمدیہ تعلق بہر حال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ
 تعالیٰ نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود و ناریہ قرار دیا ہے اور باقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام
 کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ جسا القل الصبح
 سے بحث میں پیش کر چکا۔
 بہر حال یہ تمام تاویلیں محض بے سود ہیں۔

خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادت اصول پر محقق اور ثابت نہیں بلکہ اغلب یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحبؒ کی نہیں
 یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جسا کہ مفصل اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحبؒ کا ان
 کو مکفرین کی نہرت میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے۔ کہ خواجہ صاحبؒ انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی
 خلیفہ یا میر نے اعتماد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ بیعت۔
 تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب ص ۱۰۱ اولیٰ آخدا حضرت خواجہ صاحب

رحمہ اللہ علیہ نے دیکھی با سنی ہو۔ جو تھے ان کے وصال کے بعد مرتب ہوئی۔

طاہر الدین جامع اشارات کی توثیق کے منطبق خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں۔ پانچویں ان کے کلام کو طاقت بشیری سے خارج بتایا ہے جو خواجہ صاحب سے متعلق نہیں تمام مرزا صاحب کے دعاوی و معتقدات خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فائد فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف عقائدوں سے اکثر تک موجود ہیں بقیہ مدجال یا باجور و باجور، نزول عیسیٰ وغیرہ مرزا صاحب کے غلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا کہ ہرج میں تولے پیش کر چکا۔

پھر خود فائد فریدی میں احمادیوں کو فرقہ مردودہ اور ناریہ میں شمار کیا جیسا کہ گواہوں کے مسلمات سے اصل بحث میں پیش کر چکا۔

ان دلائل و براہین کی روشنی میں ان غلطو کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان منظم ہے۔

اور اگر ہنرمیں محال تسلیم ہی کریں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور انہیں یہ بھی سمجھا۔
ہم کہ ہر نبوت را برود خدا ختام مد بعد دعویٰ نبوت۔ ہی مسیلمہ مدعی نبوت پر کائنات کی اکثر کافر ہونے کا موجب ہے کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں۔ لہذا ایک طرف تعدیل اور اس کی جماعت کے مابین مرزا صاحب کو تسلیم اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کر سکتے ہیں اور دوسری طرف ایک خدا رسیدہ بزرگ اور تمام عجایب و معجزات کا مسلم تاجدار ہمارے پیرو شدہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرتدہ ہیں

جن کا احترام تمام ریاست کے لای و علیا پر ضروری ہے۔ وہ اپنی کتاب فائد فریدی میں فرقہ احمدیہ کو مردود و ناریہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرمایا ہے ہیں۔ پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کتنا شبہ رہ جاتا ہے۔

آخری گزارش

تنگ وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید حوالوں اور خیانتوں میں تیز کلامی کی ضرورت پیش کرنا ممکن ہے علالت کو خود ہی ملاحظہ صلی کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ دوران جواب میں اشارات کرتا رہا ہوں۔

استدعا

تنتیج اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا کاذبیت و مرزائیت اختیار کرنا تو اقراری ہے حصہ دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات مختار مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دوسو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلات و قطعی المعنی والمراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ و اجماع صحابہ و ائمہ و تمام امت و اقوال سلف و خلف و علماء و صوفیہ و اکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وجوہات پنجگانہ بلکہ اور بھی وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا و جماعت کا فرزند دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب صرف نتیجہ دوم باقی رہی کہ کیا اس غیے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

”اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم مارچ ۱۳۳۲ء)
 ”تعاقل تمام مسلمانوں کا یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم ۱۲ مارچ ۱۳۳۲ء)

پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ سخی مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔
 وَالْأَخْرَجُواَنَا انْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهِ
 اَوَّلًا وَاٰخِرًا دَائِمًا مَّتَوَالِیًا وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَاٰوْلِیَاءِ اٰمَنَةً اٰمَنَةً

(البر الوفاء لغمانی عفاء اللہ عنہ، شاہجہانپوری)
 ۱۰ مئی پنجشنبہ ۱۳۳۷ء